Ifazatul Yamiah.

حصہ سوم

قال اللہ تعالیٰ وقولوا للناس حسنا الآیۃ

چوں نص مزبور مخبر ست از مطلوبیت کلمات حسنہ تکلماً بالمطابقۃ

واستماعاً واشاعۃ بالالتزام وکراسۃ

# الافاضات الیومیہ

# من

# الافادات القومیہ

کہ حصہ ایست از ملفوظات سراج الملۃ حکیم الامۃ مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب

تھانوی دام ظلہم مصداقے بود از ہمچنیں کلمات حسنہ بناءً علیہ

احقر شبیر علی از مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون باہتمام اشاعت کرد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

## حصہ سوم

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ،

## نصرۃ النساء

مردوں کے ظلم اور تعدی کی بنا پر حضرت والا نے عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ زندگی کے دستور العمل کے متعلق احکام شریعت کے ماتحت حسب ذیل تقریر فرمائی ٭

(**ملفوظ ۸۸**) فرمایا کہ آج ایک بی بی کا خط آیا ہے عرصہ تقریباً چالیس ۴۰ برس کا ہوا مجھ سے بیعت ہوئی تھیں یہ بی بی نہایت دیندار ہیں خاوند کے ستانے اور بے مروتی اور بیوفائی کی شکایتیں لکھی ہیں جسکو پڑھکر بیحد دل کو قلق اور صدمہ ہوا۔ فرمایا کہ ان عورتوں کے بارہ میں عدم ادائے حقوق کے متعلق لوگوں نے بیحد ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اس غریب نے یہاں تک لکھا ہے کہ روتے روتے میری بینائی کمزور ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی جی میں آتا ہے کہ کپڑے پھاڑکر باہر نکل جاؤں یا کنوئیں میں ڈوب مروں مگر دین کے خلاف ہونیکی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتی دل کو سمجھا کر رک جاتی ہوں شب و روز سوائے رونے کے کوئی کام نہیں فرمایا کہ بڑے ظلم کی بات ہے آخر رونے کے سوا اور بیچاری کرے بھی کیا۔ ان بی بی کے عقد ثانی کو تقریباً عرصہ سترہ برس کا ہوا ان صاحب نے بڑی آرزوں اور تمناؤں سے ان بی بی سے نکاح کیا تھا اسوقت رنگ و روغن اچھا ہوگا اسوقت تو سفارشیں کراتے پھرتے

تھے لٹو ہو رہے تھے اب ضعیفی کا وقت ہے اب بیچاری کو منہ بھی نہیں لگاتے حتی کہ نان نفقہ سے بھی محتاج ہے میاں عمر میں چھوٹے ہیں اور بیوی بڑی ہیں۔ فرمایا کہ اتنے زمانہ تک رفاقت رہی یعنی سترہ برس اسکا ہی حق ادا کیا ہوتا کیا ٹھکانا ہے اس سنگدلی اور بے رحمی کا کسی بات کا بھی اثر نہیں۔ اگر وہ بیچاری کہتی بھی ہے کہ میری دیرینہ خدمات کا کیا یہ ہی ثمرہ ہے تو کہتے ہیں تونے خدمات ہی کونسی کی ہیں۔ فرمایا کہ نہ معلوم خدمات کی فہرست ان کے ذہن میں کیا ہے جسکو یہ پورا نہ کر سکیں۔ میں آجکل ایک رسالہ لکھ رہا ہوں اسمیں ان ہی عاجزوں کے حقوق کے متعلق بیان کیا گیا ہے حکومت کرنے کو تو سب کا جی چاہتا ہے محکوم پر اسکا مضائقہ نہیں مگر محکوم کے کچھ حقوق بھی تو ہیں انکی بھی تو رعایت کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ ذکر کرنے کی تو بات نہ تھی مگر چونکہ ضرورت ہے اسلئے کہتا ہوں کہ میرے گھر والوں سے معلوم کیا جائے کہ میں اپنے گھر والوں پر کسقدر حکومت کرتا ہوں اور ان سے کیا کیا خدمتیں لیتا ہوں۔ الحمد للہ میں نہ خود مقید ہوتا ہوں نہ دوسروں کو مقید کرتا ہوں بادشاہوں کی سی زندگی بسر ہوتی ہے۔ میرا معمول ہے کہ گھر جاکر دیکھا کہ تازی روٹی نہیں پکی تو باسی روٹی کھالی اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیکھا کہ وہ کسی کام میں مشغول ہیں خود اپنے ہاتھ سے روٹی لیلی پانی بھر کر پاس رکھ لیا برتن لیکر اپنے ہاتھ سے سالن لیلیا اور بیٹھکر کھالیا بلکہ یہانتک کرتا ہوں کہ دیکھتا ہوں کہ وہ روٹی وغیرہ پکانے میں مشغول ہیں اور انکو کسی چیز کی ضرورت ہے اکثر گھروں میں ایسا ہوتا ہے مثلاً پانی کی ضرورت ہے اپنے ہاتھ سے نل سے یا گھڑی سے لوٹا بھر کر دیدیتا ہوں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جاکر جب دیکھا کہ فارغ ہیں تو کہدیا کہ کھانا لاؤ وہ بیچاری دیدیتی ہیں ان باتوں کی رعایت رکھنا ضروری ہے اور مشغولی عدم مشغولی ہی پر کیا موقوف ہے انسان ہی تو ہے ہر وقت طبیعت یکساں نہیں رہتی کسی وقت خادم کی طبیعت پر کسل ہوتا ہے اور اپنی طبیعت بشاش دیکھی اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کر لئے غرضکہ اسکا کوئی معمول یا التزام نہیں کہ وہ ہی کریں۔ سو اگر حدود میں رہتے ہوئے اور انکے راحت و آرام کا خیال کرتے ہوئے ان سے خدمت بھی لیجائے تو کوئی مضائقہ نہیں آخر ہیں کس مرض کی دوا لیکن بے مروتی اور بے رحمی اور ظلم کا درجہ تو نہ ہونا چاہیئے۔ یہ عورتوں کا طبقہ تو مردوں کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کا مصداق ہوتا ہے انکو ستانے سے کے رکعت کا ثواب ملتا ہے اگر ایسی ہی بہادری اور حکومت کا جوش ہے

توکسی قدرت والے پر آدمی حکومت کرے ہم تو جب جانیں مثلاً کوئی ملازم ہو اور ہو ترا اسکو ذرا کچھ کہیں میاں کو حکومت کی حقیقت معلوم ہو جائے بعض بے رحم تو حدود سے گذر کر عورتوں کو زدو کوب کرتے ہیں جسکے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے عورتوں پر اس قسم کے تشدد کرنا نہایت کم حوصلگی اور بزدلی کی دلیل ہے جو مرد کی شان کے بالکل خلاف ہے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں بہت سے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہوں تو مجھکو کونسی تکلیف ہوتی ہے اور میرا کونسا کام ہونے سے رہا جاتا ہے۔ بلکہ جیسی مجھے اس سے راحت ہوتی کہ وہ میری خدمت کرتیں اس سے بھی راحت ہوتی ہے کہ انکو راحت ملگئی۔ رات کو مجھکو نیند کم آتی ہے تو گھر والوں کو سوتا دیکھکر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ انکو تو نیند آرہی ہے ورنہ دو قلق جمع ہو جاتے ایک اپنے نہ سونے کا اور نیند نہ آنیکا اور ایک انکا۔ پھر گھر سے چلنے کے وقت پوچھتا ہوں کہ کوئی ضروری کام میرے متعلق تو نہیں میں جا رہا ہوں اگر کہا کہ کوئی کام نہیں چلا آیا اگر کہا کہ ہے بیٹھ گیا مثلاً کوئی خط ہی لکھوانا ہے سو اس کام کو پورا کرکے چلا آیا۔ کھانا کھا کے فارغ ہوا اور پان کو جی چاہا پوچھ لیا کہ پاندان کہاں ہے انھوں نے بتلا دیا اسمیں سے پان نکالکر کھا لیا آجکل کے نوجوانوں کا محاورہ ہے کہ بیوی کو رفیق زندگی کہتے ہیں۔ ارے بھلے مانسو رفاقت کا کوئی حق بھی ادا کرتے ہو یا محض الفاظ ہی الفاظ ہیں عملی صورت میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیچاری کو فریق زندگی بنا رکھا ہے۔ اور سنئے کہ خاوند کی طرف سے تو یہ ظلم اور تشدد اب وہ شکایت کرتی ہے ماں باپ سے اکثر وہ بھی اُسی کو دباتے اور دھمکاتے ہیں اب بیچاری کے پاس کوئی ذریعہ بظاہر نہیں رہا بجز اسکے کہ وہ خدا سے فریاد کرے اور کوسا کرے اور واقعی وہ کوسنا کوس نہ دو کوس اسقدر قریب ہوتا ہے کہ فوراً قبول ہوتا ہے مظلوم کی آہ حق سبحانہ تعالیٰ بہت قبول فرماتے ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ عورتیں تو خود ہی گھر کے اسقدر کام کرتی ہیں اور مشقتیں اٹھاتی ہیں کہ کسی وقت چین سے نہیں بیٹھتی ہیں تو وہ خود ہی راحت نہیں چاہتیں۔ فرمایا انکا ایسا کرنا انکی ذاتی مصلحت سے ہے وہ یہ ہے کہ اس سے انکی تندرستی ٹھیک رہتی ہے مثلاً کھانا پکانا ہے پیسنا ہے کوٹنا ہے خود ہمارے گھروں میں سب کام اپنا اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں حتیٰ کہ اگر ضرورت ہو تو سیر دو سیر پیس بھی لیتی ہیں سو وہ اگر اپنی رائے اور مصلحت سے مشقت اختیار کریں یہ دوسری بات ہے مگر ان پر ظلم کی راہ سے مشقت ڈالنا نہایت بے رحمی

اور بے مروتی کی بات ہے۔ فرمایا کہ ان بی بی کے خاوند نے ایکمرتبہ مجھسے خود شکایت کی تھی کہ یہ
وظیفہ وظائف میں رہتی ہیں میری خدمت کی پرواہ نہیں کرتیں بندہ خدا ایسی کونسی خدمات
ہیں جو بغیر وظائف ترک کئے ہوئے نہیں ہوسکتیں مرد کی خدمات ہی کیا ہیں چند محدود خدمات
یہ دوسری بات ہے کہ خدمات کا باب اسقدر وسیع کردیا جائے جنکا پورا کرنا ہی بیچاری پر دوبھر
ہوجائے۔ پھر فرمایا کہ ایک مقولہ مشہور ہے کہ مرد ساٹھا پاٹھا اور عورت بیسی کھیسی سو عورت کے
اعضاء کا جلد ضعیف ہوجانا اسکا سبب بھی زیادہ یہی ہے کہ اُسپر ہر وقت غم اور رنج کا ہجوم رہتا ہے
سیکڑوں افکار گھیرے رہتے ہیں امور خانہ داری کا انتظام بیچاری کے ذمہ ڈالکر مرد صاحب
بےفکر ہوجاتے ہیں وہ غریب کھپتی ہے مرتی ہے۔ اگر یہ حضرت دو روز بھی انتظام کرکے دکھادیں
ہم تو اسوقت انکو مرد سمجھیں باوجود ان سب باتوں کے کمال یہ ہے کہ اپنی زبان سے اظہار بھی نہیں
کرتی کہ مجھپر کیا گذر رہی ہے۔ یہ سبب ہے عورت کے جلد ضعیف ہونیکا۔ یہاں پر بعض عورتیں عیش اور
راحت میں ہیں اور عمر انکی تقریبًا چالیس چالیس ہینتالیس ہینتالیس برس کی ہے کم وبیش مگر یہ
معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سال دو سال کی بیاہی ہوئی آئی ہیں اور انکو کوئی پچیس برس کی عمر سے
زائد نہیں بتلا سکتا تو بیوی کو عیش و آرام میں رکھنا ایک یہ بھی بڑی حکمت ہے کہ وہ تندرست
رہیگی ضعیفی کا اثر جلد نہ ہوگا دراز مدت تک ان کے کام کی رہیگی مگر لوگ اپنے راحت و مصلحت
کا خیال کرکے بھی تو انکی رعایت نہیں رکھتے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جوروں کے غلام بنجاؤ ہاں یہ
ضرور کہتا ہوں کہ حدود کی رعایت رکھو اور ظلم تک نوبت نہ پہونچاؤ اگر کبھی ضرورت ہو دباؤ بھی
دھمکاؤ بھی کوئی حرج نہیں حاکم ہوکر رہنا چاہئے اور محکوم کو محکوم بنکر لیکن جیسے محکوم کے ذمہ
حاکم کے حقوق ہیں اسی طرح حاکم کے ذمہ محکوم کے بھی حقوق ہیں انکو پیش نظر رکھتے ہوئے برتاؤ
کرنا چاہئے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ عورتوں کے ذمہ واجب ہے کھانا پکانا۔ میری رائے
ہے کہ ان کے ذمہ واجب نہیں میں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے عدم وجوب پر ومن آیاتہ
ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ حاصل یہ ہے
کہ عورتیں اسواسطے بنائی گئی ہیں کہ اُن سے تمہارے قلب کو سکون ہو قرار ہو جی بہلے تو عورتیں
جی بہلانیکے واسطے ہیں نہ کہ روٹیاں پکانے کے واسطے اور آگے جو فرمایا کہ تمہارے درمیان محبت و

ہمدردی پیدا کردی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ مودۃ یعنی محبت کا زمانہ تو جوانی کا ہے اسوقت جانبین میں جوش ہوتا ہے اور رحمت یعنی ہمدردی کا زمانہ ضعیفی کا ہے دونوں کا اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ ضعیفی کی حالت میں سوائے بیوی کے دوسرا کام نہیں آسکتا۔ اس ضعیفی اور ہمدردی پر ایک حکایت یاد آئی ایک مقام میں ایک ولائتی رئیس تھے گورنمنٹ میں انکا بڑا اعزاز اور بڑی قدر تھی یہ کابل سے بھاگ کر آکر رہے تھے گورنمنٹ نے کچھ گاؤں دیدیئے تھے انکی بیوی کا انتقال ہوگیا کلکٹر صاحب تعزیت کیلئے آئے ملاقات ہوئی کلکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہمکو بڑا رنج ہوا اسپر یہ ولایتی صاحب اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں فرماتے ہیں کلتر صاحب (کلکٹر صاحب) وہ ہمارا بیوی نہ تھا ہمارا اماں تھا ہمکو گرم گرم روتی (روٹی) کھلاتا تھا پنکھا جھلتا تھا تھنڈا تھنڈا (ٹھنڈا ٹھنڈا) پانی پلاتا تھا یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ خیر وہ تو ولایتی تھے کچھ ایسے لکھے پڑھے نہ تھے اپنی سادگی سے ایسا کہدیا مگر ایک ہندو لیڈر نے اپنے ایک لکچر میں یہ ہی کہا کہ یہ میری بیوی نہیں اماں ہے یہ میں نے خود ایک اخبار میں دیکھا ہے یہ تو تعلیم یافتہ بیرسٹری پاس کئے ہوئے ہے اس کو کیا سوجھی یہ بھی کوئی فخر کی بات تھی۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ضعیفی میں سوائے بیوی کے کوئی کام نہیں آسکتا۔ ایسے بہت واقعات ہیں شاہجہانپور میں ایک صاحب نے نوے برس کی عمر میں شادی کی تھی لڑکے لڑکیاں بہوئیں سب خلاف تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم خدمت کو موجود ہیں آپکو نکاح کی ضرورت ہی کیا ہے بڑے میاں نے کہا کہ تم میری مصلحت کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ اتفاق سے بڑے میاں بیمار ہوگئے اور بیماری بھی دستوں کی اور ان دستوں میں تعفن بیحد کہ ہر کان تک سڑ جاتا تھا لڑکے لڑکیوں وغیرہ میں سے کوئی پاس نہ آیا سب نفرت کرتے تھے اس بیوی بیچاری نے خدمت کی اور ذرا نفرت نہیں کی باوجود اسکے کہ نئی شادی ہوکر آئی تھی اور عمر بھی تھوڑی تھی ایسا تعلق ہوتا ہے بیوی کو خاوند سے جسکی خاوند صاحب کو قدر بھی نہیں ہوتی **دوسرا واقعہ** ایک صاحب بڑے آدمی تھے انھوں نے نکاح کیا مگر انکو ضعف تھا کشتوں وغیرہ سے کام چل جاتا تھا ایک طبیب نے نہایت گرم کشتہ دیدیا جس سے انکو جذام کا مرض ہوگیا تمام بدن پھوٹ نکلا کوئی پاس جانا بھی گوارا نہ کرتا تھا مگر بیوی کے اولاد ہوتی تھی تو ایسی حالت میں بھی اسنے نفرت نہ کی اور کسی خدمت سے عذر نہ کیا

کیا ٹھکانا ہے اس تعلق اور ایثار کا دوسرا کر نہیں سکتا۔ **تیسرا واقعہ**۔ حضرت مولانا فضل الرحمن
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں نکاح کیا تھا محض اس وجہ سے کہ حضرت کو ناسور کا مرض
ہوگیا تھا اسکی دیکھ بھال سوائے بیوی کے ہو نہیں سکتی تھی وہ بی بی بیچاری برابر اپنے ہاتھ سے
شب و روز میں کئی کئی مرتبہ دھوتیں اور صاف کرتی تھیں نہایت خوشی کے ساتھ کوئی گرانی
یا نفرت انکو نہ ہوتی تھی دنیا میں کوئی اس تعلق کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ **چوتھا واقعہ** حضرت
حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخر عمر میں نکاح کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت پیرانی صاحبہ نابینا
ہوگئیں تھیں۔ حضرت نے محض خدمت کی غرض سے نکاح کیا تھا یہ بی بی حضرت کی بھی خدمت
کرتیں اور پیرانی صاحبہ کی بھی۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت محض شہوت ہی کیلئے
تھوڑا ہی ہوتی ہے اور بھی مصالح اور حکمتیں ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض عورتیں پھوہڑ
ہوتی ہیں اس وجہ سے بھی بعض اوقات خاوند کو اسکی حرکات سے بددلی پیدا ہوجاتی ہے۔ فرمایا
کہ عورت کا پھوہڑ ہونا تو اپنے ایک خاص اثر کے سبب ایسے کمال کی صفت ہے جو نہایت ہی
محبوب اور قدر کی چیز ہے اور وہ خاص اثر عفیف ہونا ہے پھوہڑ عورتیں اکثر عفیف ہوتی ہیں
بخلاف غیر عفیف عورتوں کے کہ وہ ہر وقت بناؤ سنگار اور تصنع اور ظاہری تہذیب و صفائی
میں رہتی ہیں اسی طرح بعض عورتیں بدمزاج بدخلق ہوتی ہیں مگر یہ بھی ان کے کھرے پن کی دلیل
ہے بعض تو خاوند تک کو منہ نہیں لگاتیں مگر مجھکو ایسی عورتوں کی عفت میں شبہ نہیں ہوتا اور
غیر عفیف بس چکنی چپڑی رہتی ہیں اور پھر ظاہری اخلاق بھی شائستہ ہونے میں یہ خطرناک
ہوتی ہیں اپنی چالاکیوں سے اپنی شرارتوں کو بلی کے گو کی طرح چھپاتی ہیں اور مرد کو گرویدہ بنائے
رکھتی ہیں ایسی عورتوں پر مجھے اطمینان نہیں۔ اور پھوہڑ عورت کا پھوہڑ پن گو طبعاً ناگوار ہوتا ہے
وہ اسلئے کہ بھنگن سی بنی ہوئی ہے نہ بات میں مزا نہ اٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہ کھانا پکانے کا سلیقہ
نہ بچوں کی خبر گیری اور خدمت مگر ایک صفت عفت کی وجہ سے اسکی تمام برائیاں اور بدتمیزیاں
مبدل بہ کمال ہوجاتی ہیں کہ وہ عفیفہ ہوتی ہیں مجھکو ایسی عورتوں پر بیحد اطمینان ہے عفیف
ہونے ہی کی وجہ سے وہ بناوٹی باتوں سے مستغنی ہے اس بنا پر یہ عورت کا ایک بہت بڑا
جوہر ہے اسکی قدر کرنا چاہئے۔ خیر سب کچھ سہی مگر ہر حال میں ہر شے کے حدود ہیں عورتوں کو مجبور

اور کمزور سمجھکر ظالم تو نہ بننا چاہئے۔ بادشاہ اپنی رعیت پر حکومت کرے گوارا مگر ظلم گوارا نہیں۔ اور یہاں تو خاوند اور بیوی میں محض حاکم اور محکومیت ہی کا علاقہ نہیں۔ بلکہ دو علاقہ ہیں ایک حکومت کا دوسرا محبوبیت کا دونوں کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ بڑا شبہ بعضے مردوں کو اس سے ہوتا ہے کہ مرد تو اظہار محبت کرتا ہے اور عورت اظہار محبت نہیں کرتی مگر اسکی وجہ یہ ہے کہ مرد کیلئے تو اظہار محبت زینت ہے اور عورت کیلئے عیب ہے اُسکو شرم حیا مانع ہوتی ہے گو دل میں اسکے سب کچھ ہوتا ہے جسکا رات دن واقعات سے مشاہدہ ہوتا ہے مزاحًا فرمایا کہ اگر مجھکو سلطنت ملجائے تو میں سب سے پہلا اعلان یہ کروں کہ جو عورتیں ستائی جائیں اور انپر ظلم ہو تو وہ میرے یہاں درخواست کریں میں تحقیق کر کے فیصلہ اور راحت رسانی کا انتظام کرونگا مگر خدا گنجے کو ناخون ہی کیوں دینے لگا جب پہلے ہی سے یہ نیت ہے کہ مردوں کو مار لگام دو ووٹ ہی نہ دیں گے گو عورتیں روٹ پکا کر کھلادیں کیونکہ اُنکی نصرت اور اعانت ہوگی اسلئے کہ آجکل سلطنت ووٹ پر موقوف ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ قرآن میں عورتوں کو مکار فرمایا گیا ہے فرمایا سب کا مکار ہونا تو کہیں قرآن میں نہیں آیا البتہ حدیث شریف میں ناقص العقل والدین فرمایا ہے پھر حضور نے اس ناقص ہونیکی شرح بھی فرمادی ہے تاکہ اعتقاد میں حدود سے تجاوز نہ ہوجائے مثلاً دین کا نقصان اسکو فرمایا کہ یہ حیض میں نفاس میں نماز نہیں پڑھ سکتیں اور نقصان عقل اسکی شہادت کا نصف ہونا فرمایا سو یہ نقصان عقل و دین کوئی معصیت نہیں جو مقتضی ہو انپر تشدد کرنے کو پھر فرمایا کہ آج عورتوں کی میں نے بیحد نصرت کی ہے اسلئے اس ملفوظ کا نام نصرۃ النساء کہدینا مناسب ہے،

## ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں کسی خاص معاملہ کی نسبت فرمایا کہ اسکو اعتقاد ہی نہیں کہتے۔ اعتقاد تو اسکو کہتے ہیں جو جازم ہوتا ہے جو ٹل نہیں سکتا ہرٹ نہیں سکتا۔ جیسے کوئی کسی پر عاشق ہوجائے تو اسکو کوئی بات بھی ہٹا نہیں سکتی یہ ہے حقیقت اعتقاد کی۔

(ملفوظ ۹۰) فرمایا کہ لوگ طریق کی حقیقت سے بے خبر ہیں ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میں

۸۰

ذکر و شغل کی حالت میں بھی کبائر میں مبتلا تھا اب سمجھا کہ طریق کیا چیز ہے پہلے ذکر و شغل کو طریق سمجھتے تھے جو کبائر کی ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ بچائے جہل سے۔

## ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۹۱) فرمایا کہ ایک صاحب نے سرمہ بھیجا ہے جسکا وزن ایک تولہ ہے اور قیمت آٹھ آنہ ہے لکھا ہے کہ ویسے ہی نذر کرتا ہوں۔ ایک ہفتہ استعمال کے بعد نفع ظاہر ہوگا جو نفع ہو اسکو تحریر فرماویں میں اسکو شائع کرونگا۔ میں نے سرمہ واپس کردیا اور لکھدیا ہے کہ میں کوئی چیز بدون اپنے معالج کے مشورہ کے استعمال نہیں کیا کرتا لہذا آپکا سرمہ واپس ہے فرمایا آپکی وجہ سے میں اپنی آنکھ کو تختۂ مشق بناؤں موافق آئے نہ آئے اگر کوئی مضرت پہونچگئی تو انکا کیا بگڑ جائیگا زحمت تو مجھکو اٹھانا پڑیگی میں ہمیشہ اسکی احتیاط رکھتا ہوں۔

(ملفوظ ۹۲) ایک صاحب نے حضرت والا کیلئے ایک چادر بطور ہدیہ بھیجی اُسپر حضرت والا کا یہ جواب گیا۔ السلام علیکم۔ قبول کرکے عرض ہے کہ بدون مشورہ لئے ہوئے کوئی چیز بھیجنے کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز حاجت سے زائد ہوتی ہے اب بجز فروخت کوئی سبیل نہیں اور قیمت نہ معلوم ہونیسے خسارہ کا احتمال ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۹۳) کسی مسماۃ کے آنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی سے اُسکے حالات خود پوچھکر جرح و قدح کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اگر وہ مسماۃ خود کچھ کہتیں اور یہاں آنیکی وجہ بیان کرتیں تو اسکا جواب بھی ہوتا اور جرح و قدح کا بھی حق ہوتا میں اسکی بھی رعایت رکھتا ہوں اسپر مجھکو سخت مشہور کیا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۹۴) فرمایا کہ جب دو ساتھی شخص مہمان آتے ہیں تو کھانے کے معاملہ میں انکے ساتھ ایک سا برتاؤ کرتا ہوں مجھے یہ بھی نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے ساتھ کچھ معاملہ کیا جائے اور دوسرے کے ساتھ کچھ دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ ہونا مناسب ہے۔

(ملفوظ ۹۵) ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا حدیث شریف میں یہ ہے کہ چالیس دن مسلسل گوشت

کھانے سے دل پر سختی آجاتی ہے۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں تو نہیں بعض بزرگوں کا قول ہے اور یہ بھی بزرگوں کا قول ہے کہ مسلسل نہ کھانے سے بھی دل سخت ہو جاتا ہے۔ غرض ہر چیز میں اعتدال مطلوب ہے۔

(ملفوظ ۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیدیا تھا کہ جو کتے پلے ہوئے ہیں کھیتی وغیرہ کے واسطے ان کے علاوہ اور سب کو مار دیا جائے حضور تو بادشاہ بھی کہتے تھے مال وجاہ کے اعتبار سے مسکین نہ تھے۔ البتہ مزاج کے اعتبار سے اخلاق کے اعتبار سے مسکین تھے اسی طرح حضور شجاع بھی ایسے ہی تھے ایکمرتبہ رکانہ پہلوان نے جو تنہا ایکہزار آدمیوں کا مقابل سمجھا جاتا تھا آکر حضور سے عرض کیا کہ حضور مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں آپنے فرمایا آؤ وہ آیا آپنے اٹھا کر پھینکدیا اس نے کہا کہ حضور دوسری مرتبہ پچھاڑیئے فرمایا بہت اچھا پھر دوبارہ اٹھا کر پھینکدیا یہ شخص ایمان لے آیا۔ فرمایا کہ آپکی امت کسی بات میں بھی کسی جماعت سے شرمندہ نہیں اسلئے کہ حضور جامع کمالات ہیں حسین بھی ایسے ہی شجاع بھی ایسے ہی حسین پر یاد آیا ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں حضور کو ایکمرتبہ اس حالت میں دیکھ رہا تھا کہ چاندنی رات تھی حضور بھی موجود تھے اور چاند مقابل پر تھا میں ایک نظر چاند پر کرتا اور ایک نظر حضور پر تو حضور زیادہ حسین معلوم ہوتے تھے۔ آپکا حلیہ ہر ہر اعضاء کا الگ الگ بیان کیا گیا ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نہایت ہی حسین تھے۔

(ملفوظ ۹۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرات صحابہ کے قد و قامت اس زمانہ کے لوگوں سے بہت بڑے ہونگے فرمایا کہ مجھکو بھی یہ ہی خیال ہوا کرتا تھا مگر ایک مدنی مجھسے کہتے تھے کہ عرصہ ہوا ایکمرتبہ مدینہ کے پہاڑوں میں پانی جمع ہو کر سیلاب کی صورت میں ایکدم چڑھ آیا اور اس نے بہت سے مقامات کو کاٹ ڈالا منجملہ ان مقامات کے شہداء احد کی قبریں بھی اس سیلاب سے کٹ گئیں کثرت سے لاشیں دیکھی گئیں ان میں کوئی تغیر نہ تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ آج ہی دفن کی گئیں ہیں ہزاروں مخلوق نے دیکھا ذرہ برابر لاشوں میں تغیر نہ ہوا تھا فرمایا کہ شہید کو ان ہی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے وہ لباس بجنسہ موجود تھا کہتے تھے کہ موٹا کپڑا تھا اسقدر موٹا کپڑا آجکل دیکھنے میں نہیں آتا میں نے ان سے دریافت کیا کہ قد ان حضرات کے کیسے تھے کہا کہ اسوقت کے لوگوں سے زائد فرق نہ تھا یہ میں نے اس ہی وجہ سے وال

کیا تھا کہ میں بھی یہی خیال کرتا تھا کہ شاید اس زمانہ کے لوگوں سے زیادہ فرق ہوگا مگر معلوم ہوا کہ کوئی زیادہ تفاوت نہیں ہوا تھوڑا ہی سا فرق ہوا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جن لوگوں نے شہداء احد کی لاشوں کی زیارت کی اسکا حاصل یہ ہوا کہ ان کو صحابہ کی زیارت نصیب ہوئی کیا وہ تابعی ہوگئے فرمایا کہ بعد وفات کے صحابہ کی زیارت کرنے سے تابعی نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظ [۹۸]) ایک ملازم لڑکے کے متعلق فرمایا کہ وہ آج پٹا ہے۔ اسکو کسی کام کو بھیجا جاتا تھا تو کئی گھنٹہ میں واپس آتا تھا پٹنے کے بعد ڈاکخانہ بھیجا اسقدر جلد آیا شبہ ہوتا تھا کہ شاید ڈاکخانہ گیا بھی یا نہیں معلوم ہوا کہ دوڑا ہوا گیا اور دوڑا ہوا آیا۔ ٹھیک ہوگیا۔ مگر یہ اثر دو چار ہی روز رہیگا۔ پھر وہی حرکت کریگا فرمایا کہ یہی معاملہ بندہ کا حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ اسکو متنبہ کیا جاتا ہے چند روز اثر رہا پھر کچھ بھی نہیں وہی حرکتیں شروع کر دیتا ہے مگر حجت الٰہی تام ہو جاتی ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھکو تنبیہ نہ ہوا تھا۔

(ملفوظ [۹۹]) ایک صاحب پنجاب سے حاضر ہوئے ان کے ہمراہ دو بی بی بغرض بیعت آئیں تھیں حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کوئی خط میرا آپکے پاس ہے جسمیں میں نے آپکو آنیکی اجازت دی ہے۔ عرض کیا کہ عرصہ دو ماہ کا ہوا اسوقت ایک خط کے جواب میں حضرت والا نے آنیکی اجازت فرمائی تھی دریافت فرمایا کہ وہ خط کہاں ہے عرض کیا کہ وہ خط ساتھ لانا یاد نہیں رہا۔ فرمایا کہ پھر مجھکو کیسے اطمینان ہو اور یہ کسطرح معلوم ہو کہ میں نے کن شرائط سے آنیکی اجازت دی تھی یہ تو سب کچھ خط ہی سے معلوم ہو سکتا تھا اسپر انھوں نے کوئی معقول جواب نہ دیا فرمایا کہ ایسے ایسے کوڑ مغزوں سے سابقہ پڑتا ہے اب بتلایئے میں کیا کروں گھر میں ایک ایسا مریض ہے کہ جسکی وجہ سے تمام گھر بھر پریشان ہے اور اسپر مہمانداری خیر اگر گھر میں یہ حالت بھی نہ ہوتی تب بھی تو اس طرح آنا بے اصول ہے اور بے اصول بات سے اذیت پہونچتی ہے اگر کوئی دوسرے سے اپنی ہر پھر رعایت چاہے تو دوسرے کی پاؤ بھر تو رعایت کرنا چاہئے اگر خط ہمراہ لے آتے تو بڑی معونت ہوتی پتہ چل جاتا کہ اس شخص کا تعلق کس قسم کا ہے اور یہ کس برتاؤ کا مستحق ہے اور میں تو یہ لکھ بھی دیتا ہوں کہ یہ خط ہمراہ لانا اور آتے ہی دکھا دینا اسمیں بڑی مصلحت ہوتی ہے اب اگر یہ کہیں عدالتمیں جاتے تو کیا کاغذات متعلقہ مقدمہ ہمرکاب بھول آتے ہرگز نہیں یا نوکری

کی درخواست کو گھر رکھ آتے اور خالی ہاتھ حاکم کے سامنے جا کھڑے ہوتے یہ ہم ہی غریب مسکین ملاّنے تختۂ مشق کیلئے رہ گئے ہیں اب اگر سکوت کرتا ہوں تو ان کے اخلاق خراب ہوتے ہیں اگر سکوت نہیں کرتا تو بعد میں دل دکھتا ہے کہ اتنی دور سے آئے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوا۔ مگر ان کے بے اصولی سے سبب اسکا وہی ہے جسکو میں اکثر کہا کرتا ہوں یعنی قلت وقعت آمیں تو کوئی شک ہی نہیں۔ فرمایا کہ اکثر لوگ پنجاب کے پیروں نے بگاڑے ہوئے ہیں۔ وہ پیر تو یہ دیکھ لیتے ہیں کہ آنے والے نے مدور یا منور (روپیہ) بھی دیا ہے یا نہیں۔ یا آئندہ دینے کی امید ہو بس پھر نہ کچھ روک نہ ٹوک نہ پوچھ نہ گچھ۔ مدور ابیض کہتے ہیں روپیہ کو یہ مشہور محاورہ ہے مگر میں نے بجائے ابیض کے منور کر دیا ہے۔ واقعی بڑی ہی منور چیز ہے بلکہ منور بھی اس سے دل اور دماغ سب منور ہو جاتے ہیں مگر الحمدللہ یہاں اس سے کام نہیں چلتا یہاں تو خلوص کی ضرورت ہے فلوس کی ضرورت نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ان آنے والے صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ آنے والیوں میں سے ایک بی بی بہت رو رہی ہیں کہ حضرت ناراض ہو گئے فرمایا کیا میں نے رلایا ہے بھگتیں اپنے بے ڈھنگے پن کو ہم اپنے قواعد نہیں چھوڑ سکتے چاہے کوئی رو دے یا ہنسے ہمکو تو ستایا جاوے تکلیف پہونچائی جاوے اور ہم اپنی مصلحت کا انتظام بھی نہ کریں عجیب بات ہے

## ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۱۰۰) ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا نقشبندی سلسلہ میں بھی بدعات ہیں اور مروج پیر زادگی کا سلسلہ ہے فرمایا کہ ہاں بہت لوگ بدعات میں مبتلا ہیں ان لوگوں نے محض چشتیوں کے بدنام کرنے کو بدعت کو صرف سماع میں منحصر کر دیا ہے ورنہ آج کل نقشبندیوں میں کثرت سے بدعات ہوتی ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے ایک شخص کو مجدد صاحب کے مزار پر سجدہ کرتے ہوئے بس ان کے نزدیک صرف ایک سماع ہی بدعت ہے اور کوئی چیز بدعت نہیں۔

(ملفوظ ۱۰۱) فرمایا ایک مولوی ...... صاحب کا جو ایک مدرسہ میں مدرس ہیں خط آیا ہے لکھا ہے کہ پہلے سے علالت کا سلسلہ تھا اب طبیعت سنبھل چلی تھی صرف کمزوری کی شکایت باقی رہ گئی

تھی مگر مدرسہ والوں کے اصرار پر سبق پڑھانے میں تقریر کرنا پڑی اس سے پھر دوبارہ علالت عود کر آئی دعا کا خواستگار ہوں **جواب** غلطی ہے اگر خود ایسا کیا تو اپنی ورنہ آمر کی۔ فرمایا کہ اکثر مدرسہ والے کسی کی راحت یا آرام کا خیال نہیں کرتے ایکمرتبہ مجھکو ایک مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مدعو کیا گیا اس وقت مجھکو بخار آچکا تھا کمزوری باقی تھی تعلقات کی وجہ سے بلانے پر چلا گیا مگر میں نے پہونچکر کہدیا کہ میں حاضر تو ہو گیا ہوں مگر میری طبیعت اچھی نہیں بیان نہ کرونگا اسپر اصرار ہوا میں نے عذر کیا کہ کمزوری کی وجہ سے میں بیان پر قادر ہی نہیں اور اگر ہمت کر کے تقریر شروع بھی کر دی تو درمیان میں بوجہ ضعف کے تقریر کو قطع کرنا پڑیگا ایک طبیب صاحب نے کہا کہ میں ایسی دوا دونگا کہ ضعف نہ ہوگا انھوں نے ماء اللحم کسی اچھے نسخہ کا بنا ہوا تھا اسکی ایک خوراک مجھکو دیدی اسکو پیکر طبیعت میں نشاط پیدا ہوا میں نے بیان شروع کر دیا اور مرتبہ سے زیادہ جوش کے ساتھ بیان ہوا وجہ یہ ہوئی کہ دوا خود گرم تھی اس نے حرارت غریزیہ کو مشتعل کر دیا درمیان بیان ہی میں بخار شروع ہو گیا اسی وقت بعضے دیکھنے والے حاضر جلسہ طبیبوں نے کہدیا کہ طاعونی بخار ہو گیا وہاں سے آکر تجبیر سترہ روز تک غشی طاری رہی مگر یہ اللہ کا فضل تھا کہ عین نماز کے وقت ہوش ہو جاتا تھا بحمد اللہ نماز ایک وقت کی بھی قضا نہیں ہوئی۔ بلکہ فرض بھی کھڑے ہو کر پڑھے۔

(**ملفوظ**[۱۲]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب آنا چاہتے تھے مگر انکا لڑکا کچھ رقم لیکر بھاگ گیا ہے اس پریشانی کی وجہ سے نہ آسکے فرمایا کہ اگر بالغ ہو گیا ہے نکال باہر کریں کس جھگڑے میں پڑے فرمایا کہ نالائق اولاد کی مثال ایسی ہے جیسے زائد انگلی نکل آتی ہے اگر رکھا جائے تو عیب اور کاٹا جائے تو تکلیف۔

(**ملفوظ**[۱۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اکثر مدارس میں عمارتیں بڑی بڑی عبارتیں بڑی بڑی مگر اصل چیز علم و عمل گویا مفقود۔ پھر فرمایا کہ یہ بھی غنیمت ہے جو کچھ ان لوگوں کے ہاتھ سے ہو رہا ہے خدا نہ کرے وہ دن جب یہ لوگ بھی نہ ہونگے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا ایسا وقت بھی آئیگا فرمایا کہ ضرور آئیگا مگر اسمیں بھی ایک جماعت اعلاء کلمۃ الحق کرتی رہیگی حدیث شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لا یضرہم من خذلھم۔ لایزال فرماتے ہیں یعنی کہ ہمیشہ بلا فصل یہ جماعت رہیگی اور اصل حق کی تبلیغ کرتی رہیگی

حتی تقوم الساعۃ یعنی قیامت تک اور اس جماعت کی دو شانیں فرمائی ہیں ایک علی الحق جسکا مطلب ظاہر ہے دوسرے منصورین یعنی انکی نصرت ہوگی اور انپر کوئی شخص غلبہ پا نہیں سکے گا مطلب یہ ہے کہ انکو حق کے اظہار سے روک نہ سکیگا نیز ایک نصرت یہ ہے کہ جسطرح پہلے ادیان میں تحریف ہو چکی ہے اسمیں نہ ہوگی یہ اس ہی جماعت کی برکت ہے جسکا میں ذکر کر رہا ہوں کہ باوجود اسکے کہ حضور کے زمانہ کو اسقدر عرصہ گذر چکا مگر انکی برکت سے حق و باطل ایسا متمیز ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حق ہے اور یہ باطل اگر کوئی خالص دین اور اسکے احکام معلوم کرنا چاہے تو نہایت سہولت سے معلوم ہو سکتے ہیں ۔

## ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

۱۰۴ (ملفوظ) فرمایا کہ میں کسی شخص سے جسکا دوسرے کیساتھ ماتحتی کا تعلق ہو خود اپنے اثر سے کام نہیں لیتا جو جسکا ماتحت ہو اسکی اجازت سے کام لیتا ہوں گو وہ شخص جسکی اجازت حاصل کیجاتی ہے خود میرا ہی ماتحت ہو اس سے انتظام میں گڑبڑ نہیں ہوتی ہے یہ اصولی بات ہے ۔

۱۰۵ (ملفوظ) حضرت والا نے ایک شخص کو کام بتلا کر فرمایا کہ آکر اطلاع کر دینا کہ فلاں کام کر آیا ہوں پھر فرمایا کہ آجکل اطلاع نہ کرنیکا مرض بھی عام ہے جس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے کام کے بعد اطلاع کرنا ضروری بات ہے میری ان باتوں کو لوگ وہم سے تعبیر کرتے ہیں پھر فرمایا کہ ایک رئیس ..... صاحب یہاں آکر رہے تھے انھوں نے وطن جا کر کہا کہ وہاں کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ جسکو مقدمہ بازی سیکھنا ہو وہاں چلے جاؤ ۔ فرمایا کہ مجھسے وہاں کے ایک ثقہ عالم نے نقل کیا مجھے خود یاد نہیں کہ وہ کب آئے تھے اور کون صاحب تھے اور انھوں نے جسکو مقدمہ بازی فرمایا حقیقت اسکی یہ ہے کہ یہاں پر جو واقعہ کو چھپانا چاہتا ہے تلبیس کرتا ہے اسپر کھود کرید ہوتی ہے جس سے اس واقع کی حقیقت کھلجاتی ہے ایسا کوئی معاملہ ان کے سامنے یا خود انہیں سے ہوا ہوگا جسکو انھوں نے مقدمہ بازی سے تعبیر کیا یہ انکا قول ایسا تھا جیسا ایک صاحب قصبہ سیکری کے رہنے والے حج کر کے آئے تو بعض لوگوں نے ان سے وہاں کے حالات دریافت کئے کہنے لگے کہ خلاصہ بیان کر دوں وہ یہ ہے

کہ خدا وہاں کسی مسلمان کو نہ بیجائے فرمایا کمبخت منحوس حج کر کے بھی کھویا۔

(ملفوظ ۱۰۶) ایک مولوی ..... صاحب نے بوقت رخصت مصافحہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت سے خاص وقت میں یاد رکھنے کی درخواست کرتا مگر وہ مقولہ یاد آگیا کہ وہ وقت خاص ہی کب رہتا ہے جسمیں ماسوا کو یاد رکھا۔ فرمایا اجی حضرت یہ تو ..... با لحال لوگوں کے مقولے ہیں میرا خیال تو یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنی امت کو یاد رکھا حالانکہ اس سے زیادہ کونسا قرب کا وقت ہوگا اگر یہ یاد رکھنا سبب ہوتا بُعد کا تو حضور ہرگز اپنی امت کو ایسے وقت خاص میں یاد نہ فرماتے۔

(ملفوظ ۱۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک لطیفہ یاد آیا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بڑے بزرگ ملاقات کیلئے آئے حضرت نے کچھ مدحیہ الفاظ انکی نسبت فرمائے عرض کیا کہ حضرت میں تو کچھ بھی نہیں حضرت نے مزاحاً فرمایا کہ عارف جب اپنی تعریف کرتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں یعنی من فانیم دوسرا لطیفہ ایک صاحب نے کانپور میں دوسرے صاحب سے بسلسلہ گفتگو کہا کہ من آنم کہ من دانم انھوں نے جواب دیا کہ اسکے معنی تو یہ ہیں کہ آپ عارف ہیں کیونکہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔

(ملفوظ ۱۰۸) فرمایا کہ میں ایکمرتبہ پانی پت سے چلا صرف ایک صاحب دہلی تک پہونچانے کیلئے ہمراہ تھے میں دہلی اسٹیشن پر پہونچکر شاہ درہ جانے والی گاڑی میں سوار ہو گیا اس ڈبہ میں ایک پنجاب کے رئیس بھی سوار تھے جب وہ پانی پت کے صاحب مجھکو سوار کر کے واپس ہو گئے تو ان رئیس صاحب نے مجھسے دریافت کیا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں میں نے کہا کہ ایک قصبہ ہے تھانہ بھون پوچھا کہ آپ اشرف علی کو بھی جانتے ہیں میں نے کہا کہ اشرف علی میرا ہی نام ہے میں نے سفر میں جیسے کبھی اپنے کو ممتاز نہیں بنایا اسی طرح کبھی اپنے کو چھپایا بھی نہیں یہ سنکر ان پر کچھ شگفتگی کے آثار نہیں معلوم ہوئے مکرر مجھسے پوچھا کیا آپ ہی ہیں وہ اسوقت میرے اس کہنے کو جھوٹ سمجھے کہ یہ نام بتلا کر اپنی عزت چاہتا ہے ان کے ذہن میں یہ ہوگا کہ جسکا نام لیکر یہ اپنے کو ظاہر کرتا ہے وہ تو بڑا چوغہ پہنے ہوگا بڑا عمامہ سر پر ہوگا اور ایک بہت بڑی تسبیح ہاتھ میں ہوگی جیسا کہ پنجاب کے پیر ہوتے ہیں (مزاح کے طور پر فرمایا کہ وہ پیر تو کیا پیر بھی نہیں ہوتے) میں نے

کہا صاحب کیا اُس شخص کا کوئی خاص حلیہ ہے جو مجھ پر منطبق نہیں خاموش ہو گئے مگر تھوڑی دیر میں کہا کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں میں نے کہا پوچھئے جو معلوم ہوگا عرض کر دونگا اسکے بعد انھوں نے مجھسے کچھ سوالات کئے میں نے انکے جوابات دئے تب اُنکو یقین ہوا اور پھر تو بہت ہی گرویدہ ہوئے اور تمام راستہ بیچارے اپنے ہاتھ سے خدمت کرتے چلے آئے حتیٰ کہ اسباب بھی اسٹیشن شاہدرہ پر خود ریل سے اُتار کر رکھا یہ سب اُن کی تواضع تھی بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں نخوت یا کبر نہیں ہوتا تکبر بھی بڑی ہی بلا کی چیز ہے مگر بعض دفعہ دیر میں سمجھ میں آتا ہے ایک شخص یہاں آئے تھے میں نے اُن سے کہا کہ تم میں کبر کا مرض ہے مگر تسلیم نہیں کیا پانچ سال کے بعد خود لکھا کہ آپ نے جو میرے اندر کبر کا مرض تجویز کیا تھا بالکل صحیح کیا تھا اب مجھکو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت میرے اندر کبر کا مرض ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ جا بندہ خدا اتنے تک تو علاج بھی ہو جاتا پانچ سال تک بیٹھا ہوا اُسکو پالتا رہا۔ غرض یہ مرض نہایت خطرناک ہے اور لوگوں کو کثرت سے اسی میں ابتلاء ہے اور اسکے ہی علاج سے غفلت ہے۔

۸ (ملفوظ) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بدون کافی مشاہدہ کے یہاں کے طرز کے متعلق لوگ رائے قائم کر لیتے ہیں اس ناتمام فیصلہ کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے وعظ میں سنا تھا کہ قبر میں سوال جواب ہوتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں وہ شخص امتحان کیلئے کسی ٹوٹی ہوئی قبر میں جا کر پڑ گیا بہت دیر ہو گئی نہ منکر نہ نکیر نہ سوال نہ جواب کچھ بھی نہیں اتفاق سے ایک سپاہی کا اُس قبرستان کی طرف سے گذر ہوا وہ گھوڑی پر سوار تھا گھوڑی نے بچہ دیدیا اب اُسکو فکر ہوئی کہ گاؤں تک بچہ کس طرح پہونچے اس فکر میں کھڑا تھا کہ گڑھے میں سے کچھ آہٹ محسوس ہوئی فوجی سپاہی دلیر ہوتے ہی ہیں جا کر دیکھا تو ایک شخص چادر اوڑھے لمبے پیر کئے لیٹا ہے سپاہی نے ڈانٹ کر کہا کہ کون پڑا ہے باہر نکل ڈر کے مارے باہر آیا اُس نے ایک یا دو ہنٹر رسید کئے اور کہا کہ یہ گھوڑی کا بچہ فلاں گاؤں تک پہونچا بچے کو لیکر ساتھ ہو لیا گاؤں میں پہونچکر سپاہی نے کچھ پیسے دئے اور رخصت کر دیا اب مولوی صاحب کے پاس پہونچا کہ مولوی صاحب تم تو کہتے تھے کہ یوں قبر میں سوال وجواب ہوتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں وہاں تو ان میں سے ایک بات بھی نہیں ہوتی خواہ مخواہ ہی ڈرا رکھا ہے میں تو امتحان کر آیا ہوں صرف یہ ہوتا ہے کہ کچھ دیر تو پڑا رہنا پڑتا ہے پھر ایک سوار آتا ہے وہ ڈانٹتا ہے باہر

نکل آنے کا حکم کرتا ہے پھر ایک یا دو ہنٹر لگاتا ہے اور ایک گھوڑی کے بچے کو قبرستان سے اٹھوا کر ایک گاؤں تک بھیجتا ہے اور کچھ پیسے دیکر واپس کر دیتا ہے تو جیسے اس شخص کو اس خلاصہ نکالنے میں غلطی ہوئی ایسے ہی یہاں جو لوگ تھوڑی دیر کیلئے آتے ہیں اُن سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ وہ حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اسکو اپنی غلطی اور جہل پر اطلاع ہو جائے ورنہ ہر بات کو اس جہل ہی پر مبنی کرتا چلا جائیگا اسلئے اول ہی مرتبہ میں ہر بات کو میں صاف اور مقصود کو منقح کر دیتا ہوں کہ اسکو کوئی دھوکا نہ ہو اور یہ غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے اسکا نام ان جاہلوں نے تشدد رکھا ہے

(ملفوظ [۱۰]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ میں قرآن شریف حفظ کر رہا ہوں حافظہ کی کمزوری کی شکایت ہے اگر کوئی دعا حضرت والا پڑھنے کو فرمادیں تو میں اس شخص کو بتلا دوں فرمایا کہ حافظہ کا اس سے تعلق تو ہے نہیں مگر برکت کے لئے یا قوی گیارہ مرتبہ سر پر ہاتھ رکھکر پڑھ لیا کرے حافظہ کی قوت کیلئے انشاء اللہ نافع ہوگا اور اگر وسعت ہو تو اصل تدبیر یہ ہے کہ کسی طبیب سے کوئی نسخہ تجویز کرالے۔

(ملفوظ [۱۱]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پیر کی افضلیت بمعنی انفعیت کا عقیدہ ہونے میں راز یہ ہے کہ منافع باطنیہ کا مدار جمعیت قلب پر ہے تو اس عقیدہ اور خیال کی بدولت جمعیت قلب میسر ہو جاتی ہے اور اسکے خلاف میں جمعیت قلب نہیں ہو سکتی اسلئے قلب مشوش رہیگا

ملفوظ [۱۲]) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے فرمایا کہ بیعت کوئی ضروری چیز نہیں اصل چیز تعلیم ہے اور یہ خیال کہ بدون بیعت ہوئے نفع نہیں ہو سکتا یہ خیال جہالت کا ہے بیعت الگ چیز ہے اُسکی بھی ایک خاص برکت ہے مگر اُسکو اس درجہ کا دخل نہیں کہ اُسکے وجود و عدم پر نفع اور ضرر کا مدار ہو اس پر اُن صاحب نے عرض کیا جو حضرت حکم فرمائیں میں تعمیل کیلئے حاضر ہوں فرمایا اسمیں حکم کی کونسی بات ہے اصول بتلا رہا ہوں اور میں جو قاعدہ بیان کرتا ہوں مجھے تنگ کرنا مقصود نہیں ہر طلب میرا یہ ہوتا ہے کہ طالب حقیقت سمجھ لے اور معاملہ صاف ہو اور بدون اسکے محض باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا کام تو کرنے سے چلتا ہے اور کام بھی طریقہ اور اصول سے ہو ان اصول پر عمل کر کے تو دیکھیے جو پھر کبھی بھی تنگی یا دشواری پیش آئے اور ناواقف لوگ اسی سے گھبراتے ہیں اگر میرے یہاں یہ اصول نہ ہوتے خواہ وصول کر لیا کرتا مگر عوام

خوش رہتے مگر میں نے اپنا دینوی خسارہ گوارا کرلیا محض اسواسطے کہ یہ لوگ راستہ پر پڑجائیں اسلئے یہ اصول اختیار کئے اسلئے نہ معتقد بنانے کی کوشش کرتا ہوں نہ غیر معتقد بنانے کی کوشش کرتا ہوں صحیح اصول پیش کردیتا ہوں اسپر چاہے کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد نہ اسکی خوشی کہ کوئی معتقد ہو نہ اسکا رنج کہ کوئی غیر معتقد ہو الحمد للہ سب برابر ہیں کسی کو بلانے نہیں جاتا کوئی اشتہار نہیں دیا اور کیا میرے دماغ میں جنون ہے یا مالیخولیا ہے کہ میں یہ چاہوں کہ لوگ مجھسے غیر معتقد ہوں ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا کے رسائل اور کتابیں اشتہار ہی تو ہیں انکو لوگ دیکھکر آتے ہیں۔ فرمایا کہ مگر یہاں آکر رسائل کو بزعم خود جب میرے معاملات پر منطبق نہیں پاتے تو میں اُنکی طرف سے یہ شعر پڑھتا ہوں۔

چہ قیامت است جاناں کہ بعاشقاں نمودی ۔۔۔ رخ ہمچو ماہ تاباں دل ہمچو سنگ خارا

اور میں بحمد اللہ اپنی اصلاح سے بھی غافل نہیں چاہے مجھسے کوئی قسم لے لے جو بات معلوم ہوتی جاتی ہے اُسکی اصلاح کرتا رہتا ہوں میں اپنے کو کبھی اصلاح سے بری نہیں سمجھتا صدہا نقائص میرے اندر ہیں بلکہ اہل معاملہ جو ناواقفی سے اعتراض کرتے ہیں وہ اکثر غلط ہوتا ہے اور میں جو اپنی نسبت کہتا ہوں وہ صحیح بقول شاعر

خود گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ۔۔۔ ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

ناواقفوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک بار ایک جھگڑا ابھرا ہوا عورتوں کا قصبہ تیتروں سے آیا بیعت ہونیکی درخواست کی میں نے دریافت کرایا کہ خاوندوں کی اجازت لیکر آئیں یا نہیں معلوم ہوا کہ نہیں میں نے بیعت سے انکار کر دیا اور کہدیا کہ خاوندوں سے اجازت لیکر اور اُن کے دستخط کرا کر سب الگ الگ خطوط میرے پاس بھیجو میں بیعت کرونگا جناب نہ پھر کوئی تیتروں سے آیا اور نہ تیتروں سے یہ تو طلب کی حالت ہے اگر طلب ہوتی تو میں نے کونسی ایسی سخت شرط لگائی تھی کہ وہ ہو نہیں سکتی تھی اسپر میری شاکی ہو کر اور اعتراض کر کے گئیں۔

اب مقابلہ میں اہل فہم کی حالت بیان کرتا ہوں۔ مولوی عبدالحی صاحب حیدرآباد دکن سے چلے تو چار شرطیں ذہن میں لیکر چلے تھے کہ جہاں یہ شرطیں پاؤنگا وہاں بیعت ہونگا ایک تو یہ کہ بیعت کو تعلیم کی شرط نہ بنادے دوسرے یہ کہ وہاں لنگر نہ ہو تیسرے یہ کہ ان پڑھ نہ ہو چوتھے یہ کہ بہت بوڑھا نہ ہو۔ چاروں شرطیں عجیبہ ہیں اور یہاں بحمد اللہ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے چاروں پہلے ہی سے ہیں۔ دیکھئے

کہ کیسی سمجھ کی بات ہے یہاں کا طرز الحمد للہ اس مقولہ کا مصداق ہے محبت رکھیں پاک لینے دینے کے منہ میں خاک غرض اس طریق سے ناواقفی کے سبب لوگوں کو پریشانی میں ابتلا ہے بس میں اسی کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت مردہ ہوگئی تھی اب بحمد اللہ مدتوں کے بعد زندہ ہوئی اور اسی احیاء کے سلسلہ میں صاف کہتا ہوں کہ ہم تو طالب علم ہیں ہم نہیں جانتے کہ درویش کسے کہتے ہیں لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ رنگین کپڑے ہوں آنکھیں بند ہوں بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو کہ جو لٹھ کا بھی کام دے ہر وقت ایک پینک سی میں رہے جیسے افیون والا استغراق کی حالت میں ہوتا ہے سو یہ ڈھونگ یہاں نہیں اگر درویشی یہ ہے تو ہم درویش نہیں کیوں صاحب کیا کیمیا گر کیلئے کسی خاص ہیئت اور خاص لباس کی بھی ضرورت ہے اور کیا اسکی بھی ضرورت ہے کہ کیمیا گر فیشن ایبل ہو بلکہ اسکے لئے تو ایسا ہونا عیب کی بات ہے اسکے پاس ایسی چیز ہے کہ اگر وہ مل گئی تو ان سب سے استغنا ہو جاویگا تو کیا دین کیمیا سے بھی کم ہے کہ اسکے لئے ان رسوم کی ضرورت ہو بحمد اللہ یہاں صحیح دین ہے اسی کی تعلیم ہے اسی کی تدابیر ہیں اسی کی اشاعت ہے اگر یہ اشاعت نہیں ہے تو اشاعت کسے کہتے ہیں میں تو ہر وقت اسی کا اہتمام تقریر سے تحریر سے رکھتا ہوں کہ اس طریق کی حقیقت کا انکشاف لوگوں پر ہو جائے اور انکا دین محفوظ ہو جائے بدفہم اس سے کوسوں دور بھاگتے ہیں چاہتے ہیں کہ اس رسمی اور عرفی پیری مریدی کا شکار بنے رہیں سو اگر وہ اسی میں رہنا چاہتے ہیں تو اور کہیں جائیں یہاں تو سیدھی اور سچی تعلیم دیجائیگی اگر یہ منظور نہیں تو اور بہت درویش اور مشائخ ہیں دنیا میں جائیں ان کے پاس وہاں مرضی کے موافق تعلیم ہوگی یہاں پر نباہ نہیں ہو سکتا یہاں پر بدفہم نہ رہ سکتا ہے نہ میں اسکو رہنے دے سکتا ہوں۔

## ۱۳ / ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ) ایک صاحب نے دستی استفتاء پیش کیا حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ حکم ہے کہ کتاب دیکھکر جواب لکھوں تو آپ کو کس طرح پہونچاؤنگا اسپر ان صاحب نے نہایت آہستہ آواز

سے جواب دیا کہ جسکو حضرت والا نہ سُن سکے اسپر تنبیہ فرمائی کہ ایسے طریق سے کلام کرنا چاہیئے کہ دوسرا سُن سکے اس تنبیہ پر بھی اُن صاحب کی آواز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی فرمایا کہ آپ سنانے سے معذور ہیں اور میں سننے سے معذور ہوں بند کیجئے گفتگو یہ آجکل کا ادب رہگیا ہے کہ جس سے دوسرے کو اذیت پہونچے۔ (**نوٹ**) جامع ملفوظات نے اس استفتار کے رکھنے یا واپس کردینے کا ذکر نہیں کیا غالباً تو یہی ہے کہ واپس کردیا ہوگا (محشی)۔

(**ملفوظ**[۱۱۵]) ایک طالب علم نے ایک واقعہ کی نسبت کہیں باہر علمار سے استفتار کیا تھا جواب آنے پر حضرت والا کو دکھایا گیا ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ جواب صحیح نہیں فلاں فلاں علمار کو اور دکھانا چاہیئے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر جواب صحیح نہ ہو تو کیا چند مفتیوں کو دکھلانا ضروری ہے فرمایا کہ ضرورت کی بنار تو آپ خود ہی فرض کر رہے ہیں کہ اگر جواب صحیح نہ ہو عرض کیا کہ اگر شبہ ہو فرمایا کہ اگر شبہ ہو تب ہی دکھلانا ضروری ہے اور اگر شبہ نہ ہو تو پھر اسکا مکلف نہیں عرض کیا کہ اگر مفتی کو خود شبہ ہو تو کیا اُسکو دوسرے مفتی سے پوچھنا چاہیئے فرمایا کہ اُسوقت بھی پوچھنا واجب ہے۔

(**ملفوظ**[۱۱۶]) ایک مسئلہ خاص کے سلسلہ میں حضرت والا کوئی فقہ کا فتاویٰ ملاحظہ فرما رہے تھے فرمایا کہ عجیب عجیب جزئیات لکھی ہیں لکھا ہے کہ اگر سائل آکر سلام کرے اور پھر مانگے اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہیں اسلئے کہ مقصود اُسکو سلام کرنا نہیں بلکہ مانگنا ہے۔ فرمایا کہ اور ایک جزئی لکھی ہے کہ ہمارے زمانہ میں روافض داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اسلئے گو یہ سنت ہے مگر روافض کا شعار ہونیکی وجہ سے مکروہ ہے۔ فرمایا کہ ایک اور جزئی لکھی ہے یہ جو کاغذ میں مٹھائی وغیرہ بیچتے ہیں اسکے متعلق لکھا ہے کہ نجوم و طب ادب کی کتاب کے اوراق میں لپیٹ لینا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اسمیں اللہ اور رسول کا نام نہ ہو اور اگر ہو اُسکو جدا کر لیا جائے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ لپیٹ لینا ناجائز ہے یا مکروہ ہے فرمایا کہ الفاظ تو مجھے یاد نہیں مگر تقابل ایا ہوا مکروہ بھی تو ناجائز ہی کی ایک قسم ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اس بلا میں تو ہم بھی مبتلا ہیں ایسی چیزیں بدون ان قیود کی رعایت کے لپیٹ کر لاتے ہیں اور یہ بہت ہی بُرا ہے کہ جسمیں خود مبتلا ہو اُسکو کھینچ تان کر جائز کرنے کی کوشش کرے اس سے یہ اچھا ہے کہ اپنی غلطی کا اقرار کرلے۔

(**ملفوظ**[۱۱۷]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا لفظ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے

تو کیا یہ لفظ اوروں کیلئے بھی استعمال کرنا جائز ہے فرمایا کہ جہاں پہلے سے تخصیص ہو جاوے وہاں بھی حکم ہے اور جہاں پہلے ہی سے عموم ہو وہاں یہ حکم نہیں۔

(ملفوظ ۱۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تشبہ کا مسئلہ نہایت نازک ہے لوگ اسکو ہلکا سمجھتے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ عورتیں خصوص لڑکیاں آجکل سفید لباس پہننے لگی ہیں یہ مردوں سے تشبہ تو نہ ہو جاوےگی فرمایا کہ وہاں کے رسم و رواج پر ہے دیکھ لیا جاوے کہ عام دیکھنے والوں کو اس سے کھٹک تو نہیں۔

(ملفوظ ۱۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل فضول سوالات کرنیکا مرض قریب قریب عام ہو گیا ہے شاہجہانپور میں ایک طالب علم نے مجھسے دریافت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن ہو چکا یا وہاں پر ہوگا میں نے کہا کہ اس تحقیق سے کیا فائدہ کہا کہ ویسے ہی پوچھتا ہوں میں نے کہا کہ آخر اس سوال کی غایت کیا ہے یہ تو معلوم ہے کہ شفاعت ہوگی اور یہ بھی معلوم ہے کہ بعد اذن کے ہوگی اب یہ کہ یہاں اذن ہو چکا یا وہاں ہوگا اس سوال کی کیا ضرورت پیش آئی مولوی مسیح الزماں خاں شاہجہانپوری بڑے ہی ظریف تھے وہ بھی تشریف رکھتے تھے کہنے لگے کہ بڑا فائدہ ہے اگر انکو یہ تحقیق ہوگئی کہ اذن ہو چکا تب تو مایوس ہو کر بیٹھ جائیں گے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ ابھی نہیں ہوا تو یہ بھی درخواست دیں گے شاید ان کے حق میں قبول ہو جائے وہ طالب علم بہت شرمندہ ہوا اور پھر سوال نہیں کیا اس قسم کے سوالات کرنا فضول وقت کو برباد کرنا ہے۔

(ملفوظ ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں کسی نے اختلاف نہیں کیا بلکہ اجماع ہے سوائے اس قادنی کے کہ صرف اسی نے عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے انکار کیا اور انکار بھی کیسا کہ خود ہی عیسیٰ بن بیٹھا کسی نے خوب کہا ہے ؎

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را ۔ عیسےٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

اور اس شخص کے نزدیک اجماع تو کیا چیز ہے یہ تو یہ کہتا ہے کہ اگر حدیث بھی میرے اصول سے ثابت نہ ہو تو اس حدیث کو بھی ردی کے ٹوکرے میں ڈالدیا جائے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں اس مدعی کے دلائل کے متعلق فرمایا کہ ایسے دلائل تو کوئی بات نہیں آدمی جب کوئی کام کرتا ہے تو شیطان اور نفس اسکو ایسی ہزاروں چیزیں سمجھا دیتے ہیں۔ عرض کیا کہ ذہانت سے کام لیتا تھا فرمایا کہ سب ہی

کچھ آدمی کے اندر رہے چاہیے جس سے کام لیلے فرمایا کہ ذہانت پر ایک حکایت یاد آگئی جس سے معلوم ہوگا کہ ذہانت کچھ اہل حق ہی کی ساتھ خاص نہیں لکھنؤ پر جب انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو ایک انگریز افسر نے ایک مجتہد کو بلایا ان مجتہد نے کہا کہ اگر حاکمانہ طور پر بلانا ہے تو حکم دیکر گرفتار کر لیا جائے اور اگر دوستانہ طریق پر بلانا ہے تو جسطرح بادشاہ بلاتے تھے احترام شان وشوکت سے اُس طرح پر بلایا جاوے اُس انگریز افسر نے کہا کہ ہم دوستانہ طریق پر بلانا چاہتے ہیں اور اُس نے بڑی شان وشوکت سے استقبال وغیرہ کا انتظام کیا مجتہد گئے ملاقات ہوئی اس انگریز نے اول یہ سوال کیا کہ آپکے نزدیک یہاں جہاد کا کیا حکم ہے کہا کہ ہمارے یہاں جہاد کیلئے امام کا ہونا شرط ہے اور امام اسوقت ہے نہیں اسلئے یہ سوال سنیوں سے کیجئے اُس نے دریافت کیا کہ اگر امام ہو تو کیا حکم ہے انھوں نے کہا کہ امام مہدی علیہ السلام سے اس طرف کوئی امام نہ ہوگا سو جب مہدی علیہ السلام ہونگے تو اُنکی ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہوں گے اور دونوں حضرات مشورہ کر کے جو فیصلہ کر دیں گے اُس سے نہ تمہیں انکار ہوگا نہ ہمکو وہ انگریز دم بخود رہ گیا پھر کوئی سوال نہیں کیا مقصود اُسنے اپنا حاصل کر ہی لیا تھا کہ اُن کے یہاں جہاد نہیں۔

## ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ) [۱۲۱] فرمایا کہ رنگون سے ایک خط آیا ہے ایک مولوی ہے بدعتی اُس نے ایک شجرہ چھپوایا ہے وہاں پیری مریدی کا جال پھیلا رہا ہے اُس شجرہ میں یہ گڑبڑی کی ہے کہ بزرگوں کے نام کیساتھ صلی اللہ علی محمد و علیہ وسلم لکھا ہے وہ شجرہ چھپ چکا ہے جسمیں مقصود تو صلوۃ علی المشائخ ہے مگر الزام سے بچنے کے لئے علی محمد کا اضافہ کر دیا ہے پھر الزام لگایا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں اور یہ تنقیص نہیں خط میں لکھا ہے کہ اُسکے ہی گروہ کے لوگ اُس سے بد عقیدہ ہو گئے اب وہ لوگ تھانہ بھون سے استفتا کرنے والے ہیں ان اہل باطل کو رات دن یہ فکر ہے کہ اہل حق کے خلاف ایجادیں کیا کریں۔ جونپور میں ایک مولوی صاحب تھے اُنھوں نے دسویں قائم کی تھی جو ہر مہینہ کی دسویں تاریخ کو ہوا کرتی تھی کسی نے پوچھا کہ گیارہویں تو ہے ہی اب یہ کیا ہے کہا کہ رافضیوں کے یہاں دسویں ہوتی ہے اُسمیں سُنی شریک ہوتے ہیں اُنکو روکنے کے واسطے اپنے یہاں یہ دسویں ایجاد کی ہے

ایک شخص نے خوب جواب دیا کہ لوگ ہندؤں کی ہولی دیوالی میں شریک ہوتے ہیں تو آپ ہولی دیوالی بھی کیا کریں تاکہ مسلمان وہاں جانیسے رُک جائیں فرمایا کہ حضرت حب مال وحب جاہ سب خرابیوں کی جڑ ہے اور جسقدر اہل باطل ہیں سب جاہ اور مال کے دلدادہ ہیں اسکے لئے طرح طرح کی تدبیریں کیجاتی ہیں چنانچہ آجکل شہرت کی غرض سے القاب عجیب وغریب تجویز کئے جاتے ہیں کوئی طوطی ہند بنتا ہے کوئی بلبل ہند کوئی شیر پنجاب اللہ نے آدمی بنایا اور یہ جانور بنتے ہیں معلوم ہوتا ہے چندروز میں خر ہند اور اسپ ہند فیل ہند بھی بنیں گے یہ نہیں معلوم کہ اس جاہ پرستی میں اور ان خرافات میں کیا رکھا ہے اللہ کے نزدیک اگر مومن لقب ہو جائے تو اسکے سامنے سب گرد ہے اور ہیچ ہے اور صاحب جسکو یہ خبر نہو کہ میں اللہ کے نزدیک مومن ہوں یا غیر مومن تو وہ کچھ بھی بنجائے کچھ بھی نہیں دوسرے یہ القاب اکثر عوام کی طرف سے عطا ہوتے ہیں جو کمالات کی حقیقت بھی نہیں جانتے تو محض واہیات ہوئے ہاں اگر چند طالب علم ملکر کسی کو طالب علم کہدیں یہ ہے مسرت کی چیز اسلئے کہ وہ اس لقب کی حقیقت سمجھتے ہیں باقی دوسروں کے کہنے پر کیا مسرت وہ کیا جانیں طالب علم کسے کہتے ہیں ایک حکایت ہے کہ ایک نائی بادشاہ کا خط بنایا کرتا تھا ایک بار غیر حاضر ہو گیا معتوب ہوا اُس نے خادم خاص سے ملکر جس وقت بادشاہ کو نیند آگئی نائی آیا اور سوتے ہوئے بادشاہ کا خط بنا گیا کسقدر سبک دست تھا، بادشاہ کی آنکھ کھلی اور جب بادشاہ نے شیشہ دیکھا خط بنا ہوا تھا بیحد خوش ہوا اور اُستاد ہونیکا خطاب دیا چند عورتیں برادری کی جمع ہو کر اُس نائی کی بیوی کو مبارکباد دینے گئیں کہ تیرے خاوند کو اُستاد کا خطاب ملا اُس عورت نے پوچھا کہ کس نے خطاب دیا کہا کہ بادشاہ نے اُس نے کہا کہ کوئی خوشی کی بات نہیں اور نہ مبارکباد کی اسلئے کہ بادشاہ اس فن سے ناواقف ہے وہ کیا جانے اس فن کو اگر چار بھائی نائی ملکر خطاب دیں تو وہ ہے مسرت کی بات اسلئے کہ وہ اس فن سے واقف ہیں واقعی نہایت ہی کام کی حکایت ہے اسی طرح اگر چند طلبہ ملکر کسی کو طالب علم کہدیں تو وہ ہے مسرت کی بات ورنہ کچھ بھی نہیں گو اُس مسرت کے بعد کی اب بھی خبر نہیں کہ آخرت میں کیا خطاب تجویز ہوا ہے اسلئے وہ بھی کوئی زیادہ خوشی کی بات نہیں مگر خیر اگر ایسی ہی جہالت کی خوشی ہے تو اہل کے لقب دینے سے خوش ہونا چاہیئے نہ کہ عوام کے القاب دینے پر خوش ہونا انہیں کیا خبر۔

۲۳
(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب دعوے آسان ہیں اور خلاف واقع چل بھی جاتے ہیں

اگر اتباع سنت کا غیر واقعی دعوی بہت مشکل ہے یہ نہیں چلتا۔

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی لطیف المزاج اور بہت ہی نازک طبع تھے آپ کے ایک مرید تھے جو سال بھر میں دو مرتبہ آتے تھے دو چار روز رہکر چلے جاتے تھے ایک روز اُن مرید صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اتنے دنوں سے آتا ہوں اس تمنا میں کہ حضرت کوئی فرمائش کریں میرا جی چاہتا ہے فرمایا کہ بھائی محبت سے آتے ہو جی خوش ہو جاتا ہے یہ فرمایش سے بڑھکر ہے عرض کیا کہ حضرت میری خوشی یہی ہے فرمایا کہ فرمایش کردوں عرض کیا کہ ضرور فرمایا کہ تم سال بھر میں دو مرتبہ آتے ہو ایکمرتبہ آیا کرو تو بہتر ہے کیونکہ تم کھاتے بہت ہو اسکے تصور سے میرے معدہ میں ثقل ہو جاتا ہے اور مسہل لینا پڑتا ہے سو سال بھر میں دو مسہل مشکل ہیں اگر ایکمرتبہ آؤگے تو ایک ہی مسہل لینا پڑیگا۔

(ملفوظ ۱۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسکا تو اکثر لوگوں کو خیال ہی نہیں کہ ہماری وجہ سے دوسرے کو اذیت نہ ہو تکلیف نہ پہونچے البتہ رسمی ادب رسمی تعظیم یہ سب کچھ ہے بعض لوگ ادب کی وجہ سے پشت کیجانب آکر بیٹھ جاتے ہیں جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے قلب پر ایک بار ہوتا ہے ایک صاحب آئے اور میری پشت کیجانب بیٹھ گئے میں اسوقت کچھ پڑھ رہا تھا اسقدر قلب پر گرانی ہوئی کہ پورا کرنا مشکل ہوگیا آخر میں نے یہ کیا میں اپنی جگہ سے اٹھکر اُن کی پشت کی طرف جا بیٹھا اب وہ کسمسائے اور اٹھنا چاہا میں نے ڈانٹ کر کہا کہ خبردار جو یہاں سے جنبش کی بیچارہ بیٹھا رہا میں نے کہا کہ کچھ پتہ چلا کہ پشت پر بیٹھنے سے کیسی تکلیف ہوتی ہے کہا ہاں میں تو آپکو بزرگ سمجھکر ادب کی وجہ سے پیچھے بیٹھگیا تھا میں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آپکو عاصی گنہگار فاسق فاجر سمجھتا ہوں توبہ کی کہ اب کبھی پشت کیجانب نہ بیٹھوں گا ان بدتمیزوں کے دماغ اسی طرح سیدھے ہوتے ہیں۔

ڈھاکہ بلکہ کل بنگال میں ملاقات کے وقت پیر پکڑنے کی رسم ہے جب میں ڈھاکہ گیا یہی برتاؤ میرے ساتھ کیا۔ میں نے منع کیا مگر مانا نہیں پھر بھی ایسی رسمی تہذیب بہت زیادہ ہے جب میں وہاں گیا خیال ہوا کہ جب میں ایسے تصنعات نہ برتونگا تو بدتہذیب سمجھا جاؤنگا اسلئے میں نے اُسکا یہ علاج کیا کہ جو میرے پیر پکڑتا میں اُسکے پیر پکڑ لیتا۔ حیدرآباد دکن میں میں نے اعلان کر دیا کہ ہر جگہ کی تہذیب جدا ہے میں یہاں کی تہذیب پر عمل نہ کرونگا بلکہ تھانہ بھون کی تہذیب پر عمل کرونگا تو میں نے سادگی کو تہذیب کی فرد بنا دی حیدرآباد ہی کا واقعہ ہے ایک سب جج آئے میرے قدم چومنا چاہتے تھے صورت یہ تھی کہ میں چلنے کی تیاری



۱۶

کررہا تھا اور ایک چارپائی پر پیر لٹکائے بیٹھا ہوا اسباب بند ہوا رہا تھا وہ پیر و نکی طرف بڑھے میں نے کہا کہ ذرا ٹھیریئے میں آرام سے بیٹھ جاؤں وہ رک گئے میں نے پیر سمیٹ کر پلنگ پر رکھ لئے اور قدم گو ران کے نیچے چھپا لئے اور کہا کہ اب اجازت ہے آپ جو چاہیں کریں رہ گئے اپنا سامنہ لیکر وہاں کے پیر تو اچھی خاصی پرستش کراتے ہیں حقائق تو ان جاہل پیر و نکی وجہ سے بالکل ہی مستور ہو گئے بس رسوم رسوم رہ گئے میں انہیں رسوم کو مٹانا چاہتا ہوں اسی پر لوگوں سے آئے دن لڑائی رہتی ہے

(ملفوظ ۱۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی عجیب شان تھی کوئی انکی نظیر پیش نہیں کر سکتا ... مولوی محمود صاحب رامپوری نے مجھسے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت بیان کی مجھکو تو حیرت ہوگئی اور لوگ تو اپنا احترام اپنی خدمت اپنی پرستش چاہتے ہیں اور ان حضرات کی یہ حالت تھی کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی کا انھوں نے بیان کیا کہ ایکمرتبہ میں اور میرے ساتھ ایک ہندو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں دیوبند آئے دیوبند پہونچکر اس ہندو نے مجھسے پوچھا کہ تم کہاں ٹھہرو گے میں نے کہا کہ میں مولانا کے یہاں قیام کرونگا وہ ہندو بولا کہ جی میں تو اپنے اقارب میں کھالونگا باقی سونے کے واسطے اگر کوئی چھوٹی سی چارپائی مجھکو بھی ملجائے تو وہاں ہی ٹھہر جاؤنگا میں نے کہا کہ ملجائیگی تو روٹی کھا کر آجانا ایسا ہی ہوا میں نے حضرت مولانا کی بیٹھک میں ایک چارپائی اسکے لئے الگ بچھادی ایک چارپائی پر میں لیٹ گیا وہ ہندو تو پڑتے ہی سو گیا اور میں جاگ رہا تھا کہ حضرت مولانا دبے پیروں زنانہ مکان سے تشریف لائے اور اس ہندو کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھکر اسکے پیر دبانے لگے میں ایکدم چارپائی سے کھڑا ہو گیا اور جاکر عرض کیا کہ حضرت چھوڑ دیں میں دبادونگا فرمایا کہ یہ تمہارا حق نہیں میرا مہمان ہے یہ خدمت میرے ذمہ ہے میں نے اصرار کیا اس پر فرمایا کہ جاؤ تم کون ہوتے ہو گڑبڑ مت کرو بیچارے کی آنکھ کھلجائیگی تکلیف ہوگی بس وہ ہندو تو پڑا ہوا خرخر کر رہا تھا اور مزا آگا فرمایا کہ اتنا مقدس تھا اور مولانا پاؤں دبارہے تھے اب مدعی تو بے نفسی کے بہت ہیں مگر ذرا عمل کر کے تو دکھائیں تب حقیقت معلوم ہو ایکمرتبہ اسٹیشن مرادآباد پر حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور میرا اجتماع ہو گیا سیوہارہ کے بھی کچھ حضرات تھے انھوں نے مجھے اور حضرت مولانا کو سیوہارہ اُتارنا چاہا میں نے اضمحلال طبع کا عذر کر دیا اور حضرت مولانا نے قبول فرما لیا لوگوں نے میرے عذر پر کہا ہم وعظ کی درخواست نہ کریں گے جس سے اضمحلال میں تکلیف ہو میں نے

کہا کہ بدون وعظ کہے تو مجکو کسی کی روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے مولانا بیساختہ کیا فرماتے ہیں کہ ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ بلا کام کئے کھا لیتے ہیں ہیں اُسوقت بہت شرمندہ ہوا اور کسی معذرت پیش کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی مگر مولانا بشاش تھے۔

(ملفوظ ۱۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جوتا روشن دماغ ہے اس سے بڑی جلدی فیصلہ ہو جاتا ہے جوتے پر ایک حکایت یاد آگئی مولانا شیخ محمد صاحبؒ کے ایک خلیفہ تھے مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری بڑے سی انکوستایا کرتے تھے چنانچہ اُن کے مکان کے سامنے ایک چوک ہے مشترک اسمیں چند مفسدین نے جمع ہو کر ناچ کی تجویز کی اور شامیانہ وغیرہ سب سامان مہیا کر کے ایک طوائف نے آکر ناچنا شروع کیا مولوی صاحب کا راستہ مسجد جانے کا وہی تھا نماز کو جاتے ہوئے۔ تو مولوی صاحب نے بمشکل ضبط کر لیا مگر واپسی میں تحمل کیا جب تحمل نہ ہو سکا جوتہ ہاتھ میں لیکر اور تمام مجمع کے اندر گھسکر اس عورت کے سر پر بجانا شروع کیا مگر کوئی کچھ بولا نہیں اسلئے کہ بزرگوں کی ہیبت خداداد ہوتی ہے مگر ظاہر ہے کہ اس مارنے کی وجہ کوئی قانونی تو تھی ہی نہیں نیز فقہا نے بھی لکھا ہے کہ علماء کا کام زبان سے روکنے کا ہے اور حکام کا کام ہاتھ سے روکنے کا تو اس بنا پر مفسدین ہجد برہم ہوئے اور اُس عورت کو بہت زیادہ اشتعال دیا کہ تو دعویٰ کر ہم سب شہادت دینگے ہم روپیہ صرف کریں گے اُس عورت نے کہا کہ روپیہ تو خود میرے پاس بہت ہے اور تم شہادت کو تیار ہو مگر مجکو ایک خیال دعوے سے مانع ہے وہ یہ کہ میں سوچتی ہوں کہ اس شخص کے اندر اگر دنیا کا ذرا بھی نام و نشان ہوتا تو مجھپر اسکا ہاتھ ہرگز نہ اُٹھتا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ والا ہے سو اسکا مقابلہ حق تعالیٰ کا مقابلہ ہے میری اتنی ہمت نہیں دیکھئے یہ ایک بازاری عورت کا بیان ہے پھر یہاں تک یہ اثر پڑا کہ وہ عورت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں تائب ہوتی ہوں کسی بھلے آدمی سے میرا نکاح کر دیا جاوے واقعی ان حضرات کی تو جوتیوں میں بھی برکت ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا فرمانا کہ جوتہ روشن دماغ ہوتا ہے بالکل صحیح ہے غیر محصن زانی کے متعلق حکم ہے کہ سو دُرّے لگاؤ اس سے دماغ درست ہو جاتا ہے اور اسی حکم کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کے معاملہ میں رحم نہ ہونا چاہئے مومنین کو اور اس عدم ترحم کو شرط ایمان فرمایا ہے ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تو طلبا

کو پیٹتے وقت بڑی ہی ظرافت سے کام لیا کرتے تھے پیٹنے والا کہتا کہ حضرت اللہ اور رسول کیواسطے معاف کر دو فرماتے کہ اللہ اور رسول ہی نے حکم دیا ہے کہ ایسے شریروں کی خوب ڈنڈوں سے خبر لو میں اللہ اور رسول ہی کیواسطے مارتا ہوں اور حضرت مولانا نے ایک بار فرمایا کہ یہ بھی سنت اللہ ہی ہے کہ ایک کے سبب سب کو پٹو چنانچہ قحط و وبا عام عموماً اور واقع میں کرنیوالے بھی سب ہی ہوتے ہیں مثلاً قدرت ہوتے ہوئے نہ روکنا و مثل ذلک مگر ظاہر کے اعتبار سے یہ فرمایا کہ ایک کرے اور سب کو سزا ہو پھر اسکی ظاہری تائید میں مولانا نے ایک حکایت فرمائی کہ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں روزانہ بازار والوں میں اور فوج والوں میں لڑائی ہوا کرتی مقدمہ ہوتا زیادہ تر فوج والوں ہی کو سزا ہوتی جیلخانہ پُر ہو گیا بادشاہ کو اطلاع ملی کہ یہ صورت ہے اور روزانہ ایسا ہونے لگا ہے حکم دیا کہ اب کے جو ایسا معاملہ پیش آئے ہمارے پاس بھیجدو چنانچہ اگلے ہی روز ایک معاملہ پیش آیا عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں بھیجدیا گیا عالمگیر رحنے فوجیوں کی ساتھ آس پاس جو بازار والے تھے اُن کو بھی سزا دی بس پھر کوئی مقدمہ نہ آیا اور اُسکی وجہ عالمگیر رحنے یہ فرمائی کہ پہلے بازار والے تماشہ دیکھتے تھے نہ چھڑاتے تھے نہ منع کرتے تھے ایک مشغلہ بنا لیا تھا اب جہاں ذرا ہم تیزی سے گفتگو ہوئی تمام بازار والے منع کرنے کھڑے ہو جاتے کہ ایسا مت کرو ہم سب پھنسیں گے بس سمجھا دیتے ہیں لڑائی نہیں ہونے پاتی اور یہ تو معمولی جزئی انتظامات ہیں باقی مکمل اور کلی انتظام خلفاء اور فقہاء نے کر کے دکھلا دیا جسکو مخالفین بھی مانتے ہیں چنانچہ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ حنفی فقہ میں ایک خاص امتیازی شان ہے کہ اگر بڑی سے بڑی سلطنت کا انتظام اسکے موافق کیا جاوے تو کہیں اُسکا کوئی کام نہیں رُک سکتا بلکہ بہت اچھی طرح سلطنت چل سکتی ہے۔ ایک حاکم انگریز نے اپنے مسلمان سررشتہ دار سے کہا کہ ہماری ایک بڑی جماعت منتظمین کی ڈیڑھ سو برس میں وہ انتظام نہیں کر سکی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے تیرہ چودہ برس میں کر دیا اسپر اس سررشتہ دار نے کہا کہ اب تو مانو گے کہ اُنکی ساتھ تائید غیبی تھی اُس نے کہا تائید غیبی کیا ہوتی اُن کو عقل بہت بڑی دی گئی تھی انھوں نے کہا کہ عقل کے اس ہی درجہ کا نام تائید غیبی ہے دیکھئے یہ شہادت ہے مخالفین کی اور یہ باوقعت اسلئے ہے کہ جاننے والے کی شہادت ہے اور جاننا وہ چیز ہے کہ ساحران موسیٰ معجزہ دیکھکر ایمان لے آئے اور فرعون ایمان نہیں لایا اسلئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ سحر کی حقیقت کیا ہے اور اس سے آگے قوت بشریہ کام نہیں دے سکتی اسی طرح اہل تمدن کا قول حضرت عمر کی

نسبت معتبر ہے اور لطف یہ ہے کہ ان حضرات کو کبھی ایسے امور کا تجربہ بھی نہ ہوا تھا چنانچہ خلافت سے پہلے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بزازہ کا کام کرتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بکریاں چرایا کرتے تھے ان میں سلطنت کی اہلیت پیدا ہوگئی جن کے مقابلہ میں ہرقل اور کسریٰ سب ماند تھے یہ سب سردار کونین جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت تھی جس نے ایکدم کایا پلٹ کردی۔

(ملفوظ۱۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اول وحی کے بعد دوسری وحی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر موخر کردیا گیا حضور کو اسقدر رنج ہوا کہ اشتیاق کی وجہ سے پہاڑی پر چڑھکر کئی بار جان دینا چاہا جسپر گذرتی ہے وہی خوب جانتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(ملفوظ۱۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کی عجیب حالت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جو وقعت اور عظمت اُن کے قلوب میں پیدا ہوئی وہ حضور کا معجزہ تھا یا صحابہ کی کرامت اور یہ جو صحابہ میں لڑائی ہوئی یہ بھی اُن کی قوت ایمانیہ کی دلیل ہی یعنی انکو یہ اطمینان تھا کہ یہ دین حق ہے ایسے اختلافات سے مٹ نہیں سکتا ورنہ اتنی جلدی اختلاف نہ کرتے کیونکہ نئے مشن میں اختلاف کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس مشن کو مضرت ہوگی نقصان پہونچ جائیگا اس سے صحابہ کے جذبات کا پتہ چلتا ہے سو لوگوں کے نزدیک تو یہ بات عیب کی ہے اور میرے نزدیک کمال کی۔

(ملفوظ۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بڑے پر اور جاننے والے پر اعتماد کرنا چاہئے ورنہ کام چل نہیں سکتا چنانچہ میدان میں تمامتر جرنل پر مدار ہوتا ہے اسی طرح ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں ضرورت ہے اتباع کی اور جاننے والے کی البتہ یہ علم ہو جانا ضرور ہے کہ جاننے والا ہے اور ہمارا خیر خواہ ہے بس پھر تو اُسکے سامنے یہ حالت ہو جانی چاہئے ؎

دلا راسے کہ داری دل درو بند　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(ملفوظ۱۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو چند نکاح کئے اس سے مقصود مجاہدہ ہوگا میں نے کہا کہ حضور کو مجاہدہ کی ضرورت نہ تھی ہمیں اُمتی کو بھی ضرورت مجاہدہ کی نہیں رہتی نہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو۔

(ملفوظ ۱۳۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیعت میں کیا رکھا ہے اصل چیز تو اتباع ہے اتباع میں بیعت سے بھی زیادہ قوی علاقہ ہو جاتا ہے اور میں تو تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ بعض لوگوں کو بیعت مضر ہوتی ہے اسلئے کہ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ مرید ہو کر بیفکر ہو جاتے ہیں

## ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۱۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلیقہ خداداد چیز ہے انگریزی یا عربی پر موقوف نہیں جسکو خدا تعالیٰ عطا فرمادیں۔

(ملفوظ ۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لباس کا بھی اثر ہوتا ہے اخلاق پر میں تو کہا کرتا ہوں کہ شیروانی میں شیر ہے گرگابی میں گرگ ہے سر سے پاؤں تک درندوں میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں ثقہ لوگوں کو ایسے لباس سے اجتناب ضروری ہے۔

(ملفوظ ۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جلال الدین سیوطی نے تو ثابت کیا ہے کہ حضور کے آباء اور اجداد سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی کافر نہ تھا گو وہ روایات ضعیف ہیں اور جمہور علماء کا مذہب اسکے خلاف ہے مگر اسپر سب کا اجماع ہے کہ کسی کی گستاخی یا بدزبانی نہ کرنا چاہئے

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلاطین کی خوبیوں میں سے اسکو تو شمار کیا گیا کہ وہ سادہ لباس پہنتے تھے مگر مورخین نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ سو روپیہ گز کا کپڑا پہنتے تھے یہ سادگی علو اور عظمت کی دلیل ہے میں جب کسی کو بنا ٹھنا دیکھتا ہوں تو سمجھ جاتا ہوں کہ نہایت پست خیال شخص ہے اگر بلند ہمت ہوتا تو اسکی اسکو فرصت ہی نہ ملتی جو شخص علوم عالیہ میں مشغول ہوتا ہے اسکا ذہن ہی ان چیزوں تک نہیں پہونچتا اور اہل دین جو مقتدا کہلاتے ہیں انکو بننے کی ضرورت ہی کیا ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ؎

این ہمہ زینت زناں باشد۔ اور دوسرے مصرعہ کی جگہ الی آخرہ فرمادیتے یہ بھی ایک مزاج ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہرقل اپنی جگہ تھرا رہا ہے قیصر اور کسریٰ اپنی اپنی جگہ ہرقل کا بھیجا ہوا سفیر مدینہ آتا ہے اور اہل مدینہ سے دریافت کرتا ہے ؎

گفت کو قصر خلیفہ اے حشم تا من اسپ و رخت را آنجا کشم

قوم جواب دیتی ہے ؂

قوم گفتندش کہ او را قصر نیست مر عمر را قصر جاں روشنے است

حضرت انکی شان اور شوکت بدون ٹھاٹھ بنے ہی ہوتی ہے اسی کو فرماتے ہیں ؂

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

(ملفوظ ۱۳۶) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے تو ملانوں کو بھیڑ سمجھ رکھا ہے اور بعض نے بھیڑیا یاس بھی نہیں آتے مگر ہماری جوتی سے نہیں آتے ہم اپنی طرف سے خدمت کو تیار ہیں اگر ہم پسند آئیں خدمت لو ورنہ جاؤ بلانے کون جاتا ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام پر تو تبلیغ فرض تھی اسلئے وہ کلفت زیادہ برداشت فرماتے تھے اور اب جبکہ حق سبکو پہونچ گیا فرض نہیں الا نادراً اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا تحمل انبیاء علیہم السلام کا ضبط انبیاء علیہم السلام کا صبر کون کر سکتا ہے اسلئے خود کسی کو لپٹنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر کوئی خود اپنی اصلاح کی درخواست کرے اسکی خدمت ضروری ہے مگر بلا رعایت کیونکہ اگر ایسی رعایتیں کی جائیں تو اصلاح کسطرح ہو جیسے طبیب نبض دیکھکر سمجھ تو لے کہ بخار ہے مگر رعایت کر کے کہے کہ بخار نہیں بلکہ گرم چیز کھانے سے نبض جلدی جلدی چلنے لگی ہے یہ تاویل ہے تو کیا مریض کو اس طریق سے صحت ہو سکتی ہے یا مریض کہے کہ بخار نہیں ہے بلکہ دوڑکر آیا ہوں اسلئے نبض جلدی جلدی چل رہی ہے سو اگر طبیب ایسا کرے تو خیانت ہے اور اگر مریض ایسا کرے جہالت ہے شفیق طبیب تو یہی کہیگا کہ جاہل تو کیا جانے ہم جانتے ہیں جو مرض ہے اسی کے ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ طبیب مریض کو مرض یا علاج کی حقیقت سمجھانا چاہے تو قیامت تک نہیں سمجھا سکتا اسکی صرف ایک ہی واحد صورت ہے کہ طبیب تدابیر بتلائے اور مریض عمل کرے۔

(ملفوظ ۱۳۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ طرز بعض علماء کا نہایت ہی ناپسندیدہ ہے کہ ہر سوال کا جواب دینے کو ضروری سمجھتے ہیں جو سوال ضروری اور قابل جواب ہو اسکا جواب دینا چاہیئے اور جو اعراض کی قابل ہو اس سے اعراض کرنا چاہیئے علماء کے اس طرز مذکور کا اثر یہ ہوا کہ عوام الناس علماء کو اپنا تابع سمجھنے لگے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر تو بی خر دماغ ہے تو ہم اسپ دماغ ہیں گو اور ول

سے اسکی امید نہیں مگر خیر سب نہ سہی اُن میں ایک تو ایسا ہو کہ ان متکبرین کی غلطیوں پر تنبیہ کرے ورنہ قیامت تک بھی انکو خبر نہ ہو بس لوگ ایسی تنبیہ اور روک ٹوک پر گھبراتے ہیں میں سبکو تو نہیں مگر جو صاحب طریق ہو کر گھبراوے اُس سے کہتا ہوں کہ بھائی بے سوچے سمجھے اس راہ میں قدم ہی کیوں رکھا تھا بس یوں چاہتے ہیں کہ ہو تو جائیں سب کچھ اور کرنا کچھ نہ پڑے تو جب یہ حالت ہے تو میدان میں کس بوتے پر آیا تھا اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق، تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

اور فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی، پس کجا بے صیقل آئینہ شوی،

چوں نداری طاقت سوزن زدن، پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن،

ارے جب تیرے اندر ایک سوئی کے کوچنے کی بھی برداشت اور قوت اور تحمل نہیں تو اس میدان میں جہاں ہزاروں توپیں اور مشین گنیں اور تلواریں چل رہی ہیں کیوں قدم رکھا تھا جھوٹا ہے تو اور کذاب ہے اپنے کو مرد میدان کہتا ہے اور یہ سب تیری باتیں ہی باتیں ہیں صرف باتوں سے اس میدان میں کام نہیں چل سکتا اسی کو کہتے ہیں ؎

قدم باید اندر طریقت نہ دم، کہ اصلے ندارد دم بے قدم،

یہ تو وہ راہ ہے کہ بڑوں بڑوں کو چرکہ دیا جاتا ہے ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رح ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے مولانا شیخ محمد صاحب آ گئے دیکھکر کہنے لگے کہ آہا آج تو مرید صاحب کے اوپر بڑی ہی نوازش ہو رہی ہے ساتھ کھانا کھلایا جا رہا ہے حضرت حاجی صاحب رح نے باوجودیکہ حضرت مولانا کا بیحد ادب فرماتے تھے مگر اسوقت بمصلحت تربیت کیلئے فرمایا کہ ہاں ہے تو میری عنایت کہ میں اس طرح ساتھ بٹھلا کر کھلا رہا ہوں ورنہ مجھکو تو یہ حق ہے اور انکی یہ حیثیت ہے کہ میں روٹی ان کے ہاتھ پر رکھکر کہتا کہ وہاں بیٹھکر کھاؤ اور اس ارشاد کی ساتھ ہی کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ کوئی تغیر تو نہیں ہوا یہ واقعہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رح پر ذرہ برابر ناگواری کا اثر نہیں ہوا کسی نے پوچھا کہ حضرت آپکو ناگوار تو نہیں ہوا تھا فرمایا کہ جہاں سے کچھ ملا کرتا ہے یا ملنے کی کچھ امید ہوتی ہے وہاں سے ناگواری نہیں ہوا کرتی مشاہدہ ہے کہ کیمیا گر اگر لنگوٹا بندھ بھی ہو مگر اُس کے

پیچھے بڑے بڑے آدمی حقہ اُٹھائے پھرتے ہیں گو وہ کتنا ہی میلا کچیلا سڑا ہو تو طالب کی تو یہ شان ہونا چاہئے اور مصلحین کی یہ شان ہونا چاہیے کہ ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

میں ناتمام سی نقل اس شان کی کرتا ہوں تو بدنام کیا جاتا ہوں کہ تشدد ہے۔ اور میں تو واللہ اپنے نفس پر بھی متشدد ہوں اور اپنی فکر میں دوسروں کی اصلاح سے زائد لگا ہوا ہوں بیفکر نہیں ہوں خدا کے سامنے مجھے بھی کھڑا ہونا ہے اسی لیئے میں بھی اپنی حالت کے متعلق سوچتا رہتا ہوں اور فکر کرتا رہتا ہوں بیفکر نہیں ہوں سو جو شخص اپنی اصلاح کی فکر میں ہو وہ دوسروں کی اصلاح کے معاملہ میں کیا خوشامد کریگا یا چاپلوسی کریگا ہرگز نہیں اور میں تو کسی کو کوئی مشکل کام ہی نہیں بتلاتا اگر اسکا کیا علاج کہ وہ اتباع ہی کو مشکل سمجھتے ہوں سو وہ مشکل دوسرے کا اتباع ہے کیونکہ اسمیں نفس کے خلاف کرنا پڑتا ہے اور عوام اسمیں غلطی کریں تو کریں حیرت تو یہ ہے کہ علماء بھی غلطی کرتے ہیں اور یہاں تو عوام زیادہ نہیں آتے اکثر علماء ہی آتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں بھی اکثر اصلاح سے بیفکر وجہ اسکی یہ ہے کہ یہاں پر اگر غلطیوں پر تنبہ ہوتا ہے تب آنکھیں کھلتی ہیں دوسری جگہ کہیں روک ٹوک نہیں ہوتی نہ متنبہ کیا جاتا ہے اسلیئے وہ بجائے فکر کے برعکس مجھکو متشدد سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو حساب خود لگا کر آئے ہیں بس ہمیں اُنکی موافقت کردوں جیسے ایک بہرہ نے اپنی دوست کی عیادت میں حساب لگایا تھا قصہ یہ ہے کہ ایک بہرہ شخص کسی دوست کی عیادت کو گیا اور چونکہ سنتا کم تھا ادھر بیمار کی آواز ضعیف اسلیئے ذہن میں حساب لگا لیا کہ میں یہ پوچھوں گا وہ یہ جواب دیگا پھر میں یوں کہونگا چنانچہ جا کر پوچھا کہ کیا حال ہے مریض نے کہا کہ مر رہا ہوں وہ کہتا ہے الحمد للہ پھر پوچھا کہ غذا کیا ہے کہا کہ زہر ہے کہا کہ خدا کرے ہضم ہو جان کو لگے بڑے خوش ہوئے کہ ہمنے عیادت کی اسی طرح یہ لوگ دو چار تسبیح و نوافل پڑھکر سمجھتے ہیں کہ ہمنے بڑی عبادت کی اور اصلاح ہوگئی اسطرح حساب لگا کر آتے ہیں جسطرح اُس بہرہ شخص نے حساب لگا لیا تھا اور میں اس حالت میں بھی آنے والوں کی حرکات پر صبر کرسکتا ہوں مگر اس صبر سے اُن کا کیا بھلا ہوگا دوسرے کا صبر دشمن سے تو ہو سکتا ہے دوست سے نہیں ہو سکتا ایک شخص ہے کہ وہ دعوی کرتا ہے انا محبک انا مخلصک انا عاشقک انا کذا انا کذا تو اُسکی مخالفت کیسے گوارا ہوگی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر کفار نے پتھر برسائے

کچھ پرواہی نہیں کی اور صحابہ سے ذرا کوئی بات ہوتی تھی فوراً تغیر ہو جاتا تھا حضرت اسامہ ابن زید صحابی ہیں حضور نے ایک عورت فاطمہ نامی کو چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کا حکم دیا تو حضرت اسامہ نے سفارش کی حضور برہم ہو گئے اور فرمایا کہ حدود کے بابت میں سفارش کرتے ہو واللہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی اُس پر بھی حد جاری کرتا سو دیکھئے اسامہ پر آپ برہم ہوئے صاحبو جو بات برہمی کی ہو گی اُسمیں برہمی تو ہو ہی گی جیسے کوئی کسی کے سوئی چبھو دے تو اسکی سوزش اور جلن تو ہو ہی گی اور اُس سوزش میں وہ شکایت بھی کرے ہی گا اور یہ شکایت اور برہمی دوسرے کو نافع بھی ہو گی اگر اُس جگہ رعایت کرے تو سخت مضرت ہے جیسے آپریشن کی جگہ اگر مرہم رکھدے تو ظاہر ہے اندر ہی اندر مادہ بڑھکر سڑ جاویگا اور سبب ہلاکت کا ہو گا پھر اگر رعایت سے دوسرا شخص بھی رعایت کرے تو اسکا بھی مضائقہ نہیں مگر یہ بات بھی لوگوں میں نہیں رہی کہ جو ہماری رعایت کرے ہم اُسکی رعایت کریں ذلیل کر کے اور تابع بنا کر خدمت لینا چاہتے ہیں سو اسمیں طریق کی ذلت ہے گو ہم کوئی چیز نہیں۔

(ملفوظ ۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگ جو مجھ سے ناخوش ہو جاتے ہیں میں تو خوش ہوتا ہوں کہ بدفہموں سے نجات ملی امام کے پیچھے جسقدر مقتدی کم ہوں راحت ہی ہے کیونکہ اگر نماز میں کوئی خرابی آجائے تو تھوڑوں ہی کو اطلاع دینی پڑیگی یہاں کا تو یہ طرز ہے کہ نہ بیعت کا جھگڑا کہ آجکل اکثر یہ مشغلہ دکانداروں کا اور بھی پیروں کا رہگیا ہے اُن کے یہاں اسکا تو اہتمام ہی نہیں کہ اصلاح ہو رُک اگر کُچھ ہو بس شب و روز مجمع بڑھانے کی فکر اور نہ یہاں وہ مشغلہ جیسے اکثر درباروں میں ہوتا ہے مثلاً یہاں نہ تو دہرہ دون کی چائے کا ذکر نہ سہارنپور کے گنوں کا ذکر نہ شملہ کی ناشپاتیوں کا ذکر الحمدللہ صرف مشاغل دینیہ ہی کا شغل ہے ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

مشائخ کے درباروں کی طرح ایسی چیزوں کا ذکر ہی نہیں حضرت میں تو نہ چائے پیوں نہ پلاؤں نہ چاول کھاؤں نہ کھلاؤں یہاں تو روکھا سوکھا معاملہ ہے اگر پسند ہو آئیں ورنہ اپنے گھر بیٹھیں بلانے کون جاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس شخص میں دو صفتیں ہونگی دین اور عقل کی وہ ہمیشہ غالب

رہیگا ایک بار ہرقل کے دربار میں سفیر اسلام آیا اُس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات دریافت کئے تو ان سفیر اسلام کا جواب سنئے فرماتے ہیں کہ ہمارے امیر المومنین کا مختصر حال یہ ہے لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ ہرقل ان جملوں کو سنکر ششدر اور حیران رہگیا اور دربار عام میں یہ بات کہی کہ ان کے خلیفہ وقت میں یہ دو صفتیں ہیں نہ کسی کو دہوکہ دیتے ہیں جو دلیل ہے ان کے دین کی نہ کسی کے دہوکہ میں آتے ہیں جو دلیل ہے اُن کی عقل کی سو جسمیں یہ دو باتیں جمع ہوں گی ساری دنیا اُسکا مقابلہ نہیں کرسکے گی۔

(ملفوظ ۱۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انبیاء ایسے کامل العقل اور کامل الدین بھیجے گئے کہ ارسطو افلاطون جالینوس بھی اُن کے سامنے گردن جھکا کر بیٹھ جاویں اگر مسلمانوں میں تدین راسخ ہو جاوے تو اُن کی عقل کو جلا رہو اور پھر تمام پر یہ ہی غالب ہو جائیں مگر اسکی طرف تو آتے ہی نہیں ایک نیا دین تراش رکھا ہے چنانچہ انگریزی داں ایک عالم سے کہنے لگے کہ ہمارا اسلام ٹھیٹ اسلام ہے مولوی صاحب نے خوب جواب دیا کہ ٹھیٹ نہیں ٹینٹ اسلام ہے۔

## ۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب اسکول کے مدرس یہاں آئے اور کہنے لگے کہ تقدیر کے مسئلہ پر مجھکو کچھ شکوک ہیں میں نے کہا کہ اسکے سمجھنے کیلئے تبحر علمی کی ضرورت ہے کہنے لگے کہ آپ تقریر کر دیں میں سمجھوں یا نہ سمجھوں شاید سمجھ ہی لوں میں نے کہا کہ میرا اسوقت کا دماغ نہیں ہاں ایک صورت ہے کہ آپ کسی درسیات پڑھے ہوئے طالب علم کو بلا لائیے وہ مجھسے پوچھے میں اسکے سامنے تقریر کرونگا اُس سے آپ کو دو باتوں کا اندازہ ہو جائیگا ایک تو یہ کہ ملاتوں کے پاس جواب ہے دوسرا یہ کہ آپ سمجھ نہیں سکتے اور ایسی حالت میں طبیعت بھی تقریر کرتے ہوئے اُلجھتی ہے تقریر کا جوش مخاطب کے جذب پر موقوف ہے جیسے ماں کے دودھ میں جوش ہوتا ہے بچے کی طلب پر ایک اور کام کی بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ طبیب کے مطب میں دو قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں ایک مریض اور ایک شاگرد اگر شاگرد کہے کہ اس نسخے میں گل بنفشہ کیوں لکھا ہے اُسکے سامنے طبیب تقریر کریگا سمجھائیگا

اسلئے کہ وہ فن کو حاصل کر رہا ہے اسلئے اُسکا حق ہے سوال کا اور اگر مریض یہی بات پوچھے کان پکڑ کر نکال دیا جائیگا اسلئے کہ اسکو حق نہیں سوال کا اُسکا مطلب صرف معالجہ ہے نہ کہ فن اور معالجہ اس تحقیق پر موقوف نہیں اسیطرح بے علم کو چاہئے کہ وہ حکم معلوم کرے اسکی علت دریافت کرنا ضروری کیا جائز بھی نہیں ............................ ہاں طالب علم بیشک علت مسئلہ کی اگر سمجھنا چاہیگا اُسکے سامنے تقریر کیجاویگی وہ بھی خاص قیود سے نہ کہ ہر حالت میں چنانچہ بعض طالب علم مجھسے پوچھتے ہیں کہ فلاں مسئلہ کی تحقیق کیا ہے میں لکھدیتا ہوں کہ اُستاد سے پوچھو وہ لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا تسلی نہیں ہوئی میں لکھتا ہوں کہ اُنکی تقریر لکھواور جو تم اُس سے سمجھے ہو وہ لکھو پھر اُسمیں جو شبہ ہو وہ لکھو اگر وہ تقریر اس شبہ کے رفع کے لئے کافی نہ ہوگی پھر میں تقریر کا ذمہ دار ہوں انشاء اللہ تعالیٰ بتاؤنگا میں اسقدر سستا نہیں ہوں کہ مجھکو ہر وقت مشغلہ بنالیا جائے -

(ملفوظ[۱۴۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ مجھکو بیعت کرلو اور کچھ ذکر و شغل کی تعلیم کردو میں نے محض فہم کا اندازہ کرنیکے لئے لکھا کہ تم ائمہ کی تو تقلید نہیں کرتے مگر یہ بتلاؤ اسمیں میری بھی تقلید کروگے یا نہیں. لکھا کہ بہت سوچا کوئی جواب سمجھ میں نہیں آیا - اشکال یہ ہوا کہ اگر تقلید نہیں کرتے تو بدون اتباع کے اصلاح کیسے ہوگی اور اگر کرتے ہیں تو غیر مقلدی کے خلاف. میں نے کہا کہ جابندہ خدا مجھ ہی سے جواب پوچھ لیتا میں ہی جواب سکھلا کر اپنے کو لاجواب کرلیتا وہ جواب یہ ہے کہ تقلید کی شق اختیار کرتے اب اسپر ائمہ کی تقلید نہ کرنے کا اشکال پڑتا اسکا جواب یہ لکھتے کہ ائمہ کی تقلید تو احکام میں کرائی جاتی ہے اور تمہاری تقلید احکام میں ہی ہوگی بلکہ تدابیر اصلاح میں تقلید کرونگا اکثر غیر مقلدین سے اس قسم کے خطوط آتے ہیں میں اول اُن سے یہی سوال کرتا ہوں کہ تقلید کو کیسا سمجھتے ہو بعض لکھتے ہیں کہ ہم جائز سمجھتے ہیں واجب نہیں ایسوں کو تو بیعت کرلیتا ہوں - اور بعض لکھتے ہیں کہ ہم حرام اور شرک سمجھتے ہیں میں اُنکو لکھدیتا ہوں کہ اتباع کا تعلق کرنا ایسے شخص سے کب جائز ہے جو حرام اور شرک میں مبتلا ہو

(ملفوظ[۱۴۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب یہاں پر آئے تھے بیعت ہونیکی درخواست کی میں نے شرائط بیعت بیان کئے کہنے لگے کہ مرید کر کے آپ چھوڑ دیں شرطیں پوری کرنے نہ کرنے کا میں ذمہ دار ہوں میں نے کہا ایسا چھوڑ دوں جیسے سانڈ کو چھوڑ دیتے ہیں خواہ کسی کے کھیت کو کھا

خواہ چنان کھائے خواہ چنیں کھائے اس پیری مریدی کو آجکل لوگوں نے ایک مشن بنا رکھا ہے جیسے پارٹی بندی ہوتی ہے اور وہ بھی دین کے واسطے نہیں بلکہ دنیا کے واسطے یہ تو عملی فساد ہے پھر اور اسکے متعلق عقیدہ بھی عوام کا خراب کر رکھا ہے یہ سمجھتے ہیں کہ پیر بخشوا لیتے ہیں چاہے پیر ہی مارے مارے پھریں کہ پیری ہی دستگیری کرلو معلوم بھی ہے کہ جہاں سفارش ہوگی اُدھر سے ارشاد ہوگا کہ سفارش کرو ورنہ کیا مجال ہے کسی کی اپنی رائے سے سفارش کرسکے

۱۲۴
(ملفوظ) ایک صاحب کے ہدیہ پیش کرنے کے وقت اُنکی ایک خاص غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہدیہ جو پیش کرتے ہیں سو غرض دنیا کی لیکر آتے ہیں ہمکو تو غیرت آتی ہے کہ ہمکو ہدیہ دیکر کوئی دنیا کی خدمت ہمسے لے بلکہ اگر دین کی بھی خدمت لے وہ بھی شان ہدیہ کے خلاف ہے ہدیہ تو بالکل خالص محبت کی بنا پر ہونا چاہئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاءً ولا شکوراً سود دینے والیکو تو یہ حکم ہے اور لینے والے کو حکم ہی کا فتوے سود دینے والے کو تو منع کیا گیا ہے مکافات طلب کرنے سے اور لینے والیکو حکم ہے کہ مکافات کرو اور بزرگوں نے تو ہدیہ میں سنت کے موافق یہانتک احتیاط کی ہے کہ اگر انتظار کے بعد کوئی چیز آوے اس سے بھی انکار کر دیا ہے کہ خلاف سنت ہے محبت تو یہ ہے کہ انتظار کی بھی تکلیف نہ دے اسلئے کہ اگر انتظار ہوگا تو تکلیف ضرور ہوگی یہ ہیں بعض آداب ہدیہ کے جسکی کوئی دینے والا رعایت نہیں کرتا مگر انکا بھی قصور نہیں آجکل رسمی مشائخ نے اسی قسم کے ڈھونگ بنا رکھے ہیں اور بنا بھی رکھے ہیں جس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر نہ دیا ناراض ہونگے کہ اگلی مرتبہ اس نے کچھ نہیں دیا بڑا نامعقول ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس انتظار میں بھی تفصیل ہے اگر انتظار ایسا ہے کہ اگر چیز نہ ملی تو کلفت ہوئی شکایت ہوئی یہ انتظار تو اشراف ہے اور اس حالت میں لینا خلاف سنت ہے اور اگر تکلیف نہ ہو تو محض خیال اور احتمال ہے اور وسوسہ کا درجہ ہے ایسے وقت میں لے لینا جائز ہے یہ اشراف نہیں ہے۔

۱۲۵
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کو اپنے اپنے مشائخ کی طرف کھینچ تان کرلانے میں اور ترغیب دینے میں اگر دوسرے بزرگوں کی تنقیص کیجاوے تو یہ گناہ ہے۔ ورنہ گناہ نہیں گو بے غیرتی ہے۔

(ملفوظ [۱۴۶]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے دین و دنیا دونوں کی عزت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی میں ہے باقی اسکے علاوہ سب اسباب ذلت کے ہیں۔

(ملفوظ [۱۴۷]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین کی بھی رونق اور دنیا کی بھی رونق غربا ہی سے ہے اُمرا تو ہمیشہ بے رونقی کے سبب بنے ہیں۔

(ملفوظ [۱۴۸]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زکوٰۃ ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اگر انتظام سے خرچ کیجائے اور سب لوگ دیا کریں تو غریب مسلمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

(ملفوظ [۱۴۹]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خراج کا روپیہ رفاہ عام میں صرف ہو سکتا ہے مگر عُشر کا یہ مصرف نہیں وہ زکوٰۃ کے مصرف میں صرف ہو سکتا ہے۔

(ملفوظ [۱۵۰]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسری قوموں کا جہاں تک صدیوں کے بعد ذہن پہونچ رہا ہے وہ اسلام کا بالکل اول سبق ہے چنانچہ حقوق کے متعلق ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اُن کے ساتھ ایک شخص سفر میں چلے آپس میں یہ طے ہوا کہ ایک امیر ہو ایک مامور یہ اس شخص کو خیال ہوا کہ میں بزرگ صاحب کے سامنے کیسے امیر بن سکتا ہوں لہذا عرض کیا کہ آپ ہی امیر ہیں بزرگ نے قبول فرما لیا ایک مقام پر پہونچکر خیمہ گاڑنے کی ضرورت ہوئی بزرگ صاحب نے اپنے ہاتھ سے خیمہ لگانا شروع کیا یہ شخص بولا کہ حضرت میں اس کام کو انجام دونگا فرمایا کہ جو میں حکم دوں اُسکا اتباع کرو اسلئے کہ میں امیر ہوں لہذا میں حکم کرتا ہوں کہ تم ہاتھ مت لگاؤ میں خود خیمہ نصب کرونگا اب تو یہ شخص بہت پچھتایا کہ بڑی غلطی ہوئی میں ہی امیر ہو جاتا تاکہ ان بزرگ صاحب کی خدمت کرنا تو نصیب ہوتی۔ البتہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے صحابہ نے کھانا پکانے کا انتظام کیا گیا سب کام صحابہ نے آپس میں تقسیم کر لئے یہ کسی کو یاد نہ رہا کہ لکڑیاں بھی جنگل سے آئیں گی حضور جنگل تشریف لیگئے اور گٹھہ لکڑیوں کا لیکر تشریف لائے تب صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہ کام کسی کو یاد ہی نہ رہا تو یہ رعایت اسلام کا اول سبق ہے جس پر آج دوسری قومیں نازاں ہیں۔

(ملفوظ [۱۵۱]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ میں بڑا ہی ہڑبونگ لوگوں نے مچایا باوجود اسکے کہ باب فتن حدیث شریف میں موجود ہے اور تمام احکام بالتصریح مذکور ہیں اور دونوں

ہوتے حضور پر گذرے ہیں پھر زیادہ کلام کی گنجایش کہاں ہے بس یہ دیکھنا کافی ہو کہ اگر مظالم سے بچنے پر قادر نہیں ہو اپنے کو مکّی سمجھو اور صبر کرو اور اگر قادر ہو مدنی سمجھو اور قدرت سے کام لو مگر اب تو یہ ہو رہا ہے کہ یا تو مکّی کی جگہ نکھی اور ذلیل بنیں گے اور یا مدنی کی جگہ بدنی اور پہلوان بنیں گے اور خطرات میں پھنسیں گے شارع نے ہر چیز کا انتظام کیا ہے اسی کو سمجھکر فقہانے یہاں تک کیا ہے کہ سردی اور گرمی میں استنجے کے ڈھیلے لینے تک کا طریقہ بتلایا ہے حقیقت میں امت پر بیحد شفقت کی ہے اور حضرت باپ اگر اپنے بچے کو نہ سکھلاوے تو اور کون سکھاوے بہت امور بدون تعلیم محض طبعی طور پر معلوم نہیں ہو سکتے تھے مثلاً پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو کس چیز سے استنجا کرو آبدست کس طرح لو یہ چیزیں تو سکھلانے ہی کی تھیں۔

(ملفوظ ۱۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کے ایمان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی دار الحکومت میں تشریف رکھتے ہیں بڑے بڑے رئیس اہل فارس دربار میں حاضر ہیں کھانے کا وقت آگیا کھانا شروع فرمایا ایک لقمہ ہاتھ سے زمین پر گر گیا آپ نے اسکو اٹھا کر اور صاف کر کے کھا لیا بعض خادموں نے کان میں کہا کہ یہ متکبر کفار ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں آپ نے باواز بلند جواب دیا کہ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے رسول کی سنت چھوڑ دونگا کیونکہ حدیث میں ہے کہ اگر زمین پر کھانیکی کوئی چیز گر جائے اسکا اٹھا کر کھا لینا سنت ہے جسکو آجکل معیوب سمجھا جاتا ہے سبحان اللہ صحابہ نے عشق اور حکومت کو جمع کر کے [دکھلا دیا]

(ملفوظ ۱۵۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مراقبہ نہایت نافع ہے کہ خدا تعالےٰ ہمیں چاہتے ہیں اس سے محبت خوف پر غالب آجائیگی اسلئے کہ اکثر حالات میں محبت عقلی ہے اور خوف طبعی اور آثار طبعی ہی کے غالب ہوتے ہیں احکام عقل پر مثلاً اونچی دیوار پر چلنے کیلئے طبیعت اور عقل کا مناظرہ ہوتا ہے تو طبیعت غالب رہتی ہے جو بلا دلیل کہتی ہے کہ گر جائیگا اسلئے چل نہیں سکتا مگر اس مراقبہ سے محبت طبعی ہو جائیگی اور خوف عقلی

(ملفوظ ۱۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ جسکو عذاب دیں گے وہ بھی ایک درجہ کی مہربانی ہی ہے مسند احمد میں ایک حدیث ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہنم میں وہی جائیگا جسکے متعلق میرا یہ علم ہے کہ اگر اسکو دوبارہ دنیا میں بھیجدوں تو پھر بھی وہ ایسا ہی کریگا ایک [illegible]

تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ کلیات سے ثابت ہے کہ بعد معائنہ عذاب کے پھر جو نافرمانی کرنے لگے وہ پہلے سے زیادہ مستحق ہوگا عذاب کا تو اللہ تعالیٰ نے ان اہل جہنم کو اس زائد سے بچا لیا تو ایک قسم کی معافی ہی ہوئی۔ تو حضرت ایسے بد استعداد لوگوں کو جہنم میں بھیجا جائیگا ورنہ کسی کو جہنم میں نہ بھیجیں گے یعنی عذاب ابدی کے لئے اور غیر ابدی تو حقیقت میں تزکیہ ہے۔

**ملفوظ** ۱۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصائب اور تکالیف میں بھی انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے حق تعالیٰ جو معاملہ بھی اپنے بندہ کے ساتھ فرماتے ہیں وہ حکمت اور رحمت سے خالی نہیں ہوتا اور اہل بہت کا تو اس باب میں مذاق ہی جدا ہوتا ہے جو اس سے بہت آگے بڑھا ہوا ہے یعنی انکو تو محبوب کی ہر چیز محبوب معلوم ہوتی ہے کسی نے کہا ہے ؎

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ ہمکو غصہ پہ پیار آتا ہے

اس محبوبیت کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی کا محبوب جسکی برسوں سے ملنے کی تمنا اور آرزو تھی اس نے پشت کی جانب سے آکر دبالیا اور ایسا دبایا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں آنکھیں نکل آئیں اور سخت تکلیف ہوئی مگر منہ پھیر کر جو دیکھتا ہے تو وہ محبوب ہے جسکی وجہ سے برسوں جنگلوں اور گلیوں کی خاک چھانی اس حالت میں وہ محبوب کہتا ہے کہ اگر میرا آپکو آغوش میں لیکر دبانا ناگوار ہے تو اپنے دوسرے عاشق کو اسی طرح آغوش میں لیکر جا دباؤں تو اسوقت یہ محب صادق یہی کہیگا ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

جب نفسانی محبت کی یہ حالت ہے کہ اسکی دی ہوئی تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوتی تو حق تعالیٰ کی محبت کی کیا حالت ہوگی خوب فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود گوئے گشتن بہر او اولےٰ بود

حضرت محبت ہی وہ چیز ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف کو مبدل بہ راحت کر دیتی ہے اور سوائے محبوب کے سبکو فنا کر دیتی ہے خوب فرمایا ہے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اور محبت کے پیدا کرنیکا طریق سب سے سہل اور آسان یہ ہے کہ اہل محبت کاملین کی صحبت اختیار کرو اُنکی جوتیاں سیدھی کرو اور سیدھی کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا بلکہ انکی جوتیاں کھاؤ گو وہ

جوتیاں ماریگا نہیں مگر تمکو اسکے لئے تیار ہو کر جانا چاہئے اور اپنے کو در دبست اُسکے سپرد کر دینا چاہئے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو، پیش مرد کاملے پامال شو،

اسکے بدون کام نہیں چلسکتا یہی اس طریق میں جزو اعظم ہے یہی کام بنانیوالی چیز ہے خوب کہا ہے ؎

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ، جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

خلاصہ یہ ہے کہ اُسکی صحبت سے شکستگی اور پستی پیدا ہو گی جو اس راہ میں اول قدم ہے پھر پستی اور شکستگی کا یہ اثر ہو گا ؎

ہر کجا پستی است آب آنجا رود، ہر کجا مشکل جواب آنجا رود،
ہر کجا دردے دوا آنجا رود، ہر کجا رنجے شفا آنجا رود،

## ۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

۳۲ (ملفوظ ۱۵۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذہن کیلئے ایک تعویذ کی ضرورت ہے فرمایا کہ ذہن کا تعویذ نہیں ہوتا ذہن فطری چیز ہے البتہ قوت حافظہ قوت دماغ پر موقوف ہے اُسمیں اگر کمی ہو تو اُسکا علاج طبیب کر سکتا ہے پھر ان تعویذوں کے بارہ میں فرمایا کہ بعض مرتبہ لوگوں کے عقیدہ میں غلو ہوتا ہے کہ ضرور نفع ہو گا نہ ہوا تو اسماء الٰہیہ سے غیر معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ جو تعویذ پر آثار مرتب ہوتے ہیں یہ للنصوص نہیں اور نہ اُنکا کہیں وعدہ ہے یہ سب گڑبڑ جاہل عاملوں کی بدولت پیدا ہو رہی ہیں اس سے عوام کے عقائد تو اس بارہ میں نہایت ہی خراب ہیں جنکی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک طالب علم کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ توجہات مربیانہ سے سرفراز فرماتے رہیں اور بھی بعض باتیں زائد اور غیر متعلق اور مبہم لکھیں تھیں میں نے اُسپر متنبہ کیا کل معذرت کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ بدفہمی اور لاعلمی سے لغزش ہو گئی آئندہ ایسا نہیں کرونگا معافی چاہتا ہوں میں نے لکھدیا ہے کہ ایک بات متعین کر کے لکھو کہ بدفہمی سبب ہے یا لاعلمی یہ گڈمڈ کیسی

وہی فضول کا مرض اب بھی رہا یہ دونوں جمع نہیں ہوتے دیکھئے کیا جواب آتا ہے طریق اصلاح بڑا ہی نازک ہے ہر شخص مصلح نہیں ہو سکتا جیسے ہر شخص طبیب نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظ ۱۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے نزدیک ادب کی حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کو جس چیز سے تکلیف ہو اُس سے اجتناب چاہئے یہی ادب ہے صرف تعظیم کا نام ادب نہیں اسمیں بڑوں کی بھی تخصیص نہیں چھوٹوں کا ادب بھی یہ ہی ہے کہ انکو تکلیف نہ پہونچائی جائے گو وہ فعل تکلیف کے لئے موضوع نہ ہو۔ ایک پیر صاحب کی حکایت ہے کہ مرید اپنی جوتیاں ڈھونڈ رہا تھا پیر نے اٹھا کر دیدیں سو یہ فعل گو موضوع نہیں تکلیف دینے کیلئے مگر تاہم یہ بڑا ہی ظلم تھا بیچارے مرید پر کہ اس کو تکلیف پہونچائی بڑی چیز علم صحیح اور عمل خالص ہے اسکے مقابلہ میں کہاں کی کرامت کہاں کا کشف اور اگر کرامت ہی مطلوب ہے تو آفاقی کرامت کی ضرورت نہیں انفسی کرامت چاہئے۔

(ملفوظ ۱۵۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کو صاحب مقام ہونا چاہئے صاحب حال ہونا نافع نہیں اسمیں احتمال حدود سے تجاوز کا ہے جس سے مریدین میں گڑبڑ ہو جانیکا اندیشہ ہے۔

(ملفوظ ۱۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مقصود تک رسائی صرف ذکر و شغل سے تھوڑا ہی ہو سکتی ہے بلکہ عمل صحیح اور فہم سلیم پر موقوف ہے اور ان میں بھی بڑی چیز فہم ہے قلت فہم کے سبب حقیقت طریق کی بہت کم لوگ جانتے ہیں حالانکہ طریق میں قدم رکھنے سے پہلے تصوف کی حقیقت سمجھنا چاہئے کہ ہے کیا اکثر لوگ آجکل وظائف کو تو طریق اور کیفیات کو مقصود سمجھتے ہیں سو یہی غلط ہے یہ اس طریق کی قدر کیجاتی ہے جہل سے بھی اللہ بچائے حقیقت یہ ہے کہ اعمال تو طریق ہے اور رضاء حق مقصود ہے اور یہ سب ضروری علم صحبت شیخ سے حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ یہاں تعلق رکھنے والوں کیلئے تجربہ سے معلوم ہوا کہ چند روز یہاں آکر رہیں پھر مناسبت پیدا ہو جانیکے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع کریں ایک صاحب سے جنکو مناسبت نہ ہوئی تھی میں نے کہا تھا کہ آپ میں کبر کا مرض ہے مجھپر اعتماد نہیں کیا پانچ برس کے بعد خود اقرار کیا کہ واقعی آپکی تشخیص صحیح تھی مجھمیں کبر کا مرض ہے میں نے کہا کہ جا بندہ خدا یہ زمانہ یوں ہی برباد کیا ابتک تو گیا ہے کیا ہوا پانچ برس کی بڑی مدت ہوتی ہے کبر کے متعلق ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ کبر کا ایک سبب

ہوتا ہی ہے کبھی مال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کبھی جاہ کی وجہ سے کبھی حسن وجمال کی وجہ سے کبھی شجاعت کی وجہ سے اسکی تشخیص کرنا کامل ہی کا کام ہے اسلئے کہ ہر ایک کا علاج جدا ہی اور اس علاج میں نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کی ضرورت جسکا نام بیعت ہے نہ پاؤں پر پاؤں رکھنے کی ہاں یہ ضرور ہے کہ جو شیخ کہدے اسکی اطاعت کرے بس کافی ہے اور یہی حقیقت ہے بیعت کی مگر عوام الناس نہیں سمجھتے اور نہ سمجھنے کا سبب یہ ہے کہ ہر شخص خود محقق بننا چاہتا ہے تقلید سے عار آتی ہے پھر کام کیسے بنے۔

۱۶۱ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جسطرح مرتشی حکام کو پسند کیا جاتا ہے کہ وہ لیکر ہمارا کام کر دیگا اور غیر مرتشی سے امید نہیں ہوتی اسی طرح پیروں کو سمجھتے ہیں کہ اگر لیتے رہیں بلکہ مانگتے رہیں تو بہت خوش ہیں کہ حضرت کی بڑی عنایت بڑی توجہ ہے خدا جانے کیا دیدیں گے واقعی بڑی توجہ ہے کہ لوٹ رہے ہیں یہ بدفہم لوگ انہیں ہی سے خوش رہتے ہیں کہ پیر یہ کہتا رہے کہ فلاں جگہ کے انگور بھیجدینا اور فلاں جگہ کی چاے اور فلاں جگہ کے امرود اور پانچ روپیہ ششماہی بھیجدیا کرنا یہ تو عنایت اور توجہ کی حقیقت ہے اب خوش اخلاقی کی حقیقت سمجھ لیجئے وہ یہ ہے کہ خوش اخلاقی کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایک تو اُسکا ہر کام کر دیا جاوے گو حدود سے باہر ہی ہو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو جھوٹی امیدیں دلاکر گو ڈرسے پیٹ بھر دے اور اگر پھر بھی کامیابی نہ ہو تو معتقد کہتا ہے کہ خوش اخلاق تو بڑے ہیں کوشش تو بہت کی مگر میری قسمت مزاحًا تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر صاف بات کہدے تو پھر پیر کی قسمت ہے مرید کی نہیں۔

۱۶۲ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ امیر شاہ خاں صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جسکا پیر کڑا نہ ہو اُس مرید کی اصلاح نہیں ہو سکتی بڑے کام کی بات ہے اور راوی بھی ثقہ ہیں۔

## ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

۱۶۳ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک خط میں ایک مضمون ہونا چاہئے چاہے باطن کے متعلق

ہو جاتا ہے ظاہر کے متعلق ہو خواہ فقہ کے متعلق ہو خواہ اصول کے متعلق ہو خواہ کلام کے متعلق ہو ہر حال میں ایک ہی مضمون ہو کیونکہ اسمیں بھی دو چیزیں صرف ہوتی ہیں وقت اور دماغ۔ پھر دماغ کے صرف ہونیکی بھی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ایک ہی قسم کا کام ہے طبعاً اسمیں گرانی نہیں ہوتی اور ایک یہ کہ مختلف قسم کا کام ہے اسمیں گرانی ہوتی ہے ہاں مختلف قسم کا کام مختلف لوگوں کا ہو تو اس سے بھی گرانی نہیں ہوتی۔

(ملفوظ [۱۶۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں آنے والوں کے واسطے میں مشورۃً کہا کرتا ہوں سوائے ملاقات کے اور کسی غرض سے نہیں آنا چاہیئے حتی کہ مخاطبت و مکاتبت بھی مقصود نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اگر خلاف اصول کچھ کہا یا لکھا چونکہ وہ سامنے ہوتے ہیں اسلئے ایسی مخاطبت مکاتبت سے تغیر ہوتا ہے۔ اور سامنے ہونے سے بالمشافہ انکو تنبیہ کیجاتی ہے پھر طالبوں کی شان بھی مختلف ہوتی ہے بعض کی تو بدتمیزی ناگوار نہیں ہوتی اور بعض کی بیحد ناگوار ہوتی ہے اور اکثر بدمزگی کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ متکلم یا کاتب میں سلیقہ نہیں ہوتا اور ہوتا ہے وہ سامنے اسلئے اضطراراً مشافہت کا تقاضا ہوتا ہے اور اختلاف بڑھ جاتا ہے بخلاف اسکے کہ وطن سے مکاتبت کیجائے سو چونکہ سامنے ہوتا نہیں اسلئے اتنی ناگواری بھی نہیں ہوتی یہ اصول ہیں ان کے خلاف میں طرفین کو کلفت ہوتی ہے اور چونکہ اصول صحیحہ ہر موقع پر واجب الاتباع ہوتے ہیں اسلئے میں بیعت بھی اصول سے کرتا ہوں اور تعلیم بھی اصول کے ماتحت ہوتی ہے مثلاً انکی قوت کی رعایت ان کے مشاغل کی رعایت الحمد للہ ہر ہر چیز پر میری نظر رہتی ہے اور یہ میں نے تجربہ مذکورہ کی بنا پر طے کر لیا ہے کہ یہاں پر نئے آنے والوں کی تعلیم و بیعت سے خدمت نہ کرونگا یہاں پر تو صرف ملاقات کیلئے آئیں پھر اگر وہ میری باتیں سنکر وطن پہونچکر اپنے حالات سے اطلاع دیں تو میں خدمت کو موجود ہوں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشافہۃً بیعت کی شرائط بھی نہ بتلاؤنگا یہاں پر تو اسکے متعلق کوئی ذکر ہی نہ ہونا چاہیئے خاموش بیٹھے رہیں پھر وطن میں جاکر غور اور فکر کے بعد جو رائے قائم ہو اس سے اطلاع دیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ جو کچھ یہاں سے لیکر جائیں وہاں جاکر ردی کی ٹوکری میں رکھیں ہاں جن سے بے تکلفی ہے وہ ان قواعد سے مستثنیٰ ہیں اور ان اصول اور قواعد میں میری تو صرف مصلحت

دنیاوی ہی ہے یعنی راحت مگر اُنکی مصلحت دینیہ ہے اور میں تو ترقی کر کے کہتا ہوں کہ
یہ ایک عام بات ہونا چاہئے کہ اگر کسی کو شاگرد بنائے چاہے علوم میں چاہے صنعت میں
حتی کہ اگر روٹی بھی لگانا سکھائے سبکو اصول اور قاعدہ سے سکھانا چاہئے اگر بے ڈھنگے پن
سے کام لیا تو اُسکا اثر فن پر پڑیگا یعنی فن بدنام ہوگا اور یہ سب باتیں بعد تجربہ کے امور طبعی
ہیں اور بہت سے تجربوں کے بعد یہ اصول اور قواعد منضبط ہوئے ہیں اور تجربہ کے بعد ہی
یہ باتیں ذہن میں آتی ہیں پابندی قواعد کی مثال کے طور پر فرمایا کہ ایک شخص نے خط لکھا وہ کارڈ
تھا میں نے لکھا کہ یہ جواب کیلئے کافی نہیں ہے اُس نے لکھا کہ اگر کسی کے پاس لفافہ کے
پیسے نہ ہوں میں نے لکھا کہ تم خرچ ہمسے منگالو مگر جواب لفافہ ہی میں ہوگا وہ دہائی آنہ ہمارے
پاس سے لے لو مگر وہاں سے جب آوے باقاعدہ اور باضابطہ ہی آوے اُس شخص نے لکھا
کہ دام بھیجدو میں نے ایکروپیہ بھیجدیا اور لکھدیا کہ جب یہ خرچ ہو جائے اور منگالو مگر ایکدفعہ
میں ایکروپیہ سے زائد نہ بھیجا جائیگا حاکم کو دس روپیہ دینا آسان مگر درخواست جب آویگی
کورٹ فیس کا ٹکٹ اُسپر ضرور ہوگا اُسکے بدون منظور نہ ہوگی اور بعض گستاخوں کا یہ کہنا کہ یہ
اصول تو انگریزوں کے سے ہیں بالکل غلط ہے انھوں نے خود ہمسے سیکھا ہے مانگنے والوں کو
تو حق ہو گیا اور ہمارے گھر کی چیز ہے ہمکو حق نہیں ہمکو بھی تو ان پر قبضہ رکھنا چاہئے اور مزاحًا
فرمایا کہ کہیں اُنکا قبضہ مخالفانہ نہ ہو جاوے اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک طالبعلم
یہاں پر آکر دو چار روز ٹھیرے تھے یہاں سے مراد آباد پہونچکر لکھا کہ تمھارے یہاں جو کچھ اصول
اور قواعد وضوابط ہیں سب بدعت ہیں خیر القرون میں یہ کچھ نہ تھا ان طالب علم صاحب نے
مراد آباد کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے میں نے کہا کہ اگر جواب کیلئے کارڈ یا لفافہ آتا تو میں یہ جواب
دیتا کہ آپنے خود طریقہ بدعت سے کتابیں ختم کی ہیں کیونکہ مدرسہ میں اسباق کے گھنٹے
مقرر تھے اور خیر القرون میں نہ تھے پھر بطور ظرافت کے ایک حکایت نقل کی کہ ایک غیر مقلد سے
ایک شخص نے کہا تھا کہ خیر القرون میں تو آپ بھی نہ تھے اسلئے آپ مجسم بدعت ہیں۔

۱۶۵
(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں مقلد بنکر تقلید کی برکت
سے تو محقق ہو سکتا ہے اور بدون اسکے محقق نہیں ہو سکتا۔ اسکی بالکل ایسی مثال ہے

کہ بچہ اگر الف بے تے شروع کرے اور وہ کہے کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے یعنی ابتدا ہی سے محقق بننا چاہئے تو بس وہ پڑھ چکا اور تم اسکو پڑھا چکے اس بچہ سے یہی کہا جاویگا کہ دلیل مانگنا اور محقق بننے کی کوشش فضول ہے اسوقت تو تقلید ہی سے مان لو گو گھر گھرا الٹی سیدھی دلیل بھی تراشی جا سکتی ہے اور اسی سے اسکا جواب بھی دیا جا سکتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ جواب مقبول ہے یا مردود دیکھئے حق تعالیٰ کے سوال کے جواب میں شیطان نے بھی کہدیا تھا کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین آگ افضل ہے اور طین یعنی خاک ارذل ہے تو افضل کو ارذل کے سامنے جھکانا خلاف حکمت ہے تو دیکھئے جواب تو یہ بھی ہے مگر یہ دیکھئے کہ اس جواب پر شیطان کا کیا حشر ہوا اسکو معلوم نہیں اور حق تعالیٰ نے اس جواب پر جو جواب ارشاد فرمایا وہ بھی معلوم ہے وہ جواب یہ ہے اخرج منہا نکل یہاں سے جو کہ حاکمانہ جواب ہے گو اسکا حکیمانہ جواب بھی حق تعالیٰ فرما سکتے تھے مگر یہ اسی وقت ہوتا جبکہ یہ امید ہوتی کہ مخاطب میں فہم و انصاف ہے کور مغز نہیں اور جب یہ معلوم ہے کہ مخاطب بدفہم ہے سمجھے گا نہیں یا اگر سمجھ بھی لے مگر سوال میں نیت اچھی نہیں تو اسوقت حکیمانہ جواب نہ دیا جائیگا حاکمانہ جواب دیا جائیگا۔ پس حاکمانہ جواب کا سنت اللہ ہونا بھی ثابت ہے آجکل بھی یہ طرز علما کو اختیار کرنا چاہئے کہ اگر مخاطب فہیم ہے اور محض تحقیق مقصود ہے تب تو حکیمانہ جواب دینا چاہئے اور اگر یہ بات نہیں بلکہ اسکا عکس ہے تو حاکمانہ جواب دینا چاہئے۔ علیگڈھ میں ایک صاحب نے جو لکھے پڑھے تھے انگریزی بھی عربی بھی مجھسے ایک حکم کی حکمت کا سوال کیا میں نے کہا کہ اگر حکمت نہ معلوم ہو تو نقصان کیا ہے کہا کہ نقصان تو کچھ نہیں لیکن معلوم ہونے میں نفع ہے میں نے کہا کہ کیا نفع ہے کہا کہ اطمینان میں نے کہا کہ خود ایسے اطمینان کے مطلوب ہونیکی کیا دلیل ہے کہا کہ اگر اطمینان مطلوب نہ ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام یہ نہ عرض کرتے ولکن لیطمئن قلبی میں نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ابراہیم علیہ السلام کو نافع ہو آپکو بھی نافع ہو اسکی کیا دلیل ہے اسپر کچھ نہیں بولے خاموش ہو گئے اور اٹھکر چلدیئے میں نے کہا کہ ایک بات اور سنتے جایئے شاید آپکو یہ خیال ہو کہ اسکا جواب انکے پاس نہ تھا سو الحمدللہ جواب ہے مگر نہیں تبلاتے اور میں نے یہ شعر پڑھا ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

اب ایسے جواب پر زیادہ سے زیادہ کوئی کہیگا کہ انکو کچھ آتا جاتا نہیں سو کہا کرے مگر اصول کو کسی کے کہنے سننے سے نہیں چھوڑا جا سکتا اگر ساری دنیا حق تعالیٰ کے وجود کا انکار کرے تو حق تعالیٰ کا کیا ضرر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے تو حضور کا کیا ضرر اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص مالدار ہے اور دنیا اسکو غیر مالدار کہے تو اُسکا کیا ضرر اور نہ اسکو اُسکی ضرورت کہ وہ اپنا مالدار ہونا ثابت کرے بلکہ وہ مالدار اسپر مسرور ہوگا کہ اچھا ہے یہ جہل ہی میں مبتلا رہے وہ اسی میں اپنی خیر اور راحت سمجھتا ہے اور اُسکی بدفہمی اور حماقت سے مزے لیگا اور بتلانے کی کوشش نکریگا

۱۲۲
(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے زمانہ میں مدرسہ دارالعلوم میں ایک سوال آیا وہ حضرت نے میرے سپرد فرمایا کہ اسکا جواب لکھدیں میں نے جواب لکھدیا وہاں سے اسپر پھر کچھ اشکال لکھا ہوا آیا میں نے پیش کیا تو فرمایا کہ لکھدو کہ ہم مرغان جنگی نہیں یہ ہمارا تبرع اور احسان تھا کہ وقت نکالکر جواب لکھدیا اگر آپکو ہمارے جواب سے شفا نہیں ہوتی تو فوق کل ذی علم علیم اور کسی سے تحقیق کرلو میں نے عرض کیا کہ حضرت جواب تو ہونا چاہیئے فرمایا نہیں جی چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا بعد میں اسی کا مصلحت ہونا معلوم ہوا غرض ہمکو بچپن سے یہی تعلیم کی گئی ہے اور یہی پسند ہے مگر افسوس ہے آجکل تو یہ بات خواص میں بھی نہیں دیکھی جاتی الا نادراً اور وہ بھی محض اس خیال سے کہ لوگ سمجھیں گے کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں کیا واہیات خیال ہے علماء کو تو ایسے لغو خیال سے اجتناب چاہیئے اُنکی تو یہ شان ہونا چاہیئے ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند دلبر ماست کہ با حُسن خدا داد آمد

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر مناظرہ کرنیکے وقت خاموش ہو جائے ایسی حالت میں کہ وہ حق پر تھا مگر جدال سے نفرت کی وجہ سے خاموش ہو گیا اسکا مکان وسط جنت میں بنیگا اور جو اس حالت میں خاموش ہو گیا کہ وہ باطل پر تھا تو اُسکا مکان جنت کے کنارے بنے گا ایک عام خرابی جہلاء میں یہ ہو رہی ہے کہ احکام کے دلائل پوچھتے ہیں اور علماء میں یہ خرابی ہے کہ اُنکو دلیل بتلاتے ہیں ایک بزرگ ایسے موقع پر عجیب جوابدیا کرتے تھے جہاں کسی نے مسئلہ کی دلیل پوچھی تو فرماتے

کہ بھائی ہمارے باپ دادا تو شروع ہی سے مسلمان چلے آرہے ہیں یہ تو مسلموں سے پوچھو کہ یہ مسئلہ تم نے کہاں سے سمجھا باقی ہمیں اسکی ضرورت نہیں دوسرے یہ کہ ہمارے باپ نے عمل کیلئے پڑھایا لڑنے کے واسطے نہیں پڑھایا تھا کیسی کام کی بات ہے۔

(ملفوظ ۱۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ انبیاء علیہم السلام ہی کا ظرف تھا کہ ایک وقت میں سب کاموں کو مجتمع کر سکتے ہیں کہ خوف کا بھی غلبہ ہے اور اسی میں ازواج و اولاد کا حق بھی ادا کر رہے ہیں یا اولیاء کاملین ایسا کر سکتے ہیں اور ہم جیسوں کا کیا مونہ ہے اور ہم ہیں کس شمار میں اگر ہم پر ایسا غلبہ ہو جاوے غالباً مجنون یا ہلاک ہو جاویں۔

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم سے نفرت رکھتے ہیں بہا پر مراد موٹا ہونا بے فکری سے ہے اسلئے کہ فکر آخرت وہ چیز ہے کہ بدن کو گھلا دیتی ہے اور روح کو تازہ کرتی ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

صحت ایں حس ز معموری تن | صحت آں حس ز تخریب بدن
صحت ایں حس بجوئید از طبیب | صحت آں حس بجوئید از حبیب
چند خوانی حکمت یونانیاں | حکمت ایمانیاں راہم بخواں

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ رات کو سوتے نہ تھے بیوی نے کہا کہ سو جائیے تکلیف ہوگی فرمایا کہ جب سے یہ آیت تلاوت کی ہے کہ قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ نیند نہیں آتی اور یہی فکر ہے جس سے حظوظ نفس مضمحل ہو جاتے ہیں حظوظ کے مغلوب ہو جانے پر ایک حکایت فرمائی کہ کرامات الاولیاء میں ہے کہ ایک بزرگ جو قرشی کہلاتے تھے جذامی تھے اُن کے بی بی بھی نہ تھی اُن کے ایک مرید کی لڑکی نے سنا کہ شیخ کو نکاح کی ضرورت ہے اُس لڑکی نے دین پر اپنی دنیاوی حیا کو نثار کر کے باپ سے کہا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپکے شیخ کو ضرورت نکاح کی ہے آپ جا کر کہیں کہ میری بیٹی حاضر ہے اور وہ نکاح آپ سے کرنے پر راضی ہے مرید نے جا کر شیخ کی خدمت میں عرض کیا شیخ بھی تیار ہو گئے غرضکہ نکاح ہو گیا اب شبکو شیخ اپنی بیوی کے پاس پہونچے تو اس حالت میں کہ نہایت تندرست جوان نہایت حسین بڑی بڑی آنکھیں پتلے پتلے ہونٹ لانبی صراحی دار گردن اُس لڑکی نے مونہ چھپا لیا اور سوال کیا کہ تم کون

فرمایا کہ میں تیرا شوہر ہوں تیری دینداری کی وجہ سے میں نے خدا سے دعا کی مجھکو اللہ نے ایسی قوت تصرف کی عطا فرمادی کہ صورت بدل سکوں اب میں تمھارے پاس اسی شان سے آیا کرونگا وہ لڑکی جواب دیتی ہے کہ اسمیں تو میرا حظ نفس شامل ہوگیا میں نے تو محض اللہ کے واسطے آپکی خدمت کو قبول کیا تھا اب یا تو اس صورت کو چھوڑ دو ورنہ مجھکو چھوڑ دو کیا ٹھکانا ہے اس للّٰہیت کا عجیب حکایت ہے حقیقت میں بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے ہی واسطے پیدا فرماتے ہیں اور ظاہری سبب اس کا فکر آخرت ہے کہ حظوظ کو مغلوب کر دیتا ہے اگر کسیکو یہ شبہ ہو کہ دنیا میں رہکر تو ایسے حضرات بھی اکثر سب ہی کام کرتے ہیں کھانا پینا سونا آرام کرنا تو یہ حظوظ کہاں فنا ہوئے جواب یہ ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے مگر اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے چاقو خریدا ہے قلم بنانیکے واسطے مگر کبھی کبھی ناخن بھی تراش لیتا ہے لیکن رہیگا وہ قلم تراش ہی۔ اسی طرح اصل وظیفہ ان حضرات کا شغل آخرت ہی ہے اور دوسرے حظوظ وقتی اور عارضی ہیں۔

۴۷۰ (ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب غلام احمد قادیانی کے متعلق فرماتے تھے کہ شروع میں تو کوئی غلطی ہوگئی مگر آخر میں نفسانیت ہوگئی اسکی وجہ سے ہمیشہ غلطی پر اصرار رہا اور رجوع ایک دعوی سے بھی نہیں کیا بات یہ ہے کہ جب ایسا ابتلا ہوتا ہے تو وہ وقت بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے بدون رہبر کامل کے اس راہ سے گذرنا غیر ممکنات سے ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۱۷۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جانوروں میں عقل بالکل نہیں ہوتی محققین کے نزدیک صحیح نہیں البتہ وہ عقل نہیں ہوتی جس سے احکام کا مکلف بنتا ہے وہ خاص ہے انسان کے ساتھ جو شخص اپنی اس عقل سے کام نہ لے وہ جانور کے مشابہ ہے مگر جانور بے عقل کہلائیگا اور یہ شخص کم عقل سو یہی کم عقلی بہت ہی بری چیز ہے اس سے یہاں پر بھی گمراہی ہوتی ہے وہاں پر سزا اور کبھی یہاں بھی سزا ہو جاتی ہے ایک شیعی کو ایک انگریز نے اپنے اجلاس سے تبرا پر سزا دی تھی اس نے کہا کہ تبرا ہمارے یہاں مذہبی عبادت ہے اور عبادت میں ہر شخص آزاد ہے اس انگریز نے کہا کہ ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مذہبی عبادت ہے مگر اس عبادت کا اجر آخرت میں ملے تو ملے مگر یہاں تو فلاں دفعہ کے ماتحت سزا بھگتنی ہی

(باقی آئندہ)

پڑے گی خوب ہی فیصلہ دیا بعض حکام بڑے دانشمند ہوتے ہیں بعض حکام کی دانشمندی پر یہ حکایت بیان کی کہ ایک مولوی صاحب نے جن پر تحریک خلافت کے زمانہ میں بعض نوکریوں کی حرمت کے فتوے پر کراچی میں جیل کی سزا ہوئی تھی یہ کہا کہ فلاں شخص نے بھی تو (اس سے میں مراد تھا) یہ ہی فتوی دیا ہے جسکی بنا پر ہم مجرم قرار دئے گئے حاکم نے جواب دیا کہ آپکی نیت اضرار سلطنت کی ہے یہ جرم ہے انکی نیت اضرار سلطنت کی نہیں تھی وہ جرم نہیں یہ فرق سمجھنا فہم کے متعلق ہے پھر فرمایا کہ عنایت فرماؤں کی عنایت مجھپر ہمیشہ رہی اسپر مجکو ایک شعر یاد آگیا ؎

قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود — ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود

(ملفوظ ۱۷۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی کافر کا کسی مسلمان کی نسبت یہ کہنا کہ فلاں شخص ہمارا دوست ہے ہے جیسے مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بعض ہندو یہ کہتا کہ انکا کیا مسلمان اور کیا ہندو اس کہنے کا واقعہ یہ ہے کہ مولانا سے اکثر لوگ تبرک مانگتے تو مولانا نے ایک چورن کی گولیاں ایک بنئے کو بتوا دی تھیں جو کوئی تبرک مانگتا فرماتے وہ گولیاں خرید کر دم کرالو چنانچہ بعض اوقات ہندو بھی دم کرانے لاتے تو چونکہ مولانا پر اکثر اوقات جذب غالب رہتا تھا اسلئے کبھی تو ... دم کر دیتے اور بعض مرتبہ تھوک دیتے اور اس سے ہندوؤں کو ذرہ برابر بھی ناگواری نہ ہوتی تھی ایسے لوگوں سے بعض غیر معتقد ہندوؤں نے بطور اعتراض کے کہا کہ تم مسلمان کا تھوک کھاتے ہو اسپر ان معتقدین نے جواب دیا تھا کہ انکا کیا ہندو کیا مسلمان

(ملفوظ ۱۷۲) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت ہمارے پاس تو بھی ایک سرمایہ ہے کہ دوستوں کو محبت ہے اسی سے امید ہے کہ شاید آخرت میں نجات ہو جائے اور تو کچھ بھی نہیں۔

## ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۱۷۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں بی بی بیعت کے لئے یہاں پر آنا چاہتی ہیں اگر اجازت ہو تو دریافت فرمایا کہ ہمراہ کون آئیگا عرض کیا کہ میں ہمراہ ہونگا وہ شخص اس بی بی کا بہنوئی تھا فرمایا کہ کیلی عورت کا بہنوئی کے ساتھ آنا شریعت میں جائز نہیں اور کوئی عورت بھی ہمراہ آئیگی

عرض کیا کہ میری والدہ آجائینگی فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے اب کہی کام کی بات اب آپنکی اجازت ہو ان سے کہدینا کہ فلاں دن دس بجے دن کے قریب آؤ۔ کھانا کھا کر آؤ۔ اور اگر اسوقت کسی وجہ سے بیعت نہ کرسکوں تو شبکو ٹھہرو مگر اپنا انتظام ٹھہرنیکا خود کرنا ہوگا شب کا کھانا ساتھ لانا ہوگا ان شرائط کے ساتھ آسکتی ہو یہ سب باتیں تفصیل سے کہدینا اگر زبانی یاد نہ رہیں تو ایک پرچہ پر بطور یادداشت لکھ لو اگر اسکے خلاف ہوا تو آپ ذمہ دار ہونگے میں ذمہ دار نہ ہونگا صاف بات ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آجکل پیروں نے اصول چھوڑ دیے وصول پر پڑ گئے اسلئے نفع دینی کا حصول نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۱۶۹) ایک صاحب کے غیر واقع سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہا کو تو ضرورت تھی کہ فرض کر کے مسائل فرماتے تھے کہ شاید وقوع ہو جائے مگر سائل کو کون ضرور ہے کہ وہ فرض کر کے مسائل کی تحقیق کرے اسکو تو واقعی ضرورت کا سوال کرنا چاہیے فضولیات سے بچنا چاہیے بزرگان دین نے فضولیات سے بچنے کی قولاً بھی بہت تاکید فرمائی ہے اور فعلاً بھی حتی الامکان فضولیات سے بہت بچاتے تھے۔

(ملفوظ ۱۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیطان تو کمبختی مارا بدنام ہی ہوگیا ورنہ ہم جیسوں کے بہکانیکے لئے تو نفس ہی بڑی چیز ہے شیطان کی بھی ضرورت نہیں شتونگڑے ہی یعنی ذریت شیطان کافی ہیں باقی اگر ان سب کے شر سے بچنا چاہو تو پہلے یہ معلوم کر لینے کی ضرورت ہوگی کہ دشمن مقابلہ پر کون ہے یہ معلوم ہو جانیکے بعد مقابلہ آسانی سے ہو سکتا ہے یعنی پہلے یہ معلوم کر لو کہ اس خاص گناہ کی طرف شیطان رغبت دلا رہا ہے یا نفس سو اسکا معیار یہ ہے کہ جسوقت قلب میں معصیت کا وسوسہ پیدا ہو تو یہ دیکھو کہ باوجود بار بار کے دفع کرنیکے بعد اگر پھر وہی وسوسہ ہوتا ہے تو یہ نفس کی طرف سے ہے اسلئے کہ نفس کو گناہ سے محض حظ مقصود ہے اور خاص وقت میں حظ خاص ہی گناہ میں ہے اور اگر دفع کرنیکے بعد قلب سے وہ وسوسہ نکلجائے دوسرے گناہ کا وسوسہ پیدا ہو تو سمجھو کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اس لئے کہ شیطان کو کوئی خاص حظ مقصود نہیں بلکہ عداوت کی وجہ سے مطلق گناہ میں مبتلا کرنا مقصود ہے اسلئے یہ شخص اگر ایک سے ہٹے گا تو وہ اسکو دوسرے میں مبتلا کرنے کی کوشش کریگا اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ زیادہ تر صدور معاصی کا نفس ہی کیطرف سے

ہے مگر لوگ دھوکے میں ہیں کہ ایسے خطرات کے وقت کثرت سے لاحول پڑھتے ہیں مگر پھر بھی وسوسوں میں کمزوری پیدا نہیں ہوتی کیونکہ لاحول نفس کا علاج نہیں سو کتنی بڑی غلطی میں بوجہ عدم علم کے ابتلا ہو رہا ہے نفس کا علاج کرو جو گناہ کراتے ہیں شیطان کی بھی اصل ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ اوروں کو تو شیطان بہکاتا ہے مگر شیطان کو کس نے بہکایا تھا ظاہر ہے کہ شیطان کو اسکے نفس نے بہکایا تھا تو اصل کون ہوا نفس ہی تو ہوا البتہ بعد حق میں دخل دونوں کو ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو شیطان کا مقابلہ لاحول اور ذکر سے کرو اور نفس کا مقابلہ ہمت سے کرو آجکل گڈمڈ معاملہ ہے سبکو ایک ہی لکڑی ہانکنا چاہتے ہیں جسکا نتیجہ ناکامی ہے اس ہی لئے کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہے ایسے علوم اسی کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھی زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ خود بھی ان کے مکر و فریب سے بچتا ہے اور دوسروں کو بھی حقائق بتلا کر بچاتا ہے ۔

(**ملفوظ**) ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے اسی سے سب کچھ ہو جائیگا

دوست دار دوست ایں آشفتگی کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ حضرت اعمال میں دوام نہیں ہوتا حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس مجموعہ ہی پر دوام کر لو کہ کبھی ہو گیا کبھی نہ ہوا یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے یہ حضرت کا فرمانا انکے حکیم ہونے پر دال ہے اسمیں راز یہ ہے کہ گو یہ دوام مطلوب نہیں مگر اسکو دوام میں داخل کر دینے سے طالب کا دل بڑھیگا اس سے دوام مطلوب نصیب ہو جائیگا غرض یہ جواب تحقیقی نہیں علاج ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اگر تہجد کیلئے ہمت نہ ہو اٹھنے کی تو اتنا تو ضرور کرے جسکو فرماتے ہیں تتجافی جنوبھم عن المضاجع جب لیٹے سے اٹھکر بیٹھ گئے تجافی تو صادق آگیا پھر اٹھکر زیادہ ذکر کی توفیق نہ ہو کوئی چھوٹی سی دعا ہی کر لو دو تین بار لا الٰہ الا اللہ ہی پڑھ لو انشاء اللہ تعالیٰ اگلے روز اٹھنا آسان ہو جائیگا یہ سب تدابیر ہیں جو آئندہ کام کرنے کی ہمت میں معین بنجاتی ہیں ۔

(**ملفوظ**) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک عورت ہے اس سے زنا تو نہیں کیا مگر اس نیت سے اشارہ سے اسکو بلایا اسکی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں میں نے ابھی جواب مسئلہ کا نہیں دیا بیباکی بڑھتی ہے بلکہ یہ پوچھا ہے کہ کسی اور عورت سے تو ایسا کرنیکا ارادہ

نہیں خوب پریشان کرکے جواب دیا جائیگا اسی سلسلہ میں حکیمانہ جواب کی تائید میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص دوسرے کو پکڑ کر لایا کہ اس نے ایک انگریز کا جھوٹا کھالیا ہے آپنے اس سے دریافت فرمایا کہ ایسا کیوں کیا اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت غلطی ہوئی اب ایسا نہ ہوگا فرمایا اچھا بھائی پھر آنا بہت نازک مسئلہ ہے چھوٹی موٹی کتابوں میں بھی نہ ملیگا بڑی کتابوں میں دیکھکر بتلاؤنگا غرض خوب پریشان کرکے بتلایا یہ سب حکیمانہ تدابیر ہیں۔

(ملفوظ ۱۷۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ذکر و شغل جب سے شروع کیا ہے حقہ پینا چھوڑ دیا تھا اب پھر پینے کی ضرورت محسوس ہوئی اسلئے کہ پیٹ میں درد اور نفخ رہتا ہے اب اسکا پینا میرے لئے مضر تو نہ ہوگا جواب یہ دیا گیا کہ ضرورت کی وجہ سے کوئی حرج نہیں مگر پیکر فوراً منہ صاف کرلیا جائے مسواک کرلی جائے۔

(ملفوظ ۱۷۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصل میں بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ جانبین کی طرف سے خاص خاص التزام ہوتا ہے شیخ تعلیم کا وعدہ کرتا ہے اور مرید اس تعلیم کی اتباع کا بس یہی بیعت ہے۔

(ملفوظ ۱۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بغیر شوہر کی اجازت کے عورت کو مرید نہیں کرتا اسلئے کہ بہت ممکن ہے کہ مرد غیر معتقد ہو اور عورت معتقد ہو اور مرد اس پیر کی نسبت کچھ کہنے لگے تو عورت کو ناگوار ہو اسلئے یہ مرد کو کوئی جواب دے پھر گھر میں فساد ہو اسلئے مرید کرنا مناسب نہیں میرے یہاں ہر بات الحمد للہ اصول کے ماتحت ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۱۸۱) ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا تھا کہ حضرت کو۔۔ اب تو نیند کی شکایت نہیں جواب لکھا گیا کہ شکایت تو نہیں حکایت ہے کہ نیند اب بھی کم ہے شکایت وہی جسمیں ناگواری کا اظہار ہو۔

(ملفوظ ۱۸۲) ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا کہ قیام میں سبحانک اللھم سے پہلے اور رکوع میں سبحان ربی العظیم سے پہلے اور قعدہ میں التحیات سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے جواب لکھا گیا کہ بدعت ہے۔

(ملفوظ [۱۸۳]) ایک صاحب نے خط کے پتہ پر صرف حکیم الامۃ لکھا تھا اسپر حضرت والا نے جواب میں لکھا کہ کیا حکیم الامۃ میرا نام ہے اور آپ کو کس دلیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ ڈاکخانہ والے مجھے اس لقب سے پہچان لیں گے فرمایا کہ آج ان صاحب کا خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ مجھسے غلطی ہوئی معافی کا خواستگار ہوں ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ادب کی وجہ سے نہیں لکھ سکے فرمایا کہ ادب کی وجہ سے پھر خط بھی کبھی نہ آئے اور نہ خود کبھی آئیں گے کہ میری کیا مجال ہے کہ میں کچھ لکھ سکوں یا حاضر ہو سکوں ایک پہلو پر تو نظر جاتی ہے دوسری جانب کا احتمال ہی نہیں ہوتا نظر محیط ہونی چاہیئے یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب رسم کے ماتحت ہے اور کچھ نہیں محض تکلفات ہیں لوگوں میں عجمیت غالب ہے حالانکہ عربیت ہونا چاہیئے۔

(ملفوظ [۱۸۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب آدمی بار بار اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرتا ہے مصلح پر اسکا اثر ہوتا ہی ہے اور ایسے شخص کی اصلاح کی امید ہوتی ہے بخلاف اس شخص کے کہ جو اپنی کوتاہیوں کا اقرار نہ کرے بلکہ تاویل سے کام لے اور سخن پروری کرے اسکی اصلاح کی امید نہیں نہ مصلح کی اسپر توجہ ہوتی ہے۔

(ملفوظ [۱۸۵]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جن امراض کی اصلاح کی ضرورت ہے ان سب کا مجموعہ جمع ہو جاوے فرمایا کہ ایسے خطوط کو ایک ایک کر کے جمع کر لو اسی طرح مجموعہ جمع ہو جاویگا جیسے ایک عورت سے دوسری عورت نے پوچھا تھا کہ فوج کسے کہتے ہیں اُس نے جواب دیا کہ میرا میاں اور تیرا میاں سب ملکر فوج ہو گئی تو یہ ہی جو حالات پیش آتے رہتے ہیں وقتاً فوقتاً ان ہی کے جمع ہونے سے مجموعہ بنجائیگا اور اسکے لئے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں۔

(ملفوظ [۱۸۶]) ایک صاحب نے اپنے بعض امراض لکھکر لکھا تھا کہ فلاں مرض کا علاج میں اسطرح کر رہا ہوں اگر آپ پاس فرمادیں۔ جواب لکھا گیا میں دور ہی سے پاس کرتا ہوں۔

(ملفوظ [۱۸۷]) فرمایا کہ ایک صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ مزاج مقدس کیسا ہے میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ مقدس تو معدوم مگر غیر مقدس اچھا ہے۔

(ملفوظ [۱۸۸]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اخلاق کی درستی درشتی پر موقوف ہے مصلح بدون تھوڑی سی سختی کے دوسرے کی اصلاح نہیں کر سکتا مامون رشید کے پاس قاضی یحییٰ بن اکثم امام

بخاری کے شیخ قیام فرمائے ہوئے تھے شب کو کسی ضرورت سے مامون رشید نے پکارا یا غلام یا غلام یا غلام اول تو غلام بولا نہیں اور جب بولا تو بہت ہی بگڑا کہ غلام مونکو زہر دیدو تلوار سے سر قلم کردو دن بھر تو راحت ملتی نہیں شب کو بھی چین نہ رہی یا غلام یا غلام یہ ہی ہر وقت رہتا ہے باوجود اسقدر گستاخی کے مامون رشید غلام پر برہم نہیں ہوا قاضی صاحب نے کہا کہ یہ بہت گستاخ ہوگئے ہیں انکی اصلاح ہونا چاہئے مامون رشید نے کہا کہ پہلے میں اپنے اخلاق خراب کروں جب انکے اخلاق درست ہوں اور انکی اصلاح ہو سو میری جوتی کو کیا غرض پڑی کہ میں انکی وجہ سے اپنے اخلاق خراب کروں اور بدون مواخذہ و مطالبہ و محاسبہ اصلاح ہو نہیں سکتی پھر فرمایا میرے یہاں اصلاح کے لئے مواخذہ تو ہے مگر بحمد اللہ عین مواخذہ کے وقت بھی تحقیر کسی کی قلب میں نہیں ہوتی ہاں مجھسے ہر ایک کی بنتی بھی نہیں اور یہ عدم توافق کسی نقص ہی کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ عدم مناسبت اسکا اصل سبب ہے دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ عدم مناسبت ہی کی بناء پر تھا جسپر ھٰذا فراق بینی و بینک کہا گیا ورنہ موسیٰ علیہ السلام میں کس قسم کا شبہ ہو سکتا ہے نعوذ باللہ ایسے ہی یہاں پر ہے کہ میں کسی نقص ہی کی بناء پر ہر ایک سے جواب نہیں دیتا بلکہ عدم مناسبت ہی اکثر سبب ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۱۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر مخالفین کی طرف سے نفس پرستی کا اعتراض ہے کثرت ازدواج کے متعلق مگر یہ نہ دیکھا کہ عرب کے بڑے بڑے عمائد نے حضور کی خدمت مبارک میں حسین سے حسین عورتیں اور سلطنت اور حکومت اور مال پیش کرنیکی درخواست کی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ ہمارے لات اور عزیٰ کو برا نہ کہئے حضور نے صاف انکار فرمادیا کیا حظ نفس والے کا یہی رنگ ہوتا ہے اس قسم کا اعتراض ایسی ذات مقدس پر وہی کر سکتا ہے جو یا تو اندھا ہو اور اگر اندھا نہیں تو شرارت ہے۔

(ملفوظ ۱۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معمولات تو افعال ہوتے ہیں اور اتباع اقوال کا ہوتا ہے اسلئے کسی بزرگ کے معمولات لکھنا بیکار ہے بلکہ یہ مورخین کا مذہب ہے کہ دوسروں کے معمولات لکھتے پڑتے ہیں طالب کو اس سے کیا بحث حضرت تعلیم پر عمل ہونا چاہئے کہ اصل چیز قدر کی یہی ہے اور نری تعلیم سے کیا ہوتا ہے اور اسکو پوچھتا کون ہے۔

# ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

۱۹۱ (ملفوظ) فرمایا کہ آجکل میں ایک رسالہ لکھ رہا ہوں جسکا نام کثرت الازواج لصاحب المعراج اسمیں چھوٹی چھوٹی عبارتوں میں بڑے بڑے اشکال کا حل کر دیا گیا ہے طالب علموں کے نہایت کام کی چیز ہے مگر مشکل یہ ہے کہ آجکل لوگ ان مضامین کو پسند کرتے ہیں کہ جنمیں نئے طرز کے الفاظ ہوں اور ناول کا سا طرز اور رنگ ہو۔

۱۹۲ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں غیر اہل فن سے قیل وقال کو پسند نہیں کرتا غیر اہل فن کے دخل دینے سے تکدر ہوتا ہے اہل فن کے سامنے غیر اہل فن کا قیل وقال کرنا دوسرے کا وقت ضائع کرنا ہے۔

۱۹۳ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر آپ طبیب ہوتے تو آپ کے قول پر عمل کر لیتا اور اگر آپ بدون طبیب کے مشورہ کے مفرحات استعمال کروں تو وہ مقرحات ہو جائیں بڑی راحت اسی میں ہے کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے سے حالت بیان کر دی اور جو اس نے تدبیر بتلا دی اسپر عمل کر لیا آگے سب گڑبڑ ہے یہ تو فرض ہے مرید کا باقی شیخ میں بھی تین چیزوں کی ضرورت ہے دین انبیاء کا سا ہو تدبیر طبیب کی سی ہو سیاست ملوک کی سی۔ کذا فی رسالۃ الشیخ محی الدین ابن العربی۔

۱۹۴ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو اسکا خاص اہتمام رکھتا ہوں کہ قلب فضولیات سے خالی رہے کیونکہ فقیر کو تو برتن خالی رکھنا چاہئے نہ معلوم کسوقت کسی سخی کی نظر عنایت ہو جائے ایسے ہی قلب کو خالی رکھنے کی ضرورت ہے نہ معلوم کسوقت نظر رحمت ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی — شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی،

غرضکہ قلب کو خالی رکھنا چاہئے فضولیات سے اور معصیت سے تو خالی رکھنا ضروری ہی ہے بعض سالکین تو مباحات سے بھی خالی رکھتے ہیں مگر اسمیں غلو کرنا مضرت ہے کیونکہ شیطان خالی

گھر دیکھکر اپنا تصرف کرنے لگتا ہے اسلئے اگر طاعات سے پُر رکھنا مشکل ہے تو مباحات نافعہ سے پُر رکھے مثلاً دوستوں سے ملنا کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا یا کتاب دیکھ لینا خواہ وہ طاعات کی جنس سے نہ ہو تفریح ہی کی جنس سے ہو یہاں تفریح سے مراد تھیٹر اور سینما وغیرہ نہیں بلکہ مباحات ہیں جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے حاصل یہ ہے کہ وہ مباح فی الجملہ نافع ہو اور اسمیں معصیت نہ ہو یہ سب تدابیر ہیں دین کی درستی کی اس ہی لئے تو یہ فن بڑا دقیق ہے اسی لئے یہاں شبہ ہو سکتا ہے کہ مباح کا دین سے کیا تعلق اسی طرح اگر خلوت میں نشاط جاتا رہے واجب ہے ہنسنا بولنا مجمع میں آکر بیٹھ جانا صوفیہ نے جو سمجھا ہے وہ حقیقت بڑے سے بڑے فلاسفروں کی تحقیق کے سامنے گرد ہے افلاطون کو کسی نے خواب میں دیکھا تھا بعض حکما کا نام لیکر پوچھا کیا یہ حکما ہیں جواب نفی میں دیا پھر پوچھا اچھا بایزید شہاب الدین سہروردی کو بتلاؤ کہا اولٰئک ھم الحکماء صفۃ حقا میں ایک مثال بیان کرتا ہوں جو فی نفسہ تو مباحات کے درجہ میں ہے لیکن بعض اوقات وجوب کی درجہ میں ہو جاتا ہے مثلاً بیوی کے ساتھ ہنسنا بولنا کہ بیوی سے بولنے ہنسنے میں اجنبیہ کی طرف میلان نہیں ہوتا تو یہ کتنی بڑی مصلحت ہے نواب ڈھاکے سے ایک دوریش کہہ گئے تھے کہ بیوی کے ساتھ مشغول رہنے میں حق تعالیٰ سے غفلت ہوتی ہے انھوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا جتنی زیادہ محبت ہوگی بیوی سے اتنا ہی اجر اور ثواب و قرب حق ملتا ہے یہ ہی تو شریعت کی خوبی ہے اگر شریعت نہ بتلاتی اور طبیعت سلیم ہوتی اسکو ہی تجویز کرتے ........ مگر باوجود تعلیم شریعت کے فن کے جاننے والیکی اب بھی ضرورت ہے مثلاً طبیب کے پاس جاکر کہا جائے کہ یہ مصالحہ ہے وہ کہتا ہے کہ دھنیہ اور اتنا بڑھا لیا جائے۔

(ملفوظ ۱۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذمہ دار کو صاحب بصیرت ہونیکی ضرورت ہے یہ بڑا ہی دقیق فن ہے دیکھ لیجئے گورنمنٹ اگر کسی چیز کو نافذ کرنا چاہتی ہے تو پہلے اعلان کرتی ہے نافذ نہیں کرتی اسکا چرچا ہو جاتا ہے۔ چند روز میں سنتے سنتے طبیعت خوگر ہو جاتی ہے پھر نافذ کر دیا جاتا ہے یہ سب تدابیر ہیں جس سے انتظام کو بقا ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۱۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ طریق تو واضح ہو گیا اب آگے توفیق عمل رکھی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو ان نو تعلیم یافتوں سے جو قابلیت کے بڑے مدعی ہیں کہا کرتا ہوں کہ تم چند روز کسی محقق کے پاس بیٹھو تب تم میں سوال کی قابلیت پیدا ہوگی اور پاس بھی اس طرح بیٹھو کہ مجلس میں بالکل مت بولو اس محقق کی باتیں دن کو سنا کرو اور رات کو سوچا کرو بعضے لوگوں کو اپنی قابلیت پر بڑا ناز ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکو سوال کرنیکی بھی تمیز نہیں ہوتی ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تنہا بیٹھے دیکھا تو ادائے حق کیلئے کچھ گفتگو کرنا چاہی اور یہ گفتگو کی کہ حضرت وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کونسی ہیں جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے حضرت نے مزاحاً فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے انہٹہ والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہوگا ہمارا نہیں ٹوٹتا کہنے لگے حضرت یہی کفر و شرک کی باتیں حضرت نے فرمایا کہ حضرت کفر و شرک کی باتیں تو چھوٹی ہوگئیں پھر بڑی کونسی باتیں ہونگی شرمندہ ہوکر خاموش ہوگئے تو حضرت نری نقل سے کام نہیں چلتا جیسے انھوں نے اہل فہم کو مسائل کی تحقیق کرتے دیکھا تو خود بھی تحقیق کا جوش اٹھا ایک جاہل مجسٹریٹ کی حکایت ہے کہ وہ مجسٹریٹ ہوگیا۔ آتا جاتا کچھ تھا نہیں اب فکر ہوئی کہ فیصلے کس طرح دیا کرونگا فیصلے دیکھنے کیلئے ایک اور مجسٹریٹ کے اجلاس میں پہونچے وہاں جاکر دیکھا اتفاق سے ایک درخواست پیش آگئی اسکو منظور کرلیا دوسری آئی اسکو نامنظور کردیا بس آپ نے اپنے اجلاس میں آکر اس طرح نقل شروع کردی جو طاق کے سلسلہ میں درخواست آگئی منظور اور جو جفت کے سلسلہ میں درخواست آگئی نامنظور حضرت جس فن میں بدون شیخ یا استاد کے قدم رکھیگا یہی حالت ہوگی کہ اسکا درجہ نقال سے نہیں بڑھ سکتا۔ ایک صاحب نے حکایت بیان کی کہ انکی بیوی گلگلے پکا رہی تھی انکو بیوی سے کسی کام کی ضرورت تھی بیوی نے کہا کہ میں اسوقت اس کام میں لگی ہوئی ہوں اس سے فارغ ہوکر کردونگی کہنے لگے کہ یہ کام میں کردونگا وہ بیچاری چھوڑ کر کھڑی ہوگئی میاں گلگلے پکانے پر تیار ہوئے اور کھڑے کھڑے کڑاہی میں آٹا چھوڑ دیا تمام تیل کی چھینٹیں اوپر آئیں بھاگے چولہے کے پاس سے دیکھ لیجئے ایک معمولی سی بات مگر چونکہ کسی اہل فن سے سیکھی نہ تھی اسکو انجام نہ دیسکے تو بھلا اور کام تو کیا کوئی انجام دیسکتا ہے خصوص جن کاموں کا تعلق ذوق اور وجدان سے ہو۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس فن کے امام مجتہد و مجدد تھے اور یہ بھی حضرت ہی کی برکت تھی کہ مجھکو حضرت کی کسی بات پر کبھی

نکیر اور اعتراض نہیں ہوا فوراً سمجھ میں آجاتی تھی اور یہ منجانب اللہ مناسبت ہوتی ہے مکتسب نہیں

(**ملفوظ** ۱۹۹ ملقب بہ التحذیر عن التحقیر) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب نیت خالص اور محض حق کے واسطے کوئی کام ہوتا ہے حق تعالیٰ اُسمیں برکت اور امداد فرماتے ہیں مولوی رحیم الٰہی صاحب منگلوری مرحوم کا ایک عجیب واقعہ ہے یہ بات سبکو معلوم ہے کہ یہ سنت اللہ ہے کہ جہاں اللہ والے ہوتے ہیں وہاں اُن کے مخالف بھی ہوتے ہیں لہٰذا مولوی صاحب کے پڑوس میں اُن کے مخالف بھی رہتے تھے جہاں برہمن وہیں قصائی پھر مخالفین میں بھی بعض کی طبائع میں خبث ہوتا ہے اُنکا جی اسی سے خوش ہوتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف میں دیکھیں ان اہل محلہ نے یہ شرارت کی کہ مولوی صاحب کے گھر سے مسجد جانے کا ایک چوک کی شکل میں جو راستہ تھا اُسمیں گانے بجانے کا انتظام کیا اور ایک طوائف کو بلا کر مجلس رقص قائم کی مولوی صاحب گھر سے نماز کیلئے مسجد کو چلے تو راستہ میں یہ طوفان بے تمیزی برپا دیکھا چونکہ نماز کا وقت قریب تھا صبر کئے ہوئے مسجد پہونچگئے بعد فراغ نماز جب گھر کو واپسی ہوئی دوبارہ دیکھکر صبر نہ ہوسکا آخر صبر اور ضبط کی بھی تو کوئی حد ہے اب مولوی صاحب نے سوچا کہ جڑ ہی کی خبر لینا چاہیئے جوتہ نکالکر مجمع سے پھاندتے ہوئے اور بیچ مجمع میں پہونچکر جو جڑ اور بنا تھی اُسکے سر پر جوتہ بجانا شروع کر دیا مگر اہل مجلس میں سے کسی کی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ کوئی کچھ بولتا یہ ہیبت حق ہے جو اہل اللہ کو عطا فرمائی جاتی ہے اور یہ مولوی صاحب کا جوش اور ہمت تمامتر محض حق کے واسطے تھی اس واقعہ کے بعد جلسہ تو ختم ہوگیا اور شریر لوگوں نے اُس عورت سے کہا کہ ہم روپیہ صرف کریں گے اور گواہی دیں گے تو مولوی صاحب پر دعویٰ کر اُس نے کہا کہ روپیہ تو میرے پاس بھی بہت ہے اور گواہ تم ہو ہی مگر دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص کا مقابلہ کرنے کی تیاری کا مجھکو مشورہ دیا جارہا ہے وہ خالص اللہ والا ہے اسلئے کہ اگر اُس شخص کے قلب میں دنیا کا ذرہ برابر بھی شائبہ ہوتا تو مجھپر اُسکا ہاتھ ہرگز نہ اُٹھتا اس سے ثابت ہوا کہ یہ شخص محض اللہ والا ہے تو اسکا مقابلہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کا تو کمال تھا ہی مگر اس عورت کا بھی معتقد ہونا پڑتا ہے پھر اس ہی پر بس نہیں کیا وہ عورت مولوی صاحب کے مکان پر پہونچی اور معافی کی درخواست کی اور یہ کہا کہ مجھکو اس

فعل سے توبہ کرا دیجئے اور کسی نیک شخص سے میرا نکاح کرا دیجئے مولوی صاحب نے توبہ کرا کر کسی بھلے آدمی سے نکاح کرا دیا وہ پردہ میں بیٹھ گئی اور بھلی بی بی بن گئی یہ سب حق تعالیٰ کا فضل اور مولوی صاحب کے خلوص اور جوتیوں کی برکت تھی اگر ہر شخص خلوص سے ہمت کر کے دین کے کاموں کو انجام دے انشاء اللہ برکت ہو اور کامیابی نصیب ہو آجکل خلوص کا تو کہیں نام و نشان نہیں محض فلوس کی فکر ہے عجیب ہی حکایت ہے اس سے کام کرنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے میں اس واقعہ پر یہ تفریع بھی کیا کرتا ہوں کہ کسی کی تحقیر نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہر شخص کے متعلق بدرجہ احتمال یہ اعتقاد رہنا چاہئے کہ ممکن ہے کہ اس میں خدا کے نزدیک کوئی بات ہم سے بہتر ہو دیکھئے اُس عورت کے اس فہم و خلوص کی کسکو خبر تھی پھر مولوی صاحب کی للہیت کی برکت کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ برکت کا اثر بھی ہر شخص پر نہیں ہوتا دیکھئے انبیاء کی برکت ابوجہل اور ابو طالب کیلئے کارگر نہ ہوئی اور تو کس کا منہ ہے کہ اپنی غیر متخلف برکت کا دعویٰ کرے پس برکت کی بھی ایک حد ہے اُسکو بھی بلکہ ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنا چاہئے غلو ہر چیز میں بُرا ہے اُس عورت کی حکایت کے مناسب ایک اور حکایت حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ۔ گنگوہ میں ایک بے قید درویش آیا شہرت ہوئی ایک آوارہ عورت کو بھی معلوم ہوا اس نے اپنے آشنا سے کہا کہ چلو ہم بھی اللہ والے کی زیارت کر آئیں دونوں گئے مرد تو جا کر شاہ صاحب کے پاس بیٹھ گیا اور یہ عورت بوجہ شرمندہ ایک طرف بیٹھ گئی شاہ صاحب نے پوچھا یہ کون ہے اُس نے کہا کہ ایک بازاری عورت ہے آپ کی زیارت کو آئی ہے مگر بوجہ اس پیشہ کے شرمندگی کے سبب پاس آنے سے رکتی ہے وہ شاہ صاحب کیا کہتے ہیں کہ بی پاس آجاؤ جی شرمندگی کی کونسی بات ہے وہی کرتا ہے وہی کراتا ہے یہ الفاظ سنکر اُس عورت کے سر سے پیر تک آگ لگ گئی اور کھڑی ہو گئی اور اُس آشنا یعنی اپنے ساتھی سے کہا کہ بھڑوے تو تو اسکو بزرگ بتلاتا تھا یہ تو مسلمان بھی نہیں یہ کہکر وہاں سے چلدی میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ سے اس حقیقت تک کسی مفتی کا ذہن تو پہونچ سکتا تھا مگر بیچاری جاہل نے کیسا سمجھا یہ فہم کی بات ہے اور اس میں فہم تو تھا ہی بغض فی اللہ کس درجہ کا تھا کہ بیٹھ نہ سکی خاموش نہ رہ سکی جلدی ہی بھلا ان واقعات سے کیا کوئی کسی کی

تحقیر کرسکتا ہے اور حقیر سمجھ سکتا ہے ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میرے ایک دوست تھے قنوج میں وہ شاعر بھی تھے انکا ایک ماہواری رسالہ بھی نکلتا تھا اب انتقال ہوگیا اونھوں نے لکھا تھا کہ آپ میرے نام پر ہنسیں گے میرا نام ہے بھگو خاں میں نے لکھا کہ میں ہنسونگا نہیں یہ تو ففروا الی اللہ کا ترجمہ ہے اللہ کی طرف بھاگنے والا اسپر خط آیا مسرت کا اظہار کیا غرض کسی کے نام پر کسی کے اعمال پر کسی کے لقب پر کسی کی ظاہری حالت پر ہرگز نہ تحقیر کرنا چاہیے مگر اتنی بھی رعایت نہ چاہیے جیسے ان شاہ صاحب نے کی کہ اسکے فعل معصیت کو توحید میں داخل کیا نعوذ باللہ منہ مگر اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ جیسے ان شاہ صاحب نے اس آوارہ اور بازاری عورت کی رعایت کی گو اسکی نظر میں شاہ صاحب مسلمان بھی نہ رہے اسی طرح لوگ علماء کو مشورہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمانہ کے اعتبار سے مسائل میں عوام کی رعایت کرنا چاہیے مگر معلوم بھی ہے کہ ایسا کرنے سے سب سے اول ہم ہی انکی نظروں سے گریں گے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ تمھاری نظر سے بھی گریں گے اور دینداروں کی نظر سے بھی اب اہل حق کی نسبت کہتے ہیں کہ میاں یہ تو پرانے خرانٹ ہیں پرانی لکیر کے فقیر ہیں ان سے تو زمانہ شناسی کی امید نہیں یہ تو بک گئے اچھا صاحب ہم تو جیسے کچھ ہیں ہیں تم اپنے بچوں کو روشن دماغ مولوی بناؤ ہم خاک نشین سہی ذلیل سہی تمکو ہماری خیر خواہی کرنے کی کیا ضرورت تم اپنی فکر کرو۔

نمبر ۲۰۰ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل کے شمس العلماء شمس تو ہیں مگر شمس مکسوف ہیں۔

نمبر ۲۰۱ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حد سے تجاوز کرنا کسی چیز میں بھی پسندیدہ نہیں حتی کہ تقویٰ میں بھی اسی واسطے ایک مولوی صاحب جو نہایت متقی تھے وہ کہتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں اسپر مواخذہ نہ ہو کہ تو اتنا متقی کیوں تھا انکی مراد یہی غلو ہے حقیقت میں صوفیا اور فقہا حکماء امت ہیں یہ تو ایک صوفی کا قول تھا باقی فقہاء نے لکھا ہے کہ زہد بارد قابل تعزیر ہے اسکی مثال لکھی ہے کہ کوئی شخص گیہوں کا ایک دانہ اٹھا کر دکھاتا پھرے کہ اسکا کون مالک ہے تو اسکو مستحق تعزیر فرمایا ہے کیونکہ شریعت نے اسکو متقوم نہیں فرمایا اور یہ اسکو لقطہ بنا کر متقوم میں داخل کرتا ہے اسکو زہد خشک اور زہد بارد کہتے ہیں اور درحقیقت اسمیں اظہار ہے اپنے

ورع اور تدین کا۔

# ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۲۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے اکابر اہل بدعت کی مذمت میں بھی غلو نہیں فرماتے کیونکہ یہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکہ میں ہیں تو معذور ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں اور اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو وہ مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان گندہ کریں اسلئے اپنے بزرگوں کو کچھ زیادہ کہتے ہوئے یا لکھتے ہوئے نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سبکی تنخواہ کر دوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بنجائیں اہل باطل کے پاس روپیہ وافر ہے اسکے لالچ میں انکی خواہشوں کی موافقت کرتے ہیں اہل حق بیچاروں کے پاس روپیہ کہاں مگر اسپر بھی انکو شب و روز ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کیا ٹھکانا ہے ترفع کا عموماً چھوٹی چھوٹی قومیں اپنے حسب نسب ہی کو چھپانا چاہتی ہیں اور بڑے خاندانوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں مگر شرعاً یہ بڑا گناہ ہے پھر علاوہ گناہ کے ان چیزوں میں کیا رکھا ہے کام کی باتیں کرنا چاہئے یعنی وہ کام کرو جس سے ذلت گلوگیر نہ ہو پھر خود بخود معزز ہو جاؤ گے قوم کو کوئی دیکھے گا بھی نہیں اصل عزت افعال کی ہے نہ کہ قوم کی اب شرفا ہی کو دیکھ لیا جاوے جو جیسے عمل کر رہا ہے ویسا ہی اسکے ساتھ لوگ برتاؤ کرتے ہیں باقی بعض لوگوں کا یہ خیال کہ شرفا ہمکو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اخلاق و افعال ہیں جو جس درجہ کا ہوتا ہے اسکی ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جو شرفا کیلئے بھی عام ہے اگر وہ ذلیل کام کرتے ہیں انکو بھی ذلیل سمجھا جاتا ہے پھر غیر اختیاری چیز پر کسی کو کیا حق ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھے اسکی بالکل ایسی مثال ہے اگر کسی کے دونوں آنکھیں ہوں تو شکر تو واجب ہے مگر اندھوں کو حقیر سمجھنا تو جائز نہیں ہے۔

(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فقہا نے لکھا ہے کہ بیوی اگر خاوند کے لئے محبت کا تعویذ کرا دے تو حرام ہے یہ ایک جزئی ہے جو ظاہراً مطلق ہے مگر واقع میں یہ تفصیل کی محتاج ہے وہ تفصیل یہ ہے کہ جو حقوق خاوند کے ذمہ واجب ہیں انکے لئے تو حب کا تعویذ وغیرہ جائز ہے اور جو حقوق شرعاً اسپر واجب نہیں محض تبرع ہیں اسمیں ایسی تدبیرات سے اسکی رائے اور آزادی کو سلب کرنا یہ حرام ہے کیونکہ تبرع میں جبر حرام ہے اور واجب میں جائز ہے اسی طرح جس چیز پر حسًّا جبر جائز ہے وہاں جبری سفارش بھی جائز ہے اور جہاں حسًّا جبر جائز نہیں وہاں پر زور سفارش بھی جائز نہیں حاصل یہ ہے کہ حقوق غیر واجبہ میں رائے کی آزادی سلب نہ ہونا چاہیئے مضطر نہ کرنا چاہیئے اسپر آدمیوں کو اکثر لوگ ان تعویذات وغیرہ سے مسخر کرتے ہیں سو اگر ایسا مسخر ہو جائے کہ مضطر و مغلوب ہو جائے یہ قطعاً حرام ہے عوام کے نزدیک یہ چیزیں آجکل کمالات میں شمار ہوتی ہیں حالانکہ اسکی ایک فرد یعنی جسمیں دوسرا مغلوب ہو جائے معصیت بھی ہے۔

(ملفوظ ۲۰۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پردے کی ضرورت چونکہ امر فطری ہے اسلئے اگر اسمیں نص بھی نہ ہوتی تو ضرر نہ تھا جیسے پیشاب پینے کا قبح امر فطری ہے اگر اسمیں کوئی نص بھی نہ ہوتی مضر نہ تھا پس اگر خصم اسکا قائل ہو جائے کہ پیشاب پینا اور بے پردگی ایک ہی درجہ میں ہیں تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔

# ۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کی بدفہمی کی بھی کوئی حد نہیں یہ ایک شخص ہے (یہ شخص بے اجازت آ گیا تھا) اس نے کئی سال سے اذیت میں پہونچانے پر کمر باندھ رکھی ہے مجھکو اس شخص کی صورت دیکھکر تکلیف ہوتی ہے۔ گو اسوقت جو تازہ تکلیف دی ہے وہ کوئی بڑی تکلیف نہیں اور ایک تکلیف تو ایسی پہونچائی ہے کہ اگر یہ بھی سو برس زندہ رہے در میں بھی تو اسکا اثر نہیں جا سکتا وہ یہ ہے کہ اس شخص نے مجھکو لکھا تھا کہ میری حالت

افلاس کی ہے اگر کوئی صورت افلاس سے خلاصی کی نہ ہوئی تو میں عیسائی ہو جاؤنگا میں ہر چند چاہتا ہوں کہ اس سے قلب میں ذہول ہو جائے مگر نہیں ہوتا کیا کروں وہ یاد آکر قلب میں کانٹا سا چبھتا ہے مجھکو تو لوگ بدنام کرتے ہیں اسکو کوئی نہیں دیکھتا کہ نالائق موذی لوگ کیا کرتے ہیں اگر یہ شخص آنیکے وقت بذریعہ خط مجھسے اجازت لے لیتا تو میں اجازت دیدیتا مگر کچھ شرائط کے ساتھ خدانخواستہ میں کوئی جلاد نہیں ہوں قصائی نہیں ہوں مگر بدون اجازت آدھمکے نہ کوئی اصول نہ کوئی قاعدہ سو یہ خودرائی اور حکومت اور آزادی کی صورت مجھکو گوارا نہیں اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اگر یہ واقعہ کسی کو نہ معلوم ہو جو میں نے اس شخص کا بیان کیا اور محض میرا اس وقت کا برتاؤ دیکھے تو آخر کیا کہیگا کہ بڑا ہی ظلم کیا بیچارے پر اور اسکے ظلم کو کوئی بھی نہ سنتا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جو جسکے ساتھ میں برتاؤ کرتا ہوں اسمیں میری کوئی مصلحت نہیں ہوتی بلکہ اسی کی مصلحت ہوتی ہے اور اسکی بھی کیا اسکے دین کی مصلحت ہوتی ہے خوب اچھی طرح پر کان کھولکر سن لینا چاہئے کہ طریق میں جسکا بھی داخل ہونیکا ارادہ ہو اسکو چاہئے کہ وہ تابع بنکر داخل ہو جو اسکی حالت کے مناسب ہوگا اسکے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائیگا ذرہ برابر رعایت نہ ہوگی اور ذراسی ذرا بات پر بھی درگذر نہ کیا جائیگا ایسا تسامح کرنیکو میں خیانت سمجھتا ہوں ہاں اگر طریق میں داخل نہ ہوں تو میں پھر پاخانہ اٹھانیکو تیار ہوں مگر طریق میں داخل ہونیکی نیت سے آکر دق کرنا یہ کونسا طریق ہے اور یہ طریق کا کونسا ادب ہے اگر میں خدمت تربیت کیلئے پسند نہیں دوسری جگہ جاؤ اور جب یہ چاہتے ہو کہ ہماری خدمت کیجاوے تو تابع بنکر آؤ یہ کونسا انصاف ہے کہ مصلح کا کیا اتنا بھی حق نہ ہو کہ وہ تمکو روک ٹوک کر سکے عجیب فلسفہ ہے جس کام میں اسکو مقید بھی کریں یہ تو کھلی بے انصافی ہے ایک بی بی تین مرتبہ آچکی ہیں اور تینوں دفعہ محروم گئیں سمجھتی ہونگی کہ اس سے زیادہ کوئی سخت نہیں اور آج سلیقہ سے آنا ہوا سب دفعہ کی کلفت جاتی رہی اب کہتی ہونگی کہ اس سے زیادہ کوئی نرم نہیں حالانکہ نہ میں سخت ہوں نہ نرم میں تو اصول کے ماتحت کام کرتا ہوں یہ ہی دوسروں سے چاہتا ہوں باقی کسی کا اصول اور سلیقہ سے کام کرنیکا قصد نہ ہو اسکی تو فصد ہی لیجائیگی یہی ناگوار ہوتا ہے کیونکہ مذاق وہ ہو رہا ہے جیسا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی گرو کے پاس ایک شخص گیا کہ چیلا بنالو گرو نے کہا چیلا بننا بڑا مشکل ہے تو کہتا ہے کہ گرو ہی بنالو یہ لوگ گرو بننے

آتے ہیں سو میں بھی گرد ہی بنا کر بھیجتا ہوں میرے یہاں ان سب شرائط اور صورتوں کا مشترک مقصد حصول مناسبت ہے ان سب تدابیر سے مناسبت پیدا کرنیکی کوشش کرتا ہوں اور اسی سے اذیت ہوتی ہے کہ یہ اپنے مقصد کے خلاف کر رہا ہے محروم رہیگا۔

(ملفوظ [۲۰۷]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل اس قسم کے خطوط بصورت دھمکی کے اکثر آتے ہیں کہ یا تو افلاس کا علاج یا تدبیر بتلاؤ ورنہ تبدیل مذہب کی نوبت آجائیگی میں ایسے موقع پر نہ سختی کرتا ہوں اسلئے کہ اس سے اشتعال ہوگا اور اشتعال میں زیادہ اندیشہ ہوتا ہے اور نہ نرمی کرتا ہوں اس سے چاپلوسی کیسی صورت معلوم ہوتی ہے یہ بھی مضر ہے بس یہ اکثر لکھدیتا ہوں کہ اسقدر تکلیف پہونچی ہے کہ جواب دینے کی ہمت نہیں تجربہ سے یہ جواب بہت ہی مفید ثابت ہوا اکثر جواب میں ندامت اور توبہ ہی لکھی ہوئی آتی ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ ایمان ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں کہ افلاس کے سبب اسلام چھوڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں پیسہ کی قدر کرنی چاہئے اور فضول اخراجات سے مسلمانوں کو اجتناب کی سخت ضرورت ہے آجکل فضول خرچ کرنیوالے کو سخی سے تعبیر کرتے ہیں جو غلط ہے وہ شخص مسرف ہے جو بے موقع اور بے محل خدا کی عطا کی ہوئی نعمت کو صرف کرتا ہے اور یہ معصیت کی ایک فرد ہے۔

۱۶

(ملفوظ [۲۰۸]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب جو بظاہر لکھے پڑھے بھی معلوم ہوتے تھے کہنے لگے کہ تمھاری تصانیف دیکھکر حقیقت کا انکشاف ہوا بڑی زبردست غلطیوں میں ابتلاء تھا یکسوئی اور کیفیت پیدا ہونیکو نسبت مع اللہ سمجھتا تھا بات یہ ہے کہ بدون رہبر کامل کے اس طریق میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اس راہ میں یہ بڑی ضروری چیز ہے کہ استفادہ کیلئے مصلح کی تقلید کرے میرے یہاں تمام تر سعی اور کوششوں وتدابیر سے غرض یہی ہے اور یہی چاہتا ہوں کہ سب کام کے ہو جائیں اچھی نام کے تو سب ہیں ہی اور اگر کسی اور کے کام کے نہ ہوں تو اپنے ہی کام کے ہو جائیں اور یوں ہی بھرتی بھرنے سے کیا مطلب کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے اور اگر کسی کو فوج بھی مقصود ہو تو فوج بھی وہی ہے جو کار آمد ہو بیکار تو فوج بھی کار آمد نہیں یہ تو ایسی بات ہے جیسے آجکل سنا ہے کہ بعض مدارس میں حدیث کا دورہ ہوتا ہے ایک پارہ نو [۹] ماہ میں اور انتیس [۲۹]

پارے ایک ماہ میں ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ کیا خاک کام ہوگا سوائے نام کے اور طلبہ کیا سمجھ سکتے ہیں سوائے اسکے کہ تعداد گنوا دی جائے کہ امسال اسقدر فارغ ہوئے تو کیا تعداد مقصود ہے جب کام ہی نہ ہوا اور جب یہ حالت ہے تو ایسی باتوں پر روک ٹوک کرنے والے سے کون خوش ہو سکتا ہے خیر سے ہوں ناراض جوتی سے وہ کتمان حق کر کے اپنی گردن پر کوئی بوجھ تھوڑا ہی رکھ سکتا ہے۔

نمبر ۲۰۹ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعضے اسپر فخر کرتے ہیں کہ معاصی سے بھی ہماری نسبت سلب نہیں ہوتی فرمایا کہ نسبت کیا ہوئی بی بی تمیزہ کا وضو ہو گیا لو ہالاٹ کر سب کچھ کیا اور وضو باقی رہا اور ایسی نسبت کے متعلق بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ شیطانی نسبت تھی۔

نمبر ۲۱۰ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل ایسی ضعیف چیز ہے کہ وہم کا تو مقابلہ کر ہی نہیں سکتی نہ کہ حق تعالیٰ کے احکام کا مقابلہ کرے مثل دوسرے مدرکات کے عقل کے احکام بھی ایک حد خاص تک ہیں آگے وحی کی ضرورت ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی کو پہاڑ پر چڑھنا ہے تو گھوڑا دامن کوہ تک جا سکتا ہے اور آگے خود طے کرنا پڑتا ہے اسی طرح بیچاری عقل کا پہاڑ کے اوپر گذر نہیں یہ حقیقت ہے اسکی جسپر اتنا بڑا ناز ہے۔

نمبر ۲۱۱ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وساوس غیر اختیاریہ چاہے کفر ہی کیوں نہ ہوں اگر یہ شخص صراط مستقیم سے نہ ہٹے تو وہ گمراہ نہیں بلکہ میں تو توسع کر کے کہتا ہوں کہ یہ عین قوت ایمانیہ کی دلیل ہے کہ باوجود مزاحم کے پھر اس راہ پر لگا ہوا ہے ایسی حالت میں گھبرانا نہیں چاہیئے اور قوت و ہمت کے ساتھ راہ طے کرتا ہوا چلا جائے بڑا اجر ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ مسلمان کی کوئی حالت غیر اختیاریہ ایسی نہیں کہ وہ محمود نہ ہو اور اسپر اسکو اجر اور ثواب نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست | بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست |

کام میں لگے رہنے کی ضرورت ہے لگے رہو جو کچھ بن پڑے کئے جاؤ ایک صاحب کا مقولہ مجھکو تو بہت ہی پسند آیا کہ وہ تو ایسا دربار ہے کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی کمی کیا ہے کوئی لینے والا چاہیئے

مگر محض قیل وقال سے کام نہیں چلتا ہے پھر دیکھو کیا کچھ عطا ہوتا ہے کام کرنے اور نہ کرنے پر ایک مثال یاد آئی ایک شخص کہتا ہے کہ میں بھوکا ہوں مگر جو روٹی مجھکو دیجاوے اُسکا قطر چار انگشت کا ہو اس سے معلوم ہوگا کہ اسکو بھوک نہیں ورنہ قیل وقال نہ کرتا ارے بھائی روٹی ہونا چاہئے وہ ایک بالشت کی ہو یا چار انگشت کی ہو اسی طرح جنت میں تو پہونچ جاؤ چاہے وہ درجہ داہنے ہو یا بائیں نیچے ہو یا اوپر۔

(ملفوظ ۲۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل ترقی کرنیکا مرض ایسا عام ہوا ہے کہ شاید ہی کوئی بچا ہو حالانکہ جسکو یہ لوگ ترقی سمجھیں ہیں وہ اعلیٰ درجہ کی پستی اور تنزل ہے میں نے لکھنؤ میں ایک وعظ میں جسکا نام الحدود والقیود ہے اور بڑے بڑے بیرسٹر اور نو تعلیم یافتہ لوگ اس وعظ میں شریک تھے یہ کہا تھا کہ کیوں صاحب اگر ترقی مطلقاً مطلوب ہے تو پھر جسم پر جو ورم آجاتا ہے اُسکا علاج کیوں کرتے ہو بس جیسے طب میں ترقی کی ایک حد ہی وہی ہمارے یہاں شریعت میں بھی اسکی ایک حد ہے حد سے گذر کر کسی چیز کا ہونا وہ مرض کہلاتا ہے صحت نہیں اسپر سبکی آنکھیں کھلی رہ گئیں بعد وعظ کے اکثر نے کہا کہ آج حقیقت معلوم ہوئی بڑی زبردست غلطی میں ابتلا رہا تھا۔

## ۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۱۳) ایک صاحب کی غلطی پر جنھوں نے اپنی غلطی کا کوئی منشا بغرض برات کے بیان کیا تھا مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بے منشا سمجھے تو کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی کوئی منشا ہی سمجھکر غلطی ہوتی ہے شیطان بھی تو کچھ سمجھا ہی تھا اور یہ سمجھا تھا کہ میں بڑا ہوں اور یہ چھوٹا مگر وہ سمجھ غلط نکلی معلوم ہوا کہ محض منشا کا ہونا برات کیلئے کافی نہیں ورنہ پھر تو کسی بات پر بھی مواخذہ نہ ہونا چاہئے اسپر وہ صاحب خاموش رہے اور منشا کے غلط ہونے تک کا اقرار نہیں کیا فرمایا کہ یہ دوسری غلطی ہے کہ جواب نہیں دیتے کہانتک آپ لوگوں کے اقوال وافعال میں تاویلات کیا کروں کیوں ستانے پر کمر باندھ رکھی ہے بتلائیے باوجود تنبیہ کے پھر بھی کوئی جواب نہیں کیا ٹھکانا ہے

اس تمرد اور سرکشی کا یہ اصلاح کرانے کیلئے آئے ہیں پتھر کے بُت بنکر خود اپنی پرستش چاہتے ہیں میں
تو کہتا کہتا تھک گیا قریب قریب نا امید ہو گیا اسقدر بدفہمی اور کم عقلی کا دور دورہ ہے کہ کوئی بات
بھی تو ڈھنگ اور سلیقہ کی نہ رہی اور یہ بات تو دنیا سے قریب قریب مفقود ہی ہو گئی کہ اس کا
خیال ہو کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف اور اذیت نہ پہونچے اور زیادہ افسوس ناک تو میری
حالت ہے کہ میں ہی ساری دنیا سے کیوں جدا ہوں اور لوگوں کی غلطیاں نکالتا ہوں حالت
موجود بالکل اسکے مشابہ ہے کہ ایک وزیر نے آثار سے معلوم کیا کہ ایک بارش ہوگی اور جو کوئی اُسکا
پانی پیئے گا مجنون ہو جائیگا بادشاہ سے عرض کیا اور اُسکی اجازت سے یہ انتظام کیا کہ اچھے
پانی کا ایک حوض بھر لیا گیا تاکہ اُس بارش کا پانی استعمال نکریں چنانچہ وہ بارش ہوئی اور بجز
بادشاہ اور وزیر کے سب نے اُسکا پانی پیا اور مجنوں ہو گئے اب شہر میں جلسے شروع ہوئے
کہ وزیر بادشاہ مجنوں ہو گئے ہیں انکو تخت وتاج سے الگ کر دینا چاہیئے بادشاہ بہت گھبرایا اور
وزیر سے مشورہ کیا بعد مشورہ یہ قرار پایا کہ ہم تم بھی پی لیں غرضکہ بادشاہ اور وزیر نے بھی وہ
پانی پی لیا اُنکی بھی وہی مجنونانہ حالت ہو گئی سب رعایا میں خوشی ہوئی کہ بادشاہ اور وزیر
کو خدا نے صحت عطا فرمادی وہی صورت قریب قریب یہاں نظر آرہی ہے اسی سلسلہ میں
فرمایا کہ آدمی جسکے پاس اپنا کام لیکر جائے کم از کم اُسکی بھی تو کچھ رعایت کرنا چاہیئے کہ اُسکو تکلیف
نہ دے میں یہ نہیں کہتا کہ تم بزرگ سمجھکر آؤ معتقد بنکر آؤ آکر جوتے سیدھے کرو صرف یہ چاہتا
ہوں کہ خدمت لو مگر انسانیت سے تہذیب سے گنوارپن سے کام مت لو فرض کر لو کہ جسکے پاس
تم آئے ہو وہ بزرگ نہ سہی مگر کیا اُسکو بلاوجہ ستانا چاہیئے مجھکو تو اسکا رنج ہوتا ہے کہ جو باتیں
طبعی تھیں جنمیں تعلیم کی حاجت نہیں اُنکی تعلیم میں تمام وقت صرف ہوتا ہے اور جو باتیں تعلیم
کی تھیں اُنکی تعلیم کی نوبت بھی نہیں آتی ان ہی خرافات میں وقت ضائع ہو جاتا ہے میں تو
دوسرونکی یہانتک رعایت کرتا ہوں کہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرے کا پہلے کام کر دیتا ہوں سو جو شخص
دوسرونکی اتنی رعایت کرے ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو تو بے اصول بات سے اذیت پہونچے ہی گی
اگر کوئی اصول سے کام لے خادم ہوں اور بے اصولی کے ساتھ تو مخدوم بھی بننا نہیں چاہتا۔
(ملفوظ ۱۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام کی ہر تعلیم عجیب وغریب ہے عبادت کے باب

میں حکم ہے فلیخفف الجلوس اور یہ حکم ہے کہ اگر تین شخص ایک جگہ ہوں تو دو شخصوں کو سرگوشی کرنے کی اجازت نہیں تیسرے کی دل شکنی ہوگی کہ مجکو غیر سمجھا اسلئے مجھسے اخفا کیا گیا اگر تعزیت کیلئے جائیں تو غمزدوں کی تسلی کی باتیں کرنیکا حکم ہے تاکہ وہ خیال اُن کے دل پر سے ہرٹ جائے نہ یہ کہ جیسی آجکل رسم ہے کہ مرنے والیکی جدائی کا صدمہ بیان کرتے ہیں اس سے تو گھر والونکو اور بھی تکلیف ہوتی ہے غرضکہ تمھارے گھر میں ہر قسم کے تعلیمی خزانے دبے ہوئے ہیں مگر تمکو قدر نہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

یک سبد پر نان ترا بر فرق سر، تو ہمی جوئی لب نان در بدر،
تا بزانوئی میان قعرِ آب وز عطش وز جوع گشتستی خراب

(ملفوظ ۲۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی شخص سے میرا کوئی کام متعلق ہوا اور اتفاق سے وہ میرے پاس آجاوے تو میں اپنے کام کی اس سے اسوقت فرمایش نہیں کرتا اس سے اُسکو آئندہ کے لئے یہ وہم نہ ہو کہ جب وہاں جاؤنگا ممکن ہے کہ کوئی کام کہدے اور آتے ہوئے بعض اوقات بار ہو بلکہ خود اس شخص کے پاس جاکر جو کام ہوتا ہے کہدیتا ہوں یہ حسن معاشرت ہے۔ ایک عالم غیر مقلد یہاں پر قیام کئے ہوئے تھے اور میرے پاس بیٹھے تھے مجھکو ایک کتاب کی ضرورت تھی میں خود جاکر کتبخانہ سے لے آیا تو انپر بڑا اثر ہوا اپنے دوستوں سے کہا کہ ہم لوگوں کو تو محض دعوی ہی ہے اتباع سنت کا باقی اتباع سنت تو فلاں شخص میں ہے اور کتاب لانیکا قصہ بیان کیا۔ میں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بڑے کمال کی بات تھی مجھکو تو اسکا وسوسہ بھی نہیں کہ میں نے کوئی کام کیا یہ تو حسنِ معاشرت ہے۔

(ملفوظ ۲۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالات کا جواب تو آسان مگر اسکے (یعنی میرے) سوالات کا جواب مشکل ہے میں نے کہا کہ بالکل صحیح ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ وہاں تو اینچ پینچ سے کام نہ لوگے سیدھی اور سچی بات کہو گے اسلئے خود ہی وہاں کے سوالات کا جواب آسان ہوگا اور یہاں اینچ پینچ سے کام نکالنا چاہتے ہو اور وہ چلتا نہیں اسلئے یہاں کے سوالات کا جواب مشکل ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ ۲۱۷) ایک نوعمر شخص نے آکر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتایا کہ کس چیز کا تعویذ اسپر حضرت والا

نے اسکو تنبیہ فرمائی ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بے خبری کا نتیجہ ہے فرمایا کہ یہ بے خبری
کا نتیجہ نہیں آپکو تجربہ نہیں یہ خبر کا نتیجہ ہے جو فطری چیزیں ہیں ان میں ضرورت نہیں تعلیم کی خلاف فطرت
میں ضرورت ہے تعلیم کی جسوقت گھر سے چلا ہوگا یہ تو ضرور معلوم ہوگا کہ کس چیز کا تعویذ لاؤنگا
وہی آکر ظاہر کر دیتا مگر اسکو خلاف پر تعلیم کی گئی ہوگی کہ جاکر چپ بیٹھ جانا جب تک وہ خود نہ پوچھیں
تو خود کچھ مت بولنا اور اسکو ادب قرار دیا گیا ہوگا اگر آپکو شبہ ہے تو میں ابھی معلوم کرائے دیتا
ہوں تاکہ آپ کو بھی تجربہ ہو جائے حضرت والا نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا
اس نے اقرار کیا کہ یہی مجھسے کہا گیا تھا فرمایا کہ مجھکو تو شب و روز ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے
اسکے بعد فرمایا کہ جاؤ ایک گھنٹہ کے بعد آکر پوری بات کہنا تب تعویذ ملیگا وہ شخص چلا گیا فرمایا کہ اب
کبھی انشاء اللہ ادھوری بات نہ کہیگا یہ طریق ہے اصلاح کا تاکہ ہمیشہ یاد رہے اب اس ہی واقعہ میں
بتلائیے کہ میری کونسی مصلحت ہے اسکی ہی مصلحت سے میں نے ایسا کیا اسپر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے
کہ بد خلق ہے آنے والوں کے اخلاق کو کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا
کہ اسکو ادب سمجھتے ہیں کہ خاموش آکر بیٹھ جائے کچھ بولے نہیں میرے نزدیک ادب تعظیم کا نام نہیں
بلکہ ادب کا ایسا مفہوم ہے کہ جو چھوٹوں بڑوں میں سب میں مشترک ہے وہ یہ کہ ادب کے معنی ہیں
حفظ حدود اور اسکے لئے لازم ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچے چاہے بڑا ہو یا چھوٹا ہو کافر ہو یا مسلمان ہو
سو یہ سب کے لئے مساوی ہے۔

**(ملفوظ ۱۵۱)** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو محبت و عقیدت کا دعوی ہی دعوی ہے
محبت اور عقیدت تو اسکو کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ساتھ حضرت
مولانا گنگوہی رح کو کھانا کھلا رہے تھے مولانا شیخ محمد صاحب تشریف لے آئے دیکھکر فرمایا کہ آہا
تو مرید کے حال پر بڑی نوازش ہو رہی ہے کھانا ساتھ کھلایا جا رہا ہے حضرت حاجی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعی ہے تو نوازش ورنہ مجکو تو یہ حق تھا کہ ایک روٹی اور اسپر دال انکے
ہاتھ پر رکھ کر کہتا کہ وہاں الگ بیٹھ کر کھاؤ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت
یہ فرما کر کن انکھیوں سے میرے چہرہ کو دیکھ رہے تھے کسی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
سے پوچھا کہ اسوقت آپکی کیا حالت تھی فرمایا کہ خدا کی قسم اسوقت قلب پر اسکا استحضار تھا کہ

ہیں تو اس سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہوں جو حضرت میری نسبت فرما رہے ہیں اھ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مرتبہ بننا آسان نہیں جب تک تکلوں سے چاقو سے اسکو کو چانہ جاوے مٹھائی اندر تک اثر کر نہیں سکتی نیز جوش بھی دیا جاوے چونے کے پانی میں اور وہ چوں نہ کرے کسی نے خوب کہا ہے۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے — بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

۲۱۹ (ملفوظ) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ صدق کا اور اثر ہوتا ہے کذب کا اور اثر ہوتا ہے صدق سے قلب کو اطمینان ہوتا ہے سکون ہوتا ہے کذب میں اضطراب ہوتا ہے بے اطمینانی ہوتی ہے خدانخواستہ مجھکو کسی مسلمان کو ذلیل کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے استغفراللہ لیکن اگر میں اس طرح پر کھود کرید نہ کروں تو پھر آخر اصلاح ہو کیسے جو بات اسوقت آپنے کہی دق کر کے تکلیف پہونچا کر پہلے ہی کیوں نہ کہدی تھی مجھکو خدانخواستہ آپ سے بغض نہیں کینہ نہیں عداوت نہیں اب آپنے سچ بات کہی سب کلفت دور ہو گئی یہ آپکے صدق کا اثر ہے پہلی باتوں میں سے ایک بھی دل کو نہ لگی تھی بہت اچھا میں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

۲۲۰ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ وقت مسلمانوں کی غفلت کا نہیں مگر مشکل تو یہ ہے کہ اگر مسلمان غفلت سے بیدار ہوتے بھی ہیں تو اسکے مصداق ہو جاتے ہیں ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی، — تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی،

یعنی اُس بیداری میں نہ اتباع احکام کا ہوتا ہے نہ باہمی اتفاق ہوتا ہے اسی نااتفاقی کے متعلق ایک انگریز حاکم نے ایک بات خوب کہی کہ ہندوؤں کے دو دشمن ایک مسلمان اور ایک انگریز۔ انگریزوں کے دو دشمن ایک ہندو اور ایک مسلمان۔ اور مسلمانوں کے تین دشمن ایک ہندو ایک انگریز ایک خود مسلمان۔

## ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

۲۲۱ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزوں نے تاریخ لکھی ہے بھائی اکبر علی مرحوم بیان کرتے تھے اُس نے ایک خود غرض قوم کے بارہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اور چمار ایک دادا کی اولاد ہیں مگر انکی

حرکات بھی چماروں سے کم نہیں نہایت کم حوصلہ اور بزدل قوم ہے اب ان تحریکات کی بدولت بہادری کا دعویٰ ان کے اندر بھی پیدا ہو گیا ہے مگر پھر بھی بندر بھبکی سے زیادہ نہیں جہاں کہیں خانہ جنگی ہوتی ہے میدان میں ان کو کہیں فتح نصیب نہیں ہوئی یہ دوسری بات ہے کہ کوٹھے پر چڑھکر اینٹیں برسادیں یا جہاں کہیں سارے گاؤں میں دو چار گھر مسلمانوں کے ہوئے وہاں پر سارے گاؤں نے ملکر مسلمانوں کو نقصان پہونچا دیا۔

(ملفوظ ۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب کی ایک عجیب حکایت ہے ذہانت کی اس سے پہلے کبھی ایسی حکایت کسی عالم کی سننے میں نہیں آئی جب لاہور تشریف رکھتے تھے اس زمانہ میں ایک خربوزہ والیکی دکان سے چار آنہ کے خربوزے خرید کر گھر لائے انکو تراش کر دیکھا تو سب پھیکے واپس لیکر دکان پر پہونچے کہ بھائی یہ تو سب پھیکے ہیں اس دوکاندار نے کہا کہ مولانا اب میرے یہ کس کام کے ہیں آپنے سبکو تراش ڈالا اب انکو کوئی خرید نہیں سکتا کہا اچھا بھائی یہ کہکر اسکی دکان کے قریب چادر بچھا اور اسپر خربوزے رکھ بیٹھ گئے اب جو خریدار اسکی دکا پر آتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ میاں خربوزے تو خریدو ہی گے مگر پہلے نمونہ چکھ لو اب کوئی نہیں خریدتا اس دکاندار نے کہا کہ مولانا اپنے چار آنہ پیسہ بھی لو اور مجھکو معاف کرو بس چار آنہ واپس لیکر گھر آگئے غضب کی ذہانت کی حکایت ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر درسی کتابیں کوئی سمجھ کر پڑھ لے تو وہ سب کام کر سکتا ہے حتیٰ کہ سلطنت بھی اگر ہاتھ میں آجائے تو اسکو بھی اوروں سے اچھی طرح پر انجام دیسکتا ہے اور ایک چیز درسی کتابوں سے بھی بڑھکر ہے یعنی صحبت دیکھئے صحابہ کرام نے کونسا تمدن سیکھا تھا محض حضور کی صحبت کی برکت تھی قیصر اور کسریٰ انکا لوہا مانگئے ایک ادنیٰ سا کمال ان حضرات کا یہ ہے کہ اسوقت نقشے نہ تھے قبلہ نما نہ تھے ریاضی کے آلات نہ تھے وہ خود ریاضی کے قواعد نہ جانتے تھے اسپر بھی دور دراز ممالک مفتوحہ میں جو مساجد بنائی گئی ہیں سبکا سمت قبلہ نہایت صحیح اسی طرح آجکل کے تمدن والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تمدن کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔

(ملفوظ ۲۲۳) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ آدمی دوسرونکی وجہ سے اپنے دین کو خطرہ میں کیوں ڈالے اپنی اصلاح مقدم ہے اپنی تو خبر ہی نہیں دوسرونکی فکر ہی

یہ بھی آجکل مرض عام ہو گیا ہے اور انکی نسبت یہ بھی فرمایا کہ ان سے کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ انکے اندر ذوق نہیں حالانکہ انھوں نے مجھسے اسوقت تک کوئی بات نہیں کی تھی مگر مجکو ان کے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ ذوق کی کمی ہے آخر بات چیت کرنے سے وہی بات ثابت ہوئی۔

(ملفوظ ۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کپڑا تو گھٹیا پہننا چاہئے کہ مقصود اس سے بھی حاصل ہے مگر کھانا اگر خدا دے تو اچھا کھانا چاہئے کیونکہ نہ کھانے سے مضمحل ہو جائیگا اور اسکی وجہ سے بیمار ہو جانیکا اندیشہ ہے پھر کوئی کام دین کا بھی نہ کر سکے گا آجکل لوگ اسکا عکس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کھانے کو کس نے دیکھا ہے پہننے کو سب دیکھتے ہیں یہ بھی ایک مرض ہے جسکا تعلق جاہ سے ہے اور مزاحاً فرمایا کہ کھانیکا تعلق باہ سے ہے۔

## ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لڑکیوں کو کچھ نہیں پڑھاتے بالکل جاہل رکھتے ہیں یہ بُرا ہے کم از کم قرآن شریف اور دینیات کے چند رسالہ جس سے نماز روزہ اور ضروری معاملات کے احکام سے بخوبی واقفیت ہو جائے پڑھا دینا چاہئے۔

(ملفوظ ۲۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جب سب حضرات یہاں حاضر ہوتے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جو ذرا نازک تھے جب شب میں اٹھتے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ابھی نہیں لیٹے رہو جب وقت ہو گا ہم خود جگا دیں گے یہ شفقت ہے شیخ کی مطلب یہ تھا کہ کام وہ کرنا چاہئے جسمیں مداومت ہو سکے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طریق میں رہبر کامل کی سخت ضرورت ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو، پیش مردے کاملے پامال شو،

(ملفوظ ۲۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لوگ بدنام

کرتے تھے کہ خشکی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے حضرت کے یہاں انتظام تھا اُسکو نخوت سے تعبیر کیا۔

(**ملفوظ** ۲۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر لوگ آکر سیدھی اور سچی بات کہدیا کریں تو کوئی بھی جھگڑا نہ ہو گنوار بھی تو شہریوں والی باتیں آکر بگھارتے ہیں اُسمیں کھنڈت پڑتی ہے ہمتو دیہاتی آدمی ہیں ہمکو تو وہی سیدھا سادہ طرز پسند ہے بات وہ ہونی چاہئے جسمیں دوسرے کو اذیت نہ ہو تکلیف نہ ہو الٹی پلٹی بات سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے خدا ناس کرے اس رسم و رواج کا جس نے معاشرت ہی بدلدی۔ ان بیہودہ باتوں میں نہ راحت ہے نہ اطمینان نہ سکون سوائے اذیت اور کلفت کے کچھ بھی نہیں۔

## ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ
## مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

(**ملفوظ** ۲۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پردہ کے متعلق آجکل بہت ہی گڑبڑ ہو رہی ہے بڑے بڑے مدعیان عقل کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اس بیباکی اور جرأت کی کوئی انتہا ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حج فرض ہے عورت سفر کرکے جاسکتی ہے مگر یہ بھی فرض ہے کہ محرم ساتھ ہو اتنی بڑی فضیلت کی چیز اور اتنا بڑا شعار مگر وہ بھی مشروط ہے مگر آجکل آزادی کا اسقدر زہریلا اثر پھیلا ہوا ہے کہ قطعاً احکام کی پروا نہیں کیجاتی اور یہ سب بے فکری کے کرشمے ہیں اگر نتائج کی فکر ہو ایسا کرنیکی کبھی ہمت نہیں ہوسکتی فکر عجیب چیز ہے اس سے سب راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں اسوقت تحریکات کی بدولت بہت آزادی بڑھ گئی ان تحریکات میں مسلمانوں کو شریعت کا بھی پاس و احترام نہیں رہا جو نہایت خطرناک بات ہے اور اسی کی بدولت اہل باطل خصوص اہل ہنود کو بڑی قوت پہونچی اُن کے قلب میں مسلمانوں کی کوئی وقعت ہی نہ رہی اسپر ایک حکایت فرمائی کہ کاندھلہ میں ایک وکیل صاحب ہیں جو ظریف بھی ہیں وہ ریل میں سفر کر رہے تھے چند ہنود بھی اُسی ڈبہ میں تھے اہل باطل کو ہمیشہ عادت ہوتی ہے چھیڑ کیا کرتے ہیں اُن ہنود میں سے ایک شخص نے ان وکیل صاحب سے پوچھا کہ اگر تمکو سلطنت ملجائے تو تم ہنود کے ساتھ کیا کرو انھوں نے کہا کہ کیا کریں گے

۲۵

جو شریعت کا حکم ہے وہی کریں گے اول اسلام کی دعوت پھر جزیہ کی دعوت اسکو بھی نہ مانا جاوے تو جنگ کی دعوت اب انھوں نے نادانی کی اُن سے پوچھا کہ اگر تمکو سلطنت ملجائے تو تم مسلمانوں کے ساتھ کیا کروگے کہا کہ مسلمانوں کے اتنے جوتے لگاویں گے کہ سر پر کیل بھی باقی نہ رہے انھوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شروع کی کہ اللہ تیرا شکر ہے احسان ہے وہ بولے کس بات کا شکر ادا کرتے ہو کیا جوتے کھانیکا شکر ادا کرتے ہو انھوں نے کہا کہ نہیں یہ نہیں بلکہ اسکا شکر ادا کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ تمکو کبھی سلطنت اور حکومت نہ ملیگی کیونکہ تمھاری نیت پہلے ہی سے ظلم کی ہے۔ اور کہیں تاریخ میں نہیں کہ کسی ایسی قوم کو سلطنت ملی ہو جنکا ارادہ پہلے سے ظلم کا ہو۔

**(ملفوظ ۲۳۰)** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ اہل یورپ میں علاوہ کفر کے اور سب خوبیاں ہیں میں نے کہا کہ ایک خوبی تو میں بھی بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ کسی پر شفقت نہیں سوائے اپنے مطلب کے اسپر خاموش ہوگئے کوئی جواب نہیں دیا۔

**(ملفوظ ۲۳۱)** ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی سمجھ میں اگر اور بھی کچھ نہیں آتا مگر دوسری قوموں کی ان سے عداوت یہ تو کھلم کھلا نظر آتی ہے مگر یہ جانکر بھی دھوکے میں آجاتے ہیں اور اس سے بھی بڑا سبب مسلمانوں کے نقصان کا یہ ہے کہ ان میں نظم نہیں۔

**(ملفوظ ۲۳۲)** ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسلمانونکی تو اس بات پر افسوس ہے کہ دوسری قوموں کی سی صورت بناتے ہیں فرمایا کہ یہ بالکل صحیح ہے مگر وہ لوگ ہماری جیسی شکل نہیں بناتے پھر ہمیں ہی کیا ضرورت ہے کہ دوسرونکی وضع اور لباس اختیار کریں۔

**(ملفوظ ۲۳۳)** ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ عجب اور کبر دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ عجب میں دوسرے کو حقیر نہیں سمجھتا اپنے کو عظیم سمجھتا ہے اور کبر میں دوسرے کو بھی حقیر سمجھتا ہے

**(ملفوظ ۲۳۴)** ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ضروری علوم میں تدقیق ضروری نہیں دقائق میں پڑکر فن کو مشکل کردیا باقی ناواقف کے نزدیک تو خود فن ہی مشکل ہے گو اسمیں تدقیق بھی نہ ہو ایسے شخص کے سامنے فن کا بیان کرنا ایسا ہے جیسے طبیب مریض کے سامنے بیٹھکر فن کو بیان کرنے لگے اسکو تو مشکل ہی معلوم ہوگا گو تدقیق نہ کرے۔

(ملفوظ ۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل رسمی بزرگی کی بدولت لوگوں کے قلب میں طریق کی عظمت وقدر نہیں رہی بلکہ رسم کا غلبہ ہوگیا ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں سادات کی عظمت بھی رسم ہی کے ماتحت ہے بلکہ قرآن شریف کی عظمت بھی وہی رسمی ہے اگر حقیقی عظمت ہوتی تو اسکی تعلیم پر تو عمل ہوتا حالانکہ دونوں چیزوں کے جمع کرنے کی ضرورت ہے یعنی عظمت بھی ہونی چاہئے اور عمل بھی اسی طرح بزرگی کا معیار بھی رسمی رہ گیا جہاں ایک دو کرامت ظاہر ہوئی خواہ حقیقی یا خیالی اور بزرگی کی رجسٹری ہوئی کیا خرافات ہے اور اگر کہیں کسی بزرگ نے لڑکے لڑکی بیوی نوکر سے کنارہ کرلیا پھر تو تارک دنیا بھی ہوگئے اگر غلبہ سے ایسا ہو تب بھی کمال نہیں سالک تو وہ ہے کہ اسکے مقام کو غلبہ ہو اور اسکا حال مغلوب ہو۔

(ملفوظ ۲۳۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مغلوبیت میں اختیار نہیں رہتا اور بعض اوقات شعور رہتا ہے شعور اور چیز ہے اور اختیار اور چیز ہے جیسے اپریشن کے وقت نشتر لگنے پر آہ نکلتی ہے اسوقت اختیار نہیں رہتا مگر شعور ہوتا ہے یہ حالت بے اختیاری کی اضطرار کہلاتا ہے اسکو غلبہ حال بھی کہتے ہیں اور حال کوئی مقصود چیز نہیں ایک وقتی بات ہے اور مقام مقصود ہے مگر غیر مبصر ان دونوں میں فرق نہیں کرسکتا اسلئے اسکو حق نہیں کہ وہ کسی پر اعتراض کرے اسکو تو اشتباہ کے موقع پر صرف یہ کرنا چاہئے کہ خاموش رہے ہاں مبصر کو حق ہے کہ اپنی بصیرت سے صاحب حال کو یہ بتلائے کہ یہ تیری حالت قابل اطمینان نہیں بلکہ ایک کیفیت کا غلبہ ہے جو چند روزہ ہے اور یہ بتلانا بھی جزئی طور ہو کلی تحقیق نہ کرنے لگے اور جب طالب کے سامنے کلی تحقیق مناسب نہیں تو۔۔ غیر طالب سے تو ایسا خطاب ہرگز نہیں چاہئے اسمیں فن کی بے قدری بھی ہے۔

(ملفوظ ۲۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زیادہ وجہ لوگوں کی مجھ سے ناراض ہونے کی یہ بھی ہے کہ میں سچی اور اصولی بات کہتا ہوں اسمیں افراط تفریط نہیں ہوتی وہ لوگوں کو پسند نہیں آتی اسپر خفا ہوتے ہیں مزاحاً فرمایا کہ یہ اسلئے کہ وہ بات صاف ہوتی ہے اسمیں خفا نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس زمانہ میں ایکدم ایسی کایا پلٹ ہوئی ہے کہ جس کا وہم گمان بھی نہ تھا کہ کبھی ایسا وقت بھی آئیگا فلاں مدرسہ کے ارکان اور مجلس شوریٰ سے

گفتگو ہوئی اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے بزرگوں کے مسلک اور مشرب کی انکو ہوا تک نہیں لگی
ایک بیہودہ تحریر جسمیں ایک رکن صاحب نے مجکو خطاب کیا تھا یہ سب گڑبڑ ہوئی آخر تہذیب
بھی تو کوئی چیز ہے اسمیں تہذیب بھی نہ تھی میں نے سرپرستی سے انکار کردیا اور کہدیا کہ خط کا معاملہ
تو ماضی کا ہے وہ تو مضی ما مضی مگر سرپرستی کا معاملہ مستقبل ہے جسمیں مجکو ہر طرح کا اختیار ہے
منسوخ بھی کرسکتا ہوں باقی بھی رکھ سکتا ہے میرے اختیار سے تو باہر نہیں مگر بقاء اسی وقت
ہوسکتا ہے کہ حدود اور اصول شرعیہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ کہنے لگے کہ اُس تحریر ماضی کے متعلق
بھی کچھ تدارک ہونا چاہیئے میں نے کہا کہ میں کیا تدارک کروں کیا میں خود اپنے منہ میاں مٹھو بنوں
اور یہ لکھوں کہ میں ویسا نہیں جیسا اُس تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہا کہ مسودہ لکھدیجئے گا ہم لوگونکی
طرف سے اسکی اشاعت کردیجائیگی میں نے کہا کہ مجھکو ضرورت نہیں آپ خود لکھیں اور اخیر بات
یہ ہے کہ ان قصوں کی ضرورت ہی کیا ہے کسی اور کو سرپرست تجویز کرلیجئے مجھکو تو ویسے ہی ایسے
بکھیڑوں سے وحشت ہوتی ہے جو چیز یکسوئی میں مخل ہو اور ہو غیر ضروری اُس سے علیحدہ ہی رہنے
کو طبیعت چاہتی ہے کہا کہ سرپرست کے اختیارات کیا ہونا چاہیئے میں نے کہا کہ جو پہلے سے
مدرسہ کے قواعد میں سرپرست کے اختیارات ہیں وہی رکھے جائیں دیکھ لیا جائے کہ کیا
اختیارات تھے میں نے یہ بھی کہا کہ ہر حال میں یہ ضرور ہے کہ سرپرست ایسے شخص کو بنایا جائے
جو اپنے بزرگوں کا نمونہ ہو اسکے خلاف کو میں خیانت سمجھتا ہوں مگر مجھکو نہ بنایئے اسلئے کہ مجھکو
ایسے معاملات سے مناسبت نہیں اور نہ دلچسپی اسپر کہا کہ آپ ہی کو منظور کرنا ہوگا میں نے کہا
کہ سرپرستی کی میری کوئی خواہش نہیں درخواست نہیں اگر آپ کی خواہش ہے تو مجھکو شرائط
کا حق ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میری ذاتی رائے ہے کہ سرپرست کو بالکلیہ اختیارات ہوں اسپر
ایک صاحب بولے کہ تو اس صورت میں اہل شوریٰ نکمی ہوئی۔ میں نے کہا کہ نہیں اہل شوریٰ کا
جو کام ہے یعنی محض مشورہ وہ اُس کام کو برابر انجام دیتے رہیں جسکا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کے
مشوروں سے سرپرست کی رائے اور نظر محیط ہوجائیگی کیونکہ ایک شخص کی رائے اور نظر ہر وقت
اور ہر کام میں محیط نہیں ہوتی اس ہی لئے اہل شوریٰ کی ضرورت ہے اور اس سے زائد اہل شوریٰ
کا کوئی منصب نہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں وشاورھم فی الامر فاذا عزمت اذا ع۔ متم

نہیں فرمایا نہ اذا عزم اکثرکم فرمایا بلکہ فاذا عزمت فرمایا اس سے جمہوریت کوئی چیز نہیں رہتی۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ اگر سرپرست کو بالکلیہ اختیارات دیدیئے جائیں تو اندیشہ ہے کہ صاحب غرض آکر اُسکی رائے کو بدلدیں اور متاثر کردیں میں نے کہا کہ یہ ہی احتمال شوریٰ میں بھی ہے بلکہ اہل شوریٰ کے متعلق تو ایسے واقعات ہیں جسمیں اُنکی رائے پر اثر ڈالا گیا اور سرپرست کے تو ایسے واقعات بھی نہیں۔ غرض اسپر اتفاق رائے ہوگیا کہ مجھکو سرپرست بنایا جائے میں نے کہا کہ ایک میری رائے اور ہے وہ یہ کہ عجلت سے کام لینا مناسب نہیں مرکز پر جاکر اور اپنے احباب سے مشورہ کرکے اور خود بھی آزادی کے ساتھ فکر اور غور کرکے جو بات قرار پائے مجھکو لکھدیا جائے اور یہ بھی سن لیجئے کہ مجھکو اسکا انتظار بھی نہ ہوگا اسلئے کہ مجھکو اسکا اشتیاق نہیں۔ جن صاحب کے ہاتھ کی وہ بیہودہ تحریر تھی جس سے اُنھوں نے معافی مانگ لی تھی اس معافی کی اشاعت کے متعلق انھوں نے تو کچھ نہیں کہا مگر اُن کی طرف سے ایک صاحب بطور وکیل گفتگو کرنے لگے کہا کہ وہ مضمون معافی کا النور یا الہادی میں شائع کردیا جائے میں نے کہا کہ یہ رسالے تو میری طرف منسوب ہیں انمیں چھاپنا موہم ہوگا میری استدعا کو مستقل چھاپنا کہا کہ اخبارات میں مضمون دیدیا جائے میں نے کہا کہ یہ بھی مناسب نہیں اسلئے کہ اخبارات نااہلوں کے ہاتھ میں جاتے ہیں مجھکو یہ بھی گوارہ نہیں کہ ان صاحب تحریر کی اہانت نااہلوں کی نظر میں ہو غرضکہ میری طرف منسوب رسالوں میں شائع ہو یہ میری وضع کے خلاف ہے اور اخبارات میں شائع ہو وہ آپکی شان کے خلاف ہے اور جو کچھ مجھکو شکایت ہوئی محض اسوجہ سے کہ آپکو محبت کا دعویٰ ہے معاملہ سے بھی اسکا اظہار کیا جاتا ہے اور زبان سے بھی کہا جاتا ہے انا محبک للہ ورنہ میں تو اپنے کو اس سے بھی بدتر سمجھتا ہوں جتنا مجھکو کہا جاتا ہے دیکھئے احمد رضا خاں صاحب نے مجھکو ہمیشہ بُرا کہا مگر مجھپر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا ایک صاحب بولے کہ جس تحریر پر شکایت ہے اُن صاحب تحریر کی عادت ہی ایسی ہے اُنکی تحریر کا طرز ہی یہ ہے میں نے کہا آپ کچھ خیال نکریں اس جاننے کے ساتھ کہ اُنکا یہ طرز ہے یہ بھی جان لینا چاہئے کہ دوسرے کا یہ طرز ہے کہ وہ اس سے دلگیر دل گرفتہ ہوتا ہے اُنکا یہ طرز ہمارا یہ طرز پھر ہمارے طرز سے ہمکو کیوں روکا جاتا ہے اسپر خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اور صاحب تحریر نے مجھسے جب معافی مانگی میں نے صاف کہدیا کہ معافی تو یہ ہے

ہیں نہ دنیا میں مواخذہ کرونگا نہ آخرت میں لیکن اگر تعلقات بھی ویسی ہی رکھنا چاہتے ہو تو اس کے لئے یہ ہی شرط ہے کہ اپنی غلطی کو چھپوا کر شائع کرو اور بہتمم مدرسہ کی وجہ سے مدرسہ والوں کی موافقت کرتا تھا لوگ کہتے تھے کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب مرحوم سے متاثر ہے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے خوب جواب دیا تھا کہ میاں جو زمانہ تحریکات میں سارے ہندوستان کی مخالفت سے متاثر نہیں ہوا وہ ایک بیچارے مولوی حبیب الرحمن صاحب سے کیا متاثر ہوگا۔

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سبحان اللہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی عالی حوصلگی قابل دید ہے کہ میرا مسلک جو حضرت مولانا کے مسلک سے ظاہراً مختلف تھا ڈھکا چھپا نہ تھا مگر حضرت ذرا بھی دلگیر نہ ہوئے بڑے اور چھوٹوں میں یہ فرق ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں قوت بدنیہ بھی اسقدر تھی کہ حجۃ الوداع میں ترسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اونٹ کا ذبح کرنا کوئی آسان بات نہیں کل سو اونٹ حضور نے اپنی ملک سے قربانی کئے تھے اب تو کسی کو یوں کہنے کا حق نہیں رہا کہ ہمارے حضور نعوذ باللہ مفلس ...... تھے دکھائے تو کوئی کسی تاریخ میں کہ کسی بادشاہ نے سو اونٹ اپنی ملک سے قربانی کئے ہوں اور اس بادشاہی شان کے ساتھ محبوبیت کی شان یہ ظاہر ہوئی کہ ذبح کے وقت ہر اونٹ کی یہ حالت تھی کہ وہ حضور کی طرف بڑھتا تھا کہ حضور پہلے مجھکو ذبح کریں بس یہ حالت تھی ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف ۔۔۔ بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

(ملفوظ ۲۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک تحصیلدار صاحب میرے پاس آئے کہنے لگے کہ طاعون سے بھاگنا کیوں ناجائز ہے میں نے کہا کہ پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیدیں وہ یہ کہ سپاہی کا میدان جنگ سے بھاگنا کیوں جرم ہے حالانکہ وہاں پر جان کا خوف طاعون سے بھی زیادہ ہے تو میدان میں رہنا تو خلاف عقل نہیں اور طاعون میں رہنا خلاف عقل ہے وہ سمجھ گئے میں نے کہا کہ بادشاہ مجازی کو تیس روپیہ تنخواہ دیکر حق حاصل ہے کہ وہ جان کا مالک بنجاوے اور حق تعالیٰ کو پیدا کر کے بھی یہ حق نہ ہو اس جواب پر بہت مسرور ہوئے پوری تسلی ہوگئی اور بہت ہی خوش ہوئے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وہاں تو

احتمال بہت ضعیف ہوتا ہے کہ جان بچا کر آجاؤنگا بلکہ اگر یقیناً معلوم ہو جائے کہ گولی سے مار دیا جاویگا تب بھی کوئی نہ سنے گا کہ مجھکو یقین ہو گیا تھا کہ مارا جاؤنگا بھاگ جانیکو جرم ہی قرار دیا جاویگا اور طاعون میں تو یہ یقین بھی نہیں۔

(ملفوظ ۲۴۲) ایک مولوی صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کو معذب دیکھیں گے کیا ان کو رحم نہ آویگا جبکہ ہمکو رحم آجاتا ہے فرمایا کہ رحیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ اپنے بندوں کے ساتھ اپنے ارادہ سے لطف کا معاملہ کرتے ہیں یہ نہیں کہ وہ مخلوق کی طرح کسی کی تکلیف دیکھکر متاثر ہوتے ہیں اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ ان صفات میں افعال مراد ہیں نہ کہ مبادی ......................................................................................................................انفعالات نہیں محض افعال ہیں بدون افعال کے ثمرہ عطاء نہ فرما سکیں معترض نے اپنے اوپر قیاس کر لیا یہ درسیات تمام شبہات کے لئے بالکل کافی ہیں اگر سمجھ کر پڑھ لے سب ظلمات و شبہات دور ہو جائیں چنانچہ مبادی کا مراد نہ ہونا افعال کا مراد ہونا صریح الفاظ میں کتابوں میں موجود ہے مگر سمجھکر نہیں پڑھتے۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک قانون مقرر کر کے کیا اچھا انتظام کیا تھا کہ سارے ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا وہ یہ کہ انھوں نے حکم دیا تھا کہ بازار میں بجز ایسے شخص کے کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں جو مسائل فقہیہ جانتا ہو مطلب یہ تھا کہ جو خریدار ان سے معاملہ کرینگے انکو بھی مسائل سے آگاہی ہو جائیگی اس طرح سے بلا مشقت تمام ملک مدرسہ ہو جائیگا سو وہ تو سارے ملک کو مدرسہ بنانا چاہتے تھے اور آجکل بقول مولانا سید احمد مولویوں میں یہ کمی ہو گئی ہے کہ پڑھکر یا تو دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں یا ذکر و شغل میں درس و تدریس چھوڑ بیٹھتے ہیں تو وہ اپنے مقام کو بھی مدرسہ نہیں بناتے۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ صحابہ کے متعلق کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ کیا صحابہ ہنستے بھی تھے انھوں نے کہا کہ اسقدر کہ ایک کے اوپر ایک گرتا تھا۔ مگر ایک ہنسنا ہوتا ہے غفلت کا اور ایک ہنسنا ہوتا ہے خوش خلقی اور محبت کا جو کہ دوستوں کا حق ہی جیسے کہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی باوجود کمال عشق و محبت الٰہی کے جسکو ہر ایمان والا سمجھ سکتا ہے یہ حالت تھی کہ خالق اور مخلوق دونوں کا حق ادا فرماتے تھے۔

(ملفوظ ۲۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کرام کے قلب میں تو بسی ہوئی تھی آخرت اور دنیا انکی نظر میں اس سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی جیسے پیشاب پاخانہ کا معاملہ بضرورت کرنا پڑتا ہے اور آجکل اسکے عکس معاملہ ہے کہ آخرت کی طرف تو بقدر ضرورت بھی توجہ نہیں اور دنیا میں انہماک ہے

(ملفوظ ۲۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قلبی کیفیت کی حقیقت سے عشاق ہی کچھ آشنا ہوتے ہیں اور آخر وہ کیا چیز تھی جس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پہاڑی پر چڑھکر جان دینے کو تیار تھے آخر کوئی تو چیز تھی اور اس کیفیت میں شعور ہوتا ہے اختیار نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۲۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام میں حق تعالیٰ کی عظمت کی تعلیم اسقدر کی گئی ہے کہ دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں ابتداءً نہیں آتی کام کرنے سے سمجھ میں آتی ہے بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ وہ کرنے سے سمجھ میں آتی ہیں۔

## ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ،

(ملفوظ ۲۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل طلب ہی نہیں اگر طلب ہو تو سخت سے سخت شرائط اور باتیں بھی منظور کرلیں اور شبہات بھی سب عدم طلب ہی کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں جب طلب ہوتی ہے تو طالب کی شان ہی کچھ اور ہو جاتی ہے اگر وہ زبان سے بھی اپنے حال کا اظہار نہ کرے تب بھی چھپا نہیں رہتا۔

(ملفوظ ۲۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا تھا اسمیں لکھا تھا کہ میری دو ماموں ہیں جنکی دو دو ڈھائی ڈھائی ہزار روپیہ تنخواہ ہے میں بیوہ ہوں عرصہ دو سال سے بیمار ہوں کئی کئی خط دونوں ماموں کے پاس روانہ کر چکی ہوں خرچ تو بڑی چیز ہے خط کا جواب بھی نہیں دیتے فرمایا کہ ایسے واقعات معلوم ہو کر بہت ہی دل دکھتا ہے آدمی تو آدمی جانوروں کی تکلیف سے بھی دل کی یہی حالت ہو جاتی ہے میں کہتا ہوں کہ محبت نہ ہو تو کم از کم دل میں ترحم تو ہو کسقدر بے رحمی

اور سنگدلی کی بات ہے کہ خط کے ذریعہ سے بھی بیچارہ کی تسلی تشفی نہیں کر دیتے۔

(ملفوظ[۲۴۹]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ایک مضمون عجیب و غریب نظر سے گذرا کہ گناہ کم کرو یعنی نہ کرو موت آسان ہو جاوے گی اور کسی سے قرض مت لو دنیا میں آزاد رہکر زندگی بسر ہوگی ترک ذنوب میں یہ خاصہ ہے کہ موت کے وقت آسانی ہوتی ہے کیونکہ مرتے وقت بشارت نصیب ہوگی جس سے موت سہل ہو جاوے گی۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قرض لینا ضرورت شدید میں جائز ہے جیسے جہاد کیلئے یا کفن ڈالنے کیلئے یا کپڑے پھٹ گئے ہوں ستر ظاہر ہونے لگا اس کے چھپانے کیلئے ومثل ذلک ...... ایسے شخص کے حق تعالیٰ قرض ادا ہو جانے کے کفیل ہیں۔

## ۲۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ،

(ملفوظ[۲۵۰]) ایک نئے خیال کے مولوی صاحب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہاں پر آئے تھے میں نے مہمان سمجھکر اچھا برتاؤ کیا وہ کھلے تو مجھ سے کہا کہ مجھے تنہائی میں کچھ کہنا ہے میں نے انکو تنہائی کا وقت دیا مختلف باتیں ہوتی رہیں کہا کہ آپکو کیا ضرورت ہوئی کہ آپنے ترجمہ قرآن پڑھانے کا نیا طرز نکالا متقدمین کے خلاف کہنے لگے کہ اب نئے نئے شبہات ہونے لگے ہیں ان نئے شبہات کا جواب بدون اس طرز جدید کے نہیں ہو سکتا میں نے کہا کہ پرانے طرز کی تفسیروں کو اگر سمجھکر پڑھ لیا جاوے سب شبہات کا جواب ان میں موجود ہے اور میں نے یہ بھی کہا کہ اسکا ایک امتحان ہے وہ یہ کہ دو گر بجویٹ لیلئے جائیں ایک کو میں پرانے اصول پر ترجمہ پڑھاؤں اور ایک کو آپ اپنے نئے اصول پر پڑھائیں پھر کوئی شخص اپنے نئے شبہات دونوں کے سامنے پیش کرے اور دونوں اپنے اپنے طرز پر جواب دیں پھر اس سائل سے پوچھ لیا جاوے کہ بولو کس کے جوابوں سے تسلی ہوئی کہنے لگے کہ پرانے طرز سے تسلی کر دینا آپ کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے نہیں کر سکتے میں نے کہا کہ میں کیا چیز ہوں مجھ سے بڑے بڑے اکابر ہیں اور اگر یہی فرض کر لیا جاوے تو جن کو آپ پڑھاتے ہیں یہاں بھیجدیا کیجئے آپ کیوں پڑھاتے ہیں اسکا کوئی شافی جواب نہ دے سکے۔

(ملفوظ[۲۵۱]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب یہاں پر آئے ہیں تو دریافت کیا کہ کیسے تشریف

لائے کہا کہ فلاں مولوی صاحب نے بھیجا ہے کہ تم جاکرلے آؤمیں نے کہا کہ شاید میرے عذر کی خبر نہیں آپکو کہا کہ مجھکو تو خبر ہے میں نے کہا کہ پھر کیوں آئے کہا کہ اس خیال سے کہ اس بہانہ سے زیارت ہوجاویگی میں نے کہا کہ کرایہ اُنکا اور زیارت تم کرو یہ جائز ہے یہ تو خیانت ہے آپکو مشورہ دینا چاہئے تھا اسکے متعلق کہ اُسکو آنے میں یہ عذر ہے مجھکو اُنکی یہ حرکت سخت ناگوار ہوئی میں نے کہا کہ آپ کو ٹھیرنے کی اجازت نہیں واپس تشریف لیجائیے گاڑی جانے والی تھی وقت قریب تھا چلے گئے بعد میں کوئی خط وغیرہ نہیں آیا معلوم ہوتا ہے کہ خفا ہوگئے ایسے ایسے کورمغز آتے ہیں اور مجھکو بدنام کرتے ہیں کہ اخلاق اچھے نہیں ان کے اخلاق بہت پاکیزہ ہیں لوگوں کو دھوکہ دیتے پھرتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۵۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نئی روشنی والوں کو حضرت کی تقریر اور تحریر سے بہت تسلی ہوتی ہے فرمایا کہ اُنکو دوسرے اہل تحقیق کی خبر نہیں اسلئے تسلی ہونا ہی چاہئے اور اور ایک بڑا سبب تسلی کا یہ ہے کہ میرے یہاں سیدھی اور سچی بات ہوتی ہے یہ اُسکا اثر ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ رنڈی اور گھرستن کو پاس پاس بٹھلا دو اول وہلہ میں لوگ رنڈی ہی کو پسند کریں گے اسلئے کہ وہ چکنی چپڑی ہوتی ہے اچھی معلوم ہوتی ہے مگر چند روز کے بعد جب حقیقت منکشف ہوگی اُسوقت گھرستن ہی کو پسند کریں گے گو وہ چکنی چپڑی نہیں ایسے ہی لوگ اول وہلہ میں چکنی چپڑی باتوں کو پسند کرتے ہیں مگر کشف حقیقت کے بعد پھر سادہ ہی باتیں پسند ہونگی اسیطرح تسلی بھی اُن نئی روشنی والوں کی ہوتی ہے جنکو کچھ بھی لگاؤ ہے کیونکہ کچھ حقیقت اُن پر بھی منکشف ہوجاتی ہے ورنہ اکثر نئی روشنی والے تو ایسے احمق ہیں کہ جہاں کوئی نئی بات دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ واہ کیا عجیب تحقیق ہے پرانی بات کیسی ہی ہو اُسکو پسند نہیں کرتے جیسے کسی ناحقیقت شناس کو اگر گھرستن چودہ سال کی بھی ہو تو پسند نہیں اور بازاری اگر پچاس برس کی بھی ہو پسند ہے ان کا یہی مذاق ہے اور ہم مذاق میں مزاحمت نہیں ہوتی مگر اُس مذاق کی تائید میں قرآن و حدیث پر کیوں مشق کرتے ہیں ناگواری اسپر ہوتی ہے مگر آجکل کے مدعیان عقل کا مذاق یہ ہوگیا ہے کہ ہر چیز کو قرآن شریف میں ٹھونسنا چاہتے ہیں خواہ وہ چیز قرآن سے کچھ بھی تعلق نہ رکھتی ہو یہ تو ایسا ہے جیسے طب اکبر میں کوئی شخص

جو بی سینے کی ترکیب ٹھونس دے بس تفسیریں ہیں آجکل کی چنانچہ ایک صاحب نے اذا الصحف نشرت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قیامت کے قریب اخبار بہت جاری ہو جائیں گے - ایک اور شخص نے کہا تھا کہ تحقیق جدید سے ثابت ہے کہ منی میں کیڑے ہوتے ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے خلق الانسان من علق - ایک اور شخص نے کہا تھا کہ آجکل سائنس سے ثابت ہو گیا ہے کہ تخم میں گٹھلی میں دو حصے ہوتے ہیں اُن میں نر و مادہ کے خواص ہیں اسکے بعد کہتے ہیں کہ سورۂ یٰسین میں سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ نباتات میں بھی میاں بیوی ہوتے ہیں ان چیزوں کو قرآن میں ٹھونسنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پچاس برس کے بعد اگر کوئی ان تحقیقات کا نافی پیدا ہو گیا اور تم نے ان تحقیقات کو قرآن کا جز تسلیم کر لیا تھا تو وہ بہت آسانی سے قرآن کی تکذیب کر سکے گا -

(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں میں یہ نئے نئے لقب کہاں سے گھس آئے ہمارے اکابر اتنے اتنے بڑے گذرے ہیں کسی کا کوئی لقب نہ تھا نہ امام الہند نہ شیخ الہند نہ شیخ الحدیث نہ شیخ التفسیر نہ ابو الکلام نہ امیر الکلام محض سادگی تھی ہمکو تو وہی طرز پسند ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو کتبہ ہے اسمیں حضرت کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام لکھا ہے فرمایا کہ یہ آج ہی آپکی زبانی سنا ہے مگر خیر یہ لقب پھر پرانا ہے نئے القاب کی سی اسمیں ظلمت نہیں ہمارے بزرگوں کی سادگی کی تو یہ حالت تھی ایکمرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پانوں دیوا رہے تھے ایک گنوار آیا اُس نے نہایت بیباکی سے کہا کہ مولوی جی بڑا جی خوش ہو رہا ہوگا کہ ہم ایسے ہیں کہ لوگ ہمارے پانوں دبا رہے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی راحت سے تو جی خوش ہوتا ہی ہے اُس نے کہا کیا یہ جی میں نہیں آتا کہ میں بڑا ہوں فرمایا الحمد للہ بڑے ہونیکا تو قلب میں وسوسہ تک بھی نہیں آتا اُس نے کہا کہ مولوی جی تو پھر تم کو پانوں دیوانا جائز ہے اس واقع سے حضرت کی بے نفسی اور سادگی اور اس شخص کی بھی بے تکلفی اور سادگی کا پتہ چلتا ہے آجکل کے مدعیان تہذیب اس واقع سے سبق حاصل کریں اگر یہ نہیں تو میں تو آجکل کی تہذیب کو تعذیب کہا کرتا ہوں -

# ۲۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۲۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ آپکا جواب مختصر بہت ہوتا ہے جی نہیں بھرتا میں نے پوچھا کہ کافی بھی ہوتا ہے کہا کہ کافی تو ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ جواب وافی بھی ہو اور جب کافی ہے تو شافی بھی ہے وافی نہ سہی۔

(ملفوظ ۲۵۵) ایک صاحب کے لباس پر حضرت والا نے تکلفات کی مذمت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ لباس میں کیا رکھا ہے حافظ صاحب فرماتے ہیں ؎

ببیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم ۔۔۔ شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

حافظ صاحب کا بھی عجیب کلام ہے موجد ہیں اس طرز کے اس سے قبل کسی نے یہ طرز نہیں اختیار کیا البتہ ان کے بعد لوگوں نے اس طرز کا اتباع کیا مگر ہو نہیں سکا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص خشک مزاج مدعی عمل بالحدیث کہنے لگے کہ حافظ شیرازی کو باوجود اُن کے رندانہ کلام کے کیوں بزرگ مانا جاتا ہے اور کلام میں تاویل کیوں کیجاتی ہے اُن میں کونسی بات بزرگی کی ہے میں نے کہا کہ عمل بالحدیث کی ضرورت سے ایسا کیا جاتا ہے کہنے لگے کونسی حدیث ہے میں نے کہا حدیث شریف میں آیا ہے انتم شهداء الله فی الارض اب تم جامع مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور ہر شخص سے ان کے متعلق دریافت کرنا شروع کرو دیکھو کہ کیا جواب ملتا ہے دوسرے علی سبیل التنزل اگر غیر بزرگ کو کوئی بزرگ خیال کرے تو کوئی معصیت نہیں اور اسکے عکس میں اندیشہ ہے معصیت کا

(ملفوظ ۲۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی جیسی شان تھی وہ اُن کے واقعات سے معلوم ہو سکتی ہے ایک شخص نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ایک صاحب ہیں انبہٹہ میں وہ کہتے ہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھکو سماع کی اجازت دی ہے حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوا بھی ہو تو حجت نہیں حضرت حاجی صاحب جس فن کے امام ہیں اس میں ہم اُن کے غلام ہیں باقی یہ مسائل فقہیہ ہیں اسمیں فقہاء کا اتباع کیا جائیگا۔ دیکھئے حضرت مولانا ہمیشہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں اپنے نام کے ساتھ یہی لکھتے تھے کہ کمترین غلام

کمینہ خدام مگر اس موقع پر صاف صاف حقیقت ظاہر کردی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان مسائل میں
حضرت کو ہمسے فتویٰ لیکر عمل کرنا چاہیئے نہ کہ ہم آپ کے قول پر عمل کریں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
میں انتظامی شان بڑی زبردست تھی جسکو بعض بدفہموں نے نخوت سے تعبیر کیا نخوت نہ تھی بلکہ
صفائی تھی جو ایک مجتہدانہ محققانہ شان کا مظہر تھی اسکے بعد ایک واقعہ حضرت شاہ محمد اسحاق
صاحب کا بیان فرمایا کہ جب حضرت شاہ صاحب ہجرت کرکے تشریف لیگئے تو اجمیر کی طرف سے
ارادہ فرمایا اسوقت ریل نہ تھی یہی گاڑی چھکڑے تھے اجمیر میں شاہ صاحب کے ایک شاگرد تھے عالم
تھے انکو لکھا کہ میں مکہ کو جارہا ہوں اور اجمیر کی طرف سے جاؤنگا اور وہاں پر ٹھیرونگا اور حضرت خواجہ صاحب
کی زیارت کرونگا شاگرد لکھتے ہیں کہ آپ یہاں تشریف نہ لایئے آپکی تشریف آوری سے انتظام شریعت
میں گڑبڑ ہوگی اسلئے کہ میں یہاں پر تبلیغ کررہا ہوں اور سفر کرکے قبر کی زیارت کرنیکو انتظاماً منع کرتا
ہوں آپ کے آنے سے میرا سب انتظام بگڑ جائیگا شاہ صاحب نے شاگرد کو اسکا جو جواب لکھا وہ
قابل غور ہے لکھا کہ اس انتظام شریعت کے محفوظ رہنے کی ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ میں جب اجمیر آؤں
تو تم مجمع کرکے وعظ کہنا اور یہ کہنا کہ بعض لوگ بڑے بڑے عالم کہلاتے ہیں مگر بزرگونکی قبر کی زیارت
کیلئے سفر کرکے آتے ہیں جو جائز نہیں اور انکا یہ فعل حجت نہیں ہیں اس ہی مجمع میں کہونگا کہ آپ بالکل
ٹھیک کہہ رہے ہیں مجھسے غلطی ہوئی پھر ایسا نکرونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کیا ٹھکانا ہے ان حضرات
کی حق پرستی کا یہ لوگ عاشق تھے شریعت کے آجکل تو کوئی ایسی بات کرکے دکھلائے سلسلہ گفتگو
میں ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سے
حدیث کی سند لینے جایا کرتے تھے کسی نے ان سے پوچھا آپ کو کیا حاجت ہے آپ وہاں جاتے ہیں
کہنے لگے کہ معقول تو ہماری گھر کی لونڈی ہے اسمیں تو ہم کسی کے محتاج نہیں البتہ حدیث میں بزرگونکا
معمول ہے کہ برکت کیلئے سند لیتے ہیں سند ہی کیلئے میں جایا کرتا ہوں شاہ صاحب کشف میں بڑے
تھے غالباً انپر اسکا انکشاف ہوگیا جب یہ حاضر ہوئے انکا دعویٰ توڑنے کیلئے فرمایا آج سبق رہنے دو کچھ
تفریح کے لئے معقولات میں گفتگو کریں اول انھوں نے ادب کے سبب عذر کیا پھر راضی ہوگئے جب
گفتگو کی رائے ٹھہر گئی اسوقت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے لئے تو چٹائی مسجد کے حصہ
میں بچھوائی اور مولوی فضل حق صاحب کیلئے مسجد سے باہر کے حصہ میں گفتگو شروع ہوئی تو تھوڑی

ہی دیر میں مولوی فضل حق صاحب کو بند کر دیا خیر یہ کمال تو ظاہر ہے باقی ایک اور دقیق کمال اس واقعہ میں قابل غور ہے وہ چٹائیوں کے مواقع کا اختلاف ہے سو میں یہ سمجھا ہوں کہ مسجد عبادت کے لئے ہے شاہ صاحب کی نیت گفتگو میں اصلاح تھی مولوی صاحب کی اور وہ عبادت ہے اسلئے مسجد کے اندر بیٹھے اور مولوی صاحب کی نیت اظہار علم تھا اس لئے اُن کو مسجد سے باہر بٹھلایا واللہ اعلم۔

(ملفوظ ۲۵۷) مولوی لطف اللہ صاحب علیگڈھی مصنفین کی غلطی کی بھی ہمیشہ توجیہ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ بڑے لوگ ہیں ہمارا منہ نہیں انپر اعتراض کرنے کا آجکل مدرسین اعتراض بھی کر لیتے ہیں پہلے بزرگوں کی طبیعت کا یہ رنگ تھا۔

(ملفوظ ۲۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایکمرتبہ میں بچپن میں کسی کی ہمراہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا مجھسے فرمایا کہ قرآن شریف سناؤ سنکر بہت خوش ہوئے اور حاضرین سے فرمایا کہ یہاں بیسکر بعد یہ لڑکا ہوگا پھر یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ بھائی ہمارے پاس اور رہا ہی کیا ہے بس یہی اپنے بزرگونکی توجہ وعنایت ہے۔

(ملفوظ ۲۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرات سے جب تک کوئی ملتا نہیں جبھی تک وحشت ہے مگر اختلاط کے بعد پھر اپنی وحشت پر تعجب ہوتا ہے جیسے محمود غزنوی کی حکایت ہے کہ جب وہ ہندوستان پر آئے چند ہندو لڑکوں کو گرفتار کر کے لیگئے اُنمیں سے ایک لڑکے میں آثار لیاقت کے پاکر اُس کو ایک بڑا عہدہ دیا اُسوقت وہ لڑکا رو دیا محمود غزنوی نے پوچھا کہ یہ رونے کا وقت ہے لڑکے نے کہا کہ میں غم سے نہیں روتا بلکہ مجھکو میری ماں کی ایک بات یاد آگئی وہ یہ کہ جب آپ بار بار ہندوستان پر آتے تھے تو بچونکو یہ کہکر ڈرایا جاتا تھا کہ تجھے محمود کو دیدیں گے ہم یہ سُنکر ڈر جاتے اور سہم جاتے کہ یا اللہ محمود کیسا ہوگا اگر آج میرے پاس ماں ہوتی تو اُسکو دکھاتا کہ دیکھ یہ ہے محمود۔

(ملفوظ ۲۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علامہ تفتازانی جب اول مرتبہ بلائے ہوئے تیمور لنگ کے دربار میں تشریف لیگئے تو تیمور نے اپنے تخت پر اُن کو جگہ دی تیمور بوجہ لنگ ہونے کے تخت پر پانوں پھیلا کر بیٹھتا تھا علامہ نے بھی اپنا پاؤں پھیلا دیا تیمور کو ناگوار ہوا مگر نرمی سے کہا کہ

معذورم دارم النگ ست - انھوں نے فی الفور فرمایا معذورم دارم لنگ ست - یہ حضرات تو سلاطین کے دربار میں بھی اظہار حق سے نہیں رکے -

(ملفوظ ۲۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ وقار الملک کے بلانے پر علیگڈھ کالج میں جانا ہوا وہاں مجھکو ایک سائینس کے کمرہ کی بھی سیر کرائی گئی اسمیں بجلی بھی دکھلائی گئی اسکے بعد جمعہ کی نماز پڑھکر میرا بیان ہوا میں نے اسمیں ایک موقع پر یہ بھی کہا کہ ممکن ہے کہ آپ کو اسپر شبہ ہو کہ جو برق کی حقیقت حضور نے حدیث شریف میں بیان کی ہے وہ اس برق پر صادق نہیں آتی میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ برق کی دو قسمیں ہوں ایک برق سماوی اور ایک برق ارضی تو حضور نے جس برق کی حقیقت بیان فرمائی ہے وہ سماوی ہے اور یہ قسم برق کی ارضی ہے اسی طرح اور بھی بعض چیزوں کو میں نے بیان کیا سامعین حیرت سے منہ تکتے تھے آنکھیں کھلگئیں اور اس تقریر کا بیحد اثر ہوا پھر کبھی جانیکا اتفاق نہیں ہوا کیونکہ پھر بلایا نہیں گیا وجہ یہ ہوئی نئی روشنی کے بعض اخباروں نے یہ لکھا کہ اگر ایک دو مرتبہ یہ شخص کالج میں اور آگیا تو سر سید کے کعبہ کو دیر بنا دیگا یہ حقیقت ہے انکی تحقیقات کی اور فہم کی -

(ملفوظ ۲۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو خدا کا قائل نہیں اس نالائق سے خطاب نہیں مگر جو قائل ہیں انکی طرف سے جو مسلمانوں پر الزام اور اعتراض ہے کہ یہ لوگ بے رحم ہیں اور بے رحمی کی وجہ یہ ہے ان کے یہاں ذبیحہ ہے میں انکو جواب دیتا ہوں کہ تمھارے یہاں گو ذبیحہ نہیں مگر جانوروں کو پھر بھی مارتے ہو تم بڑے بارحم ہو پھر یہ کہ جو جانور ذبح نہیں ہوتے آخر مرتے ہیں تو یہ بتلاؤ کہ ان کو کس نے مارا ظاہر ہے کہ تمھارے اعتقاد میں بھی خدا نے مارا تو اسکو بھی رحیم نہ کہنا چاہئے پس جس طرح انھوں نے عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ روح نکال لو جو حقیقت ہے موت کی اسیطرح ہمیں ذبح کرنیکا حکم دیا گیا ہے بس ایک صورت ہلاک کی یہ ہے اور ایک صورت ہلاک کی وہ ہے - اگر یہ ترحم کے خلاف ہے تو وہ بھی ہے اگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں ...... جیسے اگر نوکر سے کہے کہ اسکے مار و ایک چپت یا خود ماردے ان میں فرق کیا ہوا اور صاحب تمام شبہات کی جڑ ضعف تعلق ہے اور بڑی چیز خدا سے تعلق محبت ہے اسکے بعد تمام قانونوں کی حکمت سمجھ میں آنے لگتی ہیں جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو اسکی ہر ادا اور اسکا ہر حکم محبوب معلوم

ہونے لگتا ہے عظمت اور محبت ایسی ہی چیز ہے خدا کی محبت اور اسکی عظمت پیدا کرو سب اشکال رفع ہو جائیں گے اور اسکے پیدا کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی جوتیاں سیدھی کرو مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

(۲۶۳) **ملفوظ** تقدیر کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر لکھا ہوا بھی نہ ہوتا تب بھی چونکہ علم و قدرت کا تو ہر حادثہ سے تعلق ہے اسلئے جو ہو رہا ہے اُسکے خلاف ہرگز نہ ہوتا قضیہ عقلیہ مسلمہ ہے کہ الشیٔ مالم یجب لم یوجد پھر اس وجوب پر جو اشکالات ہیں اُن کو نہ متکلمین حل کر سکے اور نہ فلاسفہ۔ یہی مسئلہ ہے تقدیر کا جس کی کنہ کسی مخلوق کو معلوم نہیں اسی لئے اہمیں خوض کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ اسکا انکشاف تام جنت میں بھی نہ ہوگا ہاں اتنا فرق ہے کہ یہاں وساوس اور تردد ہوتا ہے جنت میں تردد اور وساوس نہ ہونگے بوجہ غلبۂ محبت کے اور اس مسئلہ میں شفا جبھی ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق صحیح ہو جائے اور قیل و قال سے اور زیادہ شبہات پیدا ہوتے ہیں اسی واسطے سلف نے علم کلام میں انہماک کو منع کیا ہے سو ان دلائل اور چھان بین سے تو یہ بہتر ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کیجاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ ہمارے نوکر ہمارے اسرار نہیں جانتے اور اگر ہمکو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا نوکر ہمارے اسرار معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ مستوجب سزا ہوگا کہ تجھکو منصب کیا ہے ہمارے اسرار پر مطلع ہونیکا بس ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جاوے اس معاملہ میں تو صحابۂ کرام کی عجیب شان تھی اُنکی طبیعتیں اسقدر سلیم تھیں کہ جس طرح حضور نے فرمایا تھا اُسی طرح اُنکو یقین ہو گیا اُنکو ایسے اشکال بھی نہیں ہوتے تھے اسقدر عقل سلیم اور طبیعتیں پاک تھیں اور ہماری تحقیق ہی کیا کہ جسکی بنا پر حقیقت کا انکشاف ہو اور اسرار پر مطلع ہوں حقائق کے سامنے ہماری یہ مثال ہے کہ پانی کے ایک قطرہ میں لاکھوں کیڑے ہوتے ہیں اگر اُن میں سے ایک کیڑا سر ابھار کر آئے اور کہے کہ اس ریل سے کیا فائدہ اور اس تھرمامیٹر سے کیا نفع اور ٹیلیفون کیا چیز ہے اور ٹیلگراف کسکو کہتے ہیں تو کیا اُسکی یہ کوشش معقول ہو سکتی ہے سو جیسے اس کیڑے کی حقیقت ہے انسان کے سامنے ایسے ہی انسان کی حقیقت ہے حق تعالیٰ کے سامنے بلکہ اُس کیڑے کو تو کچھ انسان

(باقی آئندہ)



۴۰

سے نسبت ہے بھی کیونکہ دونوں محدود ہیں اور انسان کو حق تعالیٰ کی ذات کے سامنے اتنی بھی نسبت نہیں۔ کیونکہ محدود کو غیر محدود سے کیا نسبت

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ کے ایسے کلام کو دیکھنا جو علم مکاشفہ سے تعلق رکھتا ہو عوام الناس کے لئے حرام ہے اندیشہ گمراہی کا ہے اور وہ اس وجہ سے کہ سمجھ تو سکتے نہیں یوں ہی گڑبڑ میں پھنسکر گمراہ ہوں گے۔

## ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحیح اصول بھی حضرات اہل اللہ ہی کو نصیب ہیں دنیادار کو یہ بھی نصیب نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بصورت مہمان پہونچے کھانیکے وقت خادم نے اول امام شافعیؒ کے ہاتھ دھلانے چاہے امام مالک صاحبؒ نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ پھر خادم نے پہلے کھانا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھنا چاہا امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے ہمارے سامنے کھانا رکھو اسکے بعد کھانا بھی خود ہی شروع کر دیا میری سمجھ میں اسکی جو حکمت آئی وہ یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کو کھانے میں سبقت کرتے ہوئے ایک قسم کا حجاب ہوتا ہے تو امام مالک کو اصل تو کھانے میں اپنی تقدیم مقصود تھی مگر جو مقصود کا حکم ہوتا ہے وہی مقدمات کا حکم ہوتا ہے اسلئے کھانیکے مقدمات میں بھی تقدیم کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے یہاں مہمان تھے اُنکے یہاں غلام کو کھانیکی فہرست دیدیجاتی تھی کہ اُسکے مطابق کھانا تیار کر کے لادے ایک روز امام شافعیؒ نے اُس سے فہرست لیکر اُسمیں ایک کھانیکا اضافہ کر دیا عین کھانیکے وقت میزبان نے دیکھا کہ ایک کھانا دسترخوان پر زائد ہے غلام سے وجہ دریافت کی اُس نے عرض کیا کہ حضرت امام صاحب نے ایک کھانیکا اضافہ فہرست میں فرما دیا تھا اس سے میزبان کو اسقدر خوشی حاصل ہوئی کہ اُس غلام کو آزاد کر دیا محض اسکی خوشی ہوئی کہ مجھپر مہمان نے فرمایش کی قدر دانی بھی ہو تو ایسی ہو اور مہمان نوازی اسکو کہتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق محبت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مجکو یہ معلوم ہوا ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوا کریگی تب سے

جنت کی تمنا کرنے لگا واقعی یہ حظ تمام نعمتوں سے بڑھکر ہے پھر فرمایا اس باب میں میری طبیعت ایک خاص رنگ کی ہے وہ یہ کہ مجکو کسی سے ملنے کا اشتیاق نہیں ہوتا البتہ ملکر مسرت ہوتی ہے اشتیاق و انتظار سے آزادی یہ سب مجذوب صاحب کا اثر ہے جنکی دعا سے پیدا ہوا ہوں

۲۶۶

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتاب سے کیا ہوتا ہے ضرورت مہارت کی ہے جو موقوف ہے ماہر کی صحبت پر اسکی تائید میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ مجکو ایک زمانہ میں قلت نوم کی شکایت ہوگئی اپنے معالج سے ظاہر کرتا تھا مگر تدبیر سے نفع نہ ہوتا تھا مجکو خیال ہوا کہ حکیم صاحب کچھ یاد سے تبلادیتے ہیں کتاب کا مطالعہ کرکے نہیں تبلاتے یہ خیال کرکے ایک روز میں خود حکیم صاحب کے پاس پہونچا اور یہ کہا کہ مجکو شرح اسباب دیدیجئے اور میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ کتاب میں میں خود دیکھو نگا اور سبب کی تعیین کرکے تدبیر کرونگا چنانچہ کتاب میں وہ بحث دیکھی اب جتنے اسباب دیکھتا ہوں سب اپنے اندر پاتا ہوں میں نے کہا کہ اے اللہ یہ تو سب میرے اندر ہیں اب کسکی تعیین کروں کتاب کو سمجھا تھا مگر اپنا فیصلہ نہیں کرسکتا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ ہر سبب موثر نہیں ہوتا بلکہ وہی موثر ہوتا ہے جو معتدبہ ہو اور اُسکی تحقیق موقوف ہے مناسبت اور ذوق پر وہ طبیب میں ہوتا ہے مجھ میں نہ تھا اسی طرح ہر فن کی حالت ہے اسلئے تصوف کے مطالعہ کو کافی نہ سمجھنا چاہئے

۲۶۷

**ملفوظ** - ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اگر فہم سلیم ہو تو پھر شیخ کی ضرورت نہیں کتاب و سنت پر عمل کیا جائے کافی ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا اسقدر فہم سلیم ہوسکتا ہے فرمایا ہوسکتا ہے مگر قلیل باقی جو اسقدر فہم سلیم نہ رکھتا ہو اُسکو اس راہ میں بدون شیخ کے قدم رکھنا نہایت خطرناک ہی اُسوقت نہ کتاب سے کام چلیگا نہ اپنی رائے سے اسی لئے فرماتے ہیں کہ -

جملہ اوراق و کتب در نار کن      سینہ را از نور حق گلزار کن

البتہ کتابیں معین ضرور ہیں کتابیں پڑھنے والا جسقدر سمجھ سکتا ہے نہ پڑھنے والا سمجھ نہیں سکتا پس یہ شرط کے درجہ میں ہے علت کے درجہ میں نہیں اور یہ جو میں کہا کرتا ہوں کہ اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہے تو پھر پیر کی کونسی ضرورت ہے یہ کتابوں کی مدد سے نہیں کہتا یہ بھی شیخ ہی کی صحبت کا فیض ہے ورنہ کتابیں اوروں سے زیادہ ہم نے بھی نہیں پڑھیں بس یہ سب کچھ صحبت شیخ ہی کی بدولت ہے اور یہ ضرورت شیخ کی ایسی ہے کہ جیسے کسی بچہ کا باوا چاہے جنواکر مرجائے پرورش میں اسکی

ضرورت نہیں مگر جنوانے میں تو ضرورت ...... ہے باوا کی یا جیسے مرغی کے نیچے انڈے رکھ دیئے ہیں تو ضرورت تھی مرغی کی لیکن اگر انڈے بطخ کے ہیں تو بچے نکلنے کے بعد خود مرغی تو دریا کے کنارے کھڑی ہے اور اس کے بچے تیر رہے ہیں یہ تفاوت استعداد کا ہے پس ممکن ہے کہ مرید اکمل ہو جائے پیر سے مگر تربیت کیلئے اسکو بھی پیر ہی کی ضرورت ہوگی پھر بعد حصول مقصود بعض اوقات پیر کو مرید کے مقام کی خبر بھی نہیں ہوتی یہاں سے ایک شخص کا جہل بھی ثابت ہو گیا جو اپنے شیخ کے ساتھ گستاخی کرنے سے مسلوب الحال ہو گیا تھا مگر وہ اس گمان میں تھا کہ میں صاحب حال ہوں جب دوسروں کے کہنے سے اسکو شبہ واقع ہوا تو اس نے ایک مجذوب سے کہا تھا کہ دیکھنا مجھ میں نسبت باقی ہے یا نہیں اسکی ایسی مثال سمجھ لو کہ ایک ضعیف الباہ شخص کسی طبیب سے کہے کہ میرا خاص بدن پکڑ کر دیکھنا کہ میں مرد ہوں یا نہیں اس سے خود معلوم ہو گیا کہ مرد نہیں دوسروں سے معلوم کراتا پھرتا ہے یہی حالت اس مسلوب الحال کی تھی اور اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ابتداء ہی سے جو محجوب ہو وہ اتنا برا نہیں جسقدر مسلوب الحال برا ہوتا ہے محجوب کو نسبت حاصل ہو سکتی ہے مگر مسلوب النسبۃ کو عادۃً پھر نسبت حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ مسلوب کہنا باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ واقع میں یہ شخص صاحب نسبت ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ نسبت حقیقی حاصل ہو کر پھر غیر اہل نسبت نہیں ہو سکتا جیسے پھل پک کر کچا نہیں ہوتا یا بالغ ہو کر نابالغ نہیں ہو سکتا تو غلطی سے اسکو شبہ ہو گیا کہ میں صاحب نسبت ہو گیا جیسے صبح کاذب کو کوئی صادق سمجھ لے جسکو مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

اے شدہ تو صبح کاذب را رہین      صبح صادق راز کاذب ہم ببین

نابالغی کے زمانہ میں کسی کا نکاح ہو گیا کچھ عارضی جوش اٹھا مگر عورت کے پاس جا کر دیکھا کہ اب کچھ نہیں تو حقیقت میں وہ بلوغ نہ تھا دھوکہ ہوا بلوغ کا حاصل یہ ہے کہ بلوغ کا جو درجہ مطلوب ہے وہ نہیں ہوا اسلئے اپنے خیال پر اعتماد نکرے شیخ کی شہادت کا انتظار کرے اور شیخ تو حقیقی تعلق مع اللہ کا جو کہ محض غیب ہے علم نہیں ہوتا مگر نقص کا تو علم ضروری ہے پس شیخ عالم الغیب نہیں ہوتا مگر عالم العیب ہوتا ہے اسی طرح شیخ کا صاحب کشف ہونا صاحب الہام ہونا ضروری نہیں حتیٰ کہ شیخ کا من حیث الشیخ صاحب تقویٰ ہونا بھی ضروری نہیں غیر متقی صحیح راہ بتلا سکتا ہے البتہ شیخ اگر متقی ہوگا اسکی تعلیم میں برکت ہوگی اگر متقی نہ ہوگا برکت نہ ہوگی۔ البتہ حق کا جاننا شیخ کیلئے ضروری ہے مگر ولی و مقبول

ہونا شیخ کے لئے شرط نہیں۔ یعنی افادہ کی۔

**ملفوظ** (۲۶۸) ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں رسمی پیروں کی طرح پیر پرستی نہیں ہیں مخلوق پرستی کراتا نہیں یہاں تو خدا پرستی کا سبق ملتا ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے کام میں لگے رہیں اور ایک یہ کہ عمل میں میری تعلیم کے خلاف نہ کریں گو میری خدمت بھی نہ کریں اس خدمت کے متعلق تو یہ مذہب ہونا چاہئے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد

اپنے کام میں لگو دوسروں کے تعلقات سے تمکو کیا سروکار

**ملفوظ** (۲۶۹) ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر میرا خطاب میری اصلاح میری تدبیر میرا انتظام طالبین کے نزدیک ناکافی ہے تو کہیں اور جائیں میں بلانے کب جاتا ہوں مگر یہ یاد رہے کہ میرے اندر سختی سیاست سب کچھ سہی لیکن طالب طریق کو یا طالب علم کو بحمد اللہ کبھی نظر تحقیر سے نہیں دیکھتا بلکہ انکو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں میں ایک طالب علم کو کانپور میں نصیحت کر رہا تھا ایک شہر کے شخص میرے پاس بیٹھے تھے اُنہوں نے بھی میری تائید میں طالب علم کو کچھ کہا میں نے اُن سے بگڑ کر کہا کہ آپکو کہنے کا کیا حق ہے آپ انکو غریب اور مسکین سمجھکر ذلیل سمجھتے ہیں اور ڈانٹتے ہیں مجھے اُنکے کہنے کی برداشت نہیں ہوئی اور نہ گوارا ہوا مجکو طالبین سے محبت ہے مگر ماں کی سی نہیں بلکہ باپ کی سی ہے مگر باپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی ماں کی محبت ظاہر ہو جاتی ہے اسلئے کہ وہ پیار کرتی ہے چومتی چاٹتی ہے اور باپ ہے کہ ادھر سے چپت مارا ادھر سے دھول رسید کی باپ بلائیں دے رہا ہے ماں بلائیں لے رہی ہے۔ یہاں پر جو لوگ آتے ہیں مجھے کبھی گوارا نہیں ہوا کہ دوسرے اور مخلصین پر کچھ کہیں میں جانے کچھ معاملہ کردوں یہ جہاد اصلاح تو فرض کفایہ ہے میں ہی سبکی طرف سے کافی ہوں اور جس اصلاح میں سب شور و شغب کرنے لگیں وہ جہاد نہیں ہوتا فساد ہوتا ہے ان مجموعی باتوں کو لوگ دیکھتے نہیں یونہی مشہور کر دیتے ہیں کہ سخت ہے حالانکہ یہ سختی نہیں تو ہے دیکھئے ریشم کا ڈورہ ہے اسکو جسطرف کو چاہو موڑ لو مسوس لو گرہ لگالو نرم تو اتنا ہے ہاں مضبوط ہے حتی کہ اگر ہاتھی بھی زور لگائے تو نہیں توڑ سکتا تو سختی اور چیز ہے اور مضبوطی اور چیز ہے اب لوگ چاہتے ہیں کہ کچا ڈورا ہو ہاتھ لگاتے ہی بکھر جائے تو میں ایسا بھی نہیں جعل لکم الارض میں مفسرین نے فرمایا ہے کہ زمین اسقدر نرم ہے

کہ چلنے والا پانی کی طرح اسمیں اُترتا چلا جائے اور نہ اسقدر سخت کہ کھودنے سے بھی کچھ اثر نہ ہو اصل یہ ہے کہ لوگ نہ نرمی کو سمجھتے ہیں اور نہ سختی کو جو چاہا ہانک دیا مگر میں نے اسکا بھی اہتمام نہیں کیا کہ کوئی بھی مجھکو بُرا نہ کہے کوئی بُرا کہا کرے میرا بگڑتا کیا ہے۔

۲۷۰
**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی مسیح الزماں خاں صاحب حضور نظام کے اُستاد شاہجہانپور کے رہنے والے تھے بڑے ظریف تھے اُنکے پاس ایک فقیر آیا کہ میں یہاں کا قطب ہو کر آیا ہوں یعنی میرے معتقد ہو جاویں اُنہوں نے کہا کہ میں اسکو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں اسلئے کہ پہلے سے میں یہاں کا قطب ہوں اور میرے پاس کوئی حکم نہیں آیا کہ میں آپ کو چارج دیدوں یا تو میرے پاس حکم منگادو ورنہ اپنی قطبیت سے تم میں اخراج کا تصرف کرونگا اپنا سا منہ لیکر چلدیا۔

۲۷۱
**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک آریہ کا اعتراض مسئلہ تقدیر پر میرے ایک عزیز نے میرے پاس بغرض جواب لکھکر بھیجا میں نے جواب دیا کہ یہ مسئلہ مخصوص نہیں اسلام کیساتھ بلکہ عقلی ہے اسلئے ہمارے یہاں بھی ہے اور تمہارے یہاں بھی سو جسطرح ہمارے ذمہ اُس کا ثبوت ہے ویسی ہی تمہارے ذمہ بھی اسکا ثبوت ہے ہم بھی غور کریں تم بھی غور کرو صرف ہمیں ہی اسکا ذمہ دار کیوں بنایا جاتا ہے

## ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

۲۷۲
**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ طریق بہت نازک ہے اسمیں مجھ پر خود ایسی حالت گذر چکی ہے کہ اگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اُس حالت کے قبل یہ ارشاد نہوتا کہ جلدی نہ کرنا تو میں خودکشی کر لیتا اسلئے میں اسکے متعلق جو کچھ کہتا ہوں دیکھکر کہتا ہوں اس حالت کا قصہ یہ ہے کہ میرے ایک دوست مجھسے ملنے آئے اُنکے پاس بھری بندوق تھی کئی مرتبہ جی میں آیا کہ اُن سے کہوں کہ میرے گولی ماردیں مگر اللہ تعالیٰ نے سنبھال لیا اس حالت میں مجکو بڑے گھر میں سے بہت امداد ملی اور کوئی ایسا تھا نہیں جس سے کہتا حق تعالیٰ نے اُنکو ہی غمگسار بنا دیا تھا اُن سے اپنی حالت کہتا تھا اُن کے جواب ایسے ہوتے تھے جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جوابات حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے ہوئے تھے۔

۲۷۳

**ملفوظ**- ایک خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اب راہ پر آئے اب یہ لکھو کہ طریق کی حقیقت کیا سمجھے اگر خود سمجھ میں نہ آوے تو قصد السبیل دیکھکر لکھو اگر قصد السبیل دیکھکر بھی سمجھ میں نہ آوے تب مجھسے پوچھیں میں بتاؤنگا میں یہ چاہتا ہوں کہ طلب سے پہلے مطلوب کا تعین ہو جاوے تاکہ پھر کبھی الجھن نہ ہو۔

۲۷۴

**ملفوظ**- حضرت والا نے ایک مضمون بیان کرنا شروع ہی فرمایا تھا ایک صاحب درمیان میں ایک بے تعلق سوال کر بیٹھے اُسپر فرمایا کہ ایک شخص تو مشقت کر کے افادہ کرے اُسکی یہ قدر کیجاوے بے محل سوالوں سے تقریر بالکل بے لطف ہو جاتی ہے بات یہ ہے کہ جو چیز مفت میں ملتی ہے اُسکی یہ ہی گت بنتی ہے اگر ناک رگڑوا کر چھ مہینہ میں ایک بات کہتا تب قدر ہوتی پھر اُن صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جواب دیجئے آپنے یہ بے جوڑ سوال کیا اسکا اسوقت کیا محل تھا اُن صاحب نے عرض کیا کہ غلطی ہوئی آئندہ انشاء اللہ ایسا کبھی نہ ہوگا فرمایا کہ آدمی کو فہم سے کام لینا چاہئے اسکا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی بات نہ کیجاوے کہ جس سے دوسرے کو اذیت ہو بجے یہ اول عمل ہے اس راہ میں۔

۲۷۵

**ملفوظ**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام کی تعلیم کا اصل مقصد خدا کی یاد خدا کی طاعت خدا سے صحیح تعلق رکھنا ہے ایسی تعلیم غیر اسلام میں کوئی نہیں دکھا سکتا چنانچہ تمام احوال کے متعلق مثلاً گھر میں جاؤ گھر سے باہر آؤ پاخانہ جاؤ پاخانہ سے باہر آؤ وضو کرو نماز پڑھو حتی کہ انزال کے وقت جبکہ سوائے بیوی کے اور کوئی چیز نظر میں نہیں ہوتی اسوقت کیلئے بھی اسکی تعلیم موجود ہے کہ خدا کو یاد رکھو بس ہر کام میں دین کو مقصود بنایا گیا ہے یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ہر مذہب کے مقتداؤں کو کیفما اتفق بلا انتخاب دیکھنا چاہئے کہ کثرت سے دین کیطرف لگاؤ والوں کی تعداد کن ادیان میں زیادہ ہے سو جسب مسلمانوں کے مقتدا ہیں کسی مذہب کے ایسے پیشوا نہیں بعضے ادیان کے پیشوا تو اکثر فاسق فاجر ہیں۔

۲۷۶

**ملفوظ**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اپنی تمام تصنیفات میں رسالہ حیوٰۃ المسلمین کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں کیونکہ اُسمیں انتظام ہے مسلمانوں کے دین و دنیا کا قیامت تک کے لئے لیکن بعض ثمرات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بدون جماعت کے مرتب نہیں ہوسکتے جیسے نماز میں جماعت کے فضائل ہیں مگر جبتک سب جمع ہو کر نہ پڑھیں وہ فضائل نہیں حاصل ہوسکتے ایسے ہی حیوٰۃ المسلمین کے اعمال کے

ثمرات بدون کثرت سے مسلمانوں کے جمع ہوئے اور عمل کئے حاصل نہیں ہو سکتے اگر سب مسلمان اسکی تعلیم پر عمل کریں اور اسکو اپنا دستور العمل بنالیں تو میں خدا کی ذات پر بھروسہ کرکے کہتا ہوں کہ دین و دنیا میں انکو اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور فتح نصیب ہو۔

**ملفوظ۔** ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عربی زبان علمی زبان ہے دوسری زبانیں علمی نہیں چنانچہ اگر اردو فارسی میں سے مثلاً عربی الفاظ نکالدیئے جائیں تو مطلب اسطرح ادا ہو ہی نہیں سکتا جیسے عربی کے الفاظ سے یہ عربی زبان ہی میں ہے احاطہ اور جامعیت۔

**ملفوظ۔** ایک شخص نے خاموشی کیساتھ ایک رقعہ حضرت والا کے پاس رکھدیا اور زبان سے کچھ نہیں کہا حضرت والا ڈاک کی تکمیل میں مصروف تھے اُس طرف خیال بھی نہ ہوا اتفاقاً نظر پڑ جانے پر دریافت فرمایا کہ یہ کن صاحب کا پرچہ ہے تب اُن صاحب نے عرض کیا کہ یہ میرا ہے فرمایا کہ بندۂ خدا کچھ تو زبان سے کہدیا ہوتا اگر میں نہ دیکھتا تو مجکو اسکا علم کسطرح ہوتا پھر مزاحاً فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ پہلے رکا دے (یعنی بلند آواز سے بات کہنا) اسکے بعد رقعہ دے اب غلطی پر متنبہ کیا جاتا ہی تو بدنام کرتے ہیں اسکا میرے پاس کیا علاج ہے کہ خواہ مخواہ بھیڑیا بنا رکھا ہے میرے تو کپڑے بھی سفید نہیں جنکی وجہ سے رعب ہو سکتا تھا اور سفید اسلئے نہیں کہ جمعہ کے روز نہ بدل سکا اور آج کا دن بھی یوں ہی گذر گیا میں خادم تو بننا چاہتا ہوں مگر غلام بننا نہیں چاہتا اور خادم بھی اسطرح کا کہ نہ میں اُسکا تابع نہ وہ میرا تابع بلکہ اصول صحیحہ کا دونوں کو تابع ہونا چاہئے مگر اصول سے لوگ گھبراتے ہیں وصول کو پسند کرتے ہیں وصول سے مراد رقم اینٹھنا ہے چاہے پھر کچھ بھی حصول نہ ہو۔

**ملفوظ۔** فرمایا کہ ایک صاحب کا کارڈ آیا تھا اُسمیں سات سوالات کئے تھے میں نے لکھدیا کہ تمہیں رحم نہیں آیا خود لفافہ میں بھی دو سوال سے زیادہ نہ ہوں نہ کہ کارڈ میں سات سوال اب بتلائیے کہاں تک خوش اخلاق بن سکتا ہوں ایک کارڈ میں سات سوالات کا جواب کسطرح لکھدیتا ایسے ایسے بدفہموں سے پالا پڑتا ہے یہ لوگ یہ سمجھے ہوں گے کہ اور کوئی کام نہ ہوگا اسلئے اتنے سوال بھیج دیتے ہیں پھر یہ سب سوالات اُسی وقت تک ہیں کہ مفت جواب مل جاتا ہے اگر فی سوال قلیل فیس بھی مقرر کردی جائے تو اُمید ہے کہ ایک سوال بھی نہ آئے۔ ایک مولوی صاحب فتوی کی فیس لیتے ہیں اور وہ اس لینے کو چھپاتے بھی نہیں اعلان کرکے لیتے ہیں اور صاحب تجارت کا تو اعلان ہونا ہی چاہئے۔ اور دیوبند

ہیں کثرت سے فتوے آتے ہیں ایک پیسہ بھی نہیں لیا جاتا اور گو لینا جائز ہے مگر اس طرز میں یعنی لینے میں آزادی نہیں رہ سکتی اسلئے یہ اچھا طرز نہیں۔

۲۸۰ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں بحمد اللہ ہر چیز کا اہتمام ایسا ہے کہ اسمیں ذرا بھی کسی پر گرانی نہ ہو سالہا سال میں مرتب ہوئے ہیں قواعد۔

۲۸۱ ملفوظ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں بعض اوقات قواعد سے جواب لکھ دیتا ہوں مگر جبکہ شرح صدر ہو جائے اور اگر شرح صدر نہ ہو تو نہیں لکھتا۔

۲۸۲ ملفوظ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان قواعد اور اصول کی بدولت اگر مجکو بھی طبعی راحت ملجاوئے تو اُسکو بھی جی چاہتا ہے لیکن اگر یہ نہ ہو تو دوسرونکو تو راحت ہوتی ہے سو کبھی میری ہی راحت ہے۔

۲۸۳ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاملہ تربیت میں جب میری کوئی رعایت کرتا ہے تو میرا بھی جی چاہتا ہے کہ رعایت کردوں اگر وہ رعایت کا اہتمام نہیں کرتا میں بھی نہیں کرتا کہ اس سے اُسکا جہل بڑھتا ہے۔

۲۸۴ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ برسوں کے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اگر یہ سمجھ میں آجاوے کہ مجھکو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اُسکو سب کچھ حاصل ہو گیا لیکن آجکل تو بھولکر بھی یہ خیال نہیں ہوتا دعویٰ ہی دعویٰ ہے چنانچہ ذرا ذرا سے بچے شیخ الحدیث شیخ التفسیر شیخ الادب کہلائے جانے پر نازاں ہیں مگر ابھی تک کوئی شیخ الشرارت نہیں ہوا۔

۲۸۵ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر لوگ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو فخراً شیخ الہند کہتے ہیں اور لکھتے ہیں یہ مجکو اسقدر ناگوار ہوتا ہے کہ شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہیں اگر ایسا ہی تھا تو شیخ العرب کہنا چاہیئے تھا نسبت بھی کی تو کفر کے ملک سے یہ کونسے فخر کی بات ہے اصل میں یہ نیچریوں کا لقب تجویز کیا ہوا ہے مگر افسوس اپنی جماعت کے لوگ بھی بڑے فخر سے شیخ الہند کہتے ہیں بس افسوس اُنکی سمجھ پر ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ وائسرائے کو کوئی کانسٹبل کہے کیا یہ اہانت نہیں ہے یہ تعریف ایسی ہی ہے جسکو مولانا رومی کہتے ہیں۔ ۵

شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست ۔۔۔ این نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

نئے نئے لقب ایجاد ہو رہے ہیں امام الشریعت امام الہند ہمارے بزرگوں کو ہمیشہ ایسی باتوں سے اجتناب رہا ان حضرات کی زندگی سلف کا نمونہ تھی مگر آجکل وہ باتیں پرانی اور دقیانوسی خیال کی جاتی ہیں۔

## ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

۲۸۶

**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیض اسی وجہ سے زیادہ ہوا کہ حضرت طالبین کے ساتھ توجہ اور سہولت اور تسلی بہت فرماتے تھے ظاہر میں کیسی ہی منکر بات ہوتی مگر اسکو بھی بشرط گنجائش اچھی ہی حالت پر منطبق فرما دیتے اور یہ فرماتے کہ ۔۔۔۔ فلانی حالت میں ایسی بات ہو جاتی ہے کیا ٹھکانا ہے اس شفقت کا۔

۲۸۷

**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے بعضے جاہل صوفی اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ مخلوق کا جمال مظہر جمال الٰہی ہے اسلئے حسین جمیل آدمی کو گھورنے سے مقامات میں ترقی ہوتی ہے استغفر اللہ ایک درویش کا قصہ سنا ہے کہ ایک مقام پر ٹھیرے اُنکے ہمراہ ایک لڑکا تھا جو اُنکا محبوب تھا سردی کا زمانہ تھا لوگوں نے پوچھا کہ اسکی چارپائی کہاں بچھے گی کہا کہ ہماری چارپائی کے پاس لوگوں کو شبہ ہوا رات کو جھانک کر دیکھا تو وہ درویش رات بھر اُسکو گھورتے رہے کیا ٹھکانا ہے اس جہل کا۔

۲۸۸

**ملفوظ**۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رسالہ لکھ رہا ہوں جگہ جگہ یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی محبت میں مغلوب نہ تھے جیسے عشق میں آدمی مغلوب ہو جاتا ہے حضور ایسے مغلوب نہ تھے

## ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

۲۸۹

**ملفوظ**۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ادائے حقوق کا آجکل بہت ہی کم خیال ہے اگر خیال ہو سکتا ہے تو دینداروں ہی کو ہو سکتا ہے دینداری بھی عجیب چیز ہے ایک ایک پائی کا اہتمام

۹

کرتا ہے اور بد دین تو سینکڑ ڈنکی بھی پروا نہیں کرتا

۲۹۰
**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آئے دن ایک نیا فتنہ ملک میں ان مدعیان عقل کی بدولت کھڑا ہوتا ہے آجکل زمانہ اسکولوں کیطرف عقلا کی توجہ مبذول ہو رہی ہے وہی قصہ ہو رہا ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری ..... کونسی کل سیدھی سر سے پیر تک ٹیڑھی ہی ٹیڑھی ہے زنانہ اسکولوں میں بڑی خرابی ہے ایسی عورتیں کہاں ہیں جن پر اعتماد ہو کہ وہ نگرانی کریں گی مردوں سے واسطہ ہوتا ہی ہے اسلئے کہ جو عورتیں نگران ہیں اُنکا تعلق غیر مردوں سے ہوتا ہے اُنکے واسطے سے لڑکیوں کا بھی تعلق ہوتا ہے یہ بھی سخت خطرناک ہے۔

۲۹۱
**ملفوظ** - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل جو کاغذ پر انگوٹھہ لیا جاتا ہے کیا اسکی شریعت میں کچھ اصل ہے فرمایا کہ شریعت کی یہی خوبی ہے کہ اُسمیں ان چیزوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

۲۹۲
**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات عارفین کی شان ہی جدا ہوتی ہے زمانۂ غدر میں جب بعض بزرگوں پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تو ایک بزرگ گرفتار کر لئے گئے اور اجلاس پر اُن حضرت کا بیان لیا گیا حاکم نے دریافت کیا کہ آپ لڑے فرمایا کہ میرے تو کبھی باپ دادا بھی نہیں لڑے دریافت کیا کہ تم نے گورنمنٹ کے خلاف ہتھیار اُٹھائے حضرت نے تسبیح دکھلادی کہ ہمارا ہتھیار تو یہ ہے دریافت کیا کہ تم نے فساد کیا فرمایا کہ مسلمان فساد نہیں کر سکتا اُن حضرت کو جیل میں رکھا گیا تھا اُنکی برکت سے جیلخانہ خانقاہ ہو گیا تھا یہ تو جہاں بیٹھ جائیں گے وہی رنگ پھیلائیں گے ایک اور بزرگ تین دن تک چھپے رہے پھر ظاہر ہو گئے کسی نے تحدید کی وجہ پوچھی فرمایا کہ یہ حضور کی سنت تھی حضور تین دن غار ثور میں رہے۔

۲۹۳
**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات نے نفس کے علاج کا بڑا اہتمام کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ بعض مباحات بھی چھوڑ دینا چاہئے جہاں یہ شبہ ہو کہ یہ غیر مباح کی طرف مفضی ہو جائیگا یہ نفس کا علاج ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح کو جو کہ پہلے ڈپٹی انسپکٹر تھے مدارس کی چھ ماہ کی تنخواہ نہ ملی تھی جب غدر ہو گیا تو تنخواہ کا نو سو ۹۰۰ روپیہ آیا انکار کر دیا کہ میں نے کوئی کام نہیں کیا جسکی میں تنخواہ لوں کہا گیا کہ کام سے انکار بھی تو نہیں کیا تسلیم نفس تو بحالہ رہا مگر پھر بھی آپ نے کچھ نہیں لیا ایک تو یہ رنگ تھا اب کہتے ہیں کہ بدون ٹکٹ کے سفر کرنا جائز ہے ایک صاحب سے

میری گفتگو ہوئی کہنے لگے کہ اگر ایسے عمل سے ہم پر دوسروں کا حق چاہتا ہے تو کیا حرج ہے ہمارا بھی تو دوسروں کے ذمہ ہے جب قیامت میں مانگے گا کہدیں گے کہ اُس سے وصول کر لو میں نے کہا کیا واہیات ہے اگر عدالت کسی قرضخواہ کی ڈگری کر دی کسی پر اور وہ یہ کہے کہ میرا دوسرے پر ہے اُس سے وصول کر لو تو کیا یہ عذر قابل قبول ہوگا جب یہاں کافی نہیں تو قیامت میں تو کیا کافی ہوگا تب اُنکی آنکھیں کھلیں اور توبہ کی۔

۲۹۴ ملفوظ۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کہاں ہے فرمایا کہ ابو قبیس جو ایک پہاڑ ہے مکہ معظمہ میں وہاں تبلائی جاتی ہے اور حضرت حوا کی جدہ میں تبلاتے ہیں اور اُسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہاں ہماری جدہ ہیں مگر یہ بالکل غلط ہے یہ لفظ جسدہ ہے ہی نہیں بلکہ جُدہ ہے بالضم دو پہاڑیوں کے درمیان کو جو راستہ جاتا ہے اُسکو جُدہ کہتے ہیں

۲۹۵ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشہور ہے کہ موت کا وقت بڑے خطرہ کا ہے مگر حقیقت میں مومن کیساتھ بوقت موت کے بڑی رحمت ہوتی ہے اور بڑی آسانی کیجاتی ہے وہ وقت ہی خاص رحمت کا ہوتا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ عجز و ضعف کی حالت سے زیادہ کون وقت رحمت کا ہوگا۔

۲۹۶ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی تو آدمی جانور کو ستانے سے بھی دل دکھتا ہے۔

۲۹۷ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جتنے بہادر ہیں ان میں غصہ کم ہوتا ہے بزدل کو غصہ بہت ہوتا ہے سمجھتا ہے کہ اگر اسوقت انتقام نہ لیا تو پھر کہاں موقع ملے گا بخلاف بہادر کے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب چاہونگا انتقام لے لونگا۔

۲۹۸ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خوف آخرت بھی عجیب چیز ہے ایک حافظ صاحب گنگوہ میں تھے بچوں کو اُنکی تعلیم اور تربیت کی وجہ سے مارتے پھر آخرت کا خوف غالب ہوتا تو بچوں سے کہتے کہ تم بدلہ لیلو اور بچے بھی ایسے بے حیا کہ حافظ صاحب کو مارتے۔

## ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس ساڑھے سات بجے یوم دوشنبہ

۲۹۹ ملفوظ۔ ایک صاحب نے رنگون کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ فلاں مولوی بدعتی کو فاش شکست ہوئی

اور اہل حق کی فتح عظیم ہوئی اُسپر حضرت والا نے فرمایا کہ بدعتیوں میں نہ تبلیغ ہے نہ اصلاح بجز فساد کے اور اہل حق کے ستانے کے۔

## ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

**ملفوظ** ۳۰۰ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حقیقت میں مولویوں کی برابر دوسروں کو سلیقہ ہو ہی نہیں سکتا آجکل کے تعلیم یافتہ انگریزی خواں بیچاروں کو تو اُنکے سامنے کیا سلیقہ ہوتا

**ملفوظ** ۳۰۱ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں زمینداری اور دوسری نئے معاملات کے متعلق احکام جمع کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے بہت لوگوں سے کہا کہ سوالات جمع کر کے دو تاکہ اُن کے احکام معلوم کئے جاویں اسلئے کہ واقعات کو تو ہم جمع نہیں کر سکتے واقعات تو وہی جمع کر سکتے ہیں کہ جسکو اُنکی ضرورت پیش آتی رہتی ہو مگر کسی نے بھی مدد نہ کی نہ محکمے والوں نے نہ تجار نے نہ ملازموں نے نہ زمینداروں نے پھر مزاحاً فرمایا کہ پھر آسمان داروں ہی کو جمع کرنیکی کیا ضرورت تھی باقی اُسوقت تو کچھ ہمت تھی اور اب تو اگر سوال بھی ملجائیں تب بھی جوابات کی ہمت نہیں

**ملفوظ** ۳۰۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حیوٰۃ المسلمین میں جو دقت مجھکو ہوئی وہ اُسکے سہل بنانیکی وجہ سے ہوئی ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ کوئی ضروری بات رہ بھی نہ جاوے پھر مضمون کی مقدار برابر رکھنے میں بھی کہ ہر مضمون دو ورق کا ہے دقت ہوئی فرمایا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ مدت دراز تک ضروری مضامین کے دو ورق مہینہ میں لکھدیا کرونگا مگر آجو دیکھتا ہوں تو تمام ضروری مضمون اسمیں آگئے آگے سلسلہ جاری رکھنے کی ضرورت نہ ہوئی میں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جلدی فراغت ہوگئی۔

**ملفوظ** ۳۰۳ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت ازدواج کے باب میں معترضین نالائقوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے اسلئے شہوت پرستی کا ناپاک اعتراض کیا حضور میں جتنی قوت تھی اُسپر نظر کر کے تو حضور نے نفس کے تقاضے کا پورا مقابلہ فرمایا کیونکہ حدیث میں آیا ہی ہے کہ حضور میں تیس مردوں کی قوت تھی اور بعض محققین نے کہا ہے کہ مرد بھی کونسے جنت کے مرد اور جنت کے ہر مرد میں سو مردوں کی قوت ہوگی خیر اگر یہ بھی نہ سہی تو یہیں کے مرد سہی تب بھی اس

قوت کے ہوتے ہوئے تو پھر اکتفا کرنیں کیا ٹھکانا ہی ضبط کا اُسوقت کے قوی ایسے تھے کہ ایک صحابی کا واقعہ ہے کہ تمام شب بیوی سے مشغول رہتے اسقدر قوت ممسکہ تھی سو حضور میں ایسے تیس مردوں کی قوت تھی تو اس اعتبار سے تو آپ نے نکاح میں بہت تقلیل فرمائی اسیطرح معترضین کا یہ بھی غلط الزام ہے کہ حضرت عائشہؓ کیساتھ آپکو متعارف عشق کا درجہ تھا آپ حضرت عائشہؓ کے پاس نویں دن تشریف لاتے تھے اگر ایسے عشق کا درجہ ہوتا تو آٹھ دن کیسے صبر ہوتا پھر حضور میں ضعف بھی نہ تھا بلکہ شیخوخت میں بھی شباب کی قوت تھی نہایت صحیح قوی تھے اور یہ شبہات جو پیدا ہوئے یہ حضور کے اخلاق کریمانہ سے پیدا ہوئے مگر یہ رعایت حضور کی متعلقین کے ساتھ حاکمانہ تھی عاشقانہ نہ تھی نیز یہ بھی غور کرنیکی بات ہے کہ گھر میں حضور کا جو وقت گذرتا تھا زیادہ تر یاد الٰہی اور طاعت میں گذرتا تھا شب کو بھی دن کو بھی اگر نعوذ باللہ نفس پرستی ہوتی تو زیادہ وقت اُسمیں گذرتا مگر وہاں تو اصل چیز یہ عبادت ہی رہی ہوتی تھی قلب میں اسکے علاوہ اور چیزیں بقدر ضرورت تھیں۔ پھر ایسے شبہات محض کورچشمی ہے۔

ملفوظ۳۰۴ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عورت چار ماہ سے زیادہ شوہر کے بدون صبر نہیں کر سکتی مگر صحیح المزاج ہونا شرط ہے ورنہ ضعف اعضا کیوجہ سے زیادہ بھی صبر کر سکتی ہے یہ تجربہ کار لوگوں کا قول نقل کرتا ہوں پھر اسکی تائید میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان فرمایا کہ آپ شب کو گشت فرما رہے تھے ایک مکان میں سے کچھ اشعار پڑھنے کی آواز آئی نہایت دلکش وہ شوہر کو یاد کر رہی تھی آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے کہ اے بیٹی میں ایک بات بضرورت دینیہ دریافت کرتا ہوں اُسمیں حجاب نکرنا بتلا دینا وہ یہ کہ عورت بدون مرد کے کتنا صبر کر سکتی ہے انھوں نے نہایت جبر کر کے جواب دیا کہ چار ماہ پھر اسکے بعد تکلیف ہوتی ہے یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیٹی سے دریافت کیا بیوی سے کیوں نہ پوچھا سو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُنکو یہ خیال ہوا کہ شاید اسمیں اپنی غرض سمجھکر نہ بتلادیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسیوقت تمام امرا اور سپاہی اور لشکروں کو حکم دیا کہ کوئی سپاہی یا افسر چار ماہ سے زائد باہر نہ روکا جاوے۔ گھر آنے کے لیے اسکو رخصت دیدی جایا کرے۔

ملفوظ۳۰۵ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جماع سے مقصود اصل ہے جس سے نسل کا

بقا رہتا ہے شہوت رانی مقصود نہیں

ملفوظ ۳۰۶ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صبح دو شخص سائل عرب کے آئے تھے تھوڑے بہت پر اکتفا نہ کرتے تھے ارب ہی کی تلاش تھی میں نے کچھ خدمت کرنا چاہی قبول نہیں کیا حالانکہ جب یہ لوگ پھرنے والے ہیں تو آنہ دو آنہ دس جگہ سے لیسکتے ہیں جسکا مجموعہ مقدار کثیر ہو سکتا ہے مگر یہ ایک ہی جگہ سے لینا چاہتے ہیں سو یہ مشکل ہے گو ایسے مدکا روپیہ میرے پاس آتا ہے مگر وہ زیادہ مقدار میں نہیں ہوتا پھر یہ کہ ضرورت مند زیادہ ہوتے ہیں انکو تھوڑا تھوڑا پہونچا دیتا ہوں اور اسمیں بھی اول انکو جنکی یہ شان ہے کہ لا یسئلون الناس الحافا یعنی کسی سے نہیں کہہ سکتے مگر اہل غرض سمجھتے نہیں جنکی خدمت نہ کیجاوے وہ مجھکو روکھا سمجھتے ہیں میں انکو عقل سے روکھا سمجھتا ہوں

ملفوظ ۳۰۷ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے کہ ہم مالی تحریک میں کسی کو تنگ نہیں کرتے اور الحمد للہ نہ کسی کیطرف نظر ہے اور اسی میں مدرسہ کا کام بھی چل رہا ہے اپنی ذات کا بھی غریب مسکین دونکا بھی -

## ۲۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۳۰۸ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب معافی کیلئے آئے تھے یہ کہتے تھے کہ میں نے زمانۂ خلافت میں کچھ کہا تھا معاف کر دیجئے میرا آخری وقت ہے میں نے کہا کہ میں ... تو پہلے ہی سبکو معاف کر چکا ہوں اور اب بھی معاف کرتا ہوں آپ بھی معاف فرمائیں اسپر بہت خوش ہوئے مجھکو معافی دینے میں کیا عذر تھا اسلئے کہ کسی کے برا کہنے سے میرا نقصان ہی کیا خصوصاً جبکہ ان تحریکات میں جو بعض ایسے لوگ شریک تھے جنکی نیت شرارت کی تھی صرف حرارت تھی جسمیں خیساندہ پینے کی ضرورت تھی چنانچہ فہم والے مخالف کے خیساندہ سے وہ حرارت جاتی رہتی اور یہ اللہ کی رحمت ہے کہ میں ہر بات میں سب سے کم مگر مجھکو کسی کے سامنے جھکنا نہیں پڑا وہی آکر جھکے -

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا کہنا مجھکو تو بہت ہی پسند آیا کہ مسلمان خوف سے متاثر نہیں ہوتے مگر بعضے طمع سے متاثر ہو جاتے ہیں اب وہ طمع بہت سی قسم کی ہے مثلاً مال کی طمع جاہ اور بڑائی کی طمع اس طمع کے سبب بعضے علماء نے بھی احکام کی پروا نہ کی زیادہ سبب یہ ہی ہوتا ہے کتمان حق کا اگر علماء اپنی تھوڑی سی اصلاح کر لیں یعنی باخدا ہو جائیں تو خود اُنکا اثر لوگ قبول کرنے لگیں۔

## ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعمیر کے کام سے مجھکو بہت تنگی ہوتی ہے اسمیں کوئی صرفہ کی انتہا ہی نہیں رہتی اندازہ کرو سو روپیہ کا اور صرف ہو جائیں دو سو ڈھائی سو گو ضرورت کیوجہ سے کرنا پڑتا ہے مگر دل گھبراتا ہے بزرگوں کو تو اس سے بڑی نفرت تھی اسمیں بڑے خرچ کی ضرورت ہے مسلمانوں کے پاس اس مد میں روپیہ صرف کرنیکو کہاں اور اگر ہو بھی تو اس زمانہ میں پیسہ کی حفاظت کی ضرورت ہے اُسکی حفاظت کرنی چاہئے اور سوچ سمجھکر صرف کرنا چاہئے بڑا ہی نازک زمانہ ہے۔

ملفوظ۔ فرمایا کہ ایک خط آیا ہے جسمیں فقہاء پر سب و شتم کیا ہے میں نے لکھا ہے کہ اللہ اللہ اس جہل کی بھی کوئی حد ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمکو فہم سے عقل سے دین سے خدا کی خشیت سے ذرا بھی لگاؤ نہیں تم سے کون خطاب کرے تمکو چاہئے کہ عار استکبار کو دل سے نکالکر کسی عالم سے فقہاء کی عبارت کے مطلب کو سمجھو ورنہ ضلوا فاضلوا کے مصداق ہو جاؤ گے اور ایسے بدفہم شخص کو فتویٰ دینا ہی حرام ہے۔

ملفوظ۔ ایک صاحب نے مہمانوں کے متعلق سوال کیا کہ ہمارے بزرگ مہمانوں کا انتظام کرتے تھے اور یہاں مہمانوں کو خود اپنا انتظام کرنا پڑتا ہے آخر کیا فرق ہے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا تھوڑا فرق ہے بہت بڑا فرق ہے کہ وہ قوی الطبیعت تھے اور میں ضعیف الطبیعت ہوں اُن حضرات کے یہاں مہمانوں کا یہ معمول نہ تھا جو میرے یہاں ہے اُنکے یہاں اہتمام ہوتا تھا میں اسقدر ضعیف طبیعت کا ہوں کہ میں کوئی اہتمام نہیں کر سکتا یہاں تو بس یہ ہے کہ آؤ کھاؤ جاؤ ہمکو نذرانہ دینے کی ضرورت

نہیں ایک وجہ یہ کہ اس زمانہ کے عوام میں اور اس زمانہ کے عوام میں بھی بڑا فرق ہے اسی واسطے ایسے امور انتظامی سب بدل گئے ایک اور بھی فرق سمجھ میں آیا وہ یہ کہ یہ حضرات سب کام اپنے ہاتھ سے نہ کرتے تھے اوروں سے بھی کام لیتے تھے میں خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہوں اسلئے میں کسی اور کام کے لئے فارغ نہیں ہو سکتا خصوص کھانے پینے کے انتظام میں

۳۱۳ **ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے میرے خطوط میں بڑے بڑے مضامین ہوتے تھے اُس زمانہ میں ایک صاحب کا خط آیا تھا اُسمیں اسّی سوالات تھے میں نے سب کا جواب لکھا مگر اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ رعایت کرنے سے لوگ حدود میں نہیں رہتے اسلئے اب طرز بدل دیا آج ہی ایک صاحب کا خط آیا ہے اُسمیں سات سوالات ہیں اور اُسپر بھی یہ لکھا ہے کہ یہ امراض کا بیان اجمالی ہے۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ امراض کا بیان تو اجمالی ہو سکتا ہے مگر علاج کا بیان اجمالی نہیں ہو سکیگا اور تفصیلی کا وقت نہیں لہذا ایک لفافہ میں ایک ہی مرض کو ظاہر کر کے علاج پوچھا جائے۔

۳۱۴ **ملفوظ**۔ فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت کی دست بوسی کو بہت دل چاہتا ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ مجھسے بھی پوچھا کہ میرا دل بھی چاہتا ہے یا نہیں۔ تکلفات کا یہی جواب ہے۔

۳۱۵ **ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو مریدی کی ترغیب دے دے کر بھیجا جاوے بڑی ہی غیرت کی بات ہے مجھکو تو اگر شبہ بھی ہو جاتا ہے کہ یہ کسی کا ترغیب دیا ہوا آیا ہے اُسکو جمنے نہیں دیتا اب تو یہ آفت ہو گئی ہے کہ یہ باتیں مشائخ کو ناگوار نہیں ہوتیں اچھی خاص ایجنسی ہو رہی ہے معتقد لوگ دوسروں کو پھانس پھانسکر لاتے ہیں اور وہ دھڑا دھڑ مرید کرتے ہیں کیا خرافات ہے طالب کو مطلوب مطلوب کو طالب بنا رکھا ہے اور اصل یہ ہے کہ اپنی اپنی رائے ہے ہم کیوں کسی کے مقلد بنیں ہم تو جو اپنے جی میں آئیگا وہ کرینگے پھر مریدی میں کیا رکھا ہے اگر کوئی چیز اہتمام کی ہے وہ شریعت مقدسہ ہے اور ایسی مریدی سے طالبوں کا کوئی بھی تو نفع نہیں کہ جو آیا مرید کر لیا اُسمیں تو مرید متبوع ہو گیا حالانکہ اسکو کام کرنیوالا ہی جانتا ہے کہ کس کے لئے کس وقت کیا ضرورت ہے جیسے روٹی پکانیوالی سمجھتی ہے کہ اب تیز آنچ کی ضرورت ہے یا نرم آنچ کی ضرورت ہے تو دوسرا اسمیں کیوں دخل دے اور کیوں رائے دے میرے متعلق یوں سمجھتے ہیں کہ یہ مرید کرنیسے یا مرید کو بنا ہنے سے پہلو تہی کرتا ہے کسی کو کیا۔ میں نے دس دس برس

۱۶

بیس بیس برس بنایا ہے انکو کوئی ایک ہی مہینہ نباہ کر دکھا دے مگر جسمیں گنجائش ہی نہ ہو اول ہی سے انکو جواب مل جاتا ہے پھر وہ بعد میں ایسے ہی ثابت ہوتے ہیں اور میں دعوی سے تو نہیں کہتا مگر واقعہ ہے اور اسکے خلاف کا وقوع شاذ و نادر ہی ہوتا ہے وہ یہ کہ یہاں جو کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اسکی ایک تمثیل یاد آگئی گو ظاہراً ایسا کہنا تو نہیں چاہئیے مگر تفہیم کی ضرورت سے کہتا ہوں وہ یہ کہ حق تعالےٰ کا جو قانون ہے کافروں کے متعلق کہ انکو جہنم میں ابدالاباد تک رکھیں گے اسپر ایک سطحی شبہ ہوتا ہے کہ ہزار دو ہزار برس سزا دیکر چھوڑ دیں اس سزا سے تو انکی تمام شرارت فنا ہو جائیگی میں کہتا ہوں کہ اگر انکو سزا دیکر چھوڑ دیا جائے اور انکو امتحان کا موقع دیا جائے تو واللہ ثم واللہ ثم واللہ وہ پھر ویسے ہی ثابت ہونگے جیسے پہلے تھے اسی کو فرمایا ہے ولو تریٰ اذا وقفوا علی النار فقالوا یالیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المومنین بل بدا لھم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ وانھم لکاذبون اسی طرح فاسد الاستعداد یا فاقد المناسبت لوگوں کی اگر رعایت کی جاوے وہ بعد میں ایسے ہی نکلیں گے جیسے پہلے معلوم ہوتے تھے البتہ حق تعالیٰ کا علم قطعی ہے اور مخلوق کا غیر قطعی مگر معاملہ تو اپنے ہی علم کے موافق کیا جاویگا۔

[۲۱۳] ملفوظ۔ ایک صاحب کے سوال جواب میں فرمایا کہ تبحر فی العلوم اصل میں فرض کفایہ ہے مگر اب ایسے حالات ہو گئے ہیں کہ تقریباً فرض عین ہے اسلئے کہ دین کی حفاظت فرض ہے اور وہ بدون علم کے ہو نہیں سکتی اور اتباع کا مادہ اب لوگوں میں نہیں رہا ہے اسلئے خود علم کافی حاصل کرنیکی ہر شخص کو ضرورت ہوئی اسلئے چند روز سے یہ خیال ہو ا ہر کہ ایسا تبحر فی العلوم اس زمانہ میں عجب نہیں کہ فرض عین ہو اور باوجود تبحر کے بھی ایک دوسری چیز بھی گویا فرض عین ہے یعنی صحبت اہل اللہ کی اسلئے کہ لکھے پڑھے لوگ بھی گڈمڈ ہو جاتے ہیں ...... اسلئے میں ان دونوں چیزوں کو یعنی تبحر فی العلوم اور صحبت اہل اللہ کو ایک درجہ میں فرض عین کہتا ہوں اسلئے کہ دین کی حفاظت ان ہی دو چیزوں پر موقوف ہے خصوص دوسری چیز پر۔

[۲۱۴] ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو اپنے تجربہ سے کہا کرتا ہوں کہ بڑوں سے ڈرنیکی اتنی ضرورت نہیں جسقدر چھوٹوں سے ڈرنا چاہئیے مثلاً وائسرائے سے زیادہ ڈرنیکی ضرورت نہیں کانسٹبل سے بہت ڈرنیکی ضرورت ہے وجہ یہ کہ بڑوں کو حوصلہ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں ہوتا

**ملفوظ** ۱۵۲ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بیہودہ ذبح انعام پر عدم ترحم کا اعتراض کرنیوالے کیا جانیں ترحم کی حقیقت کیا ہے الفاظ رحم اور ترحم کے یاد کر لئے ہیں میں تو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ گائے کے گوشت کھانیوالے میں ترحم ہوتا ہے اور اسکے ترک میں قساوت اور بعض لوگوں کو جو مخالفین ذبح پر رقت قلب کا شبہ ہو جاتا ہے جو ترحم اور ضد قساوت سمجھا جاتا ہے سو وہ ترحم نہیں جبن اور ضعف ہے جو قساوت کے منافی نہیں بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جبن اور قساوت میں تلازم ہے ایک فلسفی کا قول ہے کہ شجاع میں ترحم نہ ہونا محال ہے ساری دنیا کے قوموں میں سب سے زیادہ شجاع ترک ہیں اور نہایت رحم دل اور ترکوں ہی میں کیا سب ہی مسلمانوں میں یہ صفت ہے جسکا سبب ایک تو شجاعت دوسرے سبب خدا تعالیٰ کی تعلیم اور وہ یہ ہے کہ تم احکام کے سامنے اپنی جان سے کبھی محبت نہ رکھو البتہ میں بہت سے کہ وہ اللہ کی امانت ہے یہ سمجھکر اسکی حفاظت کرو اپنی سمجھکر نہیں اس حفاظت پر بھی اجر اور ثواب ہو گا اسی لئے ہمکو خودکشی سے منع فرمایا ہے گویا یہ حکم ہے کہ وہ ہماری چیز ہے اسلئے تم بلا اذن اسمیں تصرف نہ کرو اور یہی راز ہے اسکا بھی کہ دوزخ میں جانیکے کام کرنا حرام ہے کیونکہ وہ اس حکم حفاظت کیخلاف کرنا ہے پس وہاں جانے سے حفاظت کرنیکا حکم ہے اور اسکی یہی صورت ہے کہ کفر سے شرک سے اور ہر قسم کی معصیت سے اجتناب کیا جاوے غرض یہ سب فرع اسکی ہیں کہ ہماری جان ہماری مملوک نہیں حق تعالیٰ کی مملوک ہے اسپر ایک واقعہ یاد آگیا ایک تحصیلدار صاحب نے مجھسے پوچھا کہ طاعون سے بھاگنا کیوں ناجائز ہے حالانکہ وہاں رہنا عقل کے خلاف ہے اسلئے کہ جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے میں نے کہا کہ لڑائی سے سپاہی کا میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا کیوں جرم ہے حالانکہ وہاں طاعون سے بھی زیادہ جان کی ہلاکت کا خوف ہے یہاں تو موت میں رہنا عقل کے خلاف اور وہاں رہنا عقل کیخلاف نہیں ایک نام کا بادشاہ تو بیس روپیہ مہینہ دیکر جان کا مالک ہو جائے اور حق تعالیٰ اسکو پیدا کر کے بھی مالک نہ ہوں یہ جواب سنکر وہ بیحد مسرور ہوئے اور بہت دعائیں دیں بس یہی ہو سکتا ہے جواب ہے اور سیدھا جواب جسمیں کوئی اینچ پینچ نہیں اور یہ ناشی ہے واقعات کی تجربہ سے جو بوڑھوں کو حاصل ہو جاتا ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں اپنے نوجوان اہل علم سے کہ علم میں تو تم بڑھے ہوئے ہو مگر بڑھاپے میں ہم بڑھے

ہوئے ہیں اور یہ سبب تو ظاہر ہے اور اصل سبب دعا و توجہ ہے بزرگوں کی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنکی علمی شان یہ تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ چار مسئلو نمیں مجھکو شرح صدر ہے تقدیر - روح - وحدۃ الوجود - مشاجرات صحابہ - جو مسائل عظیمہ ہیں ایسی شان والے کو اس ناکارہ کی طرف ایسا متوجہ فرمادیا کہ حضرت اکثر تقریر فرماکر فرمادیا کرتے تھے کہ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اشرف علی سے سمجھ لینا مگر حضرت کے اس برتاؤ کیوجہ سے بعضے سالہا سال کے رہنے والے پرانے خادموں پر یہ اثر ہوا کہ اب مجھسے جلنے لگے اسلئے میں وہاں سے جلدی ہی چلا آیا

**ملفوظ ۳۱۹** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک نکتہ عجیب ہے درود شریف کے متعلق وہ یہ کہ علماء نے لکھا ہے کہ اور عبادتیں تو کبھی قبول ہوتی ہیں کبھی نہیں اور درود شریف ہمیشہ مقبول ہی ہوتا ہے میرے خیال میں اسکا یہ راز معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ خود حضور پر رحمت کرنا چاہتے ہیں دوسرا اسی کی درخواست کریگا تو ضرور قبول ہوگی -

**ملفوظ ۳۲۰** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض دفعہ انعامات کے تواتر سے ڈرا کرتا ہوں کہ اللہ کی حجت تمام ہو رہی ہے دعا کیجئے کہ استدراج نہ ہو -

**ملفوظ ۳۲۱** - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علیگڑھ کالج میں لڑکے کو داخل کرتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں دین نہ برباد ہو جائے فرمایا میاں ہوگا تو وہی جو اللہ کو منظور ہوگا مگر ظاہری اسباب میں یہ داخلہ بھی ایک قوی سبب ہے بربادی کا اور اس بنا پر کالج کے داخلہ سے فالج کا داخلہ اچھا ہی اسلئے کہ اسمیں تو دین کا ضرر اور اسمیں جسم کا ضرر ان دونوں مرضوں میں حقیقی مرض وہی ہے جو کالج میں رہکر پیدا ہوتا ہے -

## یکم ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

**ملفوظ ۱** - ایک استفتاء آیا تھا اسکے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جواب میں گو ضرورت وقت کی رعایت بھی مگر اسکے ساتھ ہی ایسا ہو کہ جس سے احکام نہ بدلیں کہ آجکل اسکی رعایت نہیں کیجاتی ہیں بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر جواب میں اسکی رعایت رکھتا ہوں فتوی کا

کام بھی بڑا ہی نازک ہے اس سے میرا دل بہت ڈرتا ہے اور میں اکثر لوگوں کو اس ہی میں زیادہ بیباک دیکھتا ہوں۔

ملفوظ نمبر ۱ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ درسی کتابیں اگر سمجھکر پڑھ لی جائیں تو پھر کسی اشکال کے جواب میں کہیں باہر جانیکی ضرورت نہیں انمیں سب کچھ ہے یہ ایسا قلعہ ہے کہ اسمیں ہر قسم کی رسد جمع ہے کھانا پینا بھی ہتھیار بھی گولا بارود بھی اور درسی کتابیں پڑھکر بھی اگر کسی کو دوسرے علوم کی ضرورت اور محتاجی ہو تو اسکی وجہ یہ ہے کہ کتابیں سمجھکر نہیں پڑھیں جاتیں

ملفوظ نمبر ۳ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نزہۃ البساتین کے علاوہ اور بھی کوئی ایسی کتاب ہے جسمیں بزرگوں کے حالات ہوں فرمایا کہ میری نظر زیادہ کتابوں پر ہے نہیں ممکن ہے کہ اور بھی ایسی کتابیں ہوں حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اور جو ایسی کتاب کی تلاش ہے کیا یہ کافی نہیں عرض کیا کہ انگریزی والونکو اس سے دلچسپی نہیں اور اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض حکایات اسکی انکی سمجھ میں نہیں آتیں فرمایا کہ یہ احتمال تو اور کتاب میں بھی ہے! اور بجائے دوسری کتاب ڈھونڈنے کی اچھی صورت تو یہ ہے کہ جو مضامین سمجھ میں نہ آویں انکو چھوڑ دیں صرف سمجھ میں آنے والیکو پڑھیں باقی انکی دلچسپی کس کس چیز میں دیکھی جاوے اور انکی دلچسپی کی رعایت کہاں تک کیجائے اور کہاں تک انتخاب کیا جائے انکو تو قرآن و حدیث سے بھی دلچسپی نہیں تو اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ قرآن و حدیث میں بھی انتخاب کیا جائے اور اس تعلیم انگریزی کا اگر پورا اثر ہو جائے تو خدا تعالیٰ سے بھی دلچسپی نہیں رہتی سو یہ تو بہت ہی واہیات بات ہے کہ انکی وجہ سے ہم اپنے اصول بدلدیں اور اپنے بزرگوں کے طرز میں کتر بیونت شروع کر دیں سیدھی بات یہ ہے جو مقام یا جو حکایت سمجھ میں نہ آئے جاننے والے سے سمجھ لیں اور اگر کوئی شبہ ہے اعتراض کریں ہم اسکا انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیں گے جب ہمارے پاس جواب ہے تو ہم کیوں کسی کی اتنی رعایت کریں اور میں پوچھتا ہوں کہ اچھا اگر کسی کتاب کو بدل بھی دیا گیا مگر قرآن و حدیث کا کیا کیا جائے اگر کل کو وہ کہنے لگیں کہ فلاں حدیث یا فلاں آیت سمجھ میں نہیں آتی یا ہمیں اس سے دلچسپی نہیں تو کیا اسمیں بھی انتخاب کیا جائیگا یہ سب خیالی اور بے اصول باتیں ہیں کبھی ایسی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہئے ہم ذمہ دار یا ٹھیکدار نہیں کہ ہر بات انکے سمجھ ہی میں آجایا کرے اگر ہر بات

سمجھ میں آجایا کرتی تو یہ اتنے باطل فرقے کیوں پیدا ہو جاتے ایک بھی نہ ہوتا اور اگر سب کی سمجھ یا دلچسپی کی رعایت کیجائے تو قیامت تک بھی کوئی اصول قرار نہیں پا سکتا ۔

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل کمال کو زیب و زینت کی ضرورت نہیں ہوتی انکو اتنی فرصت کہاں کہ وہ ایسی فضولیات کیطرف متوجہ ہوں میں تو جب کسی کو زیب و زینت کا اہتمام کرتا دیکھتا ہوں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ شخص کمال سے خالی ہے اور حصول کمال کیطرف متوجہ بھی نہیں ۔

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو نئے آنیوالوں کیلئے قیود لگاتا ہوں کہ مکاتبت اور مخاطبت کچھ نکریں اسکا منشا صرف طرفین کی راحت رسانی ہے اور مقصود اعظم یہ ہے کہ کہ خاموش رہنے سے فہم پیدا ہو وقتاً فوقتاً کی صحبت اور گفتگو سے اپنے مطلوب کی حقیقت سے باخبر ہو جائیں اسلئے کہ طریق سمجھ میں آجانیکے بعد پھر حصول میں بڑی سہولت اور آسانی ہو جاتی ہے اسکے سوا اور کوئی میرا مقصود نہیں ہوتا

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل آزادی اور حریت کا زمانہ ہے لوگوں کو دوسرے کے اتباع عار آتی ہے اور اس طریق میں یہ طرز سم قاتل ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اتباع کی عادت ہو اور طبیعتیں اسکی خوگر ہوں تاکہ اتباع ظاہری کی عادت سے انقیاد باطنی کا مادہ پیدا ہو جائے اب تو یہانتک آزادی کا مرض بڑھ گیا ہے کہ کسی اُستاد یا شیخ یا والدین کا تو کیا اتباع کریں گے حق تعالےٰ سے بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں نعوذ باللہ منہ استغفر اللہ

# یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز جمعہ

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر چار آدمی ہوں محبت کرنیوالے اور مخلصانہ تعلق رکھنے والے اور سمجھدار وہ کافی ہیں یہ بہتر ہیں اُن چار ہزار سے جو مہمل ہوں آجکل تو رسمی پیروں کے یہاں جسقدر ہیں ہوتے ہیں کہ اتنے مرید ہیں مجھے تو کسی خاص شخص کے متعلق بھی یہ یاد نہیں رہتا کہ یہ مجھسے بیعت ہے یا نہیں ہاں جو لوگ زیادہ ملتے رہتے ہیں یا کثرت سے خط و کتابت رکھتے ہیں وہ

بیشک یاد رہتے ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ایک ہی کی یاد بہت ہے جسکو یہ دولت حق تعالیٰ نصیب فرمادیں۔

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص بہار آئے تھے اُنہوں نے دوسرے لوگوں سے میرے متعلق کہا کہ ان میں اخلاق محمدی نہیں مجھے معلوم ہوا میں نے ظرافت سے کہا کہ اخلاق الٰہیہ تو ہیں ایسے ایسے خوش فہم لوگ بھی شاید موجود ہیں کہ اخلاق متعارفہ کو اخلاق محمدی سمجھتے ہیں سب قلت فہم کی دلیل ہے۔

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شریعت مقدسہ کے حدود اسقدر پاکیزہ ہیں اور ایسے اصول ہیں کہ اگر وحی کے ذریعے سے بھی اطلاع نہ کیجاتی تو فطرت سلیمہ بھی اسی کی مقتضی ہوتی مگر چونکہ طبائع سلیمہ بہت کم ہیں اسلئے وحی کی حاجت ہوئی اور وہ سراسر حکمت ہی حکمت ہے مگر عقول عامہ کی اُن حکمتوں تک رسائی مشکل ہے اور عمل سے پہلے محض بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی البتہ عمل کر کے دیکھو انشاء اللہ سمجھ میں آجائیگی کیونکہ وقوع سے اسکا مشاہدہ ہو جائیگا مگر اکثر لوگ اسکے منتظر رہتے ہیں کہ پہلے حکمت سمجھ میں آجائے تو عمل کریں اور حکمت اُنکی منتظر ہے کہ یہ شخص عمل کرے تو میں سمجھ میں آؤں پھر علاوہ حکمت کے بڑی چیز جو عمل سے میسر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قلب میں اُس سے اطمینان و سکون پیدا ہوتا ہے یہ سب سے بڑی حکمت ہے۔ ایک شخص ہندو جواب ایک بڑے عہدے پر مامور ہیں انھوں نے ایک بار مجھسے کہا میں حقیقت کے باب میں متردد ہوں سچی حقیقت پر قلب کو سکون و اطمینان نہیں ہوتا اپنے مذہبی طریقہ پر خدا کی یاد بھی کرتا ہوں مگر اطمینان میسر نہیں ہوتا کوئی تدبیر بتلائے کہ جس سے اطمینان قلب میسر ہو اور حق واضح ہو جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے کہا کہ کثرت سے اھدنا الصراط المستقیم پڑھا کرو اور ایک بات اور کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اب تک اپنے مذہب کے طریقہ پر عمل کر کے دیکھا اور اطمینان نہیں ہوا اب ہماری شریعت کی تعلیم پر بھی عمل کر کے دیکھو اگر پھر بھی اطمینان نہ ہو ہم ذمہ دار ہیں حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اطمینان میسر ہوا اور پھر ہو مولانا رومؒ اسی کو فرماتے ہیں

ہیچ کنجے بے دود بے دام نیست | جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ خواہ اعتقاد کے ساتھ نہ دیکھو بطور امتحان ہی کر کے دیکھلو تو مولانا

رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش ۔۔۔ آزموں را یک زمانے خاک باش

بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ بدون کھانیکے محض بتلانے سے مزہ کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مثال سے سمجھ لیجئے جیسے ولایتی شخص کو جس نے کبھی آم نہ کھایا ہو آم کا مزہ نہیں بتلا سکتے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ میٹھا ہے وہ اسپر کہیگا انگور جیسا میٹھا کہیں گے نہیں وہ کہے گا سیب جیسا میٹھا کہیں گے نہیں اب اُسکی سمجھ میں آنیکی صرف ایک ہی صورت ہے کہ آم اُسکے ہاتھ میں دیکر کہا جائے کہ لے کھا کر مزہ سمجھ لے ایک اردو رسالہ کی ایک حکایت یاد آئی بہت سی سہیلیاں آپسمیں جمع رہتی تھیں اور یہ وعدہ تھا کہ جسکا بیاہ پہلے ہو جائے وہ اُس مزہ سے سبکو آگاہ کرے ایک سہیلی کا پہلے بیاہ ہوا شب گذر جانے پر صبح کو سب سہیلیاں جمع ہوئیں اور اُس سے مزہ کے متعلق سوال کیا اب وہ بیچاری کیا بیان کرے بیان کرنیسے اسکی حقیقت سمجھ میں آ نہیں سکتی تھی تو اُس نے یہ کہا۔ ؎

بیاہ یوں ہی جب تمھارا ہوئیگا ۔۔۔ تب مزہ معلوم سارا ہوئے گا

دوسری حکایت ایک اندھے حافظ جی کو لڑکوں نے نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کر لو اُسمیں بڑا مزہ ہے حافظ جی نے کوشش کر کے نکاح کیا اور رات کو بی بی کے بدن سے روٹی لگا لگا کر کھائی مزہ کیا آتا صبح کو لڑکوں سے کہا کہ سُسرو تم کہتے تھے بڑا مزہ ہے ہم نے تو روٹی لگا کر کھائی تھی ہمکو تو کچھ بھی مزہ نہ آیا لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں آئی شب تو خوب بیچاری کو زدو کوب کیا تمام محلہ میں غل مچگیا اہل محلہ نے حافظ جی کو بُرا بھلا کہا صبح کو پھر آئے کہنے لگے سُسروں نے دق کر دیا کہتے ہیں کہ بڑا مزہ ہے کیا مزہ ہے ہم نے تو مار کر بھی دیکھ لیا کچھ بھی مزہ نہ آیا بلکہ خود ہی پٹنے سے بچگئے تب لڑکوں نے مارنیکی حقیقت تبلائی کہ مارنیکے یہ معنے ہیں اور یہ مطلب ہے اب جو شب آئی اور لڑکوں کی تعلیم کے موافق عمل کیا تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی کہ واقعی مزہ ہے صبح کو جو آئے تو مونچھ کا ایک ایک بال کھلا ہوا تھا اور خوشی میں بھرے ہوئے تھے تو حضرت کر کے دیکھنے سے حقیقت معلوم ہوتی ہے ایک اندھے حافظ جی کی دوسری حکایت ہے ایک لڑکے نے کہا کہ حافظ جی تمہاری عورت

ہے پوچھا کیا کھلائیگا؛ کہا کہ کھیر حافظ جی نے دریافت کیا کھیر کیسی ہوتی ہے کہا کہ سفید سفید دریافت کیا کہ سفید سفید کیسا ہوتا ہے کہا کہ جیسا بگلہ دریافت کیا کہ بگلہ کیسا ہوتا ہے لڑکے نے اپنا ہاتھ حافظ جی کو کہنی سے پکڑا کر اور ہاتھ کے پہونچے کو جھکا کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے جو ہاتھ پھیر کر دیکھا تو کہنے لگے کہ نہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑہی کھیر ہے یہ حلق سے نیچے کسطرح اترے گی اب حافظ جی کو سمجھانیکی ایک ہی صورت تھی کہ کھیر کا طباق بھر کر سامنے لا رکھتا کہ یہ ہے کھیر کھا کر دیکھ لو غرضکہ جو چیز کر کے دیکھنے کی ہے وہ بیان میں کیسے آسکتی ہے جب کھیر کی جو کہ حسی چیز ہے حقیقت محض بتلانیسے سمجھ میں نہ آئی تو دین جو کہ ایک معنوی چیز ہے کسطرح سمجھ میں آسکتا ہے اُسکو بھی کر کے دیکھو

ملفوظ ۲۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دین کی بات ہو تو کہا جاتا ہے کہ جی نہیں لگتا مزہ نہیں آتا احکام گورنمنٹ میں بھی جو کہ نفس کے خلاف ہوں کبھی کہا ہے کہ جی نہیں لگتا مزہ نہیں آتا مثلاً گورنمنٹ حکم دے کہ مالگذاری داخل کرو یا ٹیکس داخل کرو اُسوقت یہ کہکر الگ ہو جائیں کہ ہم داخل نہیں کرتے ہمیں مزہ نہیں آتا یا جی نہیں لگتا ایسا کر کے دیکھیں جیل خانہ میں پہونچا دئے جائیں جیل خانہ میں جا کر علم آجاتا ہے لے صاحبو خدا کے ساتھ محبت نہ سہی مگر انکی حکومت تو ہے یہی سمجھکر احکام بجالاؤ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایسی بیہودہ باتیں جو سوجھتی ہیں اسکا سبب یہ ہے کہ نہ خدا کے ساتھ محبت ہے نہ دل میں خدا کی عظمت ہے اسلئے بہانے ڈہونڈتے ہیں مثلاً یہ کہ جی نہیں چاہتا میں کہتا ہوں کہ ماں کے پیٹ سے ہی نکلنے کو کب جی چاہتا تھا دائی نے ٹانگے پکڑ کر زبردستی کھینچ لیا تھا سو دائی کا اتباع کیا مگر داعی کا اتباع نہیں کرتے اصل میں ان جذبات کے پیدا کرنے کے لئے صحبت کی ضرورت ہے یہ باتیں نہ کتابوں کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہیں نہ پڑہنے سے یہ تو کسی کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوسکتی ہیں اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک مینڈک گندے چہبچہ میں جسمیں گندہ کیچڑ بھرا ہوا ہے رہتا ہے اور ایک مینڈک کسی کنوئیں میں جہاں پاک پانی ہے رہتا ہے یہ کنوئیں کا رہنے والا مینڈک اُس چہبچہ کے رہنے والے مینڈک سے کہتا ہے کہ میاں کہاں اس گندگی اور ناپاک جگہ میں رہتے ہو ہم تو ایسی صفائی اور شفاف اور پاک جگہ میں رہتے ہیں یہ گندگی کا رہنے والا مینڈک اسوجہ سے

کہ اُس نے وہ صاف و شفاف پانی دیکھا ہی نہیں تکذیب کرتا ہے کہ میاں کیوں جھوٹ بولتے ہو بالکل
یہی مثال ہے اسکی کہ دنیادار دیندار کی تکذیب کرتا ہے، چونکہ دین کا لطف جو عمل اور صحبت سے میسر ہوتا
دیکھا نہیں اگر اُسکو صحیح نظر سے دیکھ لیتے تو دنیا کو اس وقت کے دیکھنے سے بھی زیادہ دیکھنا مضر نہوتا
بلکہ مفید ہوتا اسی لئے میں نے ایک وعظ میں کہا تھا کہ تم نے آج تک یہی سنا ہوگا کہ دنیا کی طرف
توجہ نہ کرو یہ نہایت گندی اور ناپاک ہے مگر میں تعلیم دیتا ہوں کہ دنیا کی طرف خوب توجہ کرو تاکہ
اس کمبخت گندی سڑیل کی حقیقت تو معلوم ہو جائے گی مگر یہ خوب توجہ تب ہی مفید ہو سکتی ہے
جبکہ دین کو بھی دیکھ لو تاکہ موازنہ کر سکو۔ اب چونکہ موازنہ نہ کرنیسے پوری حقیقت دنیا کی بھی معلوم
نہیں اسلئے دنیا کی طرف میلان ہے پس اسکی طرف جھکنے اور دین سے اعراض کا سبب اسکی حقیقت
سے بے خبری ہے اور اس کے ساتھ ایک اور سبب بھی ہے کہ دنیا نقد ہے اور دین اُدھار مگر اس نقد میں
وہ مزہ نہیں جو اس اُدھار میں ہے ایسے ایسے لاکھوں نقد قربان ہیں اس اُدھار پر کیونکہ گو وہ نقد ہے
مگر مکدر اسقدر ہے کہ کوئی عاقل اُسکو قبول نہیں کر سکتا اسی مکدر کے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
عجیب بات فرمائی ہے کہ اگر دنیا میں کوئی بھی عیب نہ ہو تو یہ کیا تھوڑا عیب ہے کہ ہاتھ سے بہت جلد
نکل جانیوالی ہے پھر اگر اس سے گھری محبت ہو گئی تو اس محبت کا خمیازہ مرنیکے وقت معلوم ہوگا جو وقت اسکے ہاتھ
سے نکلنے کا ہے وہ خمیازہ یہ ہے کہ جو چیز محبوب ہوتی ہے اُس چیز سے جدا کرنیوالے پر طبعاً غصہ ہوتا ہے
اور موت کے وقت مفارقت ہوتی ہے مال سے جاہ سے اولاد سے اور وہ مفارقت ہوتی ہے امر
حق سے پس ایسے وقت اسکا دم نکلتا ہے کہ اسکو اُسوقت خدا تعالیٰ سے بغض ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ
اور سب خطرات اُسوقت ہیں جب دنیا دل میں ہو ورنہ کچھ بھی مضر نہیں حضرت حاجی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کا ہاتھ میں ہونا مضر نہیں دل میں ہونا مضر ہے بطور مثال
کے یہ پڑھا کرتے تھے۔ ۵

آب در کشتی ہلاک کشتی است — آب اندر زیر کشتی پشتی است

**ملفوظ** (۱۱) - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے پیر کا
نام بھی شاہ عبدالرحیم ہی تھا میں اُن سے ملا ہوں اُنھوں نے مجھکو دعا دی تھی کہ جسم ہمیشہ امیر
رہے اور دل فقیر میں تو بحمد اللہ اسکو کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں

۲۵

**ملفوظ** [۱۲] - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب حضرت سے ایکمرتبہ ملے ہیں وہ دوبارہ ..... بھی یہاں حاضر ہونیکو کہتے تھے مجھسے دہلی ملے تھے حضرت کی نسبت کہتے تھے کہ یہ اس زمانہ کے بزرگوںمیں سے نہیں ہیں پرانے بزرگوں میں سے ہیں ہر بات میں پرانے بزرگوں کی جھلک معلوم ہوتی ہے فرمایا کہ یہ انکا حسن ظن ہے اور یہ تو بہت بڑی نعمت ہے جسکو اُنہوں نے میری طرف نسبت کیا مجھ میں اسکی اہلیت کہاں لیکن اگر واقع میں نہیں بھی ہے تب بھی فال نیک ہے تو ہے دعا کرتا ہوں کہ خدا پیدا کر دے مولانا منظفر حسین صاحب نے ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی یہی فرمایا تھا کہ حاجی صاحب اسوقت کے بزرگوںمیں سے نہیں یہ تو جنید اور بایزید کے زمانہ کے ہیں واقعی حضرت کی عجیب شان تھی -

**ملفوظ** [۱۳] - اجکل کی بعضی بے محل یا تکلف کی تواضع پر ایک حکایت فرمائی محمدی شاہ صاحب الہ آباد میں ایک ولایتی درویش تھے اُنکے پاس ایک حافظ صاحب ایک ایسے شخص کیساتھ آئے جو شاہ صاحب کے شناسا تھے شاہ صاحب نے اُن ہمراہی سے اُنکا تعارف پوچھا اُنہوں نے کہا کہ یہ ایک حافظ حاجی شخص ہیں آپ سے ملنے آئے ہیں حافظ جی نے تواضعاً کہا میں کیا حافظ حاجی ہوتا میں تو ایک معمولی آدمی ہوں محمدی شاہ صاحب بگڑ گئے کہنے لگے اچھا تم یہ چاہتا ہے کہ تم حاجی نہ رہو تمھارا حج حبط ہو جاوے اور تمکو قرآن یاد نہ رہے تم خدا کی ناشکری کرتا ہے بہت ہی خفا ہوئے پھر جب کبھی یہ حافظ... صاحب اُن سے ملنے جاتے تو کہتے کہ آؤ ناشکرا حافظ ناشکرا لقب ہی ڈالدیا ان باتوں کو لوگ تواضع سمجھتے ہیں اگر تواضع ایسی ہی ارزاں ہے تو پھر تو اس قصہ میں بھی تواضع سمجھی جاویگی وہ قصہ یہ ہے کہ میں ایکمرتبہ الہ آباد سے کانپور کو سوار ہوا ریل میں چند نوجوان جنٹلمین اُس ہی ڈبہ میں سوار تھے اور ایک منصف صاحب بھی سوار تھے یہ منصف صاحب پرانے اور سادی وضع کے آدمی تھے ان جنٹلمینوں نے ان منصف صاحب کو ستانا شروع کیا گو ابتدا ربے تکلفی کی منصف صاحب کی طرف سے ہوئی غرض اُن جنٹلمینوں نے کھانے کا دسترخوان کھولا اور ایک نے منصف صاحب سے کہا کہ آئے آپ بھی کچھ گوموت کھا لیجئے دوسرے ساتھی صاحب بولے کہ کیا واہیات ہے توبہ کرو توبہ کرو کھانیکو گوموت کہتے ہو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اپنے کھانیکو کھانا کہنا یہ بھی تکبر ہے اس حیثیت سے کہ وہ اپنا کھانا ہے گوموت ہی کہنا تواضع ہے فرمایا کہ اس قاعدے سے تو اپنے

کو نمازی کہنا اور مسلمان کہنا بھی تکبر ہوگا ..... تواضع یہ ہوگی کہ میں نمازی کیا ہوتا میں مسلمان کیا ہوتا جسکا مطلب یہ ہے کہ میں بے نمازی ہوں میں کافر ہوں یہ بھی کوئی تواضع ہے البتہ اپنی نماز اپنے ایمان پر گھمنڈ نہ کرے کیونکہ ہمکو یہ نعمتیں باوجود عدم اہلیت کے عطا ہوئیں تو نعمت کا تو اثبات کرے اور اہلیت کی نفی کرے اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک بادشاہ ہفت اقلیم کا کسی چمار کو بیش قیمت موتی دیدے جو اُسکی حیثیت سے کہیں زیادہ ہو تو اسکو لیکر وہ ناز کریگا یا کہ خوف کرنے لگا اُسوقت اُسکی دو حیثیتیں ہوگی ایک تو شاہی عطیہ ہونیکی اور ایک اُسکو عطا ہونیکی تو کیا وہ اپنے کو موتی والا نہ کہے گا موتی والا ضرور کہے گا اگر نہ کہیگا تو عطیہ شاہی بے قدری اور جحود لازم آئیگا مگر ساتھ ہی میں یہ بھی کہے کہ بادشاہ کی بڑی عنایت ہے کہ مجھ جیسے نااہل کو اتنی بڑی قیمتی چیز عطا فرمادی اسیطرح ہم کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور ہم متکبر نہیں اُسکو اپنا کمال سمجھنا تکبر ہے اور خدا کا عطیہ سمجھنا تواضع بس یہ خیال کرے کہ یہ ہماری چیزیں نہیں خدا کی چیزیں ہیں جیسے شجاعت ہے حُسن ہے ان کو اپنا کمال سمجھنا اور فخر کرنا تکبر ہے ان چیزوں کو خدا کی سمجھنا اور ان پر ناز نہ کرنا یہ تواضع ہے۔

**ملفوظ** [۱۴۱] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تقریر کیوقت جوش ہوتا تھا آواز بلند ہوجاتی تھی اور تقریر سے فراغت کے بعد بیحد ضعف ہوجاتا تھا مگر تقریر کے وقت یہ حالت ہوتی تھی۔ ؎

ہر چند پیر و خستہ بس ناتواں شدم ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

اور کیوں نہ ہو فرماتے ہیں ؎

خود قوی تر میشود خمر کہن خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

وہ جوش اور قوت اور ہی کسی چیز کی بدولت ہے یہ وہ دولت ہے کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہوں کو اُس دولت کی خبر ہوجائے تو لجادلونا بالسیوف ..... یعنی تلواریں لیکر ہمپر چڑھ آئیں کہ لاؤ ہمکو بھی دو کیا لئے بیٹھے ہو۔ مگر خبر نہ ہو تا مضر نہیں البتہ انکار کرنا یہ سخت خطرناک چیز ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس طریق کا انکار نہ کرے چاہے معتقد بھی نہ ہو بلکہ یہ طریق اسقدر باوقعت اور باعظمت ہے کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی اس طریق کو مکر و ریا کیوجہ سے بھی اختیار کرے اُسکی بھی قدر کرے اسلئے کہ اُسکے

دلمیں اس طریق کی عظمت ہے تب ہی تو اُسکو لیا گو مکرہی سے سہی سو اُسکو بھی حقیر مت سمجھو کیونکہ جس چیز کی قلب میں وقعت و عظمت نہیں ہوتی آدمی اُسکو کسی طرح بھی اختیار نہیں کرتا دیکھئے ان حضرات میں حقائق کی کسقدر دقیق رعایت ہے حکما بھی ان حضرات کے سامنے جاہل ہیں اور جیسے اختیار کرنا دلیل عظمت کی ہے اسی طرح احکام کے مصالح اور حکمتوں کا تلاش کرنا اسکی دلیل ہے کہ اسکے دلمیں احکام کی وقعت اور عظمت نہیں اگر کوئی شخص کسی کے نوکر سے اُسکے آقا کے کاموں کے مصالح پوچھے تو وہ کہیگا کہ مجھکو مصالح سے کیا غرض میں تو نوکر ہوں یا غلام ہوں حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض منصبی ہے پھر مجھکو معلوم بھی کہاں کہ کیا مصالح ہیں کیا مجھسے آقا مشورہ لیکر کام کرتے ہیں جسکی وجہ سے مجھکو مصالح معلوم ہوں اور علاوہ اسکے مصالح کے بیان کرنمیں جیسا اسوقت اہل تقریر کی عادت ہو گئی ہے ایک بہت بڑی خرابی بھی ہے مثلاً نماز کے مصالح بیان کئے جاتے ہیں جیسا کہ بعض کوتاہ بین بیان بھی کرتے ہیں کہ اس سے اتحاد بین الجماعۃ مقصود ہے سو اسمیں خرابی یہ ہے کہ اگر یہ مصالح کسی وقت دوسری صورت سے حاصل ہونے لگیں گے تو وہ اصل نماز ہی کو خیرباد کہکر الگ ہو جائیگا مثلاً کلب میں جمع ہونے سے یہ مصالح حاصل ہو جائیں تو وہ کلب گھر کو اللہ کے گھر پر ترجیح دیگا

**ملفوظ**[۱۵] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت سے بے خبری کی یہ حالت ہے کہ ایک بڑے عالم تھے اور درویش بھی سمجھے جاتے تھے میں بھی اُن سے ملا ہوں شروع میں تو ہمارے بزرگوں کے معتقد تھے آخر میں اگر کسی قدر بدعت کا رنگ غالب ہو گیا تھا مگر تھے سادہ اور نیک انھوں نے ایک ذاکر سے پوچھا کہ کچھ ذکر و شغل کرتے ہو اُس نے کہا کہ جی ہاں دریافت کیا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے اُنھوں نے کہا کہ نظر تو کچھ نہیں آتا کہنے لگے کہ خیر تو ثواب سے لئے جاؤ باقی نفع مقصود تو کچھ ہے نہیں مجھکو تو یہ سنکر حیرت ہو گئی کہ عالم اور درویش ہو کر ایسی بات کہی اصل چیز تو ثواب ہی ہے جو تمام اعمال سے مقصود ہے اور ثواب کی حقیقت ہے حق تعالے سے قرب اور اسکی رضا اُنھوں نے اسکی کیسی تحقیر کی اصل میں یہ فن بھی بڑا ہی نازک ہے اسمیں بہت سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ آدمی ٹھوکریں ہی کھاتا رہتا ہے۔

**ملفوظ**[۱۶] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے عبارت

میں تنگی ضرور ہے مگر کوئی مدلول شریعت کے خلاف نہیں لوگوں نے نہ سمجھنے کی وجہ سے شیخ کو بہت بدنام کیا ہے میں نے اپنے رسالہ التنبیہ الطربی میں اُنکی خاص خاص اقوال کی توجیہ کی ہے مگر مجھکو توجیہ میں خود دشواری پیش آئی ان ہی باتوں کو دیکھکر ایک غیر مقلد نے مجھکو لکھا کہ تم شر القرون کے صوفیوں کی بہت حمایت کرتے ہو مجھکو یہ بدتمیزی بیحد ناگوار ہوئی یہ کیا ضرورت ہے کہ شر القرون میں سب شر ہی ہوں

**ملفوظ ۱۷** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عوام کا عقیدہ صفات کے متعلق بہت اچھا ہے کہ وہ اجمال کی صورت میں سمجھتے ہیں کہ خدا حاضر و ناظر ہے بس اتنا کافی ہے ورنہ آگے تفصیل گڑبڑ ہے

**ملفوظ ۱۸** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے جو بدعتی ہوتے تھے اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اللہ کے نام کی برکت سے انکو علماء سے نفرت نہ تھی اور آجکل کے بدعتی تو بکثرت فاسق وفاجر تک ہونے لگے ہیں بعض تو ایسے بد دین ہیں کہ ذکر و شغل تو کیا نماز تک بھی نہیں پڑھتے حالانکہ حضرات مشائخ رحمہم اللہ کی یہ حالت نہ تھی - چنانچہ حضرت شیخ ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ نہ معلوم ہوا مطلب یہ کہ یاد نہ رہتا تھا ایک خادم آگے آگے حق حق کہتا ہوا چلتا تھا تب آپ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے تھے یہ تھے اللہ والے کہ استغراق کی یہ حالت مگر نماز باجماعت مسجد ہی میں پڑھتے رہے -

**ملفوظ ۱۹** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر ہمیشہ جہل سے ہوتا ہے میں نے جہل کی جگہ حمق کر دیا ہے کہ تکبر ہمیشہ حماقت سے ہوتا ہے یہ ذرا واضح لفظ ہے مراد جہل سے بھی حضرت کی یہی تھی اگر کوئی برسوں تجربہ کرتا تب بھی ایسی بات نہ کہہ سکتا جو ان حضرات کو فی البدیہہ معلوم ہو جاتی ہے

**ملفوظ ۲۰** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کی مثال طبیب کی سی ہے کہ وہ فن میں اختراع نہیں کرتا مگر فن کے اصول سے دقائق کو سمجھ لیتا ہے ان دقائق پر ایک واقعہ نقل کیا کہ ایکمرتبہ گھر میں سے آپنے سیکے گئیں جاتے وقت مجھسے یہ کہا کہ مرغیاں ہیں انکو خیال کرکے صبح ہی جب نماز کو جانے لگو کھولدیا جایا کرے ایکروز کھولنا یاد نہیں رہا اُس روز صبح کو بکس میں ایک طالب کا پرچہ ملا جسمیں اپنی حالت کا اظہار کرکے جواب مانگا تھا میں نے اُس

پرچہ کو پڑھکر ہر چند کوشش کی کہ جواب لکھوں مگر کوئی جواب شافی قلب میں نہ تھا جب قطعاً
شرح صدر نہ ہوا تو اب فکر ہوئی کہ اسکا سبب کیا ہے یاد آیا کہ مرغیاں بند اور محبوس ہیں
اسوجہ سے قلب کو محبوس کم دیا گیا گھر بھیجا مرغیاں کھولیں پھر جو واپس آکر وہ مضمون پڑھا تو جواب
میں شرح صدر ہوگیا اب یہ دقیق بات کتابوں میں کہاں لکھی ہے۔

**ملفوظ** ۲۱ - ایک صاحب حضرت والا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے وہ اٹھکر چلے گئے کچھ دیر کے
بعد ایک صاحب کو فرمایا کہ اب آپ اس جگہ پر آجائیے اُن کے اُٹھنے کیساتھ ہی اس جگہ
کو پُر کرنا نہ چاہئے تھا اسلئے کہ ممکن ہے کہ وہ پھر جلدی آجائیں اتنی تو رعایتیں کرتا ہوں پھر
بھی لوگ سخت سخت کہتے ہیں معلوم نہیں نرمی کسے کہتے ہیں۔

**ملفوظ** ۲۲ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ صاحب یہ مسئلہ بہت ہی نازک ہے
پھر فرمایا کہ ہے تو سب خدا ہی کا پیدا کیا ہوا شر بھی اور خیر بھی مگر ادب یہ ہے کہ خیر کی نسبت
خدا کی طرف کرنا چاہئے اور شر کی نسبت اپنی طرف جسکی حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں دو نسبتیں
ہیں ایک خلق کی اور ایک کسب کی تو خیر میں تو مراقبہ اُنکی طرف کی نسبت کا کرے کسب کا
استحضار نکرے اور شر میں مراقبہ اپنی طرف کی نسبت کا کرے خلق کا نکرے غرض خیر میں تو نسبت
خلق کو مستحضر کرد و اور شر میں نسبت کسب کو مستحضر کرد

## ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

**ملفوظ** ۲۳ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قوت حافظہ کم ہونیکی وجہ سے میری طبیعت کسی کام
کے اُدھار کی متحمل نہیں اس ہی لئے ہاتھ کے ہاتھ کام ختم کرنیکو جی چاہتا ہے جبتک ختم نہ
کردوں میرے اوپر ایک بوجھ سا رہتا ہے

**ملفوظ** ۲۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزی تعلیم پاکر ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ سادی
وضع میں رہ نہیں سکتے کوٹ ہو پتلون ہو بوٹ میٹ ہو اسکی وجہ سے اخراجات میں
بھی توسیع ہو جاتی ہے اب ان اخراجات کو پورا کرنیکے لئے بڑی ملازمت کی ضرورت ہے

اور ملازمت آجکل عنقا، تو سوائے پریشانی کے نتیجہ کچھ نہیں دوسرے چھوٹی ملازمت کو اپنی شان کے بھی خلاف خیال کرتے ہیں اس وجہ سے بھی اسکو اختیار کرنیسے عار آتی ہے تو انگریزی پڑھکر اچھی خاصی مصیبت مول لینا ہے بخلاف ملانوں کے جیسی پڑتی ہے نباہ لیتے ہیں

**ملفوظ**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حتی الامکان سب کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں بعض کام خود کر لینے آسان ہوتے ہیں مگر بتلا کر دوسرے سے کرانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

**ملفوظ**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو یہ چاہا کرتا ہوں کہ جسوقت کوئی آدے اسی وقت اسکا کام کر کے اسکو فارغ کر دوں ایک صاحب دہلی سے آئے ہوئے ہیں عشاء کیوقت وہ مجھسے ملے میں نے اُن سے کہا کہ اگر کوئی لمبی چوڑی بات ہے تو صبح پر رکھئے اور اگر مختصر ہے تو ابھی ختم کر لیجئے اُنھوں نے کہا کہ مختصر ہے میں نے اُسی وقت سنکر جواب دیدیا یہ صاحب بیان القران کی تسہیل پر تقریظ لکھانا چاہتے تھے (دہلی میں مطبع مجتبائی والوں نے ایک مولوی صاحب سے تفسیر بیان القرآن کی تسہیل کرائی ہے سمجھ میں نہیں آیا کہ الفاظ کی تو تسہیل ہوسکتی ہے مگر جو مضمون علمی ہیں اُنکو سہل کرنیکی کیا صورت ہے دیکھئے اگر اقلیدس کو کوئی اردو میں لکھے تو کیا اُسکی شکلوں کو بھی جو کہ اثبات ہے خاص دعوے کا اس معنی کر سہل کر سکتا ہے کہ ہر شخص سمجھ لیا کرے) میں نے اُن صاحب سے کہا کہ اسکا جو مقدمہ لکھا گیا ہے جسمیں آپ کہتے ہیں کہ سب التزامات و رعایات ظاہر کر دی گئی ہیں اُس مقدمہ کو میرے پاس بھیجدو اور اسکے ہر نمبر کیساتھ دو دو تین تین مثالیں بھی کہ مثلاً فلاں مقام کی تسہیل میں یہ یہ رعاتیں کیگئی ہیں اُنکو دیکھکر خاص اُن مقامات پر تقریظ لکھدونگا اور آپکی رعایت سے اتنا اور لکھدونگا کہ اُمید ہے کہ اور مقامات کی تسہیل بھی ایسی ہی ہوگی وجہ اس تقیید کی یہ ہے کہ تقریظ کی حقیقت ہے شہادت اور بلا مشاہدہ کے شرعاً شہادت جائز نہیں یہ بڑا ظلم ہے کہ کسی خاص مقام کو دیکھکر کل کتاب کی تقریظ لکھدیتے ہیں میں تو یہ کرتا ہوں کہ اُن مقامات کی تعیین لکھدیتا ہوں کہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک دیکھا ایسا پایا پھر اسمیں کوئی شبہ نہیں کر سکتا نہ اعتراض کر سکتا ہے کہ آپنے اسپر تقریظ لکھی ہے اور اسمیں فلاں مضمون مخدوش ہے کیونکہ ہم نے اپنے دیکھے ہوئے پر تقریظ لکھی ہے۔ اسکے بعد اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب میں کہا جاسکتا

کہ بقیہ مقامات کی بنسبت امید کا لفظ تھا مگر امید غلط نکلی مزاحاً فرمایا کہ امید تھی مگر بچہ نہیں ہوا ان احتیاطوں کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہاں کا نام رکھا ہے نرالا چنانچہ کہتے ہیں کہ بھائی وہاں کا تو دربار ہی نرالا ہے۔

۲۷ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی بزرگ کو تعظیم سے اذیت ہوتی ہو تو اسکی ایسی تعظیم نہیں کرنا چاہئے بڑا مقصود تو بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ انکو اذیت نہ پہنچے ہمارے بزرگ ہمیشہ ایسی باتوں سے نفرت کرتے تھے عرفی ادب اور تعظیم کے سخت خلاف تھے اصل ادب اور تعظیم تو محبت اور اتباع کا تعلق ہے چاپلوسی سے کیا کام چلتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں بزرگ کی صحبت میں ایک شخص رہتے ہیں مگر انکی دین کی حالت بہت خراب ہے۔ فرمایا کہ محض پاس رہنے سے کیا ہوتا ہے یہ پاس رہنا تو ایسا ہے جیسے کسی کے پاس زمین رہن ہو رہنے اور رہن میں تجنیس کا ایک درجہ ہے کام جو چلتا ہے بیع سے چلتا ہے رہن سے کام نہیں چلتا۔ بیعت بیع سے مشتق ہے جسکا حاصل ہے بک جانا فنا ہو جانا دوسرے کا ہو جانا مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

۲۸ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر موت نہ ہوتی تو دنیا کی کدورت سے پریشان ہو کر انسان پوچھتا پھرتا کہ مرنیکی بھی کوئی تدبیر ہے اسلئے موت بھی رحمت ہے بعض لوگ تو اب بھی باوجود اس یقین کے کہ موت اپنے وقت پر یقینی ہے پھر بھی اسکی تمنا کرتے ہیں کہ ہم مر جائیں اسلئے کہ علاوہ کدورت کے انسان کی یہ بھی خاصیت ہے کہ ایک چیز سے گھبرا جاتا ہے۔

۲۹ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالم ناسوت کو کہتے ہیں ابدی اور روحوں کو کہتے ہیں محدود تو اسکا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ دور آواگون کا کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا کبھی بے فکری ہو ہی نہیں سکتی کتنے ہی مجاہدے کرے ریاضتیں کرے اعمال صالحہ کرے کبھی اطمینان اور چین میسر نہیں ہو سکتا ہمیشہ چکر ہی میں رہے گا۔

۳۰ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک میں ایک استدلال یہ کیا گیا تھا کہ بدیشی کپڑا پہننا اسلئے حرام ہے کہ اسمیں سور کی چربی استعمال کیجاتی ہے میں کہتا ہوں کہ اگر اس روایت

کو صحیح مان بھی لیا جاوے تو زائد سے زائد یہ لازم ہو گا کہ بدون دھوئے ہوئے مت پہنو یہ کیسے کہدیا کہ بالکل حرام ہے۔

ملفوظ [۳۱] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے عورتیں چکی پیستی تھیں موسل سے کوٹتی تھیں چرخہ چلاتی تھیں اس سے اُنکی صحت اچھی رہتی تھی اب تعلعاً یہ چیزیں چھوڑ دیں گئیں تو عورتونکی صحت بھی خراب رہنے لگی میں نے ایک موقع پر عورتوں سے کہا کہ تم تو بیکار ہوئیں تھیں اپنی نسلوں کو کیوں بیکار کرتی ہو ان سے چکی پسوایا کرو جواب ملا کہ نوج میں نے کہا کہ نوج کرو یہ نعوذ کی گت بنائی گئی ہے جسکو نوج کہتی ہیں۔

ملفوظ [۳۲] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جسوقت شروع شروع کانپور گیا تو اُسوقت عمر تقریباً بیس برس کی تھی سبزہ آغاز تھا علم نیا نیا تھا تقریر رواں تھی آواز بلند تھی بڑے بڑے بیرسٹر وعظ میں شریک ہوتے تھے ایک وعظ سنکر ایک وکیل صاحب نے کہا کہ کس ظالم نے آپکو عربی پڑھائی آپ تو انگریزی پڑھتے بڑے زبردست بیرسٹر ہوتے۔ اُن کے نزدیک یہی بڑا کمال تھا۔

۳۳

# ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ [۳۳] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق کی ہر ضروری چیز پر نظر ہوتی ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک پندرہ کا نقش تھا اُسکے ہر چہار گوشہ پر اجب یا جبرئیل اجب یا میکائیل وغیرہ لکھا تھا جسکو باقی رکھا جاوے تو موہم شرک اور حذف کیا جائے تو عمل ناتمام حضرت نے اسمیں اسطرح اصلاح فرمائی اجب یارب جبرئیل اجب یارب میکائیل جسمیں سب ضروری رعایتیں ہو گئیں ایک نقش پندرہ کا میرے پاس بھی ہے اکثر آسیب زدہ کو لکھدیتا ہوں اُسکے آخر میں شیاطین کے نام کیساتھ لکھا ہے کہ سوختہ شوند اور شریعت میں کسی کے جلانیکی اجازت نہیں میں نے اُسمیں اتنا اور بڑھا دیا کہ اگر نہ گریزند سوختہ شوند اب اگر وہ جلے گا اپنی مرضی سے ورنہ ہم نے تو اُسکو مہلت دیدی دیکھئے جہاد میں گو کفار کے مکانات باغات جلا دینے کا جواز ہے مگر ساتھ ہی میں یہ بھی حکیم ہے کہ تین طرف آگ لگائی جائے ایک طرف راستہ

چھوڑ دینے کا حکم ہے تاکہ کفار اُس راستے سے اگر نکلنا چاہیں نکل جائیں کوئی مدعی ادیان کا تو انہیں یہاں باغی کے ایسی حقوق تو بتلا دے اسی رعایت حقوق کی فرع ہے کہ جہاد میں بیٹے کو اجازت نہیں کہ وہ باپ کو قتل کرے اسلام نے اُس کے حق کیسی رعایت رکھی حالانکہ عین قتال کے وقت غصہ ہوتا ہے مگر اس موقع پر حکم ہے کہ غصہ کو ضبط کرو اور باپ کو قتل نہ کرو اسلئے کہ وہ محسن ہے اُس نے پرورش کیا ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو تمہارے وجود کا سبب بنا ہے یہ رعایات اسلام کی خوبی ہے دوسرا کوئی شخص اسکی مثال نہیں پیش کر سکتا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ چوری ہو گئی ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کے پاس زرہ دیکھی آپ نے اُسکو شناخت کر لیا کہ یہ زرہ میری ہے اگر چاہتے تو آپ امیر المومنین تھے اُس سے زرہ جبرا لے لیتے اس بیچارہ کا وجود ہی کیا تھا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا باقاعدہ قاضی شریح کے یہاں دعویٰ کیا یہ قاضی بھی ظاہر ہے کہ آپ ہی کے محکوم تھے قاضی نے شہادت طلب کی کہ آپ شہادت قایم کریں کہ یہ زرہ آپکی ہے آپ نے اپنے بیٹے حسنؓ کو اور ایک آزاد شدہ غلام قنبر کو شہادت کیلئے پیش کیا قاضی نے عرض کیا کہ غلام کی شہادت تو معتبر ہے مگر بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں قبول نہیں اسمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح میں اختلاف تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹے کی شہادت کو جائز سمجھتے تھے قاضی اسکے خلاف تھے جب آپ اور کوئی شہادت پیش نہ فرما سکے قاضی نے آپکے خلاف مقدمہ خارج کر دیا اور وہ زرہ یہودی کو دلوا دی آپ وہاں سے نہایت خوش خوش چلدیئے اُس یہودی نے دیکھا کہ باوجود امیر المومنین ہونیکے اور ہر قسم کی قوت کے انپر کوئی اثر مقدمہ کے ہارنیکا نہیں ہوا یہی دلیل ہے اس مذہب کے حق ہونیکی جسکا اثر قلوب میں ایسا خالص ہے وہ آگے بڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یہ زرہ آپکی ہے اور مجھے مسلمان کر لیجئے اُسی وقت اُس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا پھر وہ زرہ آپنے اُسکو ہبہ کر دی دوسرا واقعہ ایک یہودی نے خلیفہ وقت ہارون رشید پر قاضی

[۵] احقر اشرف علی نے نظر اصلاحی میں اسکی دلیل جزئی لکھنا چاہا جو کسی وقت کسی کتاب میں دیکھی تھی مگر ملی نہیں اس لئے دلیل کلی لکھی جاتی ہے جس میں وہ جزئی بھی داخل ہے اور وہ مانی رد المحتار کتاب الجہاد عن شرح السیر الکبیر ان جواز التحریق والتغریق مقید بما اذا لم تمکنوا من الظفر بہم بدون ذلک بلا مشقۃ عظیمۃ فان تمکنوا بدونہا فلا یجوز لان فیہ اہلاک اطفالہم ونسائہم ومن عندہم من المسلمین ۱۲

کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا قاضی اسوقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تھے مسئلہ یہ
ہے کہ اگر امیر المومنین خود عدالت میں آئیں تو قاضی کو اپنی مسند چھوڑ کر امیر المومنین کو اُس جگہ
بیٹھلانا چاہیئے اور امیر المومنین کے خصم کو بھی اُس ہی مسند پر بیٹھلائے تاکہ دونوں میں مساوات
رہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مسند تو چھوڑ دی اور امیر المومنین کو مسند پر بیٹھلایا بھی دربار لیا مگر اُس
یہودی کو مسند پر نہیں بیٹھلایا اپنی برابر بیٹھلایا اور امیر المومنین پر ڈگری کردی اُس یہودی کو مقدمہ جتا دیا جسوقت
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت آیا ہے تو آپ اُسوقت رو رہے تھے
کہ اے اللہ اُس یہودی کو میں نے مسند پر نہیں بٹھلایا تھا ساری عمر میں انصاف کے خلاف
مجھسے یہ ہی کام ہوا ہے معاف فرما دیجئے گا اگر ایسے لوگ حکومت کریں تو کیا کوئی ظالم کسی پر ظلم
کر سکتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حکومت ہی جب ظلم کرائے تو حکام کیا کریں فرمایا کہ
کہ یہ سب تاویلیں ہیں لوگوں نے جان دینا گوارا کیا مگر انصاف کے خلاف گوارا نہیں کیا
پہلے ایسے لوگ بکثرت گذرے ہیں اُنہوں نے کر کے دکھا دیا مگر ایسا کرنے میں ضرورت ہے
قوت ایمانیہ کی حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ دجلہ کے کنارے پر گذر رہے تھے ایک
کشتی کنارے آکر لگی جسمیں دس مٹکے بھی تھے آپنے دریافت کیا کہ ان مٹکوں میں کیا ہے معلوم
ہوا کہ ان میں شراب ہے خلیفہ کیلئے آئے ہیں آپنے لکڑی لیکر مٹکے توڑنے شروع کر دئے دس
مٹکے تھے آپنے نو توڑ ڈالے ایک چھوڑ دیا اسکی اطلاع خلیفہ کو دی گئی خلیفہ نے آپکو طلب کیا
آپ تشریف لیگئے اُسکے ظلم کی یہ حالت تھی کہ لوہے کی کرسی لوہے کی میز اور لوہے کا قلمدان
لوہے کی قلم لوہے کی پوشاک غرضیکہ ہر چیز آہنی اور دل بھی آہنی تھا ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ
علیہ سے دریافت کیا کہ آپنے مٹکے توڑے ہیں فرمایا ہاں میں نے توڑے ہیں کہا کیوں فرمایا
کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر کہا کہ یہ تو محتسب کیواسطے ہے فرمایا کہ میں
محتسب ہوں کہا کہ سند احتساب کی کیا ہے فرمایا وہی آیت وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر کہا
کہ اب کیا ہوگا فرمایا اُسی آیت میں واصبر علی ما اصابک بھی ہے میں اسکے لئے تیار ہوں جو
کچھ بھی گذرے کہا کہ اچھا یہ تبلائیے کہ دس مٹکے تھے نو توڑے ایک کیوں چھوڑ دیا فرمایا کہ
نو مٹکوں تک تو محض اللہ کے واسطے ہاتھ چل رہا تھا دسویں پر نفس میں خیال آیا کہ ہم بھی

ایسے ہیں اسلئے دسواں نہیں توڑا اسمیں نفس کی آمیزش ہوگئی تھی اور نفس کے واسطے ہم کوئی کام نہیں کرتے اسپر خلیفہ نے کہا کہ فی الحقیقت آپ محتسب ہیں آپ احتساب ہی کا کام ہاتھ میں لیجئے اور آپکو محتسب بنا دیا بس یہ لوگ تھے حکومت کرنیکے قابل۔

ملفوظ ۱۴۴- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قلوب اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں کچھ کسی کو خبر نہیں کہ کس کا قلب کیسا ہے قصبہ مارہرہ میں ایک شخص تھا جو نہایت ہی فسق وفجور میں مبتلا تھا لوگ اسکو نصیحت کرتے کہ میاں ان کاموں سے باز آجاؤ اب میں کہتا کہ میاں ہم جانیں ہمارا خدا جانے تم کون ہوتے ہو ایک روز بدون کسی وعظ کے اور بدون کسی ترغیب و ترہیب کے اسپر ایک حالت طاری ہوئی زبان پر یہ جاری ہوا کہ میرا کیا حال ہوگا اور رونا شروع کیا کھانا پینا سب بند دو تین روز یہی حالت رہی اور اُسی حالت میں مر گیا اسی خوف میں کلیجہ پھٹ گیا جو کفار کی تلوار سے مرے وہ تو سب جانتے ہیں کہ شہید ہوتا ہے مگر جو خدا کی محبت یا خشیت کی تلوار سے مرے وہ کیوں نہ شہید ہوگا یہ اُس سے بڑا شہید ہے ایک خانصاحب کی حکایت ہے کہ جتنی بازیاں دنیا میں ہو سکتی ہیں سب اُنمیں تھیں عمر رسیدہ ہوگئے تھے اُن سے لوگ کہتے کہ بڑے میاں فسق وفجور کو چھوڑ قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہو پوچھتے پھر کیا کیا کروں لوگ کہتے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو پوچھتے نماز پڑھکر روزہ رکھکر کیا ہوگا کہتے کہ جنت ملے گی اُسپر جواب دیتے کہ جنت کا لینا کون مشکل ہے جنت کے لینے کیلئے اتنی مشقت کی کون ضرورت ہے جنت تو بہت آسانی سے مل سکتی ہے وہ یہ کہ ایک ہاتھ ادھر مارا اور ایک اُدھر مارا بس کائی سی پھٹتی چلی گئی راستہ صاف ہوگیا سامنے جنت ہے لو جنت میں پہونچ گئے اسکو کوئی نہ سمجھتا کہ یہ مجذوبوں والی بڑ ہے کیا جس وقت مولوی امیر علی صاحب نے ہنومان گڑھی کے موقع پر جہاد کا فتویٰ دیا تو یہ خانصاحب مولوی صاحب کے پاس پہونچے کہ مولوی صاحب ہم جیسے گنہگار بھی اس کام کیلئے قبول کئے جاسکتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ مانع کون چیز ہے غرض تلوار لیکر میدان میں پہونچ گئے اور دس بیس کو مارا اور خود بھی شہید ہوگئے پھر فرمایا کہ بحمد اللہ جان دینے والے اب بھی موجود ہیں اُس وقت کوئی بہت ہی بڑی چیز ہوتی ہے آنکھوں میں یا دل میں کہ جان دینا آسان ہو جاتا ہے اور یہ حالت ہو جاتی ہے غرض برکات اب بھی ہیں اسی کی نسبت فرماتے ہیں ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است — خم و خمخانہ بامہر و نشاں است

ملفوظ ۳۵- ایک صاحب نے عرض کیا کہ آجکل جو لوگ شورش میں کام کر رہے ہیں وہ گرفتاری کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں فرمایا کہ جی ہاں یہ سمجھنا ایسا ہے جیسے ایک سرحدی ہندوستان آیا کسی شہر میں کسی حلوائی کی دکان سے حلوا اُٹھا کر لے بھاگا اور کھا گیا اُسکو پکڑ کر پولیس میں پہونچا دیا داروغہ نے دیکھا کہ نو وارد شخص ہے اور ایک معمولی سی حرکت ہے اسکا کیا چالان کیا جاوے حکم دیا کہ اسکو ایک گدھے پر سوار کر کے لڑکوں کو کوئی چیز بجانیوالی ہاتھ میں دیکر سارے شہر کا گشت کراؤ یہی سزا کافی ہے ایسا ہی کیا گیا جب یہ سرحدی وطن واپس گیا لوگوں نے دریافت کیا کہ آغا ہندوستان رفتہ بودی آں چگونہ ملک است تو یہ سرحدی کہتے ہیں کہ ہندوستان خوب ملک است حلوا خوردن مفت است سواری خر مفت است فوج طفلاں مفت است ڈم ڈم مفت است ہندوستان خوب ملک است تو جسقدر اسباب ذلت کے اُسکے واسطے جمع کئے گئے تھے اُس نے اپنے لئے اُنکو باعث فخر اور عزت کا سمجھا یہی حالت آجکل کے لوگوں کی ہے کہ اسباب ذلت کو عزت اور فخر کا سبب سمجھتے ہیں خدا معلوم انکی عقلوں کو ہوا کیا ہندو بڑے ہوشیار ہیں جسوقت سے گورنمنٹ نے سختی کا اعلان کیا ہے اُسوقت سے ہندوں نے اپنی رفتار کو بدلدیا ہے بخلاف مسلمانوں کے یہ آگے بڑھے چلے جاتے ہیں کچھ خبر نہیں کہ انجام کیا ہو فرمایا کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ بجائے ہوس ملک کے اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر کرنا چاہئے۔

ملفوظ ۳۶- ایک استفتاء آیا تھا جواب تحریر فرما کر فرمایا کہ اس واقعہ میں ماں اور دادا کو حصہ ملا اور سب محروم رہے مزاحاً فرمایا کہ پہلے یہ دادا تھے اب ترکہ ملنے کے بعد دادہ ہو گئے۔

ملفوظ ۳۷- ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ فکر چھوڑئیے ذکر جوڑئیے سب اللہ فضل کریگا۔

ملفوظ ۳۸- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت ہے اگر جھوٹ نہ بولا جائے تو شرمندگی ہوتی ہے جواب لکھا کہ گُو کھانیوالوں میں بیٹھکر کوئی گُو کھانے لگے اور کہے کہ اگر نہ کھاؤں تو شرمندگی ہوتی ہے ایسے شخص کا کیا علاج۔ پھر فرمایا کہ گُو کھانا قبیح حسّاً ہے اور جھوٹ بولنا قبیح شرعاً ہے دونوں میں فرق کیا ہے۔ اس فرق پر یاد آیا ایک شخص تھا عبدالرحیم یہ دہری تھا اس نے مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو میں کہا کہ داڑھی رکھنا

اسلئے ضروری نہیں کہ پیدائش کیوقت یہ نہ تھی تو یہ فطرت کیخلاف ہے۔ مولانا شہید نے جواب میں فرمایا کہ اُسوقت تو دانت بھی نہ تھے انکو بھی نکلوا دو اپنا سا منہ لیکر رہگیا مولوی عبد الحی صاحب حضرت شہید صاحبؒ کے رفیق تھے انھوں نے کہا کہ واہ مولانا کیا دندان شکن جواب دیا اس میں دندان شکن میں عجیب لطیفہ ہے۔

ملفوظ ۱۳۹ - فرمایا کہ ایک خط میں جو والیسی کا نہیں تھوڑا سا سادہ کاغذ ہے جی نہیں چاہتا کہ اسکو ردی میں ڈالدیا جائے دو تین تعویذوں ہی کے کام آجائے گا۔ اور جو خط والیسی کا ہوتا ہے اُسکا زائد کاغذ بھی والیس کر دیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۴۰ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں کے انتظام پر اعتراض کرنیوالے اپنے نزدیک متمدن ہیں اور ہم اُنکے نزدیک متبدن ہیں اشارہ ہے کہ فربہی اکثر علامت ہے غباوت کی چنانچہ ہم اگر کوئی انتظام کریں اس سے لوگ ناخوش ہوتے ہیں اسکو سختی پر محمول کرتے ہیں عدالتوں میں ان لوگونکو رات دن سابقہ پڑتا ہے مگر اس ہی قسم کے قیود سے اُنپر اعتراض نہیں کرتے آخر فرق کیا ہے کچھ بھی نہیں بجز اسکے وہ گورے چمڑے والوں کی مقرر کردہ قیود ہیں اور یہ کالے چمڑے والوں کی بس گورے چمڑے کی وقعت ہے ہندوستانیوں کا نام رکھا ہے کالا آدمی۔

ملفوظ ۱۴۱ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مال سے محبت ہونا طبعی بات ہے شیخ احمد دحلان نے فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے بعد فتح فارس جب خزائن لائے گئے تو انہوں نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ ہم اسکی تو دعا نہیں کرتے کہ اسکی محبت ہمارے دل سے نکلجائے کیونکہ یہ تو آپکی پیدا کی ہوئی ہے کما قال تعالے زین للناس حب الشہوات الخ ہاں اسکی دعا ہے کہ اس مال کی محبت آپکی محبت میں معین ہو اور اسکا معیار یہ ہے کہ اگر ایسا کوئی موقع ہو کہ مال خرچ کرنمیں اللہ و رسول کی مرضی حاصل ہوتی ہو اور صرف نہ کیا جاوے تو یہ محبت خود ذات مال سے ہے اور ناپسندیدہ ہے اور اگر صرف کیا جاوے تو اسکو ذات مال کی محبت نہ کہیں گے۔

ملفوظ ۱۴۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نور فہم تقوٰی سے پیدا ہوتا ہے گو زیادہ لکھا پڑھا نہ ہو ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پاؤں چلا رہے تھے ایک گاؤں کا شخص آیا اُسنے

کہاکہ مولوی جی بڑا جی خوش ہوتا ہوگاکہ ہم پیر دبوا رہے ہیں فرمایاکہ راحت کیوجہ سے تو خوشی ہے مگر بڑے ہونیکی وجہ سے خوشی نہیں ہوتی تو وہ گاؤں والا کیا کہتا ہے کہ مولوی جی پانؤ دبوانا تمھیں جائز ہے کیا ٹھکانا ہے اس گاؤں والیکی کہاں نظر پہونچی ہے یہ دین کی برکت ہے یہ تقوی اور دین بھی عجیب برکت کی چیز ہے اس سے نور فہم پیدا ہوتا ہے لکھے پڑھے ہونیکی اسمیں قید نہیں کرامات الاولیا ایک کتاب ہے مصر کی چھپی ہوئی اسمیں ایک بزرگ شیخ قرشی کی حکایت لکھی ہے کہ وہ بزرگ مجذوم تھے اُنکی شادی نہ ہوئی تھی مرید ہی خدمت کیا کرتے تھے سچے مریدوں کو عجیب تعلق ہوتا ہے ایکدن اون بزرگ نے نکاح کی خواہش ظاہر کی ایک مرید فوراً اُٹھے اُنکی لڑکی جوان تھی گھر پہونچے اور جاکر ظاہر کیا کہ ایسی بات ہے حضرت شیخ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے لڑکی سے کہاکہ میں موجود ہوں باپ نے کہاکہ وہ مرض جذام میں مبتلا ہیں لڑکی نے کہاکہ کوئی حرج نہیں ہیں تو خدمت کرونگی مرید نے جاکر قصہ بیان کیاکہ میری لڑکی ہے وہ آپسے نکاح کرنے پر آمادہ ہے بزرگ نے فرمایاکہ اُس سے میری حالت بھی ظاہر کردی غرض کیاکہ اُسنے اس ہی حالت میں آمادگی کا اظہار کیا ہے فرمایا بہت اچھا غرض نکاح ہوگیا شب کو وہ لڑکی کیا دیکھتی ہے کہ ایک شخص آرہے ہیں کشیدہ قامت بڑی بڑی آنکھیں پتلے پتلے ہونٹ نہایت تندرست جوان حسین جمیل اُسکے پاس چلے آرہے ہیں فوراً گھونگھٹ کرلیا اور رُخ پھیر کر کہا اے شخص تم کون ہو غیر محرم جو اس بیباکی سے میرے پاس چلے آئے انہوں نے کہاکہ میں تیرا خاوند ہوں جس سے نکاح ہوا ہے لڑکی نے کہاکہ وہ تو بیمار اور ضعیف ہیں بزرگ نے فرمایاکہ میں نے تیرے خلوص اور دین و صبر کیوجہ سے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی اُسکی برکت سے حق تعالیٰ نے مجھکو اس تصرف کی قوت عطا فرمادی ہیں اب تیرے پاس جب آؤنگا اس ہی حلیہ سے آونگا لڑکی نے کہا میں نے جو آپکی خدمت قبول کی تھی وہ حظ نفس کیواسطے نہیں کی تھی محض اللہ کے واسطے کی تھی اس صورت میں میرا حظ نفس شامل ہوجائیگا اگر تم اُس ہی حالت میں آؤ جو تمھاری اصلی حالت ہے تو میں خدمت کیلئے حاضر ہوں اور اگر اس ہیئت سے آپ آئیں تو مجھکو آزاد فرما دیجئے میں اپنا اور انتظام کرلونگی یہ ہے خلوص آجکل بڑے بڑے مقتداؤں میں بھی یہ باتیں نہیں یہ سب تقوے کی برکت ہے ۔

ملفوظ ۴۳ - ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ عادی مصائب جو انسان پر آتی ہیں یہ تو غیر اختیاری ہیں اور ارضی جسد پر مضرتیں ہوتی ہیں یہ اکثر اپنی غفلت کے سبب سے حتی کہ زوال سلطنت بھی غفلت ہی سے مسبب ہے -

ملفوظ ۴۴ - ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تجربہ کی بات ہے کہ جو آدمی بیدار مغز ہوتا ہے وہ خود تکلیف میں رہتا ہے مگر دوسرونکو اُس سے راحت پہونچتی ہے اور غفلت میں رہنے والا آدمی خود آرام میں رہتا ہے اور اس سے دوسرنکو تکلیف پہونچتی ہے -

ملفوظ ۴۵ - ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ قیصر کہا کرتا تھا کہ افسر تو جرمنی ہوں اور لڑنے والے ترک ہوں تو ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں وجہ یہ بیان کیا کرتا تھا کہ ترک بہادر ہیں مگر غافل ہیں اور جرمنی اتنے بہادر نہیں مگر بیدار ہیں -

ملفوظ ۴۶ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں جو مدرسہ میں ایک آرام کرسی کے متعلق تھا فرمایا کہ جی ہاں یہ آرام کرسی رکھی تھی اس لئے کہ کبھی اس پر لیٹ جایا کرونگا تو نیند آجایا کریگی مگر کتابیں جو یہاں پر قریب ہی رکھی ہیں ہمت نہیں ہوتی آرام کرسی پر لیٹنے کی بے ادبی معلوم ہوتی ہے اب یہ ویسے ہی رکھی ہوئی ہے -

۴۰

# ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۴۷ - ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب سے کچھ غلطی ہو گئی تھی ابھی اُن سے اسکے متعلق خط و کتابت ہی ہو رہی معاملہ صاف نہ ہوا تھا کہ ایک رقم آپنے بطور ہدیہ بھیجی میں نے روپیہ واپس کر کے لکھدیا کہ میں کوئی رشوت کھاتا ہوں پھر لکھا ہوا آیا کہ میں نے محبت کی وجہ سے بطور ہدیہ بھیجا تھا رشوت کی نیت سے نہ بھیجا تھا میں نے لکھا کہ بطور ہدیہ ہی سہی مگر بے موقع بھیجا اسلئے مشابہ رشوت کے ہو گیا وہ روپیہ وصول نہ کیا اس لئے کہ اصول کیخلاف تھا آج ایک صاحب نے پانچ روپیہ بھیجے کیونکہ اصول کے ماتحت تھے وہ وصول کر لئے گئے مصلح کو ضرورت ہے ہر چہار طرف نظر رکھنے کی یہ باتیں تجربات سے تعلق رکھتی ہیں -

ملفوظ ۴۸ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کی تکنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اس سے طبعاً ناگواری ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ پھر وہ ناگ وار (سانپ کے مشابہ) ہوجاتا ہے دوسرے اسمیں تجسس کی سی صورت معلوم ہوتی ہے دوسرے کے راز پر مطلع ہونا ہے اسمیں لوگ بد احتیاطی سے کام لیتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے بُرا ہے -

ملفوظ ۴۹ - فرمایا کہ ایک خط آیا - ہے لکھا ہے کہ میں قربانی کرنا چاہتا ہوں اُسکی تفصیل لکھی ہے کہ ایک تو حق تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اور ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور ایک آپکی طرف سے فرمایا کہ تشخیص کا عنوان اچھا نہیں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ پار سال جو ہم نے قربانی کیلئے بکرے خریدے تھے یہاں پر تو چار روپیہ میں آئے تھے اس حساب سے تین بکروں کی قیمت بارہ روپیہ ہوئی ایک روپیہ احتیاط کا تیرہ روپیہ بھیجتا ہوں اگر اجازت ہو (جواب) بکرے بکری کی قیمت بدلتی رہتی ہے کیا خبر کتنے میں آئیں اسپر فرمایا کہ میں اپنی قربانی خود کرونگا کیا معلوم ہے اسوقت لکھ رہے ہیں نیت بدل جائے یا خط ہی نہ پہونچے یا اور کوئی گڑبڑ ہوجائے ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا خط کے ذریعہ سے بھی وکالت ہوسکتی ہے فرمایا ہوسکتی ہے -

ملفوظ ۵۰ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کو تو جمع غائب کا صیغہ یاد ہے یعنی جو جمع آئی غائب کردی اور ہندوؤں کے یہاں جمع حاضر کا یہ جو کچھ جمع کر لیتے ہیں اُسمیں سے پھر صرف نہیں کرتے ایک صاحب نے ایک مہاجن کی حکایت بیان کی جسکو میں مہاجن بکسر الجیم کہا کرتا ہوں یعنی بڑا جن کہ وہ بیمار ہوا علاج نہ کرتا تھا بیحد مالدار تھا لوگوں نے بمشکل علاج پر آمادہ کیا کہا کہ اچھا تخمینہ کراؤ کہ علاج میں کسقدر صرف ہوگا طبیب کو بلایا گیا نبض دکھلائی نسخہ لکھا طبیب نے انداز سے بتلایا کہ الیا مرض ہے اسمیں اس قسم کی دوائیں استعمال ہونگی اور اتنے زمانہ تک غرضیکہ ایک مجموعی مقدار تخمینہ بتلادی کہ یہ صرف ہوگا تو وہ کہتا ہے کہ اب یہ دیکھو کہ مرنے میں کیا صرف ہوگا حساب لگایا تو مرنے میں علاج سے کچھ کم صرف بیٹھا اُس نے کہا کہ جسمیں کم صرف ہو وہی کام ٹھیک ہے لہذا مرنا ہی بہتر ہے کیا ٹھکانا ہے انتہائی حکایت ہے اور چاہے یہ حکایت صحیح ہو یا غلط اصول تو انکے قریب قریب ایسے ہی ہیں -

ملفوظ ۵۱ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کبھی کبھی موت کا مراقبہ کیا جائے تو کیسا ہے فرمایا کہ ضرورت کیوقت ورنہ اصل چیز تو اللہ ہی کی یاد ہے اس ہی کیلئے موت کا مراقبہ بھی تجویز

(در مطبع جمال پرنٹنگ پریس دہلی طبع شد)

کیا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ موانع ذکر مرتفع کرنیکے واسطے موت کا مراقبہ کرایا جاتا ہے اگر وہ موانع ہوں تو اب ضرورت ہے کہ موت کا مراقبہ کرے اور اگر موانع نہیں تو اللہ کی یاد میں مشغول رہے اور موت کا مراقبہ بھی غلو کی ساتھ نہیں بقدر ضرورت کافی ہے جیسے طاعون کے زمانہ میں سب کام کرتے ہیں مگر دل دنیا سے اکھڑ جاتا ہے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں بس اتنا استحضار کافی ہے

**ملفوظ** ۱۵۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ منجملہ اسرار کے پانچ فن ہیں کیمیا لیمیا ہیمیا سیمیا ریمیا اسوقت یاد نہیں رہا کہ انمیں سے وہ کونسا فن ہے کہ جس سے روح کے منتقل کرنیکا تصرف حاصل ہو جاتا ہے پہلے مجھکو انکا نام یاد نہیں رہتا تھا تب میں نے ہر ایک کا اول کا حرف لیکر ایک مجموعہ بنایا ہے کُلّہ سِرٌّ اور مجموعہ بھی موضوع ہے کیونکہ یہ سب علوم مخفی ہیں اسمیں یہ بھی لطیفہ ہے۔

**ملفوظ** ۱۵۳ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شریعت مقدسہ کی اسقدر پاکیزہ تعلیم ہے اور اسقدر جامع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات میں بھی ہمیں کسی کا محتاج نہیں چھوڑا مکمل قانون ہے مگر فہم کی ضرورت ہے ورنہ محض الفاظ کا یاد کرنا کافی نہیں ایک حکایت فرمائی کہ ایک شخص میرے پاس آیا تھا اور شہوت نفس کے غلبہ کی شکایت کی کہ بدکاری کیطرف میلان کرتا ہے اور نکاح کی وسعت نہیں ایک غیر مقلد صاحب یہاں ٹھیرے ہوئے تھے اتفاق سے اسوقت وہ میرے پاس بیٹھے تھے میں ابھی کچھ نہ بولا تھا کہ وہ غیر مقلد صاحب بول پڑے کہ روزے رکھا کرو اُس نے کہا کہ میں روزے بھی رکھ چکا ہوں کچھ اثر نہیں ہوا ان لوگوں کو حدیث دانی میں بڑا دعویٰ ہے مگر اُسکے اس کہنے پر میاں کا ذخیرہ سب ختم ہوا آگے کوئی جواب نہ تھا انکو صرف اتنا یاد تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نکاح کی وسعت نہ ہو اور شہوت کا ہو غلبہ تو روزے رکھا کرو آگے فہم کی ضرورت تھی میں نے اُس سے کہا کہ بھائی کثرت سے روزے رکھو تم نے کم رکھے ہونگے اُس نے اقرار کیا کہ جی ہاں کم رکھے ہیں میں نے کہا کہ اسپر حدیث ہی میں دلالت ہے ارشاد ہے فعلیہ بالصوم اور علیہ ہے لزوم کیواسطے اور عادۃً لزوم ہوتا ہے تکرار سے اسطرح کثرت کی قید حدیث میں مذکور ہے تو محض الفاظ حدیث پڑھ لینے سے کیا ہوتا ہے جبتک فہم نہو۔

**ملفوظ** ۱۵۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت کا مادہ تو ہے میرے اندر مگر تعظیم کا مادہ نہیں زیادہ چاپلوسی کرتے ہوئے۔ ذلت معلوم ہوتی ہے۔

# ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۵۵ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ میری طبعی غیر اختیاری بات ہے کہ میں کسی کے سامنے کا بچا ہوا کھانا نہیں کھا سکتا ہاں ساتھ کھا لیتا ہوں حتیٰ کہ اپنے بزرگوں کا جھوٹا بھی کبھی نہیں کھایا اور کچھ فرض و واجب بھی نہیں۔

ملفوظ ۵۶ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں کیا دیکھا کہ جسکی وجہ سے ایسا خادمانہ تعلق کر لیا فرمایا اسی نے تو تعلق کیا کہ وہاں کچھ نہیں دیکھا مطلب یہ تھا کہ کوئی تصنع کی بات نہیں دیکھی تھی خوب ہی جواب دیا واقعی بات تو یہ ہے کہ اپنے بزرگوں میں ایسی بات تو انکا نام و شان نہ تھا بہت ہی سادہ وضع اور متبع سنت تھے دوسروں کی طرح کسی قسم کا ڈھونگ نہ تھا پس یہ ہی طرز ہے قابل پسند۔

ملفوظ ۵۷ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بجلی کے وزن کا اندازہ ایک خاص قسم کی گھڑی سے ہو جاتا ہے کہ اسقدر مہینہ بھر میں جلی - فرمایا کہ آخرت میں اعمال کے وزن پر لوگ شبہ کرتے ہیں یہاں بجلی کا وزن ہوتا ہے تھرمامیٹر سے وزن حرارت کا ہوتا ہے اسپر شبہ نہیں کرتے اور یہ جواب تو اُنکی خاطر سے دیدیا ہے ورنہ وہاں تو اعمال کا وزن ہونا منصوص ہے ترازو ہوگی ڈنڈی ہوگی پلڑے ہوں گے وہ جھکیں گے اعمال کا وزن ہوگا ان لوگوں کے سمجھانے کے واسطے میں نے یہ جواب دیا ہے ورنہ نصوص کے ہوتے ہوئے اس جواب کی ضرورت نہ تھی افسوس ہمکو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جو محض جاہل ہیں اسلئے ایسے جوابات کی نوبت آئی البتہ اعمال کے وزن ہونے میں تو شبہ اُسوقت ہو سکتا تھا جبکہ وہ جواہر نہوں ہم تو کہتے ہیں کہ وہاں وہ جواہر ہونگے اور جب جواہر ہونگے تو اُنکا وزن ہو جائیگا حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے جاہلوں کا جواب اصل وہی ہے جو میں نے ایک صاحب کو علیگڈھ میں دیا تھا اُنھوں نے مجھسے سوال کیا تھا کہ یہ جو آیا ہے کہ زنا سے طاعون ہوتا ہے فعل اور جزا میں ربط کیا ہے

میں نے کہا کہ اگر ربط معلوم نہ ہو تو ضرر کیا ہے بس یہ جواب کافی ہے جاہلوں کیلئے اگر جہل نہ ہوتا تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اصبیغ ایک شخص تھا شام میں وہ متشابہات قرانیہ میں گفتگو کیا کرتا تھا اسکی اطلاع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہوئی آپ نے حکم فرمایا کہ گرفتار کرکے ہمارے پاس بھیجدو گرفتار کرکے بھیجدیا گیا آپ نے ستون سے بندھوا کر حکم دیا کہ اسکے دماغ پر دُرّے لگاؤ لگنا تھا کہ چیخ اُٹھا کہ حضرت میں توبہ کرتا ہوں کبھی قرآن کیساتھ ایسا معاملہ نہ کرونگا تمام شیاطین دماغ سے نکل گئے یہ ساری برکت نعل دار جوتے کی ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نعل دار جوتے کا نام روشن دماغ رکھا تھا واقعی روشن دماغ ہی ہے اس ہی واسطے حکومت کی ضرورت ہے۔ بریلی کے ایک شخص یہاں پڑے رہتے تھے ذکر و شغل کرتے تھے اور کبھی کبھی وساوس کی شکایت بھی کرتے تھے میں اُنکی تسلی کر دیتا تھا بس ایک روز جوش میں بھرے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اب تو جی میں آتا ہے کہ میں عیسائی ہو جاؤں میں نے ایک دھول رسید کیا اور کہا کہ نالائق اسی وقت عیسائی ہوجا اسلام کو ایسے ننگ اسلام کی ضرورت نہیں اسلام بے نیاز ہے ایسے نالائقوں اور بدفہموں سے اسکے بعد اُنکو کبھی کسی قسم کا وسوسہ پیدا نہیں ہوا یہ دھول کی برکت تھی کہ سب دھول جھڑ گئی یہاں ایک اور ذاکر تھے اُنکو ذکر کے وقت جوش اُٹھتا اُسمیں اُٹھکر بھاگتے بہت ہی قوی آدمی تھے لوگوں کو خوف ہوتا کہ کہیں کسی پر حملہ نہ کریں لوگوں نے مجھسے کہا میں نے کہا کہ آج رات کو میں یہیں رہونگا غرض اُس روز میں خانقاہ میں رہا اور اُن سے کہا کہ میرے پاس کھڑے ہو کر تہجد پڑھو اور ذکر شروع کرو تہجد پڑھکر ذکر شروع کیا تو جوش اُٹھا اور ایک طرف کو بھاگے میں نے زور سے ایک دھول رسید کی کہ کہاں جاتا ہے فوراً بیٹھ گئے پھر کبھی ذکر میں اُنکو جوش نہیں اُٹھا بہت عرصہ کے بعد کلکتہ میں ملے تھے کہتے تھے کہ پھر کبھی مجھکو ذکر میں جوش نہیں اُٹھا پھر اُٹھکر بھاگنے کے متعلق فرمایا کہ وجد اور جوش حقیقت میں مذموم نہیں مگر کمال بھی نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اور مشائخ کے یہاں تو ذاکر کے جوش کو اچھا سمجھتے ہیں فرمایا کہ آپ بھی عجیب عقلمند ہیں کیا میری تقریر آپنے سنی نہیں میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مذموم نہیں پھر اس کہنے کی کون ضرورت باقی رہی کہ اور مشائخ اچھا سمجھتے ہیں میں نے ہی بُرا کب بتلایا ہے یہ کیا ہے کہ کمال بھی نہیں

اگر آدمی کو بولنا نہ آئے تو کیوں بولے خاموش رہے خواہ مخواہ پریشان کیا اچھے برے ہونے پر گفتگو نہیں ہے گفتگو اسمیں ہے کہ کمال بھی ہے یا نہیں سو کمال نہیں بلکہ یہ ضعف قلب کی دلیل ہے کہ آدمی بے اختیار ہو جاوے سو اسقدر مغلوب ہو جانا یہ ضعف قلب سے ہوتا ہی اگر یہ کمال ہوتا تو انبیا علیہم السلام کو سب سے زیادہ مغلوب ہو جانا چاہئے تھا مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ از جا رفتہ ہو گئے ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت کمال کے خلاف ہی ہاں گریہ جاری ہو جانا یہ نقص نہیں۔ گریہ کے مضمون پر ایک صاحب نے شیعونکی مجالس کا ذکر کیا کہ وہ رونے ہی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اور اُسکے لئے سامان مہیا کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ رنج ہی کیا ہوا جو اتنے سامان کے بعد رونا آوے۔

**ملفوظ** ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دو چیزوں کی حفاظت کی بڑی ضرورت ہے ایک قلب کی اور ایک دماغ کی۔

**ملفوظ** ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا بڑا مرض جسپر لوگ معترض بھی ہیں وہ انتظام کا ضبط ہے چاہتا ہوں کہ تمام امور کا انتظام ہو وہ امور خواہ اقوال ہوں خواہ افعال ہوں خواہ احوال ہوں حتیٰ کہ اگر سختی بھی ہو تو اسمیں بھی انتظام ہو غرضکہ کوئی بات انتظام کیخلاف نہو۔

**ملفوظ** ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص تھے حقہ پینے کی بہت عادت تھی میں نے اُنکو منع کیا اور شاید اُنھوں نے چھوڑ بھی دیا ایک روز میرے پاس آئے اور اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے روضۂ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ حقہ پیتے دیکھا تم مجھکو منع کرتے تھے میں نے کہا کہ توبہ کرو استغفر اللہ نعوذ باللہ حضور حقہ پیتے ہیں حضور تو آئینہ ہیں تم نے اپنی حقیقت دیکھی۔ اس آئینہ ہونے پر ایک حکایت یاد آئی ایک شخص ایک بزرگ کی ملاقات کو حاضر ہوئے مگر بوقت ملاقات اس شخص کو اُن بزرگ کی صورت کتے کی نظر آئی اسلئے یہ شخص ملکر کچھ شگفتہ نہ ہوا چلدیا کہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کے پاس عقیدہ کیساتھ جاتا ہے تو ملکر اُسکو ایک قسم کی خوشی اور مسرت ہوتی ہے سو یہ نہ ہوا اور کیونکر ہوتا اُن بزرگ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے تمپر پژمردگی کیوں ہے عرض کیا کہ حضرت کہنے کی

بات نہیں اسکا اظہار بہت بڑی گستاخی ہے فرمایا کہ کوئی گستاخی نہیں میں خود پوچھ رہا ہوں تم صاف کہو جو بات ہے عرض کیا کہ حضرت کی صورت مجھکو کتے کی نظر آرہی ہے معلوم نہیں کیا معاملہ ہے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے کوئی ڈر کی بات نہیں اور اُن بزرگ نے اس شخص کو کچھ پڑھنے کیلئے بتایا کہ ایک ہفتہ یہ پڑھو اسکے بعد ہم سے ملاقات کرو ایک ہفتہ بعد یہ شخص ملا تو دیکھا کہ اُن بزرگ کی صورت بلی کی سی ہے اسکے بعد ایک ہفتہ اور پڑھنے کو فرمایا اسکے بعد پھر ملاقات کی تو اُس سے بھی کم اسکے بعد پھر ایک ہفتہ پڑھنے کو فرمایا جب اسکے بعد ملاقات کی تو وہ بزرگ اپنی اصلی صورت پر نظر آئے تب اُس نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ تھا فرمایا کہ یہ تم اپنی صورت اعمال کی دیکھ رہے تھے اس تعلیم اور ذکر کی برکت سے اب تمھارے اعمال کی صورت بدل گئی ہیں میں تمھارا محض آئینہ تھا یہ ہے حقیقت ان واقعات کی کبھی اسکے خلاف خیال نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اُس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقہ پیتے دیکھا اور یہ خیال کر لیا کہ حضور بھی حقہ پیتے ہیں استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

**ملفوظ** ۱۸۶- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں جب کسی کو کوئی خدمت کرنیسے منع کرتا ہوں تو میں اُسوقت اس اُلٹ پلٹ میں رہتا ہوں اور اسکا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ میری اس ممانعت کا منشا کیا ہے آیا میں نے اُسکو اسقدر حقیر سمجھا کہ خدمت کی قابل بھی نہ سمجھا یا اپنے کو مخدومیت کی قابل نہیں سمجھا یا محض طبعی گرانی کے سبب ایسا کیا گیا حالانکہ بظاہر اس ممانعت کا منشا تواضع ہے مگر ساتھ ہی دوسرے احتمالات بھی ہیں غرض کسی کو نہیں چاہیئے کہ وہ اپنے نفس سے بے فکر ہو جائے بعض مرتبہ وجداناً اطمینان کیساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیئے اور اکثر اُسطرح کرنا آخیر میں مفید اور مصلحت بھی ثابت ہوتا ہے مگر پھر بھی نفس پر پورا اطمینان نہیں ہوتا اسلئے احتمال خلاف پر استغفار کرتا ہوں اور یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھے تو علماً و عملاً کمزور اور نکما ہی سمجھکر معاف فرما دیجئے۔ اور میں تو بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ میں جو دوسروں سے بہت کھود کرید کرتا ہوں اور لمبے چوڑے مواخذہ کرتا ہوں کہیں مجھسے بھی لمبا چوڑا حساب نہو بہت ہی ڈرتا ہوں پھر یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اور مشائخ کے یہاں لوگونکی قدر و منزلت ہوتی ہے اور یہاں آکر یہ غذا

ملتی ہے مجھے اسکا بھی رنج ہوتا ہے مگر یہ رنج طبعاً ہوتا ہے عقلاً نہیں ہوتا اسلئے کہ انکی اصلاح اور تربیت اسی کی مقتضی ہوتی ہے کہ جو مناسب ہو وہی برتاؤ کیا جاؤ اور کبھی یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ تو ہی الو کہا بنکر کیوں دنیا میں رہتا ہے تو بھی وہی کر جو سب کر رہے ہیں مگر دیکھتا ہوں کہ ایسا کر نمیں خاص اصلاح اور تربیت کا باب جو صدیوں سے بند ہو چکا تھا پھر اسی طرح بند پڑا رہیگا اس خیال سے اپنی بدنامی وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتا اور اپنی مصلحت کو آنے والوں کی مصلحت پر مقدم رکھتا ہوں ۔

# ۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

۶۲ ملفوظ - فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے جسمیں اپنے خاص امور تجارت و خانگی معاملات میں مشورہ چاہا ہے - میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ مشورہ دینا اس شخص کا کام ہے جو آپکے واقعات حالیہ سے اور انکی بنار پر آپکے مصالح مآلیہ سے واقف ہو اور میں واقف نہیں ۔

۶۳ ملفوظ - ایک صاحب کا خط آیا تھا جسمیں حضرت والا سے بیعت اور اوراد کی درخواست تھی اسپر حسب ذیل جواب تحریر فرمایا گیا - (جواب) ان دونوں کی غایت کیا ہے اور کیا وہ غایت ان دونوں پر مرتب ہو سکتی ہے - پھر اسپر فرمایا کہ بجائے اصلاح اعمال کے لوگ اوراد کو مقصود طریق سمجھتے ہیں کسقدر جہل عام ہو گیا ہے ۔

۶۴ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عموماً فکر معاش میں مبتلا ہیں ایسے میں اگر حق تعالے کسی کو اطمینان معاش نصیب فرماویں بڑی نعمت ہے اسکو قدر کرنا چاہئے مگر اکثر قدر زوال پر معلوم ہوتی ہے - عارف نظامی فرماتے ہیں - ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے ۔۔۔ کہ بازار حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت یسارے بود ۔۔۔ کند کارے از مرد کارے بود

۶۵ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ڈاک بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے دور بیٹھے اپنے مافی الضمیر کو کیسا ظاہر کر سکتا ہے اور جواب کیسی آسانی سے مل سکتا ہے ۔

**ملفوظ** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگونکو دوزخ جنت کی حقیقت نہیں معلوم اسلئے بے فکر ہیں ورنہ سب پر یہی فکر غالب ہو جاوے ضلع بارہ بنکی میں ایک گونگا تھا اُس نے دوزخ جنت میدان محشر میزان پلصراط یہ سب خواب میں دیکھ لئے پہلے قطعًا نماز نہ پڑھتا تھا یہ خواب دیکھکر نماز شروع کر دی اور اشاروں سے دوزخ جنت وغیرہ کے واقعات بیان کرتا تھا میں نے خود اُس گونگے کو دیکھا ہے اور اشاروں سے جو واقعات تبلاتا تھا اُسکا بھی مشاہدہ کیا ہے اُن اشاروں کے وقت رونگٹا کھڑا ہو جاتا تھا وہ تھا بڑا ذہین ایسے کافی اشارہ کرتا تھا کہ بالکل نقشہ کھینچ دیتا تھا پھر فرمایا کہ ذہانت پر ایک قصہ یاد آیا ایک مصور نے ایک وکیل کا فوٹو لیا اور معمول عام ہے کہ تصویر لینے کے وقت بڑے بنے ٹھنے رہتے ہیں اُسی سلسلہ میں وکیل صاحب کے ہاتھ کوٹ کی جیب میں دکھلائے گئے تھے ایک گنوار کا مقدمہ تھا وہ بھی اتفاق سے ایسے وقت آگیا جبکہ وکیل صاحب کی تصویر دیکھی جا رہی تھی اُس گنوار نے پوچھا کہ جی کیا دیکھ رہے ہو اس سے لوگوں نے کہا تیرے دیکھنے کی بات نہیں تو کیا سمجھے گا اُسپر اُس گنوار نے اصرار کیا تو اُسکو بھی دکھلا دیا گیا وکیل صاحب کی تصویر کھینچی گئی ہے اُسکو دیکھ رہے ہیں اس نے دیکھکر گردن ہلائی پوچھا کہ تو کیا سمجھا کہا کہ اجی تصویر تو غلط ہے پوچھا کیوں کہا کہ انکی تصویر میں تو انکے ہاتھ اپنی جیب میں ہیں بس یہ ہی غلطی ہے اسلئے کہ انکے ہاتھ تو دوسرونکی جیب میں ہوتے ہیں تمام مجمع یہ سنکر دنگ رہ گیا واقعی کیا ٹھکانا ہے اس ذہانت کا۔ یہ گاؤں کے لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں گو الفاظ اُنکے پاس نہیں ہوتے مگر اظہار حقیقت ان ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایسا کر دیتے ہیں کہ لکھا پڑھا نہیں کر سکتا یہ تو اگرچہ مگرچہ ہی میں رہجاتے ہیں ذہانت پر ایک اور حکایت یاد آئی رنجیت سنگہ لاہور میں جسوقت بر سر اقتدار تھا اُسوقت اُس نے حکم دیا کہ ہماری تصویر لیجائے بڑے بڑے مصوّر چکر میں آگئے اسلئے کہ یہ یک چشم تھا اب اگر صحیح تصویر لیتے ہیں تو عیب ظاہر کیا جاتا ہے اور اگر صحیح نہ لیں تو تصویر ہی غلط ہوتی ہے ایک مصوّر آیا اُس نے کمال کیا کہ سامنے ایک شکارگاہ قایم کیا اور اُسمیں ایک ہرن چھوڑا اور رنجیت سنگھ کے ہاتھ میں بندوق دی گویا نشانہ لگا رہا ہے نشانہ میں ایک آنکھ بند ہوتی ہی ہے اسطرح تصویر لی یہ ذہانت کی بات ہے۔

# ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

۶۷

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان دنیا داروں کو خصوص مالداروں کو منہ نہیں لگانا چاہئے انمیں اکثر خر دماغ ہوتے ہیں جی چاہتا ہے کہ کوئی انکو بے دماغ ملے تب انکا دماغ ڈھیلا ہو آجکل مدارس والے ان باتوں کا قطعاً خیال نہیں کرتے اُنہوں نے انکے دماغ زیادہ خراب کر دئے نا اہلوں کی چاپلوسی اور انکی تعظیم و تکریم کرنا بیحد مضر ہوتا ہے میں ایکمرتبہ مدرسہ میں گیا اتفاق سے ایک مولوی صاحب ایک مالدار کو بھی بالنس کرلائے تھے اُن مالدار کی درخواست پر مدرسہ کی جانب سے مجھسے بیان کیلئے کہا گیا میں نے منظور کرلیا ہم لوگوں کا ایک ہی بیان ہوتا ہے اُسی کے مختلف عنوان ہوتے ہیں اور وہ یہی ہے کہ اللہ سے تعلق بڑھاؤ غیر اللہ سے تعلق گھٹاؤ چنانچہ میں نے حب دنیا کے متعلق بیان کیا اُس شخص نے سُنکر کہا کہ میں ایسے مدرسہ کی امداد نہیں کر سکتا جسمیں ترک دنیا کی ترغیب دیجاتی ہو اور یہ بھی کہا کہ دیکھو مال کی عزت کیجاتی ہے مگر مال ایسی چیز ہے کہ میں داڑھی منڈا ہوں بد افعال ہوں نہ شریعت کے موافق لباس ہے نہ اعمال ہیں محض مال میرے پاس ہے اُسکی وجہ سے بڑے بڑے علما میری تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں دیکھئے انکی تعظیم و تکریم ایسی مضر ہوتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ متکبروں کی کبھی وقعت نہیں کرنا چاہئے چاہے ثقہ ہی صورت ہوں ان متکبروں کو تو ہمیشہ نیچا ہی دکھانا چاہئے اور خصوص اُنمیں جو نیچری ہیں وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ دین کو بھی ہم ہی سمجھے ہیں علما نہیں سمجھے بڑے بدفہم ہیں اور اس سب کا منشا تکبر ہی ہے یہ تکبر ایسی چیز ہے کہ جس شخص میں یہ نہ ہو میں سمجھتا ہوں کہ اسمیں سب کچھ ہے اور جس میں تکبر ہو اُسمیں اگر اور سب کچھ بھی خوبیاں ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ اسمیں کچھ بھی نہیں اور اسمیں امیر غریب کی قید نہیں کوئی بھی ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ رائی برابر بھی جسمیں کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائیگا۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا کبر مطلقاً مذموم ہے فرمایا کہ مطلقاً تو کوئی خلق بھی مذموم نہیں باعتبار فعل کے اُسکے انواع اور اقسام ہیں دیکھئے غصہ ہی ہے یہی غصہ سبب ہے جہاد کا اگر غصہ نہ ہو جہاد ہی نہیں کر سکتا تو یہ درجہ غصہ کا محمود ہے

اسی طرح کبر کو سمجھ لیجیے چنانچہ جہاد میں خیلاء کو حدیث میں محبوب فرمایا گیا ہے اور در حقیقت وہ کبر نہیں ہوتا صورت کبر کی ہوتی ہے۔

**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اکثر جگہ رذائل نفس کے ازالہ کا سلسلہ ہی نہیں صرف فقہی مسائل کی تحقیق ہے اور اور باتیں بھی ہیں مگر اسکا نام و نشان بھی نہیں اس ہی وجہ سے لوگوں کو اس طریق سے اجنبیت ہو گئی ہے سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کوئی ضروری چیز ہوتی تو اور جگہ بھی تو ہوتی اور واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ چیز اور جگہ ہوتی تو پھر میں اسکا اہتمام نہ کرتا اسلئے کہ مقصود تو حاصل ہو رہا ہے چنانچہ جو کام اور جگہ ہو رہا ہے یعنی فقہی مسائل انکے متعلق یہاں پر رجوع کرنیوالوں کو کہدیتا ہوں کہ یہ فقہی مسئلہ ہے دیوبند سہارنپور وغیرہ سے معلوم کرلو وہاں یہ کام ہو رہا ہے اسیطرح اگر اصلاح اعمال کا بھی اہتمام دوسری جگہ ہوتا تو میں اسکو بھی ان ہی کے حوالہ کردیتا مگر اسکا تو کہیں نام بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو وحشت ہوتی ہے کہ ساری دنیا میں جو باتیں نہیں وہ یہاں پر آکر دیکھتے ہیں۔

**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ میری کتابیں دیکھکر معتقد ہو جاتے ہیں سخت غلطی ہے یہاں آکر کہتے ہونگے کہ تصنیف میں تو چہرہ ایسا دلفریب اور یہاں دیکھو تو اور رنگ زیب اسلئے کہ میں اصلاح اور تربیت کی بناء پر روک ٹوک اور تعلیم کرتا ہوں اگر کوئی بیہودگی کرتا ہے تو مواخذہ کرتا ہوں اسوجہ سے مجھکو سخت سمجھتے ہیں لیکن اگر یہ طرز اختیار نہ کروں تو اصلاح کیسے ہو۔ آجکل اکثر طبائع شریف نہیں رہیں کہ نرمی سے اصلاح قبول کرلیں۔

**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھے اس سے مسرت ہے کہ سمجھدار لوگ مجھسے محبت کرتے ہیں چاہے وہ دس ہی ہیں بخلاف اسکے کہ بدفہم لوگ محبت کرتے اور ہزار ہوتے اسکی کچھ مسرت نہیں بس یہ زیادہ لذیذ ہے کہ فہیم اور سمجھدار لوگ محبت رکھتے ہیں۔

**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ بھی آنیوالوں کی قریب قریب ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ دوسروں کو اپنے ساتھ لگا کر لاتے ہیں یہ طرز بہت برا ہے اور اسمیں بہت سی خرابیاں ہیں مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنج مرادآبادی نے مولوی محمد علی صاحب سے فرمایا تھا کہ کسی کو ساتھ مت لایا کرو اس سے تکلیف ہوتی ہے حاصل یہ تھا کہ تمہارے ساتھ اور معاملہ ہے

اور آنیوالے کیساتھ نہ معلوم کیا برتاؤ مناسب ہے تمہارے ساتھ ہونیکی وجہ سے اُسکی رعایت کرنی پڑتی ہے کیسی اصولی بات فرمائی حالانکہ مجذوب تھے مگر نہ معلوم کس طرح یہ اصول قلب میں آتے تھے اب تجربہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ایسا ہی کرنا چاہئے اسلئے کہ اسمیں دو صورتیں ہیں اگر ایسے شخص کیساتھ آئے کہ جس سے پہلے سے بے تکلفی یا مناسبت نہیں اور اس شخص نے کچھ بے عنوانی کی اور اسپر سیاست جاری کیگئی تو اُسکے ساتھ اُسکے ساتھی بھی بہت سی باتوں سے محروم جاتے ہیں جیسا کہ آج ہی کا واقعہ ہے کہ دو شخص ایک صاحب کے ہمراہ آئے تھے ان صاحب کی بعض کوتاہیوں پر جان سے برتاؤ کیا گیا وہ دونوں بھی کچھ نہ کہہ سکے اور اگر ایسے شخص کیساتھ آئے کہ اُس سے بے تکلفی اور مناسبت ہے اور اس وجہ سے اُنکے ساتھ بھی معاملہ خوش خلقی کا برتا گیا تو اسمیں دو خرابی ہیں ایک تو یہ کہ جسکے پاس آئے بعض دقات باوجود خلاف مذاق ہونیکے اُن سے وہ برتاؤ کیا گیا تو اُسکو کلفت اور گرانی ہوئی اور ایک یہ کہ انکو اس برتاؤ سے اسلئے کوئی نفع نہ ہوا کہ اُنکے حالت کے مناسب یہ برتاؤ نہ تھا اسلئے کہ ہر شخص کیساتھ جدا برتاؤ ہوتا ہے جسمیں اُسکی حالت کی رعایت ہوتی ہے

**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ علل اور حکم کے بہت پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یہ نہایت خطرناک چیز ہے مثلاً کہتے ہیں کہ جماعت کی نماز سے مقصود باہمی اتحاد ہے سو اگر کسی اور ذریعہ سے یہ مقصود حاصل ہو جاوے تو لوگ نماز ہی کو خیرباد کہدیں گے کیونکہ جو مقصود تھا نماز کا وہ تو حاصل ہو گیا پھر نماز کی کیا ضرورت رہی دین کو لوگوں نے کھیل بنا رکھا ہے جو جی میں آتا ہے ہانکدیتے ہیں اُسکے انجام پر نظر نہیں کرتے یہ آجکل کے عقلا ہیں۔

**ملفوظ** - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غریب انسان کا اختیار ہی کیا کہ وہ اپنے کو کسی طرف لگائے رکھے یہ سب فضل پر موقوف ہے مگر ہاں طلب شرط ہے یہ اپنا کام کرلے آگے اُنکا کام ہے کہ وہ اسکو قبول فرمالیں ورنہ اس بیچارے کی حقیقت ہے کیا اس ہی لئے کبھی ناز نہ کرنا چاہئے کہ میں یہ کر رہا ہوں بلکہ فضل اور رحمت پر نظر رکھنا چاہئے کہ اُنہوں نے توفیق عطا فرمادی اور اپنے کام میں لگالیا بس اسی میں اسکی خیر ہے اور یہ بندہ بندہ ہے ورنہ گندہ ہے کہ اعمال کے صدور کو اپنا کمال سمجھے اس ہی لئے کامل کی صحبت کی ضرورت ہے

تاکہ وہ رہبری کرکے اس نازک راہ سے گذار دیں - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دلائل صحیحہ سے تو مطلق اختیار ثابت ہے مگر وقوع کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ وہ اختیار مستقل نہیں ہے -

ملفوظ ۲۴۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خاصان حق کی نظر میں اس دنیا ناپائدار کی کچھ بھی حقیقت نہیں حضرت ادہم کا واقعہ ہے کہ آپکے مکان میں گیارہ کوٹھریاں تھیں ایک گر گئی دوسری میں چلے گئے دوسری گر گئی تیسری میں چلے گئے غرضکہ اسیطرح گیارہویں میں پہونچکر انتقال ہو گیا مرمت ایک کی بھی نہیں کرائی وجہ یہ تھی کہ اسکی واقعی حقیقت انکی نظر میں تھی آجکل کے جو عقلا ہیں وہ ان ناپائدار چیزوں کو مایہ فخر سمجھتے ہیں اور اپنے بڑے قیمتی وقت کو اسکے حاصل کرنیکے لئے صرف کرتے ہیں -

## ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ ۲۴۵ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ادب محض تعظیم و تکریم کا نام نہیں اصل ادب یہی کہ دوسرے کو دل آزاری سے بچانا اور راحت کا اہتمام کرنا (کما فی القاموس حسن التناول فی الصراح نگاہ داشت حد ہر چیز او دخل ماذکر فیہ) ایک غیر مقلد صاحب کا خط آیا تھا نہایت گستاخانہ میں نے انکو نہایت نرم جواب دیا اور اسمیں ضروری اصول کی رعایت رکھی میں نے لکھا کہ اگر آپکو مجھسے استفادہ مقصود ہے تو یہ لہجہ استفادہ کا نہیں ہے اور اگر افادہ مقصود ہے میں نہایت خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ آپ مجھکو میری غلطیوں پر اطلاع دیں لکھا ہے کہ مجھکو استفادہ مقصود ہے افادہ وہ کر سکتا ہے جسکو مساوات کا درجہ حاصل ہو میں تو خادم ہوں جوتیوں کی برابر بھی درجہ نہیں رکھتا اھ مگر پھر بھی تحریر کا رنگ مناظرانہ ہے عجیب حالت ہے لوگوں کی ایک ہی وقت میں ایک ہی تحریر میں دو متضاد باتیں جمع پھر اسپر دعوی علم کا میں نے لکھدیا ہے کہ یہ تو مشاہدہ ہو گیا کہ یہ لہجہ افادہ کا ہے پس اب آپ مجھکو میری غلطیوں پر اطلاع دیں میں نہایت ٹھنڈے دل سے انشاء اللہ غور کرونگا لیکن اسی کیساتھ آپکو جوا

نہ دونگا اگر غلطی سمجھ میں آجائیگی تو ترجیح الراجح میں شائع کر دونگا اسکے بعد فرمایا کہ میرے عنایت فرماؤں نے درحقیقت مجھپر بڑا احسان کیا ہے کہ میرے لئے سہولت پیدا کر دی وہ یہ کہ میں نے تصانیف کیں جنکی تصحیح کیلئے اگر میں اہتمام کرتا تو کتنا روپیہ خرچ ہوتا اب انہوں نے غور کر کے غلطیاں نکالیں اور میں نے ترجیح الراجح میں شائع کر دیں اور کرتا رہتا ہوں تو مفت میں اتنا بڑا کام ہو گیا اور خدا نکرے مجھکو ضد تھوڑا ہی ہے یہ تو دین ہے اسمیں سب ہی مسلمانوں کی شرکت ہے سب ملکر خدمت کریں ان معترض صاحب کا ایک اخبار بھی شائع ہوتا ہے یہ صاحب اسمیں کفار کی مدح بھی لکھتے ہیں اسی بنا پر میں نے انکو لکھدیا کہ اپنا اخبار میرے پاس نہ بھیجا کریں اسمیں کفار کی مدح ہوتی ہے غضب یہ کیا ہے اس شخص نے کہ اولی الامر منکم میں کافر حکام کو داخل کیا ہے کچھ تاویل سوچ لی ہوگی اور تاویل کون بڑی مشکل چیز ہے۔ ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تاویل کا اتنا بڑا پھاٹک ہے کہ اگر دو ہاتھی اوپر نیچے کھڑے کر کے نکالدئے جائیں تو بے تکلف نکل سکتے ہیں یہ حالت ہے سمجھ اور فہم کی کہ محض دنیوی اغراض کیلئے آیات و احادیث میں بھی تحریف کرتے ہیں کتنی بڑی جہالت ہے اگر ایسے جاہل سے خطاب کیا جائے کیا امید ہے سمجھنے کی جبکہ مخاطب میں فہم بھی نہ ہو تدین بھی نہ ہو اگر ایسی فضولیات کے رد کی طرف متوجہ ہوا جائے تو ضروری کام سب چوپٹ ہو جائیں اسلئے واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً پر عمل کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۸۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایکمرتبہ میں دہلی گیا تھا احمد مرزا فوٹو گرافر کے دوکان پر قیام تھا ایک صاحب تصوف کے حامی مگر شریعت میں بدنظامی دوکان پر آکر کہنے لگے کہ ذرا مرزا جی کو سمجھائیے انھوں نے اسلام کو بڑا صدمہ پہونچایا کہ فوٹو سے توبہ کر لی میں نے کہا کہ معصیت کے ترک سے اسلام کو کیا صدمہ پہونچا بلکہ قوت ہوئی کہنے لگے کہ اسمیں معصیت کی کیا بات ہے میں نے کہا کہ آپ تو ایسا پوچھ رہے ہیں کہ جیسے کبھی آپکے کان میں بھی یہ بات نہ پڑی ہو کیا اسکے لئے اتنا سمجھ لینا کافی نہیں کہ منہا نا عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ہم غلام ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسکے بعد ہمکو کس تحقیق کی ضرورت ہے اور اگر ہم اسپر بھی اپنی تحقیق پر احکام کا مدار کہیں اور تمام احکام کے علل معلوم کیا کریں تو وہ اپنی تحقیقات کا اتباع ہوگا اللہ اور رسول کا تو اتباع نہ ہوا اور اگر ایسے ہی علل پر مدار ہے احکام کا تو بتلاؤ زنا کی حرمت کی کیا علت ہے

کہنے لگے یہ تو معلوم نہیں میں نے کہا میں بتلاتا ہوں اسمیں دو علتیں ہیں ایک خلط نسب دوسرے مردوں میں باہم تقاتل وتجادل۔ بڑے خوش ہوئے کہنے لگے بہت ٹھیک۔ میں نے کہا کہ عورت کو ایسی دوا کہلا دی جاوے جس سے علوق کا احتمال ہی نہ رہے نیز زانی مردوں میں باہم ایسا تعلق وتعشق ہو جسمیں تجادل وتقاتل کا بھی احتمال نہ رہے تو کیا پھر زنا حلال ہو جاویگا بس دم بخود رہ گئے یہاں یہ ایک ڈپٹی کلکٹر آئے تھے مجھسے کہنے لگے کہ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں یہ ان کا اجازت لینا برائے نام ہوتا ہے یہ بھی ایک رسم ہے کہ یہ الفاظ ضرور کہے جائیں اسلئے کہ اگر اجازت نہ ہو تو اُسپر ناگواری ہوتی ہے شدکا بتیں کرتے ہیں میں اتنے ہی کہنے سے سمجھ گیا کہ کوئی ایسا ہی سوال کریں گے جس خیال کے ہیں یہ بھی ان جدید تعلیم یافتوں میں مرض ہے کہ نصوص میں عقلی شبہات نکالا کرتے ہیں شبہ کرنا ہی دلیل ہے جہل کی اسلئے کہ شبہ ناشی ہوتا ہے جہل سے اسلئے وہ جلدی ان کے ذہن میں آتا ہے کیونکہ جاہل کو جہل سے زیادہ مناسبت ہے اور جواب ناشی ہوتا ہے علم سے اسلئے وہ اُنکی سمجھ میں جلدی نہیں آتا کیونکہ جاہل کو علم سے زیادہ مناسبت نہیں غرض میں نے اُنکو اجازت دیدی اسپر اُنہوں نے سوال کیا کہ سود کے متعلق آپکا کیا خیال ہے میں نے کہا کہ میرا کیا خیال ہوتا آپکو معلوم ہے کہ میں مذہبی شخص ہوں قرآن وحدیث کا حکم ظاہر کر دینا میرا کام ہے فلسفی شخص نہیں ہوں نہ فلسفیات کا ذمہ دار قرآن وحدیث سے جواب دونگا اس میرے جواب پر اور ان اصول موضوعہ کی بناء پر اُنکے سوالات کا بہت بڑا ذخیرہ تو ختم ہو گیا میں نے کہا کہ جواب سنئے وہ یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں واحل اللہ البیع وحرم الربوا کہنے لگے حسن نظامی دہلوی تو ربوا کی یہ تفسیر کرتے ہیں میں نے کہا کہ آپ قانون کی جن دفعات کی بناء پر فیصلے دیتے ہیں آپ وہ قانون اور وہ دفعات مجھے دیجئے میں اُسکی شرح کر دونگا آپ اس میری شرح کے ماتحت فیصلہ لکھا کریں پھر دیکھئے کہ گورنمنٹ کی طرف سے آپ پر کیسی لتاڑ پڑتی ہے اور جواب طلب ہوتا ہے اُس جواب طلب ہونے پر اگر آپ گورنمنٹ سے کہیں کہ فلاں شخص نے قانون کی یہی شرح لکھی ہے اور وہ شخص عربی فارسی اردو سب جانتا ہے اُس سے میں نے یہ فیصلہ لکھا ہے تو یہی جواب ملیگا کہ زبان دانی اور چیز ہے قانون دانی اور چیز ہے طالب علم ہونا اور چیز ہے قانون داں ہونا اور چیز ہے بس یہی جواب اس تفسیر کے متعلق ہمارا ہے اُس شخص کی تفسیر ایسی ہی ہے کہ جیسے میں قانون کی شرح لکھوں تو حسن نظامی ہوتا اردو داں ہونا اخبار

نویس ہونا اور بات ہے مفسر ہونا اور چیز ہے کہنے لگے مگر ترقی بدون سود کے نہیں ہوتی میں نے کہا کہ اگر ترقی ایسی ہی مقصود بالذات ہے چاہے وہ مقصود چوری سے حاصل ہو چاہے ڈکیتی سے حاصل ہو تو اختیار ہے ان ذرائع سے ترقی کرو مگر احکام میں کیوں کتر بیونت کرتے ہو اور شریعت مقدسہ میں کیوں تحریف کرتے ہو اسکی صورت یہ ہے کہ سود کو حرام سمجھ کر لیا کرو ترقی ہوگی کیونکہ ترقی کو اس سے کیا غرض کہ کیا حلال ہے کیا حرام ہے اور اسکو اس نیت کی کیا خبر کہ کس نیت سے لیتا ہے تو ترقی تو حرام سمجھتے ہوئے بھی ہو رہیگی سو ترقی کی یہ صورت ہے یہ سنکر بڑے خوش ہوئے اور ساتھیوں سے کہنے لگے کہ یہ ہے بڑا فلسفہ میں نے یہ بھی کہا کہ حرام سمجھکر لینے میں محض جرم ہوگا مگر بغاوت نہیں ہوگی اور یہ بہ نسبت بغاوت کے کہ اسکو حلال سمجھکر لیتے حرام سمجھکر لینے میں کم ہوگے باقی میرا یہ کہنا کہ حرام سمجھکر لو یہ خود بتلا رہا ہے کہ میں نے لینے سے منع کیا ہے نہ یہ کہ اجازت دی ہے مگر اس سمجھنے کیلئے بھی عقل اور فہم کی ضرورت ہے اور یہ لوگ پہلے ہی سے اس سے کورے ہوتے ہیں اگر یہ کم فہمی نہ ہو تو یہ شبہات ہی کیوں پیدا ہوں یہ ہیں تے اسلئے کہدیا کہ کبھی میرے کلام سے اجازت سمجھ لیتے حقیقت یہ ہے کہ ان اختراعی مصالح نے لوگوں کے دین کا ناس کیا ہے حالانکہ سالن جب ہی مزیدار ہوتا ہے کہ مصالح کو خوب پیس دیا جائے غرض مصالح شریعت مقدسہ پر مقدم نہیں ہیں بلکہ شریعت مصالح پر مقدم ہے حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شرائع میں حکمت اور مصلحت ڈھونڈنا مرادف ہے انکار نبوت کا کیونکہ اگر نبوت کے قائل ہیں تو نبی کا حکم سنکر پھر ماننے اور عمل کرنے میں آخر انتظار کس چیز کا ہے اور کیوں ہے۔

**ملفوظ۔** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض حرکات سے نفرت تو نہیں ہوتی ہاں انقباض ہوتا ہے ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ انقباض اور چیز ہے نفرت اور چیز ہے ایسے ہی امراء سے انقباض ہوتا ہے نفرت نہیں ہوتی میں جب کسی امیر کے پاس بیٹھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی کو پنجرے میں بند کر دیا ہو اور آجکل کے امراء تو اکثر متکبر ہوتے ہیں اور اہل دین کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں میں تو ہمیشہ علماء کو خصوص اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ ان سے چندہ نہ مانگو مگر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مدرسہ کا کام بدون چندہ چل نہیں سکتا میں کہتا ہوں کوئی خاص حد مدرسہ کی واجب یا فرض ہے اس مقدار تک تو مدرسہ ہے ورنہ نہیں جب یہ نہیں تو قلیل

آمدنی میں مدرسہ مختصر رکھو دوسرے جیسے مدرسہ آپکے نزدیک ضروری چیز ہے ایسے ہی دین
کی وقعت اور عظمت کی حفاظت بھی تو اس سے زیادہ ضروری ہونا چاہئے پھر مدرسہ کا کام
تو غربا سے بھی چل سکتا ہے چندہ غریبوں ہی سے کرو امیروں سے ہرگز نہ کرو مگر مصیبت تو یہ ہے
کہ امیرانہ پیمانہ پر غریبوں کے چندہ سے کیسے کام چلے مگر اسکی بھی ایک صورت ہے وہ یہ کہ
غربا کی زیادہ تعداد سے وصول کرے مثلاً ایک امیر سو روپیہ تنہا دیتا ہے وہ سو روپیہ
سو غربا سے لیلو نہ ہو سکے دو سو سے وصول کر لو باقی یہ خیال کہ کام نہ چلیگا محض خیال ہی خیال
ہے خلوص کا کام نہیں رُکا کرتا مگر ہر حال میں متکبر امراء کو تو منہ ہی نہ لگانا چاہئے مجھکو تو علماء کے
اس متعارف طرز سے دلی نفرت ہے مگر آج کل مدارس میں منجملہ اور کمالات کے ایک یہ بات بھی
کمال میں داخل ہے کہ کسی مالدار دنیا دار کو مسخر کر کے لایا جائے اسکا بھی نتیجہ سن لیجئے عـه آنولہ کے
ایک تاجر رئیس ایک مولوی صاحب مدرسہ دیوبند میں پھانسکر لائے اتفاق سے اُنکے
زمانہ قیام میں میں بھی دیوبند گیا ہوا تھا اُنھوں نے مہتمم صاحب کے واسطہ سے میرا بیان سننے کی
خواہش کی مہتمم صاحب کے اصرار پر میں نے وعظ کہنا منظور کر لیا ہم لوگوں کا بیان ایک ہی ہوتا
ہے ایک ہی سبق یاد ہے کہ اللہ سے تعلق پیدا کرو دنیا سے تعلق گھٹاؤ یہ وعظ اُن رئیس صاحب
نے سنکر کہا کہ میں ایسے مدرسہ کی خدمت نہیں کرنا چاہتا جسمیں دنیا کے چھوڑ دینے کی تعلیم
دیجاتی ہو باوجود اسکے کہ میں نے یہ بھی بیان کر دیا تھا کہ کسب دنیا مذموم نہیں ہے حب
دنیا مذموم ہے کیونکہ کسب دنیا اور چیز ہے حب دنیا اور چیز ہے مگر اس تفصیل پر بھی خوش
نہ ہوئے اور یہ کہا کہ مال دنیا کی مذمت کیجاتی ہے حالانکہ مال وہ چیز ہے کہ ہم داڑھی منڈے ہیں
فاسق فاجر ہیں مگر اسی مال کی بدولت بڑے بڑے علماء ہمارا احترام کرتے ہیں تعظیم کو کھڑے
ہو جاتے ہیں اسقدر خر دماغ آدمی تھے میں تو اسی وجہ سے متکبرین کو منہ نہیں لگاتا کہ یہ
دین اور اہل دین کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں انکو یہ دکھلاتا ہوں کہ تم اگر خر دماغ ہو تو ملانو نمیں
بھی اسپ دماغ ہیں اور اکثر یہ مالدار ہوتے بھی ہیں بے عقل اور انکا بے عقل ہونا خود ان کا
اقراری ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے سو اگر کسی کے پاس

۱۶

عـه - یہ واقعہ مختصراً ملفوظ ع۶۷ مجلس صبح ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ میں مذکور ہوا ہے ۱۲ منہ

ہزار روپیہ ہے تو اُسکو دس بوتلوں کا نشہ ہوا اتنے نشہ میں پھر عقل کا کیا کام اس اقراری لقب پر ایک اور قصہ یاد آیا ایک طالب علم کو کسی دنیا دار نے مسجد کا مینڈھا کہا تھا اُس نے کہا کہ دنیا کے کتوں سے تو پھر اچھے ہیں اس جواب میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مسجد کا مینڈھا تو ان کا دعویٰ ہے جسمیں دلیل کی ضرورت ہے اور دنیا کا کتا ہونا اقرار ہی جو خود دلیل ہے اب تو ان دنیا پرستوں کی بدتمیزی یہانتک پہونچ گئی ہو کہ ایک شخص نے مجھ سے ایک ایسے امام کی نسبت جن کے اعضا قدرتی طور پر ناقص اور ضعیف تھے پوچھا تھا کہ کیا صحت امامت کیلئے امام کے ہاتھ پاؤں کا صحیح اور قوی ہونا بھی شرط ہے میں نے کہا یہ شبہ کاہے سے ہوا کہنے لگے میں یہ سمجھا کہ جیسے قربانی میں شرط ہے شاید اسمیں بھی شرط ہو یہ سوال محض تمسخر سے تھا میں نے تو ایک دنیا دار سے اُسکا گھمنڈ توڑنیکے لئے کہا تھا کہ تم جو ہم مسکین طالب علموں کو اپنا محتاج سمجھتے ہو یہ محض ناحقیقت شناسی ہے حقیقت سنو کہ ایک چیز ہمارے احتیاج کی تمھارے پاس ہے یعنی مال اور ایک چیز تمھارے احتیاج کی ہمارے پاس ہے یعنی دین مگر اتنا فرق ہے کہ جو چیز تمہارے پاس ہے وہ تو بقدر ضرورت بحمد اللہ ہمارے پاس بھی ہے اور جو چیز ہمارے پاس ہے وہ تمھارے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں تو ہم تو عمر بھر بھی تم سے مستغنی رہ سکتے ہیں اور تم ایک منٹ بھی ہم سے مستغنی نہیں رہ سکتے سو آپکے پاس تو آپکے اس دعویٰ کی کہ اپنے کو محتاج الیہ کہتے ہو کوئی دلیل نہیں اور ہمارے پاس ہمارے اس دعویٰ کی کہ تمکو اپنا محتاج کہیں دلیل ہے حاصل یہ کہ ہر مسلمان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے بقدر ضرورت دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی تو اس احتیاج باہم دگر دنیا میں تو ہم اور آپ دونوں شریک ہیں مگر اوپر کے تفاوت سے تو ہم تو تمھارے دروازہ سے ہمیشہ مستغنی رہ سکتے ہیں اور آپ ہمارے دروازہ سے ایک منٹ کے لئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتے غرض مالداروں سے اس طرح رہنا چاہئے اور میں تو ایک اور بات کہا کرتا ہوں کہ خواہ کسی کے دلمیں چاہے طمع ہی ہو مگر دین کی عزت سنبھالنے کیلئے علماء کو یہی طرز استغناء کا اختیار کرنا چاہئے گو ریا ہی سے ہو۔ ایک شخص بمبئی کے علاقہ یہاں پر آئے تھے چمڑے کی تجارت کرتے تھے انھوں نے مجھکو کچھ ہدیہ دیا اسکے بعد مجھسے ایک مسئلہ پوچھا میں نے بتلا دیا کہنے لگے کہ القاسم میں اسطرح لکھا ہے میں نے کہا کہ کیا میں دنیا

۱۷

بھر کا ذمہ دار ہوں اور میں نے کہا کہ اگر اُسپر عقیدہ ہے تو پھر مجھسے کیوں پوچھا اور اگر عقیدہ نہیں تو میرے تبلانے پر اُسے کیوں پیش کیا اور میں نے انکا وہ ہدیہ واپس کر دیا بس ہوش بجا ہو گئے انکے دماغ اسیطرح درست ہوتے ہیں مجذوبین کو دیکھ لیجئے کہ وہ امراء کو گالیاں دیتے ہیں پتھر مارتے ہیں اور یہ ہیں کہ ہاتھ جوڑے سامنے کھڑے ہیں اور مزید بدان کوئی روپیہ پیش کر رہا ہے کوئی مٹھائی پیش کر رہا ہے وہاں یہ گت بنتی ہے اور پھر معتقد اور جو تہذیب کے سبب اُنکی رعایت کرتا ہے یہ لوگ اُسکے سر پر سوار ہو جاتے ہیں بس فرق یہی ہے کہ مجذوبین کو مستغنی سمجھتے ہیں اور رعایت کرنیوالوں کو اپنا محتاج

**ملفوظ ۱۸۰**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ عالم ہو کر کتابیں پڑھکر بھی کسی کے سامنے جا کر پامال ہو جائے کسی کی جوتیاں سیدھی کرے تب انسانیت اور آدمیت پیدا ہوتی ہے -

**ملفوظ ۱۸۱**- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خوش اخلاقی اور حسن معاشرت اور تعلق اور چیز ہے تملق اور چیز ہے تملق کا رنگ جدا ہوتا ہے اعتدال وحدود کے ساتھ تعلق اتنی نفرت کی چیز نہیں تملق نہایت بُری چیز ہے امراء جو حقیر سمجھتے ہیں وہ صرف تملق کیوجہ سے سمجھتے ہیں اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ وہ امراء کے دروازوں پر جائیں اسمیں دین کی تحقیر ہوتی ہے یہ تو وہ طبقہ ہے کہ پہلے زمانہ میں نقل کرنیوالے بھی اس سے پرہیز کرتے تھے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جب تخت نشین ہوئے اور لوگوں کو انعام تقسیم ہوا ایک بہروپیہ بھی آیا عالمگیر نے پہچان لیا اور یہ فرمایا کہ جب دھوکہ دوگے تب انعام ملے گا وہ چلا گیا مختلف وقتوں میں مختلف روپ بدلکر آیا مگر عالمگیر دھوکے میں نہ آئے اُسکو معلوم ہوا کہ فلاں مہم پر بادشاہ جانیوالے ہیں کچھ مدت قبل سے رستہ کی منزل پر پہونچ گیا اور درویشانہ لباس اور صورت بنا کر بیٹھ گیا شہر میں شہرت ہو گئی کہ بہت بڑے درویش آئے ہوئے ہیں لوگوں کا اژدحام رہتا تھا عالمگیر جب اُس منزل پر پہونچے حسب معمول وزیر سے دریافت کیا کہ یہاں درویش یا عالم ایسے ہیں جن سے ملاقات کی جائے وزیر نے عرض کیا کہ حضور ایک بہت بڑے درویش یہاں مقیم ہیں فرمایا کہ ہم ضرور اُن سے ملاقات کریں گے یہ فرما کر اور

وزیر کو ساتھ لیکر اور بغرض ہدیہ کچھ اشرفیاں لیکر وہاں پہونچے ملاقات ہوئی بعض تصوف کے مسائل عالمگیرؒ نے دریافت کئے جنکا جواب نہایت تسلی بخش دیا یہ لوگ اپنی فن کی تکمیل کے لئے سب چیزیں سیکھا کرتے تھے اسکے بعد عالمگیرؒ نے وزیر کیطرف اشارہ کیا وزیر نے ہدیہ پیش کیا اُس نے لینے سے انکار کیا اسپر عالمگیرؒ کو زیادہ عقیدت ہوگئی اور یہ سمجھا کہ درویش کامل ہے غرض عالمگیر واپس ہوئے تو پیچھے پیچھے یہ بھی ذرا فاصلہ سے ہو لیا جب عالمگیرؒ دربار میں بیٹھے تو اُس نے بھی پیش ہو کر جھککر سلام کیا عالمگیرؒ نے دیکھکر غور کیا تو پہچانا اور اُسکے کمال فن کا اقرار کیا اور انعام دیا مگر معمولی جیسا ان لوگونکو ملا کرتا ہے اُس نے شکریہ کیساتھ قبول کیا اور سلام کیا پھر اُس سے پوچھا کہ ہم اُسوقت جو دے رہے تھے اب اُتنا تھوڑا ہی دے سکتے ہیں مگر اُس وقت کیوں نہیں لیا عرض کیا کہ حضور اب جو بھی عطا فرمایا ہے وہی میرے لئے سب کچھ ہے باقی اسوقت لینے سے میرے کمال میں یعنی فن نقالی میں کھنڈت پڑتی وہ نقل صحیح نہ ہوتی کیونکہ نقل صحیح وہ ہوتی ہے جو اصل کے مطابق ہو اور یہ بات درویشی کیخلاف ہے کہ وہ دنیا کو حاصل کریں اور میں نے اُنکی صورت بنائی تھی اگر لیتا تو نقل صحیح نہ ہوتی عالمگیرؒ کو اُسکی اس بات کی بڑی ہی قدر ہوئی اور مکرر انعام دیا غرض اہل دین کا وہ طبقہ ہے کہ اُنکی نقل کرنیوالے بھی دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور اب تو اصل ہی میں گڑبڑ ہو رہی ہے شب و روز مال اینٹھنے کی فکر میں رہتے ہیں اسی لئے منکرات پر روک ٹوک نہیں کرتے محض اس خیال سے کہ کہیں یہ لوگ غیر معتقد نہ ہو جائیں جسکا نتیجہ یہ ہو کہ پھر آمدنی کا سلسلہ بند ہو جائے میاں صحیح صورت ہی بنالے آدمی اسمیں بھی برکت ہوتی ہے نقل ہی اگر صحیح ہو جائے تو خدا اصل تک پہونچا دیتا ہے جیسا حدیث میں ہے کہ اگر رونا نہ آئے تو صورت ہی رونیکی بنالو اور یہ تو اختیاری ہے۔

## ۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ[۳۰۸]۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت عشقیہ اکثر عقل کی کمی سے ہوتی ہے

جیسے ماں کو ایسی ہی محبت عقل ہی کی کمی کیوجہ سے ہوتی ہے بخلاف باپ کے کہ محبت اسکو بھی ہوتی ہے مگر وہ عقل کیوجہ سے اس سے مغلوب نہیں ہوتا۔

ملفوظ ۸۱ - ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں بہت تحمل کرتا ہوں مگر جب ایذا رکی برداشت نہیں ہو سکتی تب ضابطہ کی شرطیں لگاتا ہوں جسپر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۸۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متکبر امراء کو تو منہ ہی نہ لگانا چاہئے انکے دماغوں میں فرعونیت بھری ہوتی ہے الا ماشاء اللہ غرباء بیچارے محبت سے پیش آتے ہیں میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ امراء کے پاس فلوس ہوتا ہے اور غرباء کے پاس خلوص ہوتا ہے جو امراء کے پاس کم ہوتا ہے اسپر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جلال آباد کے ایک رئیس خاں صاحب ملاقات کیلئے آئے اور پچیس روپیہ مجھکو دینا چاہے میں نے دس روپیہ لیلئے اور پندرہ روپے واپس کردئیے اسلئے کہ اس روز مجھکو دس ہی روپیوں کی ضرورت تھی لکڑیاں ادھار لے لی تھیں اُن خانصاحب نے اصرار بھی کیا مگر میں نے نہیں لئے بعد میں خانصاحب نے لوگوں سے بیان کیا کہ میں نے اول دس ہی روپیہ کی نیت کی تھی مگر پھر خیال ہوا کہ دس روپیہ میری شان کے بھی خلاف ہے اور اسکی بھی اسلئے پندرہ اور ملالئے غرض دس روپیہ خلوص کے تھے اور پندرہ ریا کے پھر فرمایا کہ ایسے پیسہ میں برکت بھی نہیں ہوتی غریبوں کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ اُنکے ہر کام میں ہر بات میں سادگی اور خلوص ہوتا ہے گو فلوس نہیں ہوتا مگر باوجود قلیل ہونیکے اُسمیں برکت ہوتی ہے اسپر ایک غریب سقہ کی حکایت بیان فرمائی کہ لکھنؤ میں مولوی عبدالرزاق صاحب ایک بزرگ تھے درویش بھی تھے عالم بھی تھے اُنکی ایک سقہ نے دعوت کی جسوقت مولوی صاحب کھانا کھانے چلے راستہ میں ایک بد دماغ رئیس مل گئے اور یہ معلوم کرکے کہ کہاں جارہے ہیں کہا کہ ایسی جگہ جانیسے ذلت ہوتی ہے مولوی صاحب نے لطیفہ کیا کہ اُس سقہ سے کہا بھائی ذلت کو کون گوارا کرتا ہے اسلئے میں اب دعوت میں نہیں جاتا وہ رونے لگا اور ہاتھ جوڑنے لگا مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر انکو بھی لے چلے تو میں چلوں وہ انکی خوشامد کرنے لگا اُنہوں نے بہانے کئے مگر وہ برابر خوشامد سے اصرار کرتا رہا اُن رئیس صاحب کے بعض معاصرین وہاں آگئے اُنہوں نے مجبور کیا کہ ایک غریب

مسلمان خوشامد کر رہا ہے کیوں نہیں جاتے آخر گئے وہاں پہونچے تو دیکھا ایک ایک فرلانگ تک چھڑکاؤ ہو رہا ہے اور دو سو ڈھائی سو سقہ قطار باندھے ادب سے کھڑے ہیں اور فرش اور روشنی کا بھی معقول انتظام ہے غرضکہ ہر بات سے محبت اور خلوص معلوم ہوتا تھا پھر کھانے میں بھی بیحد خاطر داری اور نیاز مندی کا برتاؤ ہو رہا تھا آخر اسی مجلس میں رئیس صاحب کی رائے بدل گئی کہ عزت واقعی غریبوں ہی سے ملنے میں ہے خدمت کرتے ہیں ور احسان مانتے ہیں بخلاف متکبرین امراء کے اگر کچھ کرتے بھی ہیں تو وہ بھی اس طریق سے جیسے دوسرے پر کوئی بڑا احسان کیا ہو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ غرباء سے بہت محبت کرتے تھے جب کوئی غریب مہمان ہوتا اچھے اچھے کھانے کھلاتے اور امراء کو ساگ دال ایسی چیزیں اور پوچھنے پر بطور لطیفہ کے فرماتے کہ مہمان کو لذیذ کھانا کھلانا چاہئے اور کل جدید لذیذ کے قاعدہ سے جدید کھانا لذیذ ہوتا ہے اور غرباء کیلئے وہ جدید ہے اور امراء کیلئے یہ

۹۳
ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ تو بڑی چیز ہیں وہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں تو کیا عجیب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ ذات ہے کہ جانور تک آپ پر نثار تھے حضور نے حجۃ الوداع میں تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور بقیہ حضرت علی رضؓ سے کرا کر سو پورے فرمادئے اور تریسٹھ کے عدد میں ایک لطیفہ ہے کہ شاید یہ اشارہ ہو حضور کے سنین عمر کے عدد کیطرف تو ذبح کرنیکے وقت ہر ایک اونٹ آپ کی طرف سبقت کرتا تھا کہ پہلے حضور مجھکو ذبح کریں حدیث کے یہ الفاظ ہیں کلھن یزدلفن الیہ اور اس سے جیسی حضور کی شان محبوبیت معلوم ہوتی اسیطرح شان سلطنت معلوم ہوتی ہے کیونکہ سو اونٹ تو عادۃً کوئی بادشاہ بھی ذبح نہیں کرتا اور اگر کسی بادشاہ نے اسقدر اونٹ قربانی کر بھی دئے تو یہ محبوبیت تو نصیب نہیں ہو سکتی میں آپکی اس شان محبوبیت پر ایک شعر پڑھا کرتا ہوں ۔ ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف ۔۔۔ بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

۹۴
ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگ تو بادشاہوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے اپنے والد ماجد مرحوم سے سنا ہے کہ کوئی بادشاہ ایک درویش سے ملاقات کیلئے پہونچے خادم نے بادشاہ کو دروازہ پر روک دیا یہ خدام بھی غضب کے ہوتے ہیں انکی نظر میں سوائے اپنے شیخ کے

اور کسی کی کچھ بھی وقعت نہیں ہوتی اور یہ کہا کہ بدون اجازت کے اندر جانیکی ممانعت ہے بادشاہ رک گیا مگر غصہ میں بھر گیا غرض خادم نے اطلاع کی وہاں سے داخلہ کی اجازت ہوگئی بادشاہ درویش کے پاس پہونچے بیٹھتے ہی کہا مصرع در درویش را درباں نباید۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں۔ بباید تا سگ دنیا نیاید۔ کیسی جرأت اور ہمت کی بات ہے پھر بادشاہ کچھ نہیں بولا دم بخود رہ گیا۔

**ملفوظ ۸۵**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ احکام میں جو شبہات پیدا ہوتے ہیں بجائے جزئی جوابوں کے اسکا جو اصلی سبب ہے اُس کا علاج کرنا چاہئے اور وہ سبب خدا کی محبت اور عظمت کا نہ ہونا ہے پس اُسکا علاج یہ ہے کہ خدا سے محبت پیدا کرو اور قلب میں انکی عظمت پیدا کرو پھر اُسکے پیدا کرنیکا طریق صرف یہ ہے کہ کسی کی جوتیوں میں جاکر پڑ جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے وہ عظمت و محبت پیدا ہوگی اور اس سے تمام شبہات کا ازالہ خود بخود ہو جائیگا مولانا رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو     پیش مردے کاملے پامال شو

پھر تو یہ حالت ہوگی ؎

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ... ایم     مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

او ست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد     مرعسس را دید و در خانہ نہ شد

غرض طریق یہ ہے نہ کہ قیل و قال اور خود تو قال و قیل بہت بعید ہے ان حضرات کی تو یہ حالت ہے کہ دوسرے کی قیل و قال کا بھی جواب نہیں دیتے ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی     بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

اور اپنے لئے وہ طریق عمل اختیار کرتے ہیں جیسی ایک حکایت ہے کہ ایک شخص بانسری بجا رہا تھا اُسکا گوز نکل گیا تو اُس نے منہ پر سے بانسری ہٹا کر اسفل کی طرف لگا دی کہ لے بی تو ہی بجالے اگر تو ہی اچھا بجانا جانتی ہے اسمیں ایک لطیفہ بھی ہے کہ مدعی کو ایک گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے

**ملفوظ ۸۶**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص کہتے تھے کہ میں نے سرسید سے سنا کہ میری تصنیفات دیکھکر کوئی مسلمان عیسائی تو نہیں ہو سکتا ہاں دہری ہو سکتا ہے اپنی تصنیفات کی برکات کا خود ہی اقرار ہے۔

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کی حقیقت ہی کیا ہے اور کیا اپنی کسی چیز پر یا اپنے کمال پر ناز کر سکتا ہے جب کہ حسیات تک میں غلطیاں کرتا ہے ایک مرتبہ رنگون میں تماشہ ہوا جس کمرے میں ہم لوگ ٹھیرے ہوئے تھے اسمیں ایک شیشہ قد آدم سے بھی اونچا لگا ہوا تھا عشاء کی نماز پڑھکر جو میں آیا اور ساتھی بھی ہمراہ تھے تو یہ معلوم ہوا کہ اُدھر سے ایک مجمع چلا آرہا ہے ... میں نے کہا کہ دیکھئے آرام کیوقت بھی لوگ پیچھا نہیں چھوڑتے چلے آرہے ہیں ایک ساتھی نے کہا کہ صاحب سامنے شیشہ ہے اسمیں ہم ہی لوگوں کا عکس پڑ رہا ہے اسوقت میرا اعتراض اس کا مصداق ہو گیا۔ ؎

حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

## ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

۹۸

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرٹھ میں ایک صاحب تھے رئیس انھوں نے ایک عجیب اور مفید بات کہی کہ اکثر لوگ آمدنی بڑھانیکی فکر میں پڑ جاتے ہیں یہ غلطی ہے اسلئے کہ آمدنی بڑھانا غیر اختیاری ہے خرچ کم کرنیکی فکر چاہئے اور یہ اختیاری ہے یہ بات مجھکو تو بہت ہی پسند آئی رئیسوں کا تو ایسی مفید باتونکی طرف ذہن بھی نہیں جاتا وہ تو شب و روز اور ہی دُھن میں رہتے ہیں اور چونکہ اصول صحیحہ کا نہ علم نہ عمل تو تبلایئے کہ مسلمانوں کی تجارت چلے کیسے ایک عزیز تھے انھوں نے چاولونکی تجارت کی جب جی چاہا گھر والوں نے چاول نکال لئے اور پلاؤ پکا لیا چند روز میں سب ختم۔ ایک اور عزیز تھے گنگوہ میں انھوں نے کپڑے کی تجارت کی جب کبھی آتی گھر والوں کو اجازت دیجاتی کہ اپنی پسند کے کپڑے نکال لو آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سب ختم۔ ایک آفت غیر محدود اُدھار دینے کی ہے ایک شخص مجھسے کہنے لگے کہ بدون اُدھار کے دوکان نہیں چلتی میں نے کہا کہ جی ہاں ایسی چلتی ہے کہ بالکل ہی چلدیتی ہے میرٹھ میں ایک بزاز تھا وہ اُدھار نہیں دیا کرتا تھا اور ایک عجیب بات کہا کرتا جو عنوان میں تو ایک نکتہ ہے شاعرانہ مگر مضمون معنی خیز ہے کوئی گاہک آیا اور اُس نے کپڑا اسپڑوایا اور داموں کو کہا کہ پھر بھیجدونگا وہ کپڑا اٹھا کر رکھ لیتا کہا کرتا تھا کہ

ہم اور ہمارا سودا یہ دو ہوئے اور وہ اور اسکے دام یہ دو ہوئے. برابر کا مقابلہ ہے اب اگر ہم نے سودا دیدیا تو وہ اور دام اور سودا تین ہو گئے اور میں بیچارہ اکیلا رہ گیا تو ایک تین کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ملفوظ ۸۹۱- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات اہل اللہ کی شان فنا ہی جدا ہوتی ہے اور اپنی جماعت کے بزرگ تو ایسے گم ہو کر رہتے تھے کہ کوئی نیا شخص جانتا بھی نہ تھا کہ یہاں پر کوئی رہتا بھی ہے بس اپنے کو مٹائے رکھتے تھے کیا انتہا ہے کہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک معمولی ہندوا ایک مہمان کے ساتھ ٹھہر گیا وہ دوسری جگہ مہمان تھا دوپہر کو پڑا ہوا سو رہا تھا مولانا نے سوتے ہوئے کے پیر دبانا شروع کر دئے مولوی محمود صاحب رامپوری مجھسے اس حکایت کو بیان کرتے تھے کہ وہ پڑا ہوا خر خر کر رہا تھا اور حضرت مولانا پیر دبا رہے تھے یہ دیکھکر دوڑے کہ حضرت میں دبا دونگا سختی کیساتھ انکی درخواست کو مسترد کر دیا ایک مرتبہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور میں ایک اسٹیشن پر جمع ہو گئے یہ اسٹیشن مرادآباد کا واقعہ ہے سیوہارہ والے بھی جارہے تھے اُنہوں نے حضرت سے سیوہارہ اُترنیکی درخواست کی جو منظور ہو گئی مجھسے بھی درخواست کی میں نے کسل طبع کا عذر کر دیا اُن لوگوں نے کہا کہ ہم وعظ نہ کہلائیں گے میں نے سادگی سے کہا کہ بدون وعظ کہے ہوئے تو روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے تو حضرت کیا فرماتے ہیں ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ بے کام کے روٹیاں کھاتے ہیں مجھکو اسقدر شرمندگی ہوئی کہ معذرت بھی پیش نہ کر سکا یہ تو حضرت کی حالت خادموں کیساتھ تھی مگر متکبرین کی نسبت فرمادیا کرتے کہ انکو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے۔ وہاں انکا دماغ درست ہوگا اور یہ سب حضرت کی حالت تھی دوسرا کیا سمجھ سکتا ہے اور حال کی یہی شان ہے کہ جسپر گذرتا ہے وہی جانتا ہے دوسرا بیان نہیں کر سکتا خوب کہا گیا ہے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست ۔۔۔ حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

میں ایک بزرگ کی حکایت بیان کر رہا تھا کہ یہ معلوم کر کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹے کو چھنواتے نہ تھے بے چھنے آٹے کی روٹی کھانے لگے جو کے چھلکے سخت ہوتے ہیں اُن سے پیٹ

۲۴

میں درد ہو گیا اب اُنکا ادب دیکھئے کہتے ہیں کہ یہ درد اس گستاخی کی سزا ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مساوات کا دعویٰ کیا جسوقت میں یہ حکایت بیان کر رہا تھا میرے پاس ایک غیر مقلد صاحب بیٹھے تھے کہنے لگے کہ یہ تو خلاف سنت ہے میں نے کہا کہ آپ خاموش رہیں آپ اس واقعہ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے جسکو خدا تعالیٰ ذوق عطا فرمادیں وہی سمجھ سکتا ہے بہت سی باتیں ذوقی ہوتی ہیں اس ذوق پر ایک اور بزرگ کا مقولہ یاد آگیا وہ کہتے تھے کہ مجھکو اس پر خوف ہے کہ کہیں یہ سوال نہ ہو کہ تو اتنا متقی کیوں تھا وجہ یہ کہ بعض اوقات یہ تقویٰ اس حد تک پہونچ جاتا ہے جو زہد بارد کھلاتا ہے مثلاً ایک گیہوں کا دانہ راستہ میں پڑا ہوا مل جائے اُسکو لیکر پوچھتا پھرے کہ یہ کس کا ہے اسکی نسبت فقہا نے فرمایا ہے کہ یعزر یعنی اُسکو قاضی کے یہاں حاضر کر کے سزا دلائی جائیگی معلوم ہوا کہ تقویٰ کی بھی حد ہے یہ معنی ہیں اس بزرگ کے مقولہ کے

**ملفوظ ۹۰** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء سے تو کوئی غیر ضروری سوال کرے اُسکا بھی جواب دیدیتے ہیں مگر صوفیا کہتے ہیں کہ ایسے وقت چپ بیٹھے رہو اسکی وجہ سے وہ بڑی راحت میں ہیں ۔

۲۵

**ملفوظ ۹۱** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے متعلق بچپن میں میں نے ایک بزرگ سے سُنا تھا کہ اُس زمانہ میں انکا لقب تاج الاولیا تھا بہت لوگوں نے حکمت میں کلام لکھا ہے مگر اُنکو نہیں پہونچ سکا وہ بات اخلاص کی قبول کی کوئی کہاں سے لا دیگا

**ملفوظ ۹۲** - ایک دیہاتی شخص نے آکر تعویذ مانگا فرمایا کہ صبح کیوقت تعویذ دینے کا معمول نہیں ہے بعد نماز ظہر تعویذ ملتا ہے اسوقت آجانا میں انشاء اللہ تعالیٰ تعویذ لکھدونگا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں جو تعویذ دیتا ہوں اُسکی حقیقت یہ ہے کہ وقت پر مناسب اُسی حالت کے جو آیت یا حدیث یاد آجاتی ہے وہ لکھدیتا ہوں باقی مجھے تعویذ گنڈوں سے قطعاً مناسبت نہیں مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی آیا کرے تو اللہ کا نام لکھکر دیدیا کرنا اور میری ناواقفی کے عذر پر یہ بھی فرمایا کہ جو سمجھ میں آجائے لکھدیا کرو اسلئے میں لکھدیتا ہوں اور بڑا تعویذ تو بزرگوں کی دعا ہوتی ہے حضرت حاجی صاحبؒ نے حکایت فرمائی

تھی حضرت سید صاحبؒ کی تعویذ میں ہر مرض کیلئے صرف یہ لکھا کرتے تھے۔ خداوندا اگر منظور داری۔ حاجتش را براری ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے آکر غالباً یہ کہا کہ حضرت میرا نکاح نہیں ہوتا آپنے تعویذ لکھکر دیا اُسمیں یہ لکھا کہ اے اللہ میں کچھ جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام بس نکاح ہو گیا۔

## ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۹۳ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کی حالت روز بروز ابتر ہوتی چلی جاتی ہے ہر وقت دل کڑھتا ہے بڑی خرابی جو پیدا ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست خیال کر بیٹھے ہیں اگر حق کا اتباع کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں کا یا پلٹ ہو جائے مگر سنتا کون ہے معاملہ بالکل اسکا مصداق ہو رہا ہے

کون سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری

کوٹ پتلون والوں کی سنتے ہیں ڈھیلے کرتے ٹخلخلہ پاجامہ والوں کی کیا سنیں اور مجھ میں ذرا کھدیرکا مرض ہی تو میری شکایت ہوتی ہے میں اکثر یہ پڑھ دیتا ہوں۔ ع

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ — کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

اور کبھی یہ پڑھ دیتا ہوں ع

خود گلہ کرتا ہے اپنا تو نہ سُن غیروں کی بات — ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

اور کبھی یہ پڑھ دیتا ہوں۔ ع

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی — جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

ملفوظ ۹۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امراء کی طرف طبعاً میلان تو ہوتا ہی ہے اور یہ میلان مذموم نہیں جیسے کسی حسین کو دیکھکر میلان ہوتا ہی ہاں اُسکے مقتضاء پر عمل نہ کرنا چاہئے اگر ایسا کریگا یہ مذموم ہوگا۔

ملفوظ ۹۵ - ایک کم سن لڑکے نے آکر کہا کہ بخار کا تعویذ دیدو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ لکھتا ہوں یہ فرماکر فرمایا کہ دیکھئے فطری چیز یہ ہے کہ اپنی حاجت صاف کہدی مگر اب لوگ فطرت کے خلاف

اُسکی تعلیم دیتے ہیں کہ یہ نہ کہنا چاہئے یہ نہ کرنا چاہئے تکلف سکھلاتے ہیں اصل فطرت بچونکی ہے کہ وہ اگر کہدیتے ہیں کہ فلاں چیز کا تعویذ دیدو۔

۹۶ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پیوند زدہ کرتہ یا پیوند زدہ پاجامہ پہننا ذلت نہیں ذلت یہ ہے کہ کسی کے سامنے اپنی احتیاج پیش کیجاوے خصوص دنیا داروں کے سامنے کیمیا گر کو دیکھ لیجئے لنگوٹا بندھا ہوتا ہے مگر بڑے بڑے دنیادار پیچھے پیچھے پھرتے ہیں تو وہ کس چیز کی قدر اور عزت ہے صرف کمال کی عزت اور قدر ہے پھر اگر دنیا کا کمال ہے کم عزت ہے اور اگر دین کا کمال ہے تو زیادہ عزت ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس زمانہ میں بقدر ضرورت پیسہ پاس رکھنا چاہئے آجکل اُسکی بڑی ضرورت ہے یہ زہد اور تقویٰ کے منافی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا صرفہ اپنی بیبیونکو عطا فرما دیتے تھے افلاس بُری چیز ہے اس سے کفر تک نوبت پہونچ جاتی ہے اسلئے میں اسراف کو بخل سے زیادہ بُرا سمجھتا ہوں گو لوگ اُسکو زیادہ بُرا سمجھتے ہیں مگر وہ خود تو خوش ہے کہ ہمارے پاس ہے اور ہم نے کسی بخیل کو مرتد ہوتے نہیں دیکھا اور اسراف کرنیوالے ہزاروں مرتد ہوگئے۔

۹۷ ملفوظ۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مقتدا تو کسی مذہب کے بھی مقدس نہیں بجز مسلمانوں کے۔

۹۸ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدفہمی اور کم عقلی بھی کمبخت بُری ہی چیزیں ہیں۔

۹۹ ملفوظ۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں مثنوی شریف پڑھاتے تھے ایک درویش بھی شریک ہوتے تھے کئی روز مثنوی شریف سنکر کہتے ہیں کہ مولانا اگر درویش بھی ہوتے تو کیا اچھا ہوتا اُنھوں نے ایک روز محبت سے کہا کہ میں آپکو توجہ دینا چاہتا ہوں ذرا بیٹھ جائیے انکی نیت یہ تھی کہ کسی کیفیت محمودہ کا مولانا پر القا کریں حضرت مولانا براہ تواضع بیٹھ گئے وہ متوجہ ہوئے تھوڑی ہی دیر میں گھبرا کر کہنے لگے کہ حضرت بڑی گستاخی ہوئی معاف فرمائیے مجھکو کیا خبر تھی آپ کتنی دور پہونچے ہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب سے جنھوں نے مولانا موصوف اور حضرت حاجی صاحب کا درس مثنوی سنا تھا کسی نے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حاجی صاحبؒ کے مثنوی پڑھانے میں کیا فرق ہے کہا کہ حضرت حاجی

صاحبؒ تو مثنوی پڑھاتے تھے اور مولانا نہ معلوم کیا پڑھاتے تھے عجیب جواب ہے دونوں پہلو نکل سکتے ہیں ایک اور درویش نے کہا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا مثنوی پڑھانا ایسا ہے کہ مکان کے اندر لیجاکر کھڑا کر دیا کہ خود دیکھ لو۔

ملفوظ ۱۰۰ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا میں آسمان دار ہو کر رہنا چاہئے زمیندار ہو کر نہیں رہنا چاہئے میں تو سماع کے متعلق بھی اکثر کہا کرتا ہوں کہ پہلے اہل سماع اہل سماء تھے اور آجکل کے اہل سماع اہل ارض ہیں اسکے مصداق ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ یہ سو اہل ارض ہونا کوئی کمال کی بات نہیں اہل سماء ہونا کمال کی بات ہے اسپر یہ شعر یاد آگیا ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ۔ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

ملفوظ ۱۰۱ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب طبیعت میں سلامتی ہوتی ہے ہر چیز اسکی معتدل ہوتی ہے

ملفوظ ۱۰۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رازی اور غزالی پیدا ہونا بند ہو گئے مگر بالکل غلط ہے ہمارے حضرات رازی اور غزالی سے کم نہ تھے علوم میں بھی کمال میں بھی بات یہ ہے کہ حیات میں قدر نہیں ہوتی مرجانیکے بعد رحمۃ اللہ علیہ اور پچاس برس گذر جانیکے بعد قدس سرہ ہو جاتے ہیں اور اس تماثل کے معلوم ہونیکا بڑا اچھا معیار ہے انکی تحقیقات کو بھی دیکھ لیا جائے اور ان حضرات کی بھی اس سے معلوم ہو جائیگا۔

## ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح بعد نماز عید الاضحیٰ بجے یوم یکشنبہ

ملفوظ ۱۰۳ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ یہاں مسجد خانقاہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے وہ عید گاہ میں پڑھیں گے وہاں بعد میں ہوتی ہیں کیا وہ اس نماز عید گاہ کے قبل قربانی کر سکتے ہیں فرمایا ہاں کر سکتے ہیں نماز ہو جانا چاہئے جہاں تعدد ہو ایک جگہ نماز ہو جانا کافی ہے قربانی کر سکتے ہیں

ملفوظ ۱۰۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک گستاخ ہندو نے نظم میں ایک کتاب منظوم لکھی ہے اسمیں ختنہ پر اعتراض کیا ہے کہ یہ مسلمانوں کے شعار ہے تو گویا انکے مذہب کی مہر

بنیاد ہے اور بدتہذیبی سے یہ مصرع لکھا ہے۔ یقلیم شد کہ بر کبرست بنیاد مسلمانی ایک صاحب نے نظم ہی میں اُسکی کتاب کا جواب لکھا ہے چنانچہ اس تمسخر کا یہ جواب دیا ہے کہ کوئی اپنی بنیاد کو قطع نہیں کیا کرتا بنیاد تو اُسپر تمھارے مذہب کی ہوئی کہ اسکو باقی رکھتے ہو نہایت لطیف جواب ہے۔ وہ شعر مجھکو یاد نہیں رہا مضمون یاد رہ گیا۔

**ملفوظ ۱۰۵** - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عید الفطر کی نماز ذرا دیر سے اور عید الضحیٰ کی نماز اُس سے سویرے ہونیمیں حکمت یہ ہے کہ اسمیں صدقہ الفطر کے تقسیم کی رعایت رکھی ہے اسلئے اسمیں گنجائش وقت کی رکھی اور اسمیں قربانی کی رعایت کی ہے کہ تعجیل مستحب ہے۔

**ملفوظ ۱۰۶** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں نے مشتبہ مال سے بچنے کا بھی بڑا اہتمام کیا ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ایک شخص نے دعوت کی کھانا مشتبہ تھا آپنے اُسکی دلجوئی کیلئے کھا تو لیا مگر گھر پر آکر قے کر کے سب نکالدیا اسمیں ایک طالب علمانہ شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ تناول کا ارتکاب تو ہو ہی چکا تھا جو مذموم ہے پھر ایسا کرنیسے کیا نفع ہوا جواب یہ ہے کہ ایک تو فعل ہے یعنی کھانا وہ تو بیشک واقع ہو چکا مگر دوسری چیز ہے جزو بدن بننا جزو بدن بننے سے جو ظلمت ہوتی اُس سے بچاؤ کیا جیسا حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے خبری میں اجرت کہانت کا دودھ پی لیا تھا جسپر کوئی مواخذہ نہ تھا مگر پھر بھی خبر ہونیکے بعد قے کر دی اُسکا بھی یہی نفع تھا حدیث کل لحم نبت من السحت فالنار اولی بہ میں اس طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے باقی رہا شبہ مشتبہ کھانیکا تو وہ فتویٰ سے حرام نہ تھا دلجوئی کی مصلحت اُس میں بھی کراہت پر راجح تھی یہاں جزو بدن بننے کے متعلق ایک ضروری تنبیہ ہے کہ اگر حرام کا تناول لقصد نہ ہو تو محض جزو بدن بن جانا موجب نار نہیں پھر اشارہ کی حقیقت یہ ہوگی کہ گو یہ خود معصیت نہ ہو مگر اس سے اب مادہ پیدا ہو گا کہ وہ معصیت کی طرف داعی ہوگا سو اگر کوئی مقاوم قوی نہ ہوا تو بواسطہ صدور اختیاری کے نار کیلئے موجب ہو جائیگا۔

**ملفوظ ۱۰۷** - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بازار میں کھانے والیکی شہادت اسوجہ سے معتبر نہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں وقار نہیں سو احتمال ہو گیا کہ جھوٹ بولنے سے جو وقار کم ہو جاتا ہے شاید یہ اسکی بھی پروا نہ کرے

ملفوظ [۱۰۸] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اموال کے متعلق احتیاط لوگوں میں بہت ہی کم رہ گئی ہے خصوص اہل مدارس میں انکو مختلف مالیات سے سابقہ بھی زیادہ پڑتا ہے اسلئے یہ بہت کم احتیاط کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بی بی کیلئے ہرقل کی بی بی نے ایک موتی نہایت قیمتی بھیجا حضرت عمرؓ نے یہ سمجھکر کہ اگر یہ امیر المومنین کی بی بی نہ ہوتیں تب کہاں ملتا بیت المال میں داخل کر دیا۔

ملفوظ ۱۰۹ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل یوروپ کو لوگ بڑا عاقل سمجھتے ہیں بالکل غلط ہے مادیات میں تو بیشک دماغ کام کرتا بھی ہے باقی علوم سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔

ملفوظ ۱۱۰ - میں نے ایک حاکم سے پوچھا تھا کہ آپ لوگوں کے دورے کے فیصلوں میں اور خاص مرکز کے فیصلوں میں کچھ فرق ہوتا ہے اُنھوں نے کہا کہ بہت بڑا فرق ہے حالانکہ دونوں مجلس حکم ہیں اور جہاں ایک مجلس حکم ہو ایک نہ ہو وہاں تو بہت ہی بڑا تفاوت ہے حتی کہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی مجلس قضا میں حکم کرے وہ نافذ ہے اور اگر غیر مجلس قضا میں حکم دے وہ نافذ نہیں۔

ملفوظ ۱۱۱ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ کفار کی ایک جماعت کو بُرا کہتے ہیں اور بعض دوسری جماعت کو میں کہتا ہوں کہ دونوں بُرے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک نجاست مرئیہ ہے ایک نجاست غیر مرئیہ اور ہیں دونوں نجاست دونوں شیطان کے۔

ملفوظ ۱۱۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بے پردگی کی عام زہریلی ہوا چل گئی ہے قطعاً جھجک نہیں رہی حیا شرم نہیں رہی اور جھجک بڑی صفت ہے میری طالب علمی کے زمانہ میں ایک طالب علم نے دیوبند میں مجھسے حکایت بیان کی تھی کہ مدراس میں ایک قاضی کا انتقال ہوا اُن کے لڑکے نے عید کی نماز پڑھائی بلا جھجک اسپر ایک دانشمند شخص نے کہا کہ یہ صحیح النسب معلوم نہیں ہوتا تحقیق سے معلوم ہوا کہ بالکل صحیح ہے جھجک تو شرافت کے لوازم سے ہے مگر آجکل یہ جھجک لڑکوں میں تو کیا لڑکیوں اور عورتوں میں بھی نہیں رہی۔

ملفوظ ۱۱۳ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جھک مارتے ہیں جو اظہار حق کو بد اخلاقی کہتے ہیں امر حق کا ظاہر کرنا بد اخلاقی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی ہے البتہ

اسکا عکس بداخلاقی کہلائیگی ارشاد ہے لایخافون فی اللہ لومۃ لائم تو کیا بداخلاقی پر رہ گیگی ہے لوگوں نے آجکل جسطرح تواضع کے معنے گھڑ رکھے ہیں اسیطرح اخلاق کے معنے بھی گھڑ رکھے ہیں تواضع کے معنی تو پان حقہ پیش کرنیکے سمجھتے ہیں اور اخلاق کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کو کچھ نہ کہے ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتا رہے

ملفوظ ۱۱۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آریہ بہ نسبت سناتن دہریوں کے زیادہ مشرک ہیں تین قدیم بالذات کے قائل ہیں خدا تعالیٰ اور مادہ اور روح میں تو انکو ناریہ کہا کرتا ہوں بخلاف سناتن دہریوں کے وہ قدیم بالذات ایک ہی کو کہتے ہیں اور دوسرے بعض مخلوقات کیساتھ اُس ایک کے حلول یا اتحاد کے قائل ہیں گو یہ بھی شرک و کفر ہے -

## ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۱۱۵ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے یہاں مجھپر ڈانٹ پڑی تھی میں رات کو پہونچا تو بہت خفا ہوئے کہ یہ وقت آنیکا ہے تمکو خدا کا خوف نہ آیا تمکو زمین نہ نگل گئی میں نے دل میں کہا کہ جو چاہو کہو ہم تو سننے ہی کے واسطے آئے ہیں اُس وقت تو اسکا استحضار تھا - ع

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق ٭ تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق ٭

اللہ کا شکر ہے کہ مجھکو برا نہیں معلوم ہوا - مولانا کی باتیں عجیب ہوتی تھیں ایک شخص نے مولد کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ میاں ہم تو ہر وقت مولد ہی میں رہتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتے ہیں اگر آپکی ولادت نہ ہوتی تو یہ کلمہ کہاں نصیب ہوتا - ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت اور معاملات میں تو دو شاہد کافی ہیں زنا میں چار شاہدوں کی شرط کیوں ہے فرمایا کہ وہ دو کا بھی فعل ہے اھ مگر یہ نکتہ کے درجہ میں ہے -

ملفوظ ۱۱۶ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات میں تادیب کے وقت بھی کبر نہیں ہوتا حدت ہوتی ہے شدت نہیں ہوتی ہے درستی ہوتی ہے درشتی نہیں ہوتی -

ملفوظ ۱۱۷۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب سے ایک شخص نے مفقود الخبر کے متعلق کہا کہ ہمیں تو بڑا حرج ہے فرمایا جی ہاں جہاز میں اس سے بھی بڑا حرج ہے گرمی کے روزوں میں بھی بڑا حرج ہے سبکو قرآن میں سے نکالدو حرج حرج لئے پھرتا ہے۔

ملفوظ ۱۱۸۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن پر ہے جسکے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اسکی ہر بات اچھی معلوم ہوتی ہے اور جسکے ساتھ حسن ظن نہ ہو اسکی اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور آجکل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوء ظن کا خاص مرض ہے کسی کیساتھ بھی حسن ظن نہیں بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جسکو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں اور اسکو مردہ سنت کا احیاء کہتے ہیں اسکے متعلق مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو انھوں نے جہر بالتامین کی متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بالجہر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی اسلئے اسکے زندہ کرنیکی ضرورت ہے شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جسکے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر بھی سنت ہے تو اسکا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا واقعی عجیب جواب ہے۔ حضرت مولانا دیوبندیؒ ایک بار خورجہ تشریف لے گئے وہاں پر بھی ایک غیر مقلد نے یہ کہا تھا کہ یہ سنت مردہ ہو گئی ہے اسلئے میں جہر سے کہتا ہوں آپ نے فرمایا لیکن غیر مقلدوں میں آمین بالسر مردہ ہو گئی وہاں آمین بالسر کہا کرو تو وہ غیر مقلد گھبرا کر کہتا ہے واہ صاحب خوب فرمایا کہ یہاں بھی ہیٹوں اور وہاں بھی۔

ملفوظ ۱۱۹۔ حضرت مولانا دیوبندیؒ کی تواضع کا ذکر تھا اس سلسلہ میں فرمایا کہ میں جب کبھی دیوبند گیا بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ میں حاضری میں سبقت کر سکا ہوں ورنہ خود حضرت تشریف لے آتے تھے پھر فرمایا کہ اگر طریقت میں داخل ہو کر تواضع بھی نہوئی تو کچھ بھی نہ ہوا۔

ملفوظ ۱۲۰۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کو جو دینی دولت ملی یہ سب قرآن و حدیث کی بدولت ملی سلامت طبع سلامت فہم سلامت عقل ذہانت فقہا ہی کو دیکھ لیجئے کہ ان حضرات کا کیا رنگ ہے بڑے بڑے فلاسفر انکے سامنے گرد ہیں فقہ سے خاص طور پر سلامت فہم پیدا ہوتی ہے

۳۲

مولوی ناظر حسن وکیل تھے رامپور میں بڑے بڑے بیرسٹروں کے کان کترتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے فقہ سمجھکر پڑھا ہے واقعی اگر کوئی درسی کتابیں سمجھکر پڑھ لے تو اُسکا مقابلہ بڑے بڑے ڈگری یافتہ کر نہیں سکتے اس سے عقل میں خاص ترقی ہوتی ہے۔

ملفوظ ۱۲۱۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فن طریقت کے امام تھے حضرت کی بصیرت کا کیا ٹھکانا تھا مجھکو بیعت کرنیکے وقت یہ شرط لگائی تھی کہ پڑھنے پڑھانیکے شغل کو ترک نہ کرنا اس سے اندازہ ہوتا ہے دینی ضرورت کا کس درجہ ادراک تھا اسی لئے علماء کا بیحد احترام فرماتے تھے ایک مرتبہ مولوی رحمت اللہ صاحبؒ نے حضرتؒ پر کچھ اعتراضات کئے حضرت کو بھی طبعًا ناگواری ہوئی اور جواب دیکر یہ بھی فرمایا کہ اگر میں اپنے بچوں کو بلا لونگا تو ناطقہ بند کر دیں گے اتفاق سے اُس زمانہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ حج کو تشریف لے گئے اور یہ واقعہ سنکر ان حضرات کو بھی ناگوار ہوا اور باہم یہ مشورہ کیا کہ ہم مولوی صاحب ہی سے جاکر پوچھیں گے حضرت حاجی صاحب کو خبر ہوئی تو فرمایا نہ بھائی تم کچھ نہ بولنا میں اُنکا احترام کرتا ہوں ہاں جاکر مل آؤ یہ حضرات گئے اور مل کر چلے آئے۔

ملفوظ ۱۲۲۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی پڑھنا پڑھانا تو اور چیز ہے مگر بیعت تو ہونگے حضرت امداد ہی سے حضرت مولانا کو حضرت کے ساتھ عشق کا درجہ تھا۔

ملفوظ ۱۲۳۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحبؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی نسبت چاہتے تھے کہ مجھسے بیعت ہوں مگر حضرت مولانا نے حاجی صاحب کو ترجیح دی اور حاضر ہوکر چالیس روز رہے اور چالیس روز تک ایک ہی جوڑا بدن پر رہا جب رخصت ہوکر چلے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا جو کچھ دینا تھا میں دے چکا مولانا نے دلمیں کہا کہ کیا دیا میں تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہوں مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ جو ہمکو دینا تھا دے چکے حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت نے کیا دیا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے یہ تو بلا محنت ہی ملجاتا ہے میں نے کہا جی ہاں اس محنت ہی کی بدولت تو پندرہ برس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا۔

۳۳

ملفوظ ۱۲۴ - اوپر ہی کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا گنگوہی کو اجازت دی تھی یوں بھی فرمادیا تھا کہ اگر کوئی بیعت ہونا چاہے تو انکار مت کرنا مولانا نے عرض کیا کہ میں بیعت کے قابل نہیں حضرت نے فرمایا کہ تم کیا جانو ہم جو کہتے ہیں وہی کرنا جب مولانا گنگوہ پہونچے گنگوہ میں ایک بی بی تھیں انھوں نے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے بیعت فرمانیسے انکار کردیا اتفاق سے حضرت حاجی صاحبؒ بھی گنگوہ تشریف لے گئے اُن بی بی نے حضرت سے بیعت نہ کرنیکی شکایت کی حضرت نے مولانا سے فرمایا کہ انکو بیعت کیوں نہیں کرلیتے مولانا نے عرض کیا کہ ابتو حضرت خود تشریف رکھتے ہیں حضرت ہی بیعت فرلیں فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے ایک شخص کو تم سے عقیدت ہے مجھسے نہیں تم ہی کردو غرضکہ حضرتؒ نے اُن بی بی کو اپنے سامنے مولٰنا سے بیعت کرایا یہاں ایک مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے سو اگر پیر سے مناسبت ہو اور پیر کے پیر سے مناسبت نہ ہو تو پیر ہی کی طرف توجہ کرے اُسکے پیر کی طرف نہ کرے گو ادب اور تعظیم اُسکی بھی ضروری ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجلس میں حضرت جُنید اور حضرت حاجی صاحبؒ دونوں ہوں تو ہم جُنید کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی نہ دیکھیں وہ حضرت حاجی صاحب کے پیر ہونگے ہمارا تعلق تو حضرت حاجی صاحبؒ سے ہے افسوس پھر بھی ان حضرات کو وہابی اور خشک کہتے ہیں بڑا ظلم کرتے ہیں۔

ملفوظ ۱۲۵ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کا ذکر کرنیسے میری حالت دگرگوں ہوجاتی ہے قلب کے اندر ایک آگ سی لگ جاتی ہے علماء کا ذکر کرنمیں ایسی حیات نہیں پیدا ہوتی جو مشائخ کے ذکر میں حیات پیدا ہوتی ہو گو عظمت علماء کی زیادہ ہے مگر وہ خاص کیفیت کہاں پھر ہمکو وہابی اور خشک اور بزرگوں کا مخالف بتاتے ہیں بڑے ہی ظالم ہیں۔

ملفوظ ۱۲۶ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی حضرت حاجی صاحبؒ کی تمام کرامتوں کی نفی کرے ہم اُسکے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں اسلئے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصلی کمال کے سامنے یہ کرامتیں ایسی ہیں جیسے بچپن کے زمانہ میں بچے مٹی کا گھر بناکر اُسکا نام محل رکھ لیتے ہیں اگر کسی بچہ کے پاس عالیشان محل بھی ہو تو اس مٹی کے محل کے بگڑ جانیسے

اُس بچہ کو اگر وہ سمجھدار ہے کچھ بھی رنج نہ ہوگا جبکہ اصل محل ہیں موجود ہے۔

ملفوظ ۱۲۷۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر معاصی سے نفرت ہو اور عاصی سے نہ ہو یہ ہو سکتا ہے کیونکہ فعل سے تو نفرت واجب ہے اور فاعل کی ذات سے ممنوع اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ایک حسین نے اپنے منہ کو توے کی سیاہی مل لی یہاں حسن و قبح دونوں جمع ہیں تو اسوقت سیاہی سے تو نفرت ہوگی مگر حسین چہرہ سے نفرت نہ ہوگی ان باتوں کے حاصل ہونیکے لئے بڑی شرط صحبت ہے قیل وقال اور نری تحقیق مسائل سے کچھ نہیں ہوتا۔

ملفوظ ۱۲۸۔ ایک سلسلہ گفتگو میں بریلی کے دو شخصوں کا مکالمہ بیان فرمایا کہ ایک بدعتی مولوی نے دوسرے خوش عقیدہ عالم سے کہا کہ وہابی کے نام سے کیوں برا مانتے ہو وہاب تو اللہ کا نام ہے انھوں نے جواب دیا کہ ومن یکفر بالطاغوت میں بت کے منکر کو کافر کہا ہی تو میں آپکو کافر کہا کروں آپ بھی برا نہ مانیں اسلئے کہ قرآن میں اسکی مدح ہے۔

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل مدارس امراء کے دروں پر جاتے ہیں یہ طرز نہایت ہی ناپسندیدہ ہے علماء کو اس سے اجتناب سخت ضروری ہے اسمیں دین و اہل دین سبکی تحقیر ہے خدا کی ذات پر بھروسہ ہونا چاہئے بقول ایک بزرگ کے جن سے میں نے اپنے مدرسہ کی بے سروسامانی کا ذکر کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ جس قدرت نے تمام عالم دنیا کو سنبھال رکھا ہے وہ آپکی ذراسی مدرسی کو نہ سنبھال سکے گی کیا کم ہمتی کا خیال ہے۔

# ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ ۱۳۰۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر معاملہ میں فہم کی ضرورت ہے محض تعلیم کافی نہیں اگر یہ نہ ہو تو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا ہے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ میں نے اُس سے کہا کہ تمہیں بے فکری کا مرض زیادہ ہے اسلئے اکثر غلطیاں ہوتی ہیں اسکی تدبیر یہ ہے کہ جو کام کیا کرو سوچ کر کیا کرو اب سنئے ایک اسٹیشن پر بہو بچے بیوی کو اور اسباب کو ریل میں

سوار کرا دیا اور بھنے ہوئے چنے ایک پیسہ کے خریدنے کا ارادہ کیا ادھر تو ریل سیٹی دے رہی ہے چلنے کو تیار ہے اور آپ مراقبہ میں ہیں کہ یہ چنے ضرورت میں خرید رہا ہوں یا بلا ضرورت محض حظ نفس کیلئے ریل چھوٹ گئی اور پھر جو مصیبتیں پیش آئیں ان بزرگ کو بھی اور بیوی کو بھی انکی داستان طویل ہے مجھکو جب یہ واقعہ معلوم ہوا میں نے کہا اسکو بھی تو سوچنا چاہئیے تھا کہ کہاں سوچنا چاہئیے اور کہاں نہیں اور اگر سوچنا ہی ضرور تھا تو ریل میں بیٹھکر مراقبہ کر لیا ہوتا اگر یہ معلوم ہوتا کہ ضرورت میں خریدے ہیں تب تو کھا لیتے اور اگر یہ معلوم ہوتا کہ بلا ضرورت خریدے ہیں تو بیوی کو یا کسی غریب کو دیدیتے خود نہ کھاتے تو نفس کا علاج اس صورت میں بھی تو ہو جاتا بدفہمی سے بھی اللہ بچائے جیسے ایک نوکر نے آقا کے سامنے گھوڑے کی لید سامنے پیش کر دی تھی آقا کی کوئی چیز راستہ میں گر گئی تھی نوکر نے نہیں اٹھائی تھی آقا نے تعلیم کیا تھا کہ جو چیز راستہ میں گرے اٹھا لو اسپر یہ عمل ہوا کیونکہ لید بھی تو راستہ میں گری تھی تعلیم بھی جب ہی کارآمد ہوتی ہے جب خداداد فہم ہو اسوقت تعلیم معین ہو جاتی ہے

۱۳۱

ملفوظ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اخلاق اور چیز ہے رسم اور چیز ہے بعض افعال رسمیہ کو سمجھتے ہیں کہ یہ اخلاق ہیں -

۱۳۲

ملفوظ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسپر مواخذہ نہ ہوگا کہ تمھارے اندر رذائل مثلاً بخل کیوں تھا بلکہ اسکے اقتضا پر عمل کرنے پر مواخذہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ محققین کے نزدیک ان رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے یعنی مصرف بدلدیا جاوے محقق بزرگوں نے اسی امالہ کیلئے یہ کوشش کی ہو کہ ان رذائل کو مضمحل کر دیا جاوے کہ امالہ کیوقت مقاومت سہل ہو - اور یہ بھی اکثری ہے ورنہ اگر بالکل بھی سہولت نہ ہو تب بھی ضرر نہیں کیونکہ اصل مامور بہ تحصیل ہے اعمال کی اور تسہیل تبرع ہے اس باب میں میرا ایک وعظ ہے التحصیل والتسہیل یہ وعظ قابل دید ہے میں الحمدللہ اس بحث کے متعلق قریب قریب سب ضروری باتیں بیان میں آگئی ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ اسمیں کوئی نقص نہیں وہ ایک پکی ہوئی روٹی ہے ممکن ہے کہ کہیں سے جل بھی گئی ہو مگر انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ حصہ کارآمد ہے -

۱۳۳

ملفوظ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے تمام مکتوبات ایک جگہ جمع ہو جائیں تو بہتر ہے

اگر مصلحت کیخلاف نہ ہو فرمایا کہ مصلحت کے تو خلاف نہیں مگر انکاموں کیلئے ضرورت ہے روپیہ کی اور روپیہ اتنا ہے نہیں اور مانگنے سے غیرت آتی ہے اور ہیں تو حق تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ جسقدر کام یہاں پر بدون مانگے ہو رہا ہے دوسری جگہ مانگنے پر بھی نہیں ہوتا یہ اُنکا فضل ہے۔

ملفوظ ۱۳۴- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک زمانہ میں سہارنپور سے ہاضم بوتلیں منگایا کرتا تھا ایک شخص بوتلیں لیکر آئے بکس کو بے احتیاطی سے اُٹھایا سب بوتلیں ٹوٹ گئیں میں نے کہا کہ ضمان دو مگر چونکہ تادیب مقصود تھی تعذیب مقصود نہ تھی اسلئے بعد ادائے ضمان اتنی رقم اُن کو تبرعاً دیدی۔

ملفوظ ۱۳۵- ایک سلسلہ گفتگو میں ایک کالج کے نسبت فرمایا کہ کالج نہیں قالج ہے جہاں دین سلب ہو جاتا ہی

ملفوظ ۱۳۶- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بڑی مبارک حالت ہے کہ ہر حالت میں خوف رہے اندیشہ رہی یہ بڑی دولت ہے مگر قصداً خوف کا اسقدر مراقبہ نہیں کرنا چاہئے جو حد اعتدال سے بڑھ جاوے اسمیں اندیشہ ہے کہ کہیں مایوسی کی نوبت نہ آجائے پھر اس سے تعطل تک نوبت آجاتی ہے ہر چیز کے خواص جدا جدا ہیں اور ہر چیز کی ایک حد ہے اور حدود پر رہنیکا صرف ایک ہی علاج ہے کہ کسی جاننے والے کے اپنے کو سپرد کردے جو وہ کہے اُسکا اتباع کرے بس اسی ہی میں خیر ہے ورنہ قدم قدم پر خطرہ ہے۔

## ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۱۳۷- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں لوگ سمجھتے تھے کہ شرکاء زیادہ ہیں حالانکہ یہ خیال غلط تھا شریک بہت کم تھے مگر وہ زیادہ اسوجہ سے معلوم ہوتے تھے وہ شور و غل بہت کرتے پھرتے تھے اس سے اُنکی تعداد زیادہ معلوم ہوتی تھی ورنہ واقع میں تعداد زیادہ اُن ہی کی تھی جو شریک نہ تھے۔

ملفوظ ۱۳۸- ایک صاحب نے بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں کچھ پیش کیا حضرت والا نے لینے سے انکار فرمادیا بالعذر فرمایا کہ اُنھوں نے کبھی نہ کوئی مسئلہ پوچھا نہ اللہ کا راستہ معلوم کیا اسلئے ان ہی

لیتے ہوئے جی شرماتا ہے اور یہ تو مالی خدمت ہی جسمیں کچھ خرچ بھی ہے ہیں تو ایسے شخص سے کہ جس نے مجھسے کوئی خدمت نہ لی ہو جسمانی خدمت بھی نہیں لیتا جسمیں کچھ خرچ بھی نہیں اور یہ سب فطری امور ہیں انکے خلاف پر ہیں قادر نہیں ان باتوں کو لوگ سختی سے تعبیر کرتے ہیں۔

ملفوظ ۱۳۹۔ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص سے اصلاح باطن کا تعلق ہو اُسکو رائی برابر بھی مکدر کرنا ایسا ہے جیسے بڑا بھاری پہاڑ بیچ میں آگیا ہو حجاب ہو جاتا ہے اور فیض بند ہو جاتا ہے اور یہ بات وجدانی ہے اس طریق میں کدورت اور نفع دونوں جمع نہیں ہو سکتے مگر کدورت اُسی سے ہوتی ہے جس سے توقع ہوتی ہے ایک روہیلکھنڈ کے مولوی صاحب نے مجھکو ہمیشہ گالیاں دیں مگر ذرہ برابر بھی کبھی اثر نہیں ہوا نہ کوئی شکایت ہوئی شکایت بھی دوستوں ہی سے ہوا کرتی ہے دشمن کی کیا شکایت جو دوستی کا دعوی کرتے ہیں اُن ہی اذیت کی برداشت نہیں اور اس اذیت کا سبب کم فہمی نہیں ہوتی بلکہ بے فکری ہوتی ہے فکر سے کام لے تو کبھی دوسرے کو تکلیف نہ پہونچے حتی کہ اگر ایسے شخص سے کبھی کوئی نامناسب حرکت بھی ہو جاوے وہ بھی بہت خفیف اور کبھی اتفاقاً ہو گی اور چونکہ صاحب معاملہ کو معلوم ہو گا کہ یہ شخص فکر سے کام لیتا ہے مگر باوجود قصد اور فکر کے ایسا ہو گیا تو اسپر بھی کوئی اثر نہ ہو گا۔

ملفوظ ۱۴۰۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سفر میں مستورات کیساتھ اُن کے محرم کا ہونا بڑی حکمت ہے محرم کے ساتھ ہونیسے خود مستورات کو بھی بڑی قوت ہوتی ہے اور دوسروں پر بھی قدرتی طور پر ہیبت پڑتی ہے محرم کی جو مانع فتن ہے

ملفوظ ۱۴۱۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری بڑے ظریف تھے کسی نے اُن سے بدعتی اور وہابی کے معنے پوچھے تو عجیب تفسیر کی فرمایا کہ بدعتی کے معنے ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنے ہیں بے ادب باایمان آجکل کے بدعتی اکثر شریر ہوتے ہیں پہلے لوگوں میں یہ بات نہ تھی وجہ یہ کہ وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اُسکی برکت سے اُنمیں تدین تھا اور اب تو بکثرت فاسق فاجر ہوتے ہیں جنکو دین ہی کوئی لگاؤ ہی نہیں ہوتا اور اسوقت یہی حالت قلت تدین کی غیر مقلدوں کی بھی ہے اور مزید براں یہ کہ تہذیب سے بھی کورے ہوتے ہیں ایک صاحب کا بیان ہے اخبار آتا تھا اُنمیں کافر حکام و رؤسا کی مدح ہوتی تھی اور ماشاء اللہ اہل حدیث

کہلاتے ہیں کفار کو اولی الامر منکم میں داخل لکھتے تھے کہاں تو یہ سوءظن کہ بزرگان سلف کو بھی
برا بھلا کہا جاتا ہے اور کہاں یہ حسن ظن کہ کفار کی مدح کیجاتی ہے یہ انکا دین ہے بس اغراض
نفسانی کو دین سمجھ رکھا ہے کہ ایسے لوگوں سے کچھ ملنے کی اُمید ہوگی اُنکی ہی تعریف شروع
کردی میں نے لکھدیا کہ تمھارے اخبار میں کفار کی مدح ہوتی ہے لہذا یہاں اخبار نہ بھیجا کرو
ان ہی صاحب نے تفسیر بیان القرآن کے ایک مقام پر اعتراض کیا ہے نہایت ہی بدتہذیبی سے
میں اسکی شکایت نہیں کرتا کہ اعتراض کیوں کیا کسی کی غلطیوں پر مطلع کرنا طاعت ہے مگر
آدمیت تو ہو مگر ایسے لوگوں کو دین تھوڑا ہی مقصود ہے اور ایسے لوگ اُن ہی سے باز آتے ہیں
جو گنبد کی آواز ہیں کہ جیسی کہے ویسی سنے ہم کو غریب سمجھکر ڈانٹ لیتے ہیں اسوقت طبائع کا
یہی رنگ ہے کہ نرمی والوں کو ستاتے ہیں اور سختی والوں سے دبتے ہیں اسکی تائید میں ایک
قصہ بیان فرمایا کہ ایک مولوی صاحب تھے دہلی کے وہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک رئیس کے
یہاں مہمان تھا شب کو بڑے استنجے کی ضرورت ہوئی اُٹھکر بیت الخلاء گیا وہاں سے نکلتے ہوئے
سنتری نے ٹوکا کون اگر میں حضرات دیوبندیوں کا طرز اختیار کرتا کہ میں ہوں حقیر فقیر پر تقصیر تو
اُسوقت پٹتا پھر بعد میں خواہ کچھ ہی ہوتا اسلئے ہم نے کہا کہ ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے
تو کیا بکتا ہے نالائق اُس سنتری نے عرض کیا کہ حضور پہچانا نہیں تھا ہم نے کہا ہاں اندھا ہے
سارے دن تو ہم کو دیکھا پھر بھی نہیں پہچانا صبح ہونے دے تب خبر لی جائیگی بس قدموں پر
گر پڑا اور ٹھیک ہو گیا یہ تو بہادروں کا قصہ ہے مگر ہم سے تو ایسی بہادری ہو نہیں سکتی ہم تو
حقیر فقیر پر تقصیر ہی ہیں جو جسکے جی میں آتا ہے کہہ لیتا ہے ہمارے بزرگوں کا تو یہ ہی طرز رہا ہے
کہ اپنے کو مٹائے ہوئے رہتے تھے ہمکو بھی وہی پسند ہے مولانا مظفر حسین صاحب
کاندھلوی کا ایک واقعہ یاد آیا کسی سفر میں تشریف لیجارہے تھے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ
سر پر بہت سا بوجھ لادے جا رہا ہے فرمایا لاؤ بھائی میں لیلوں تو بوڑھا ہے تھک گیا ہوگا
اُس نے کہا بھائی تو بھی تو بوڑھا ہے مولانا نے فرمایا اول تو میں ایسا بوڑھا نہیں دوسرے
ذرا تازہ دم ہوں وہ غریب پہچانتا نہ تھا آخر بوجھ دیدیا آپ اسکے گاؤں تک پہونچا دیا راستہ
میں مختلف باتیں ہوئیں باتوں میں اُس شخص نے یہ بھی کہا کہ میں نے سنا ہے مولوی

مظفر حسین صاحب اس طرف آئے ہوئے ہیں بھائی اگر تجکو خبر ہو مجھکو بھی خبر کر دیجو فرمایا کر دونگا جب رخصت ہونے لگے تب فرمایا بھائی مظفر حسین میں ہی ہوں وہ بیچارہ قدموں پہ گر پڑا اور بیحد نادم ہوا آپ نے اُسکی تسلی کی اور بات کو ختم کیا حضرت یہ سب عشق کے کرشمے ہیں کہ اس طرح مٹا دیتا ہے اور یہی حالت ہو جاتی ہے۔ ؎

عشق آمد لاابالی فاتقوا ❊ ایں چنیں شیخ گدائے کو بکو ❊

اور اسکی یہ کیفیت ہے فرماتے ہیں۔ ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ❊ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

یہ ان کی دیوانگی وہ دیوانگی ہے جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ❊ مر عسس را دید و در خانہ نہ شد
ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم ❊ مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

اس مذاق کو دیوانگی کہا جاتا ہے مگر معلوم بھی ہے کہ ہزاروں ہوشیاریاں اسپر قربان ہیں نیز علاوہ عشق کے ایک بات یہ بھی ہے کہ اہل کمال کبھی ایسی چیزوں کی طرف نظر نہیں کرتے کہ اسمیں ہماری سبکی ہو گی یا کیا ہو گا انمیں ایک استغنا کی شان ہوتی ہے کمال میں یہی خاصیت ہے یہ بادشاہ کو بھی منہ نہیں لگاتے آپ دیکھ لیجئے کیمیاگر کس حالت سے رہتا ہے نہ لباس درست نہ جسم صاف مگر بڑے بڑے والیانِ ملک کو موقع پر گدھا تک کہدیتا ہے یہ استغنا کس چیز کی بدولت ہے صرف کمال کی بدولت خوب کہا ہے ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش ❊ چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس ❊ ہمیں است بنیاد توحید و بس

ملفوظ ۱۴۲- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امور اختیاریہ کا اہتمام کرو اور غیر اختیاریہ کا پیچھا چھوڑ دو بس یہ نصف سلوک ہے بلکہ اگر تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو کل ہی سلوک ہے آجکل غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے کیوجہ سے لوگ بہت ہی زیادہ پریشان ہیں سو اسکے لئے ضرورت ہے کہ کسی کی صحبت میں رہے اُسکی صحبت میں رہکر راہ معلوم ہو گا اور منزل پر پہونچ جائیگا مثلاً نماز میں ناواقفی سے جس حضور کو تم جانتے ہو وہ نہیں ہوا اب پریشانی ہوتی

(باقی آئندہ)

دیکھنا یہ ہے کہ جس حضور کو تم چاہتے ہو وہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری اختیار تو صرف اتنا ہے کہ نماز کی طرف قصد اور توجہ سے لگا رہنا اب اسپر قطع خواطر کا ثمرہ یہ دوسری چیز ہے، سو قصد اور توجہ تو اختیاری ہے اور ثمرہ مذکورہ غیر اختیاری پس اگر یہ ثمرہ نہ بھی مرتب ہو تب بھی حضور میسر ہے پریشان نہیں ہونا چاہیے اسلئے کہ غیر اختیاری چیز کبھی مقصود کے منافی نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص عملاً سخی ہے مگر طبعاً بخیل تو طبعاً جو بخل ہے جب تک اسکے اقتضار پر عمل نہ کریگا یہ منافی مقصود کے نہیں کمال مقصود اسکو حاصل ہے اور چند روز کی مقاومت سے وہ داعیہ الی الشر بھی مضمحل ہو جائیگا اور میں تو کہتا ہوں کہ اگر ساری عمر بھی یوں ہی گذر جائے اور وہ داعیہ مضمحل نہ ہو تب بھی نقصان کیا ہوا بلکہ اس کشمش کی وجہ سے نفع ہوا کہ اجر بڑھ گیا۔

نمبر ۱۴۳ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ اور فقہا ریہ دونوں فرقے واقعی حکمار ہیں احکام ظاہری و باطنی کے حقائق اور معارف ان ہی حضرات کی بدولت نصیب ہوئے مگر افسوس آجکل ان حضرات کی مخالفت پر لوگ سرگرم ہیں نہایت حماقت ہے

نمبر ۱۴۴ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل یوروپ کو علوم سے ذرہ برابر بھی مناسبت نہیں ایک یورپین سے ایک مسلمان کی پردے کے متعلق گفتگو ہوئی انگریز نے کہا کہ جسکو تم پردہ کہتا ہے یہ قید خانہ ہے انھوں نے کہا کہ یہ قید خانہ ہی کی برکت ہے کہ عفت محفوظ ہے اور آزادی کا جو نتیجہ ہے ظاہر ہے بس یہ ان کے علوم ہیں اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ دینی عزت تو نماز سے ہے اور دنیاوی عزت پردے سے ہے۔

نمبر ۱۴۵ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امور اختیاریہ جنکا صدور ارادہ سے ہوتا ہے اس ارادہ کا تعلق شروع میں کافی ہے اور جب تک اُن کی ضد کا صدور نہ ہو وہ آخر فعل تک حکماً ممتد رہتا ہے ہر وقت تجدید ارادہ کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً چلنے کیلئے ایک مرتبہ کا ارادہ کافی ہے فرض کیجیے کوئی شخص بازار جانے کیلئے چلا تو کیا ہر قدم پر چلنے کا ارادہ کریگا ہرگز نہیں بس ایکمرتبہ کا ارادہ کافی ہوتا ہے اُسی کے اثر سے برابر قدم اُٹھتا رہیگا بلکہ اگر کوئی ہر قدم پر جدید ارادہ کرے تو مسافت طے ہونا ہی مشکل ہو جاوے دیکھ لیجیے چل بھی رہے ہیں اور کسی سے بات بھی کر رہے ہیں یا کتاب یا اخبار بھی دیکھ رہے ہیں اسوقت چلنے کی طرف مطلق بھی التفات نہیں ہوتا اس سے اس سوال کا

جواب نکل آیا کہ ان مجاہدات وریاضات سے جب ملکہ پیدا ہو جاتا ہے تو طبعی طور پر افعال صادر ہونے
لگتے ہیں زیادہ اہتمام ومشقت کی بھی ضرورت نہیں رہتی اور اجر کامل موقوف ہے اہتمام اور مشقت
پر تو ان لوگوں کو اجر کامل بھی نہ ملنا چاہئے بلفظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ منتہی کو مبتدی سے کم اجر ملتا
ہے کیونکہ مبتدی کو مشقت ہوتی ہے منتہی کو نہیں ہوتی تو تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ جب مجاہدہ اسی
ارادہ سے کیا کہ بے تکلف افعال کا صدور ہونے لگے تو وہی مشقت حکماً ہر فعل کیساتھ ممتد سمجھی جاویگی
اور اجر کامل ملے گا اور اپنے کمال میں مبتدی کے اجر سے زیادہ ہوگا کیونکہ مشقت تو امر مشترک ہے
ایک جگہ حساً ایک جگہ حکماً مگر منتہی میں رسوخ خلق وتثبیت ومہارت وتشبہ بالملئکہ کی (جنکی شان
میں وارد ہے یسبحون اللیل والنہار لا یفترون) فضیلت زائد ہے

**ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل معاشرت تو اسدرجہ خراب ہو گئی ہے کہ قطعاً اسکی
پرواہ نہیں کیجاتی کہ ہماری اس بات یا کام سے دوسرے کو تکلیف ہوئی یا اسکی پریشانی کا سبب
ہوگا اب مہمان داری ہی کو دیکھ لیجئے گاڑیاں جھکے بھر بھر کر میزبان کے گھر پہونچ جاتے ہیں نہ یہ خبر کہ
اس غریب کے یہاں کھانیکو ہے یا نہیں خصوص کسی کی بیماری یا موت کے موقع پر تو ایسا کرنا نہایت
ہی ظلم اور بے رحمی کی بات ہے گھر والے اسکی تیمار داری کو چھوڑ کر انکی تیمار داری میں لگ جاتے
ہیں مردہ کے رونیکو چھوڑ کر انکا رونا شروع کر دیتے ہیں مشہور ہے کہ مہمانوں کا کھایا ہوا گھر اور چڑیوں کا چگا ہوا کھیت اور
چلموں کا مارا ہوا چولہا کبھی پنپ ہی نہیں سکتے مگر مہمانوں کا کھایا ہوا گھر وہ مراد ہے کہ جس کھانے میں تکلف و غلو ہو باقی جسمیں تکلف
نہو وہ مراد نہیں سمرقند میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کسی کے یہاں پہونچے میزبان نے بہت تکلفات کئے جب کھانا سامنے آیا تو
فرمایا کہ آہ دعوت شیراز میزبان نے اور زیادہ تکلف کیا پھر بھی یہی فرمایا اس نے اپنے دل میں کہا کہ کیا شیراز میں سونا چاندی کھاتے ہیں
ایکمرتبہ یہ شخص حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے یہاں مہمان ہوا پہونچتے ہی ہاتھ دھلوا کر اور جو کچھ دال روٹی تھی لا کر
سامنے رکھدی وہ سمجھا کہ اسوقت وقت نہیں ملا شام کو تکلف ہوگا مگر شام کو بھی وہی پھر دوسرے دن بھی یہی آخر اس
شخص نے پوچھا حضرت وہ دعوت شیراز کہاں ہے فرمایا یہی ہے وہ دعوت شیراز اسنے کہا اسمیں کیا بات ترجیح کی ہے فرمایا ترجیح
یہ ہے کہ اگر تم میرے پاس چار مہینے بھی ٹھیرے رہو تو مجھ پر گرانی نہوگی اور تم چار ہی روز میں دل میں کہنے لگے کہ خدا کرے جلدی دفع ہو کہاں بلا سر پڑی

**ملفوظ**۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل دوستی کا نام ہی نام رہگیا ہے ورنہ حقیقت تو قریب قریب مفقود ہے حضرت مولانا
گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حافظ محمد احمد صاحب اور مولوی حبیب الرحمن صاحب حاضر تھے جنکی دوستی مشہور و معروف تھی حضرت نے انسے دریافت فرمایا
کہ کبھی تم لوگوں میں باہم بے لطفی یا لڑائی بھی ہوتی ہے یا نہیں عرض کیا کہ حضرت کبھی کبھی ہو جاتی ہے فرمایا کہ یہ دوستی پائیدار ہے درخت وہ مستحکم

ہو دیتا ہے جیسے آندھی آچکی ہو پھر اپنی جگہ نکو نہ چھوڑا ہو بس دوستی بھی وہی ہے کہ باہم لڑائی بھی ہو جاوے اور پھر تعلقات باقی رہیں ایک بزرگ
فرماتے ہیں کہ اگر ایک دوست دوسرے سے یہ بھی کہے کہ قرض دیدو اور وہ دریافت کرے کہ کتنا وہ بزرگ کہتے ہیں کہ وہ دوستی کی لائق نہیں اس سے قطع تعلق کر دو
دوست وہ ہے کہ کچھ اسکے پاس ہے سب لاکر سامنے رکھدے یہ ہیں اسکے حقوق پھر ایک دوسری حکایت فرمائی کہ ایک دوست نے اپنے دوست کو رات کیوقت
مکان پر جاکر آواز دی وہ ذرا تاخیر سے آیا اور اس ہئیت سے کہ ہتھیاروں سے مزین ایک حسین جمیل لونڈی شمع لئے ہوئے اور ایک غلام ایک توڑا روپیہ کا
لئے ہوئے اسنے پوچھا یہ کیا قصہ ہے کہا کہ جب تمنے آواز دی تو مجھکو خیال ہوا کہ بے وقت دوست نے آواز دی ہے نہ معلوم کیا قصہ ہے اور مجھکو کئی
احتمال ہوئے ایک یہ کہ ممکن ہے کہ کسی دشمن سے مقابلہ ہو تو ہتھیاروں سے ٹھیک ہوکر آیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی بی بی کی ضرورت ہو تو یہ لونڈی لایا اسکو رکھو
نکاح کرا دونگا اور ممکن ہے کہ کسی خادم کی ضرورت ہو یہ غلام موجود ہے اور ممکن ہے کہ روپیہ کی ضرورت ہو روپیہ بھی حاضر ہے اس نے کہا مجھکو کسی چیز کی ضرورت
نہیں محض تمہارے دیکھنے کو دل چاہتا ہے تو حضرت دوستی تو یہ ہوتی ہے محض آپس میں باتیں کر لینے کا نام دوستی نہیں۔ **ملفوظ ۱۴۸**۔ ایک صاحب کے
سوال کے جواب میں ایک اخبار کے متعلق فرمایا کہ اب تو نہ وہ اخبار آتا ہے اور نہ انکا کوئی خط میں نے بھیجنے سے منع کر دیا اسمیں صوفیہ
کی مذمت ہوتی تھی اور کفار کی مدح **ملفوظ ۱۴۹**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے محبوب کیطرف اسقدر مشغول رہنا چاہیئے کہ کسی کا دلچسپی سے
تصور بھی نہ آوے نہ دوست کا نہ دشمن کا۔ چہ با جنگ و جدل ۔ گر این مدعی دوست بشناختی ۔۔ بہ پیکار دشمن نہ پرداختی ۔ دیکھیے اگر
کسی کا بیٹا مر جاتا ہے تو جبتک غم رہیگا قدم اٹھانا ہے مگر اٹھتا نہیں بادل نخواستہ بات کرتا ہے مگر بات نہیں ہوتی اسیطرح وہ شخص دنیا کے کام کا
نہیں رہتا جسے آخرت کی فکر ہو جاتی ہے ایک بزرگ کی حکایت ہے حجامت بنوا رہے تھے ہونٹ ہل رہے تھے نائی نے کہا کہ حضرت لبوں پر استرا ہے
تھوڑی دیر کو روک لیجئے ورنہ کٹ جائینگے فرمایا میاں کٹ بھی جانے دو اسکا نام لینا کیسے چھوڑا جا سکتا ہے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ رات بھر
اللہ اللہ کیا کرتے تھے بیوی کہتی کہ سو جاؤ بیمار ہو جاؤ گے کہتے کہ جب سے یہ آیت پڑھی ہے یایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا وقودہا الناس والحجارۃ نیند نہیں آتی کیا کروں

## ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

**ملفوظ ۱۵۰**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رزق کا معاملہ بھی بڑا ہی نازک ہے آجکل مسلمان بہت
پریشان ہیں خصوص بڑے لوگ زیادہ پریشان ہیں کثرت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جسمیں
معاش کی شکایت ہوتی ہے دیکھکر دل پگھل جاتا ہے اور بڑے آدمیوں کی اور زیادہ مشکل ہے
کیونکہ یہ کچھ اور کام بھی نہیں کر سکتے چنانچہ ایک صاحب تھے بغدادی وہ یہاں پر رہے بھی ہیں سید تھے
کچھ پڑھتے بھی تھے میں انکی اتنی رعایت کرتا تھا کہ انکے حجرہ میں جاکر سبق پڑھا دیتا تھا اپنے پاس
نہیں بلاتا تھا سیاح بھی تھے اور بوڑھے آدمی تھے یہاں سے حیدر آباد چلے گئے تھے وہاں معاش سے

بہت تنگ ہوگئے موہنی ندی کے طغیانی کے زمانہ میں مزدوری کرنے پر آمادہ ہوگئے مگر ان کو کوئی مزدوری تک میں بھی نہ لگاتا تھا رنگ سرخ سفید نورانی چہرہ اسلئے کوئی مزدور بھی نہ سمجھتا تھا آخر کسی دن مزدوری لگ گئی تو صبح سے شام تک کام کیا مشقت کا تحمل نہ ہوسکا بیہوش ہوکر گر پڑے مجھکو سنکر بیحد افسوس اور صدمہ ہوا کہ بندہ خدا جیسے یہاں آئے تھے یہاں ہی عمر ختم کردیتے یہاں اسکی نوبت نہ آتی تھی۔

**ملفوظ** ۱۵۱- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام بڑی برکت کی چیز ہے ہر کام میں انتظام کی ضرورت ہے اگر میں یہ خاص قواعد اور اصول منضبط نہ کرتا تو اسقدر کام نہ ہوسکتا بہت وقت فضول ہی بیکار جاتا یہ سب انتظام کی برکت ہے اور یہ سب اسلام ہی کی تعلیم ہے مسلمانوں نے اسکو چھوڑ دیا غیر قوموں نے اختیار کرلیا اسلئے راحت میں ہیں۔

**ملفوظ** ۱۵۲- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے بڑی دولت ہے مگر اسمیں برکت جب ہی ہوتی ہے کہ یہ سمجھے کہ میں ذہین نہیں ہوں ورنہ برکت نہ ہوگی پھر ذہانت کا یہ قصہ نقل کیا کہ ایک تبرائی شیعی کو جسوقت وہ علانیہ تبرا کررہا تھا ایک سنی نے قتل کردیا مقدمہ دائر ہوا تو حاکم کے سامنے شیعی وکیل نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ مذہبی عبادت ہے مذہب میں سب کے لئے آزادی ہونا چاہئے اسلئے قاتل معذور نہیں سنی وکیل نے حاکم سے کہا کہ انکے یہاں یہ عبادت ہے اور ہمارے یہاں ایسے کا قتل کردینا عبادت ہے یہ اپنی عبادت کریں اور ہم اپنی عبادت کریں دونوں آزاد رہیں آپ مقدمہ خارج کردیں ہمیں خود فیصلہ ہو رہیگا۔

**ملفوظ** ۱۵۳- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو چیزیں غیر اختیاری ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں اسلئے کہ انسان غیر اختیاری کا مکلف نہیں مثلاً نماز میں موضع سجود کے سوا دوسری چیزوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے مگر ماحول میں جو چیزیں ہیں وہ بلا اختیار نظر آتی ہیں وہ مخل خشوع نہیں گو انکا انکشاف ضرور ہوتا ہے مگر بلا قصد ہوتا ہے اسلئے مضر نہیں یہی حکم ہے وساوس غیر اختیاری کا اگر دفع نہ ہو قلق نہ کرے پھر دفع کی تدبیروں کے متعلق تقریر کی اسمیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کیا فرماتے تھے کہ اگر وساوس کا ہجوم ہو اور کسی طرح بند ہی نہ ہوں اسوقت یہ مراقبہ کرے کہ حق تعالیٰ کی کیا قدرت ہے کہ دل میں کیسی کیسی چیزیں پیدا فرمادی ہیں کہ دریا کی طرح امنڈ رہی ہیں رکے نہیں رکتیں بس اس مراقبہ سے وہ سب وساوس مرآۃ جمال الٰہی ہوجائینگے واقعی عجیب بات فرمائی آلہ بعد کو آلہ قرب بنادیا واقعی

حضرت اس فن کے امام تھے اور عجیب یہ کہ درسیات کی بھی تحصیل نہ فرمائی تھی چنانچہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں ناخواندہ ہوں اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ واردات ہیں اگر یہ کتاب و سنت کے خلاف ہوں عمل نہ کرنا اور مجھکو بھی اطلاع کر دینا میں بھی توبہ کرونگا اگر اطلاع نہ کروگے تو تمام بوجہ تمہارے ہوگا میں بری رہوں گا۔

**ملفوظ ۱۵۴** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کی صحبت سے کچھ اور ہی رنگ ہوجاتا ہے مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی خاتم مثنوی نے ایک موقع پر حضرت سید صاحب کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ ہم تو صندوق ہیں جواہرات کے اور یہ جوہری ہیں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ہم نے جو قرآن شریف پہلے پڑھا تھا وہ اور طرح کا معلوم ہوتا تھا اور اب سید صاحب کی صحبت کی برکت سے اور طرح کا معلوم ہوتا ہے۔

**ملفوظ ۱۵۵** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کشف و کرامت کو بڑی چیز سمجھتے ہیں مگر حقیقی کمالات کے سامنے یہ بیچارے کیا چیز ہیں مگر عوام الناس اُن کمالات کا ادراک نہیں کرسکتے چنانچہ اسی بنا پر مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ تم نے حضرت حاجی صاحبؒ میں ایسی کونسی چیز دیکھی جسکی وجہ سے تعلق کیا بنا سوال ان ہی رسمی کمالات کی عدم شہرت تھی مولانا نے جواب دیا کہ یہی تو دیکھا کہ کچھ نہیں دیکھا مراد رسوم کی نفی ہے اہل کمال کبھی ان رسمی چیزوں کی طرف نظر بھی نہیں کرتے بلکہ جو چیز دوسروں کے یہاں تمہارے کمال ہے وہ ان حضرات کے یہاں نقص ہے

**ملفوظ ۱۵۶** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے دیوبند میں مجھ سے سوال کیا کہ تم لوگ لکھے پڑھے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ظاہرا اتنا لکھے پڑھے بھی نہیں پھر ان کے پاس کیا چیز ہے جو تمہارے پاس نہیں میں نے کہا کہ حضرت میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ جیسے ایک شخص تو وہ ہے کہ جسکو مٹھائیوں کی فہرست یاد ہے مگر اس نے کبھی کھائی نہیں اور ایک وہ شخص ہے کہ اسکو نام تو ایک ایک مٹھائی کا بھی یاد نہیں مگر کھائی ہیں سب یہی فرق ہے ہم میں اور حاجی صاحب میں ہم اہل الفاظ ہیں اور وہ اہل معنی اور ظاہر ہے کہ اہل الفاظ محتاج ہوگا اہل معنی کا نہ کہ برعکس۔

**ملفوظ ۱۵۷** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحب نواب صدیق حسن خانصاحب کو مولوی نہیں کہتے تھے مگر فرماتے تھے کہ منشی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

**ملفوظ ۱۵۸** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ خشک لوگ بیچارے اہل معنی کی کیا قدر جانیں اس راہ ہی سے نہیں گذرے کسی نے حضرت امام احمد بن حنبل رح سے پوچھا کہ بشر حافی ایک امی شخص ہیں آپ

عالم ہو کر انکے کیوں معتقد ہیں انھوں نے فرمایا ہم کتاب کے عالم ہیں وہ صاحب کتاب کے عالم ہیں
اُس سائل نے کہا میں ان سے کچھ مسئلے پوچھتا ہوں امام نے منع فرمایا مگر اس شخص نے نہ مانا اور
دو مسئلے پوچھے ایک یہ کہ اگر نماز میں خطرات آنے سے سہو ہو جاوے کیا حکم ہے فرمایا کہ ایسے
قلب کو سزا دینی چاہئے کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر خطرات کو جگہ دیتا ہے جس سے سہو ہوتا ہے
پھر دوسرا مسئلہ پوچھا کہ زکواۃ کا کیا حکم ہے کتنے مال میں کتنی زکواۃ ہے فرمایا کہ کسکی زکواۃ ہماری یا
تمھاری عرض کیا کہ حضرت دونوں فرما دیجئے فرمایا کہ تمھاری زکواۃ تو یہ ہے کہ جب نصاب کے مالک
ہو جاؤ تو سال گذرنے پر چالیسواں حصہ دیدو اور ہماری زکواۃ یہ ہے کہ اتنا مال ہی نہ ہونے پاوے
جسکی زکواۃ دیجائے اور اگر اتفاقاً ہو جائے تو وہ سب مال دے اور اسی قدر اور کما کر جرمانہ میں دے
سائل اسقدر متاثر ہوا کہ سوال ہی پر نادم ہوا۔

**ملفوظ** ۱۵۹- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصوف کی کتابیں منتہی کیواسطے ہیں مبتدی کیلئے نہیں
جیسے کتابیں طب کی طبیب کیلئے ہیں مریض کیلئے نہیں بس اسیطرح تصوف کی کتابیں شیوخ کیلئے
ہیں عوام کیلئے نہیں آخر قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں ھل یستوی الذین
یعلمون والذین لا یعلمون سو دونوں ہر معاملہ میں مساوی کیسے ہو سکتے ہیں ایک جاہل غیر مقلد
ایک حدیث کی کتاب دیکھ رہے تھے ...... وہ کتاب اردو میں تھی آجکل اردو میں
ترجمے ہو گئے ہیں اسمیں وہ حدیث تھی من ام منکم فلیخفف اور اسکا ترجمہ تھا کہ امام کو چاہئے کہ ہلکی
نماز پڑھے آپنے ہلکی کو ہل کے پڑھا جسکے معنی جنبش کے ہیں بس آپنے یہ شروع کیا کہ جب امامت کرتا
تو خوب ہلا کرتا اسی طرح ایک شخص نے مسائل کی کتاب میں دیکھا کہ دو رکعت بھری اور دو خالی پڑھے
تو آپنے سنتوں میں بھی دو خالی اور دو بھری پڑھنا شروع کر دیا اور سالہا سال تک اسی طرح پڑھی

**ملفوظ** ۱۶۰- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین میں دنیوی مصالح سے متاثر ہونا
سب کمزوری کی باتیں ہیں بڑی چیز دین ہے یہ محفوظ رہے خواہ تمام مصالح بلکہ سارا عالم فنا ہو جائے کچھ پرواہ نہیں

**ملفوظ** ۱۶۱- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجاہدات ریاضات سے رذائل دب جاتے ہیں مضمحل ہو
جاتے ہیں زائل نہیں ہوتے واقع میں موجود رہتے ہیں مگر مجاہدات سے مقاومت سہل ہو جاتی
ہے اور ان پر عمر بھر کیلئے قابو ہو جاتا ہے باقی یہ شبہ کہ جب مقاومت کی سہولت سے

افعال کا صدور بے تکلف ہونے لگے اور اجر کامل موقوف ہے مشقت پر تو چاہئے کہ مجاہدہ کے بعد اجر کامل نہ ملے اسکا جواب ملفوظ ۱۴۵ میں گذر چکا ہے جہاں یہ مثال ہے کہ مشی فعل اختیاری اور مسبوق بالقصد ہے مگر پھر بھی ہر قدم پر ارادہ کرنا نہیں پڑتا بس شروع میں ایک ہی مرتبہ کا ارادہ کافی ہو جاتا ہے اور اگر اس ارادہ کا امتداد حکمی کسی کی سمجھ میں نہ آوے تو وہ دوسرا جواب سمجھ لے کہ کبھی بلا قصد بھی تو اجر مل جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کھیتی کرے یا باغ لگائے اور کوئی آدمی یا جانور اس میں سے کھا جائے تو اجر ملتا ہے حالانکہ اسکا قصد نہ تھا اور اگر قصد بھی کر لیا تو کیا ہی بات ہے نور علی نور ہے جیسے ایک بزرگ ایک شخص کے مکان پر تشریف لیگئے مکان کا روشن دان دیکھکر دریافت فرمایا کہ یہ کس لئے ہے عرض کیا کہ روشنی اور ہوا کی نیت سے رکھا ہے اور فرمایا اگر یہ نیت کر لیتے کہ اذان کی آواز آیا کرے گی تو روشنی اور ہوا بھی آتی اور جب تک یہ مکان قائم رہتا تمھارے نامہ اعمال میں ثواب لکھا جاتا بے قصد کے اجر ملنے کا ایک اور مادہ یاد آیا دیکھئے بیمار ہونیکا کسی کا بھی قصد نہیں ہوتا مگر بیمار کو بیماری کا بڑا اجر ملتا ہے اور بیماری کے سبب جو اوراد معمولہ ناغہ ہو جاتے ہیں انکا بھی اجر اسلئے ملتا ہے کہ حالت تندرستی میں یہ قصد اور نیت تھی کہ یہ ہمیشہ کرتا رہونگا۔ بہرحال قصد سابق کا امتداد اور عدم قصد دونوں مقارن اجر ہو سکتے ہیں۔

**ملفوظ** ۱۶۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ ذکر و شغل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ نفع نہیں ہوا حضرت حاجی صاحبؒ اسکے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ کیا یہ نفع نہیں کہ ذکر و شغل کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہو میاں اسی طرح کام میں لگے رہو اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم ۔۔۔ حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

ایک ذاکر نے حضرت سے عرض کیا کہ میں نے طائف میں چلہ کیا اور سوا لاکھ اسم ذات روزانہ پڑھا مگر نفع نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ناراض ہیں فرمایا کہ اگر میں ناراض ہوتا تو تمکو سوا لاکھ اسم ذات روزانہ کی توفیق ہی نہ ہوتی اور یہ بات جو حضرت نے فرمائی اسمیں نقشبندیت کی ایک شان ہے کیونکہ نقشبندیہ میں ناز کی شان غالب ہے اور چشتیہ میں نیاز کی اور ہمارے حضرات مرکب ہیں چشتیت اور نقشبندیت دونوں سے انمیں دونوں شانیں جمع ہیں مگر غلبہ اسی نیاز اور عشق ہی کو ہے

جس کی حقیقت فنا ہے۔

## ۱۲ر ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

**ملفوظ ۱۶۳** - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل آزادی ہو گئی ہے یہ مرض نیچریوں میں ہے جو منہ میں آیا بکدیا جو جی میں آیا کر لیا حالانکہ دین بدون وحی کی اتباع کے سلامت نہیں رہ سکتا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب کے بھی آزاد خیالات ہیں حضرت کے یہاں آکر امید ہے کہ ان کے خیالات درست ہو جائیں اگر اجازت ہو تو انکو مشورہ دیا جائے فرمایا ایسا مشورہ دینا مفید نہیں اگر دوسرے کے مشورے سے آئیں گے تو شاید نکال دئے جائیں اصلاح ہوتی ہے جبکہ خود طلب ہو بدون اپنی طلب کے اصلاح نہیں ہوا کرتی یہ مسلمہ مجربہ مسئلہ ہے آپ ہرگز مشورہ نہ دیں اگر وہ خود آنا چاہیں آئیں میں چند شرائط کیساتھ اجازت دیدونگا اسوقت امید ہے کہ شاید اصلاح ہو جائے انکے دماغوں میں جو فرعونیت بھری ہوئی ہے اسکا علاج ضابطہ ہی کے برتاؤ سے ہوتا ہے میں ایکمرتبہ ضلع مرادآباد کے ایک قصبہ میں مدعو کیا گیا وہاں ایک وعظ بھی ہوا قبل وعظ ایک جنٹلمین صاحب علیگڑھ کالج کے تعلیم یافتہ تشریف لائے اور آکر فرمایا کہ میں آپ سے کچھ عرض کر سکتا ہوں میں نے کہا کہ ضرور کر سکتے ہیں کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کو علیگڈھ والوں سے نفرت ہے میں نے سوچا کہ اگر کہتا ہوں کہ ہاں تب تو تعصب کا شبہ ہوگا اور اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو ایک طرح کی چاپلوسی ہے جو واقع کے بھی خلاف ہے حق تعالیٰ نے دلمیں ایک بات ڈالی میں نے کہا انکی ذات سے تو نفرت نہیں افعال سے نفرت ہے کہا کہ وہ کیا افعال ہیں میں نے کہا کہ ہر فاعل کے افعال جدا ہیں کہنے لگے مثلاً میرے کیا افعال ہیں میں نے کہا کہ بعض تو بیّن ہیں (انکی داڑھی منڈی ہوئی تھی) بعض جنکے اظہار کی ضرورت نہیں کہنے لگے کہ وہ بین کونسے افعال ہیں میں نے کہا کہ مجمع میں ظاہر کرنا مناسب نہیں اور تنہائی میں بھی بدون باہمی مناسبت کے ظاہر کرنا نافع نہیں اور مناسبت کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز میرے پاس رہئے تاکہ آپکو مجھ پر یہ اعتماد ہو جاوے کہ یہ خیر خواہی اور ہمدردی سے کہہ رہا ہے اور مجھکو یہ اطمینان ہو جاوے کہ آپ خلوص سے پوچھ رہے

ہیں سمجھ گئے پھر سوال نہیں کیا غرض ان متکبروں کی رعایت کی ضرورت نہیں تجربہ کی بات ہے کہ رعایتی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہر بات اصول کے ماتحت ہونا چاہئے اُن ہی اصول میں سے ایک یہ ہے کہ اول یہ دیکھ لیا جائے کہ مخالف کو اپنی رائے فاسد پر جزم ہے یا تردد ہے اگر جزم ہے تو ہم گفتگو نہ کرینگے کہ محض فضول ہے اور اگر تردد ہے تو بیشک گفتگو کریں گے لیکن اس صورت میں بھی گفتگو سے پہلے قدرے موانست کی ضرورت ہے تاکہ باہمی اعتماد ہو ورنہ سب کیا کرایا بیکار جاویگا اسکی مثال طبیب کی سی ہے کہ ایک نسخہ لکھا اگر مریض کو اعتماد نہیں تو کہدیگا کہ ٹھیک نہیں پھر دوسرا لکھا اسکو بھی کہدیا کہ ٹھیک نہیں تو طبیب اون کا غلام ہے کہ بیٹھا ہوا نسخے ہی لکھا کرے اور مریض رد کردیا کرے سب سے اول ضرورت اعتماد اور موانست کی ہے بدون اسکے نفع ہو ہی نہیں سکتا پھر بعد اعتماد اسکی ضرورت ہے کہ بطور امتحان ہی نسخے کو استعمال کر کے دیکھے پھر آگے چلے اس طرح نفع ہوتا ہے اور اگر یہ نہیں تو کیوں وقت بھی بیکار کھو یا مولٰنا رومیؒ اسی امتحان کی ضرورت کو فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ✦ آزموں را یک زمانے خاک باش۔ یہ تو طالب میں شرطیں ہیں نیز مصلح میں بھی بڑی شرط ہے کہ حکیم ہو طالب کی حالت کے موافق علاج کرے ایک رئیس کا واقعہ ہے کہ انکو داڑھی چڑھانیکا مرض تھا تو محض اس خیال سے کہ پانچ وقت وضو میں داڑھی کھولنی چڑھانی پڑیگی نماز نہ پڑھتے تھے ایک حکیم بزرگ نے ان سے کہا کہ تم نماز پڑھا کرو خواہ بلا وضو ہی پڑھ لیا کرو یہ نماز نہ تھی تشبہ بالمصلی تھا دو چار وقت تو اُنھوں نے ایسے ہی پڑھی پھر خیال ہوا کہ کیا واہیات ہے کہ نماز پڑھیں بھی اور بلا وضو پس وضو بھی کرنے لگے یہ ہیں حکیمانہ تدابیر۔

**ملفوظ** [۱۶۴]۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر انسان انسان ہو جائے تو پھر یہ سب ہی کچھ ہے اور انسان کے معنی یہ ہیں کہ صحیح تعلق پیدا ہو جائے حق تعالیٰ سے یہی جڑ ہے سب کی۔

**ملفوظ** [۱۶۵]۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ بدون طلب کے کچھ نہیں ہوتا اس طرف سے طلب ہو پھر اس طرف سے سب ہی کچھ ہوتا ہے اس پر میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ بچے کو باپ پچاس قدم کے فاصلے پر کھڑا کر کے اسکی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے اس بچہ نے ابھی کھڑا ہونا سیکھا ہے چل نہیں سکتا مگر باپ کے ہاتھ پھیلانے پر وہ اسطرف آنیکے لئے حرکت کرتا ہے مگر گر جاتا ہے اب باپ دوڑ کر آغوش میں لے لیگا جو مسافت یہ بچہ سال بھر میں بھی قطع نہ کر سکتا وہ باپ کی حرکت سے ایک منٹ میں طے ہو گئی خلاصہ یہ ہے کہ طلب شرط ہے پھر کام تو سب اُسی طرف کے چاہنے سے ہوگا اور اگر طلب نہیں تو عدم طلب پر تو یہ فرماتے ہیں کہ انلزمکموھا وانتم لہا کرھون

**ملفوظ** ۱۶۶ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب کام اعتماد پر ہوتے ہیں اگر اعتماد نہ ہو تو کوئی کام بھی نہ ہو مثلاً اگر مریض کو طبیب پر اعتماد نہ ہو کبھی کام نہیں چل سکتا اعتماد بڑی چیز ہے عدم اعتماد سے ہمیشہ پریشانی ہی رہے گی مثلاً طبیب مریض سے کہے تم صحت یاب ہو گئے یہ کہے کہ نہیں یا طبیب کہے کہ مرض باقی ہے مریض کہے کہ نہیں ایسی حالت میں سوائے پریشانی کے اور کیا ہوگا -

**ملفوظ** ۱۶۷ - ملقب بہ (شی الطریق مع نفی التدقیق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کام میں لگنا چاہئیے اسکی ضرورت نہیں کہ نفع کا ہونا بھی اسکو معلوم ہو اسکی ایسی مثال ہے کہ بچہ کم سن ہے اور باپ اسکی طرف سے بنک میں روپیہ جمع کر دے تو وہ بچہ مالک ہو جاویگا مگر مالک ہونیکے لئے اسکا معلوم ہونا شرط نہیں جب آمدنی تقسیم ہونے لگے گی اسوقت معلوم ہو جاویگا اسیطرح عمل کا نفع یہاں اگر سمجھ میں نہیں آیا وہاں آخرت میں سمجھ لوگے یہاں تو کام میں لگے رہو نفع برابر واقع ہو رہا ہے وہاں دیکھو گے اور تم یہاں ہی نفع کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو کیا دنیا کے نفع کیواسطے کام کر رہے ہو جو دنیا میں نفع کے طالب ہو جہاں کے لئے کام کر رہے ہو وہاں اسکا نفع دیکھنا انشاء اللہ تعالیٰ خزانہ بھرپور ملے گا یہاں کے نفع کے متلاشی تو کفار ہوتے ہیں جنکو آخرت میں کوئی امید نہیں انکی مطلوبہ اور محبوبہ محض دنیا ہی ہے انکو آخرت میں کچھ نہ ملے گا اسی لئے کفار کی کوشش دنیا کے لئے ہے اور آخرت کیلئے محض معطل اور مومن اسکے برعکس مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

انبیاء در کار دنیا جبری اند ٭ کافران در کار عقبیٰ جبری اند
انبیاء را کار عقبیٰ اختیار ٭ کافران را کار دنیا اختیار ٭

انکی مرغوب آخرت ہے انکی مرغوب دنیا ہے اپنی اپنی مرغوب پر زور لگا رہے ہیں بس اپنے مقصود کیلئے کام کرتے رہو ثمرہ کو نہ دیکھو ورنہ اگر ساتھ کی ساتھ اسکو بھی دیکھو گے کہ کچھ ثمرہ مرتب ہوا یا نہیں تو بس کام ہو چکا پھر تو وہ مثال ہوگی جیسے چکی پیسنے والی ہر چکر گھمانیکے بعد یہ دیکھا کرے کہ کسقدر آٹا نکلا تو بس ہو چکا کام اور پس چکا آٹا کام کرنیوالوں کی تو شان ہی اور ہوتی ہے انکو تو والہانہ کام ہی کرنا چاہئیے اسیکو فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید ٭ خیرہ یوسف وار مے باید دوید

یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں دیکھا کہ دروازہ بھی کھلا ہے یا نہیں اٹھکر دوڑ پڑے اپنا کام کیا
بس اُس ارادہ اور نیت کی برکت سے دروازے خود بخود کھل گئے اور آپ صاف باہر نکل آئے
اسی طرح تم چلو تو جو کچھ برے بھلے ہو آگے تو بڑھو خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائیگا اور وہاں
خریدار نام کا بھی محروم نہیں رہتا ایک بڑھیا سوت کی انٹی لیکر یوسف علیہ السلام کو خریدنے
چلی کسی نے پوچھا کہاں جا رہی ہو کہا کہ یوسفؑ کو خریدنے اُس نے کہا کہ اُنکی قیمت کیلئے تو
شاید عزیز مصر کا خزانہ بھی کافی نہ ہو تم کیا ایک سوت کی انٹی لیکر چلی ہو بڑھیا کہتی ہے کہ
یوسفؑ کے خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائیگا آپ ہی تبلایئے کہ کونسا زرِ ثمن اُسکے پاس
تھا مگر نیت اور ارادہ تو تھا تو تم بھی نیت و ارادہ کے ساتھ کام میں لگو سوال جواب میں مت پڑو
زیادہ تدقیق و تعمق کی ضرورت نہیں اتباع کی ضرورت ہے افسوس ہے کہ دو وقت کھانا
کھائیں باورچی پر تو اعتماد کریں کہ اس نے کھانے میں زہر نہیں ملایا اور اپنے خیر خواہوں پر اعتماد
نہ ہو اون سے قیل و قال کیجاوے اس تدقیق میں یہ بھی داخل ہے کہ اسکو دیکھا جاوے
کہ ہمارا عمل کامل ہے یا ناقص اگر ناقص ہو تو بد دل ہو کر ہمت ہار دی صاحبو معلوم بھی ہے
کہ عمل میں جس کمال کے تم منتظر ہو کہ کوئی نقص نہ ہو وہ کمال تو صرف ذات پاک ہی کی شان
خاص ہے ورنہ اس ذات کے سامنے تو انبیاء بھی کامل نہیں اور کسی کا تو کیا منہ ہے کہ کامل
ہونیکا دعویٰ کرے یا منتظر ہو اُنکے سامنے تو جو کامل بھی ہوگا وہ ناقص ہی ہوگا یہ ہی بڑی حسرت
ہے کہ ہم ناقص ہی ہیں محروم تو نہیں اور اگر کمال کے درپے ہوگے اور وہ ممکن نہیں تو
کیا نتیجہ ہوگا ......... اس آدھی روٹی سے بھی محروم ہو جاؤ گے بس یہ ہوگا کمال کی ہوس
کا نتیجہ پہونچنے والے پہونچ گئے یہ ابھی اسی میں ہیں کہ سڑک کیسی ہے اسمیں گڈھے ہیں یا صاف
ہے سڑک پر درخت آم کے ہیں یا نیب کے ارے تجھے کیا کہیں کے ہوں تو اپنے کام میں لگ
تو اپنی راہ طے کرتا کہ منزل مقصود پر پہونچے ہم تو ہر حال میں ناقص ہی رہیں گے ہمارا علم
بھی ناقص عمل بھی ناقص نظر بھی ناقص ان تحقیقات میں کیا رکھا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

کار کن کار بگذر از گفتار ✦ اندریں راہ کار باید کار ✦

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحؒ بڑے ہی حکیم تھے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت

معمولات پر دوام نہیں ہوتا فرمایا یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی دوام ہوا کبھی نہ ہوا اس مجموعہ پر تو دوام ہے سو انسان کیوں مایوس ہو وہ بڑے رحیم ہیں ناقص کو بھی قبول کر لیتے ہیں نانوتہ میں کسی نے ایک بنئے کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں پھر رہا ہے پوچھا لالہ جی تم یہاں کہاں کہا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا نجات ہو گئی **ف** یہ جو مولانا کا مقولہ دوام کے متعلق بیان کیا گیا ہے یہ معالجہ ہے تحقیق نہیں اسلئے اسپر کوئی اشکال نہیں ہو سکتا

۱۶۸
**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کی اسی واسطے ضرورت ہے جیسے سر پر حاکم رہتا ہے وہ بتلاتا رہتا ہے کہ یہ کرو یہ نہ کرو شیخ کے نہ ہونیسے اسی تردد میں رہے گا کہ کیا کروں کیا نہ کروں مگر شیخ کی تقلید شرط ہے اس طریق میں بدون تقلید کے کام چل نہیں سکتا قیل وقال و فکر تحقیق سے کچھ کام نہیں چلتا تقلید محض کی ضرورت ہے اسی کی برکت سے کسی وقت تحقیق بھی نصیب ہو جاتی ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کئے جاؤ سب سمجھ میں آجائیگا سب تسلی ہو جائیگی کیسی عجیب اور جامع تعلیم ہے حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں لمبی چوڑی تعلیم نہ ہوتی تھی مختصر اور پُر مغز تعلیم ہوتی تھی۔

۱۶۹
**ملفوظ** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیہاتی لوگوں کو دیکھ لیجئے کہ ان لوگوں کی گفتگو ناقص ہوتی ہے مگر سادگی کی وجہ سے ناگوار نہیں ہوتی اسیطرح ہمارے اعمال ہماری یاد سب ناقص ہے لیکن اُسمیں اگر خلوص ہو حق تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اُسی کو قبول فرما لیتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| ایں قبول ذکر تو از رحمت است | چوں نماز مستحاضہ رخصت است |

بس عجز اور فنا ہونا چاہئے یہ ہی سب کچھ کام بنا دیگی اسکو بھی فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ | جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ |
| ہر کجا پستی است آب آنجا رود | ہر کجا مشکل جواب آنجا رود + |
| ہر کجا دردے دوا آنجا رود | ہر کجا رنجے شفا آنجا رود + |

اہل تحقیق یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر عمل کا بھی زیادہ حصہ نہ ہو مگر اُس طرف کی دھن ہی لگائے رکھو نہ معلوم کس وقت فضل ہو جائے ؎

| | |
|---|---|
| یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نہ باشی | شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی |

اور اگر ہمیں بھی جو کوتاہی ہو جائے تب بھی اس فکر میں نہ پڑے کہ کوتاہی کیوں ہوئی اُس کے تدارک کے لئے اللھم اغفرلی پڑھکر کام میں لگجائے اگر اسی کے افسوس میں رہا تو وقت ہی بیکار کھو یا کیونکہ ماضی کی فکر بھی تو اپنی ہی یاد ہے اُنکی تو یاد نہ ہوئی اسی کو فرماتے ہیں ؏ ماضی و مستقبلت پردہ خداست یہ فکر تو اپنا ہی مطالعہ ہوا اپنے ہی طواف میں لگ گئے کما قال العارف الرومیؒ ؎

چوں بطوف خود بدی خود مرتدی ۔ چوں بخانہ آمدی ہم باخودی

## ۱۳ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۱۷۰ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طالب کے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اُسکو کسی پر اعتماد ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ جو تدبیر بتلائے اُسپر عمل کرے خاموش رہے دن میں جو سنا کرے راتکو دلمیں جمانے کیلئے اُسکو سوچا کرے یہ طرز تو نافع ہے اور یہ طرز مربیانہ ہے اور ایک طرز ہے مناظرانہ تو مناظرانہ میں تو مولوی صاحب (جنھوں نے سائل کو یہاں بھیجا تھا) مجھ سے زیادہ ماہر ہیں وہاں جاؤ اور اگر مربیانہ طرز سے استفادہ مقصود ہے تو جو ہم کہیں وہ کرو باقی جق جق بق بق سے کچھ حاصل نہیں

ملفوظ ۱۷۱ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ اگر ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی مسلمان ہو تو اسلام کو کیا فخر ہاں خود اُسکو فخر ہو کہ ہمیں اسلام میں قبول کر لیا گیا تو مضائقہ نہیں جبلہ بن ایہم غسانی حضرت عمرؓ کی خلافت میں مسلمان ہو گیا تھا جسکے پاس تنعم کا اتنا سامان تھا کہ ہرقل کے پاس بھی نہ تھا ایک بار طواف کر رہا تھا لنگی کا پلہ لٹک رہا تھا وہ کسی غریب آدمی کے پیر کے نیچے دب گیا جبلہ جو آگے بڑھا لنگی کھل گئی اُسکو غصہ آیا اور اسکے ایک طمانچہ مارا اس نے حضرت عمرؓ کے اجلاس میں فریاد کی آپ نے بدلہ کا حکم دیا اُس نے مہلت مانگی اور شب کو مرتد ہو کر چلا گیا مگر حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ کو افسوس نہیں ہوا کیونکہ وہ حق پر تھے بلکہ ایک مدت کے بعد اُسکو افسوس ہوا اور ظاہر بھی کیا کہ کاش میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر قصاص پر راضی ہو جاتا تو کیا اچھا ہوتا ایک قاصد اسلامی سے یہ بھی کہا کہ میں پھر مسلمان ہو کر آسکتا ہوں بشرطیکہ ایک تو

اپنے بعد مجھکو خلافت دیدیں اور اپنی بیٹی سے شادی کر دیں قاصد اسلامی نے کہا کہ خلافت مل جائیگا تو میں وعدہ کرتا ہوں مگر بیٹی دینے کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ پیام پہونچادونگا جب آپ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ اسکا بھی کیوں نہ وعدہ کر لیا مگر جس وقت جواب دینے کے لئے وہاں آدمی پہونچا سامنے سے اُسکا جنازہ آرہا تھا اسلام کے فخر نہ کرنے پر ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جسکے ہزاروں عاشق ہوں اور ایک سے ایک حسین ہو اگر ان عاشق میں سے ایک بدشکل بوڑھا نکل جائے تو کیا محبوب کو افسوس ہو گا مگر آجکل کم سمجھ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر با وجاہت شخص کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو اُسکو لئے لئے پھرتے ہیں ارے کیوں اُسکا دماغ خراب کیا اُسکے مسلمان ہونے پر فخر کہ نیسے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ مسلمان اسکے انتظار میں منہ کھولے بیٹھے تھے ورنہ اسمیں فخر کی کیا بات ہے اور ابھی تو جب تک ایک معتد بہ زمانہ نہ گذر جائے بگڑ جانیکا بھی اندیشہ ہے کیوں اسقدر اُچھلتے پھرتے ہو حق تعالیٰ ایسے ہی ناز کے باب میں فرماتے ہیں لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین کیونکہ ابتو اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلمان ہوئے اور پھر مرتد ہو گئے تو ایسی حالت میں تم کس خبط میں پڑے اسلام تو بزبان حال کہتا ہے ؎

هر که خواهد گو بیا و هر که خواهد گو برو . دار و گیر و حاجب و دربان درین درگاه نیست

اور ایسی ہی موقع کیلئے فرماتے ہیں ؎

منت منه که خدمت سلطان همی کنی . منت شناس ازو که بخدمت بداشتت

ایک پادری کا واقعہ ہے کہ وہ میرے پاس کانپور میں مسلمان ہونے آیا اور یہ کہا کہ کچھ روپیہ جمع کر دیا جائے تاکہ میں اُس سے کوئی تجارت کر سکوں اور کسی سے احتیاج ظاہر نکرنا پڑے میں نے کہا سنئے اگر اسلام کو حق سمجھکر قبول کرتے ہو تو اُلٹا تم سے فیس لینے کا حق ہے اور اگر یہ نہیں تو ہم نے روپیہ دیکر کیوں خراب کیا بیچارا تھا مخلص گو مفلس تھا کہنے لگا کہ وہ ایک مستقل درخواست تھی شرط نہ تھی اور اسلام قبول کر لیا اور پھر روپیہ کا نام بھی نہ لیا ایسی درخواست کے جواب کا یہی طرز ہونا چاہئے۔

۱۳۲ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص قادیانی ہونا چاہتا تھا یہ پہلے مسلمان تھا پھر

آریہ ہوا پھر عیسائی پھر مسلمان ہوا اب قادیانی بننا چاہتا تھا مگر اُن لوگوں نے اسکو لینے سے انکار کر دیا اس خیال سے کہ اسکا کوئی اعتبار نہیں اگر یہ پھر پھر گیا تو لوگوں کو قادیانی مشن میں شبہات پیدا ہو جاوینگے دیکھیے اس سے حق و باطل کے تفاوت کا پتہ چلتا ہے اسلام میں اگر ہزار بار آئے جائے لے لیں گے اُسکو ایسی بیہودہ بدنامی کی پرواہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎ باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ÷ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ۔ ؎ ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ÷ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔

(۱۷۳) ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں بستی کا ایک شخص حج کو گیا واپسی پر وطن کے لوگوں نے وہاں کے حالات دریافت کرنا چاہا اسپر کہا کہ خلاصہ بیان کئے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا کسی مسلمان کو وہاں نہ لیجائے کمبخت بدنصیب نے یہ خلاصہ بیان کیا اسی سلسلہ میں حج کے متعلق ایک حکایت بیان کی کہ ایک غریب اور ایک امیر میں حج کے متعلق گفتگو ہوئی امیر صاحب چونکہ بڑی خوش عیشی سے گئے تھے اور غریب بیچاروں کو ٹوٹی پھوٹی حالت میں دیکھا تھا اسکے متعلق امیر صاحب کہنے لگے کہ تم لوگ بے بلائے جاتے ہو کیونکہ تم پر حج فرض نہیں اسلئے تمھاری بے قدری ہوتی ہے اور ہم بلائے ہوئے جاتے ہیں اسلئے ہماری قدر ہوتی ہے اُس غریب نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں جو تم کہتے ہو بلکہ وجہ یہ ہے کہ تم تو مہمان ہو اسلئے تمھارے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے اور ہم گھر کے آدمی ہیں گھر والوں کے ساتھ اسی طرح بے تکلفی کا معاملہ کیا جاتا ہے بات تو بڑے کام کی کہی ایسا کلام اہل محبت ہی کا ہو سکتا ہے وہ ہر حالت میں خوش رہتے ہیں بخلاف غیر اہل محبت کے وہ ذرا ذرا مصائب اور تکالیف پر چیخ پکار مچا دیتے ہیں حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت ہے اُنکی نبوت میں علماء کا اختلاف ہے مگر ولایت متفق علیہ ہے یہ ایک کسی رئیس کے باغ میں ملازم ہو گئے ایک روز وہ رئیس اپنے باغ کی سیر کو گیا دیکھا کہ باغ میں ککڑی کے چھوٹے چھوٹے پھل لگے ہوئے ہیں حضرت لقمان سے کہا کہ ایک ککڑی توڑ لاؤ یہ توڑ لائے رئیس نے تراش کر ایک ٹکڑا اُنکو دیا جب آقا نے منہ میں رکھا تمام منہ کڑوا ہو گیا آقا نے کہا کہ بندۂ خدا اسقدر تلخ چیز کو جو مثل زہر کے معلوم ہوئی تو کھا گیا اور تیوری سے بھی محسوس نہ ہو سکا کہ یہ تلخ ہے حضرت لقمان نے جواب دیا کہ جس آقا کے ہاتھ سے ہزار ہا قسم کی نعمتیں قسم قسم کے ذائقوں کی کھائیں ہوں اگر آج اُسکے ہاتھ سے ایک تلخ چیز کھالی

تو کیا اُسپر منہ بناتا اُسکو منہ پر لاتا اسی طرح خدا کے ساتھ جو مسلمان کا تعلق ہے اُسکی یہی شان ہونا چاہئے اور صاحب اللہ کی تو بڑی شان ہے ایک آوارہ عورت سے کسی کو تعشق ہو جائے اُسمیں گوارا ناگوار سب کچھ سہتا ہے اور زبان پر حرف شکایت نہیں لاتا۔ جان مال جاہ سب ہی کچھ فدا کر دیتا ہے یہ سب محبت کے کرشمے ہیں اسی ہی لئے کہا کرتا ہوں خصوص جدید تعلیم یافتوں کو جنکو دوسری اصطلاح میں نئی روشنی والے کہا جاتا ہے کہ تمھارے تمام اعتراضات اور شبہات کا پہاڑ محض محبت حق کے نہ ہونیکی وجہ سے تمھارے سامنے ہے محبت پیدا کرو تمام شبہات اور اعتراضات خود بخود ایکدم میں کافور ہو جائیں گے رہا محبت کے پیدا کرنیکا طریق سو وہ اہل محبت کی صحبت ہے بدون اسکے کام بننا مشکل ہے اور گو ان شبہات کے ازالہ کا دوسرا طریق بھی ہے یعنی تحقیق قالی مگر اُسمیں اور محبت میں جو تفاوت ہے اُسکی ایسی مثال ہے کہ ایک جنگل میں بہت ہی کچھ جھاڑ جھنکاڑ کھڑے ہیں ایک شخص اُنکو صاف کر کے زراعت کرنا چاہتا ہے اب اُسکے صاف کرنیکی دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ درانتی لیکر جاۓ اور ایک ایک درخت خار دار کو کاٹے اسپر جو مشکلات کا سامنا ہوگا ظاہر ہے اور پھر بھی کامیابی یقینی نہیں ممکن ہے اس صاف کرنے ہی میں اتنا وقت لگ جائے کہ زراعت کی فصل ہی ختم ہو جاوے یہ حالت تو قال وقیل کی ہے اور ایک صورت ہے کہ دیا سلائی لیجا کر ہوا کے رخ کھڑے ہو کر اُسکو گھسکر جھاڑ کو دکھلائے اور گھر آکر سو رہے صبح کو دیکھئے گا کہ جنگل صاف ہے بلکہ وہی جلا ہوا کھاد کام دیگا یہ حالت آتش محبت کی ہے اس ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ ان شبہات اور اعتراضات سے جو قلب لبریز ہے اُسمیں حضرت حق کی محبت کی آگ پیدا کرلو اور پیدا کرنیکا طریق بھی ابھی تبلا چکا ہوں کہ اہل محبت کی صحبت ہے وہ دیا سلائی اُنکے پاس ہے اُسکے ملجانیکے بعد تمکو محض گھسکر لگا دینا ہوگا پھر اُسکے سامنے کسی خس و خاشاک کا ٹھہرنا مشکل ہوگا پھر تو یہ حالت ہو گی جیسے مولانا رومی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ ہست کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند ✦ در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند ✦

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ✦ مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

۱۶

**ملفوظ ۱۱۲** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بھائی اکبر علی مرحوم ایک زمانہ میں بسلسلہ ملازمت بریلی میں تھے وہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر مسلمان تھے ان ڈپٹی صاحب نے چند آریوں کی جو ایک مناظرہ کے جلسہ میں آئے تھے اظہار بے تعصبی کی غرض سے دعوت کی شہر میں شور مچ گیا کہ ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے ایک شخص بھائی کے پاس آئے اور کہا کہ آج ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا بھائی نے دریافت کیا کیا کہا کہ فلاں ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے بھائی نے جواب دیا کہ یہ تو کوئی حادثہ نہیں اگر یہ صحیح ہے جو تم کہہ رہے ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ اُن کے اندر خبیث مادہ پہلے سے موجود تھا سو ایسے خبیث کا اسلام سے نکل جانا ہی اچھا ہے آپکو کیا فکر ہوئی اور آپکو دوسروں کی تو فکر ہے اپنے اسلام کی تو خبر لیجئے اُنکی داڑھی بھی کٹی تھی اور بھائی نے یہ بھی کہا کہ تم اپنے کو بڑا مسلمان سمجھتے ہو یاد رکھو اگر بریلی میں ایک بھی حقیقی مسلمان ہوتا تو آج تمام بریلی مسلمان ہوتی اسپر وہ شخص گھبرا کر کہنے لگا کہ کیا فلاں مولوی صاحب... بھی مسلمان نہیں بھائی نے جواب دیا کہ وہ تو ایسے مسلمان ہیں کہ اگر اسوقت صحابہ میں سے کوئی آجا دیں تو سب سے پہلے اُن پر جہاد کریں خیر یہ تو اُس شخص کو جواب دیا مگر فرصت کیوقت بھائی اُن ڈپٹی صاحب سے ملے اور واقعہ کی حقیقت دریافت کی اُنھوں نے کہا کہ کیا واہیات ہے محض لغویات ہے کہ میں آریہ ہو گیا ویسے ہی اخلاقاً اس دعوت کے قصہ کا تو اللہ مجھسے صدور ہو گیا پھر اُن ڈپٹی صاحب نے بھائی سے مشورہ کیا کہ اب مجھکو کیا کرنا چاہئے یہ بات تو بڑی بدنامی کا سبب بن گئی یہ خبر اور مقامات میں بھی شہرت پائیگی (مزاحاً حضرت والا نے فرمایا کہ بریلی سے بریل دور دور جائیگی) بھائی نے کہا العلاج بالضد اب مولویوں کی دعوت کرو اس مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور مولویوں کی دعوت کی اور مجمع میں کھڑے ہو کر توبہ کی تب شہر میں اسکا چرچا بند ہوا اور مسلمانوں کو اطمنان ہوا اس واقعہ سے لوگوں کا یہ مذاق بھی معلوم ہوا کہ اسلام کی قوت کا مدار لوگوں کی شخصیتوں پر سمجھتے ہیں اسی لئے ڈپٹی صاحب کے انقلاب کی کسقدر فکر ہوئی حالانکہ اسلام کی قوت کا مدار حق پر ہے نہ کہ کسی مخلوق پر اسلام کی قوت خارج سے نہیں داخل سے ہے اور عوام کا تو یہ مذاق ہے ہی غضب تو یہ ہے کہ خواص بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ اپنے ایک معمول کے متعلق ایک مولوی صاحب کا مشورہ عرض کرتا ہوں وہ معمول یہ ہے کہ میں عورت کو اور مریض کو تو سفر میں بھی مرید کر لیتا ہوں محض اس خیال سے کہ عورت اہل الرائے

۱۷

نہیں اور مریض قابل رحم ہے مگر تندرست کو اور مرد کو انکار کر دیتا ہوں سفر ختم ہونے پر یا تو وطن میں آؤ یا خط کتابت کرو اسکے متعلق ایک مولوی صاحب نے مجھکو مشورہ دیا کہ کسی سے انکار نہ کیا کرو سبکو مرید کر لیا کرو اس سے جماعت بڑھیگی میں نے کہا کہ مولانا کیا حق ان چیزوں کی قوت کا محتاج ہے کچھ معلوم بھی ہے کہ حق میں وہ قوت ہے کہ اگر ایک شخص حق پر ہو اور سارا عالم اُسکا مخالف ہو تو وہ ضعیف نہیں اور اگر یہ شخص حق پر نہیں سارا عالم اسکا معتقد ہو وہ شخص ضعیف ہے اسمیں کچھ بھی قوت نہیں۔

**ملفوظ ۱۷۵**۔ ایک مولوی صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں خادم تو ہوں مگر غلام نہیں طریقہ اور سلیقہ سے اگر مجھسے خدمت لیجائے آدھی رات بھی خدمت کیلئے موجود ہوں مگر بے ڈھنگے پن اور بے قاعدگی سے میں خدمت کرنیسے معذور ہوں دوسرے بہت مشائخ کی دکانیں کھلی ہیں وہاں جاؤ آخر وجہ کیا ہیں کیوں غلامی کروں خود خادمیت ہی کا کام کیا تھوڑا ہے اسکے حقوق کا ادا ہونا کوئی معمولی بات نہیں سو غلامی کی کہاں فرصت فلاں مولوی صاحب کے متعلق میں نے عزم کر لیا تھا کہ اگر انھوں نے اپنے خیال کی اصلاح کر لی تو خیر ورنہ اُن سے کوئی تعلق نہ رکھونگا مگر خیر اُنہوں نے معذرت کر لی میں نے درگذر کیا۔ بہر حال میں تو اپنی طرف سے کسی کو اُلجھانا نہیں چاہتا میری جو حالت ہے وہ کھلی ہوئی ہے اور جو بات ہے وہ صاف ہے یہ ہی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ بھی سلیقہ اور طریقہ سے خدمت لیں ایچ پیچ نہ کریں پھر مجھکو خدمت سے کوئی عذر نہیں

**ملفوظ ۱۷۶**۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بھوک ہڑتال نئی ایجاد ہے فرمایا کہ یہ خود کشی کا مرادف ہے اگر موت واقع ہو جائیگی تو وہ موت حرام ہو گی اور بزدلی پر بھی دال ہے کہ آئندہ آنیوالے مصائب سے گھبرا کر ایسا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں (مزاحاً فرمایا نہ نہیں رہتے مادہ بن جاتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بھوکے مر گئے تو کسی کا کیا حرج ہوا اور کسیکو کیا نقصان پہونچا جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے ایک فاتر العقل لیڈر گاندھی نے اپنے اتباع کو یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ بیویوں کے پاس جانا چھوڑ دو آئندہ نسل بند ہو جاویگی اور جو موجود ہیں یہ مر جائیں گے پھر اہل حکومت کس پر حکومت کریں گے یہ عاقل ہے بد فہم بد عقل اسی پر لوگ اُسکی بیدار مغزی کے قائل ہیں بات یہ ہے کہ ان معتقدین کی جماعت بھی ان امور میں اُس سے کم نہیں اس مشورہ کی تو بالکل ایسی مثال

ہے جیسے ایک شخص کی بھینس چور لے گئے جاکر دیکھا کہ تو رسا موجود تھا تو پکار کر کہتا ہے کہ لیجاؤ مگر باندھو گے کا ہے میں یہ ہی حالت ان عقلا کی ہے حکومت کا مدار خاص نسل پر سمجھتے ہیں جیسے اس شخص نے بھینس باندھنے کا مدار خاص رسے پر سمجھا ایسے بیدار مغزوں سے تو وہ گنوار ہی اچھے جو اپنا مطلب اور مقصد تو مفید طریقہ پر نکال لیتے ہیں ایک گنوار کا قصہ ہے کہ ایک تحصیلدار کو ایک تحصیل میں کئی برس کا عرصہ تعینات ہوئے ہو گیا تھا عام برتاؤ اہل معاملہ سے انکا اچھا نہ تھا مگر حکام کو انھوں نے مسخر کر رکھا تھا اسلئے کسی کی شکایت کا اثر نہ ہوتا تھا اس گنوار نے اسکا تبادلہ کرانا چاہا صاحب کلکٹر کے بنگلے پر پہونچا..... کلکٹر نے پوچھا کیسے آئے کہا کہ ایک بات پوچھو ہوں کہ موروثی کسے کہیں ہیں صاحب نے کہا کہ اگر بارہ سال تک کسی کے قبضہ میں زمین رہے وہ موروثی ہو جاتی ہے پھر اسکو کوئی چھوڑا نہیں سکتا کہا کہ بڑے غضب ہو گئے کلکٹر نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہا کہ فلاں تحصیلدار کو تحصیل میں گیارہ سال تو ہو گئے ایک سال اور باقی ہے موروثی ہونمیں اگر یہ بھی پورا ہو گیا تو پھر نہ تیرے باپو سے جا اور نہ میرے باپو سے جا کیسی ترکیب سے کام لیا کلکٹر سمجھ گیا اور تحصیلدار کا تبادلہ کر دیا۔

ملفوظ ۱۷۷۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگ دوسروں پر الزام لگاتے ہیں اپنی حالت کو نہیں دیکھتے رات دن کے معاملات میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ موقع کو خود ضائع کر دیتے ہیں پھر ان کے بس کا کام نہیں رہتا یہاں ہی پر قصبہ میں بازار میں چوک ہے حکام نے مسلمانوں سے کہا تھا اسکو بنوالو مگر نہ بنوایا ہندؤں نے بنوالیا قبضہ کر لیا۔

ملفوظ ۱۷۸۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کام تو کام ہی کے طریق سے ہوتا ہے نرے شوروں سے کام نہیں چلتا جو اہل علم سیاسیات میں کھڑے ہوئے ہیں اسمیں ایک بڑا ضعف تو یہی ہے کہ عوام سے امید اطاعت نہیں دوسرے اگر یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اب انکا کہنا مانیں گے اور مخاطبین میں اطاعت کا مادہ ہے تب بھی اہل علم کا براہ راست یہ کام نہیں بلکہ اسوقت بھی دنیا کے جو بڑے ہیں اہل مال اہل جاہ وہی انکاموں کو انجام دیں البتہ اہل علم سے جائز ناجائز کو پوچھ لیا کریں غرض اہل علم کا جو اصلی کام ہے جائز ناجائز کا بتلانا وہ ان سے لیا جائے یہ اصولی بات ہے اور حکام کے مقابلہ میں جہاں ناکامی ہوئی ہے اسکا اصلی سبب بے اصولی ہے

کام کرنا ہے امیر شاہ خانصاحب نے ایک بات بہت اچھی بیان کی کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کا مقابلہ سلطنت ہی کر سکتی ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کا کیسا تقدس ہے کہ حضور کے نور سے اُنکو خاص تلبس ہے مگر یزید کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہوئی اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک جنٹلمین صاحب یہاں آئے تھے مجھسے کہا کہ تم تحریکات میں شریک کیوں نہیں ہوئے میں نے کہا کہ اسمیں ایک کسر ہے کہا کیا میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی امیر المومنین نہیں کہا کہ ہم آپ ہی کو امیر المومنین بناتے ہیں میں نے کہا کہ میں بنتا ہوں مگر چند شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مشاہیر علماء اور لیڈر میرے امیر المومنین ہونے پر دستخط کر دیں اور ایک سب مسلمان اپنی تمام املاک میرے نام ہبہ کر دیں خواہ وہ روپیہ ہو یا زیور ہو یا باغات ہوں یا جائداد کیونکہ اخیر میں مالک اموال کا نہ ہوا تو ہر کام کیلئے چندہ مانگنا پڑیگا سو میں بھیک مانگنے والا امیر المومنین نہیں بنونگا اور بھی چند شرائط بیان کئے گئے یہ شرائط اسلئے ہیں کہ بدون قوت کے امیر المومنین محض کاغذی امیر المومنین ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ آج امیر المومنین ہوں کل کو اسیر الکافرین بس رہ گئے اپنا سا منہ لیکر بڑے دعوے کیساتھ تشریف لائے تھے کہ پانچ منٹ میں اپنا ہم خیال بنا لونگا

**ملفوظ** (نمبر ۱۷۹) - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعضے بزرگ بعض موہوم مصلحتوں سے ہندو کو بھی ذکر شغل کی تعلیم کر دیتے ہیں کہ اس سے اسلام سے قرب ہو جاویگا مگر یہ خیال محض غلط ہے بلکہ اسمیں اور بعد ہو جائیگا اسلئے کہ کیفیات کیلئے اسلام شرط نہیں وہ غیر مسلم کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں اگر ایسا ہو گیا تو اُسکو یہ دھوکا ہو جاویگا کہ وہ کیفیات کو قرب سمجھکر قرب کے لئے اسلام کو شرط نہ سمجھے گا اچھا خاصہ الحاد راسخ ہو جائیگا جلال آباد میں ایک ہندو رئیس میرے وعظ میں شریک ہوا بعد وعظ تصوف کی تعلیم حاصل کرنا چاہی میں نے صاف کہدیا اسکے لئے پہلی شرط اسلام ہے پھر وہ اس طرف رجوع نہیں ہوا مگر آجکل ایسے بھی پیر پیدا ہو گئے ہیں کہ مسلمان ہو کر بھی وہ طریق کیلئے اسلام کو شرط نہیں سمجھتے انا للہ وانا الیہ راجعون ایسا طریق شیطانی طریق ہے جسمیں اسلام شرط نہیں اسپر بڑا فخر ہے کہ فلاں ہندو ہمارا مرید ہے اگر یہی بات ہے کہ مقبولیت کیلئے اسلام شرط نہیں تو خود پیر صاحب ہی کیوں داخل اسلام ہونے کو ضروری سمجھتے ہیں کیا عجیب فلسفہ ہے حقیقت میں تو اسفہ ہے یقیناً بدون

اسلام قبول کئے ہرگز واصل الی المقصود نہیں ہو سکتا اور اصل غلطی یہی ہے کہ مقصود ہی
کے سمجھنے میں گڑبڑ ہو رہی ہے بہت لوگوں نے محض کیفیات و کشف و کرامات ہی کو مقصود
بنا رکھا ہے یہی سرے سے غلط ہے طریق تو اعمال ہیں اور مقصود رضائے حق ہے اب بتلائیے
کہ اسکے لئے اسلام شرط ہے یا نہیں یہ ہے طریق کی حقیقت جو میں نے اسوقت بیان کی اسکے
علاوہ سب شیطانی راہ ہے جسمیں مخلوق کو پھنسا کر گمراہ کیا جا رہا ہے اور یہ طریق تو دقیق چیز ہے جسقدر
غیر مسلم اقوام ہیں خواہ ہندو ہو یا عیسائی انکو ظاہری علوم سے بھی اصلاً مناسبت نہیں میرا مشاہدہ
ہے تجربہ ہے مختلف لوگوں سے گفتگو ہوئی سفر میں حضر میں کافر ہی علوم سے بھی کورے ہیں قطعاً
مناسبت نہیں یہ تو مسلمانوں ہی کا حصہ ہے بات یہ ہے کہ علم بدون نور فہم کے حاصل نہیں
ہو سکتا اور نور فہم بدون اسلام اور تقویٰ کے حاصل ہونا محال ہے۔ ایک ہندو بہت بڑا سرکاری
افسر ہے اُس نے ایک مسلمان کے ہاتھ میرے پاس کہلا کر بھیجا کہ میں اپنے مذہب کے طریق پر
بہت کچھ پوجا پاٹ کر چکا مگر کسی طرح اطمینان میسر نہیں ہوتا مجھکو حق کی تلاش ہے میں نے کہلا بھیجا
ہے کہ کثرت سے اہدنا الصراط المستقیم پڑھا کرو اور دعا کیا کرو انشاء اللہ تعالیٰ حق واضح ہو جائیگا اور
ایک یہ بات کہلا کر بھیجونگا کہ جیسے تم نے اپنے مذہب کے طریق پر پوجا پاٹ کر کے دیکھا اور
اطمینان میسر نہیں ہوا اسیطرح اسلامی تعلیم کے طریق پر عبادت کر کے دیکھو خواہ امتحان ہی کے طور
پر سہی اگر اطمینان نہ ہو تو پھر ہم سے کہنا مولانا رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزمون را یک زمانے خاک باش

گو اس صورت میں محض صورت ہی صورت ہوگی مگر اسمیں بھی برکت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ
صاحب صورت تو پھر معنی سے قریب ہے خود نام میں بھی برکت ہے دیکھئے کھٹائی میں تو
یہ اثر ہو کہ نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کے نام میں اثر نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے
مولانا فرماتے ہیں ؎

از صفت و ز نام چہ زاید خیال — واں خیالت ہست دلالِ وصال

غرض کبھی صورت پر بھی اسقدر فضل ہو جاتا ہے کہ کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور وہ تو حقیقی
کریم ہیں مجازی کریموں کو دیکھ لیجئے اگر اُن کے پاس کنجڑا اصلی خربوزہ بجاتا تو چار آنے ملتے لیکن

اگر مٹی کا بنا کر لیجائے تو دور وپیہ مل جاتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ چاہے صورت ہی ہو مگر نیت عجز و نیاز ہو اُس پر بھی فضل ہوتا ہے دعوے و ناز نہو بلکہ بزرگوں نے تو یہانتک فرمایا ہے کہ متشبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو کیونکہ اس نے طریق کو معظم تو سمجھا تب ہی تو تشبہ اختیار کیا اور یہ ہی راز ہے تشبہ بالکفار کے مذموم ہونیکا کہ وہ علامت ہے کفر اور کفار کی عظمت کی اسلیئے حدیث میں جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبہ بقوم فھو منھم کیونکہ بغیر اعتقاد عظمت کے تشبہ نہیں ہو سکتا اور کفار کی عظمت کا اعتقاد ہے حرام اسی طرح حضرات صوفیہ کا یہ فرمانا کہ متشبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو اسکی بنار یہی ہے کہ اُس متشبہ کے قلب میں اس جماعت کی عظمت ہے اسلئے اُسکی بھی قدر کرو کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کی عمیق نظر کا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ مقبول بندوں کی وضع اختیار کرو شکل بناؤ دوسری ایک اور بات اسی وقت ذہن میں آئی کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی نہیں چاہے گا کہ میری اُمت میرے طرز پر رہے اہل محبت کیلئے تو یہی کافی ہے خواہ کچھ بھی فائدہ نہوتا لیکن اگر یہ درجہ حاصل نہ ہوا اور فائدہ ہی مطلوب ہو تو اسی نیت سے اختیار کرو تو تب معلوم ہو کہ کیا برکت ہوتی ہے قبل عمل محض عقل سے حقیقت کا ذہن میں آنا مشکل ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شرائع کی مصلحتیں عمل کرنیکے بعد ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے طبیب کامل کے نسخہ کی خاصیتیں بعد استعمال ہی کے معلوم ہوتی ہیں ۔

**ملفوظ** ۱۸۰۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی کا کوئی طرز ہو میرا تو یہ مسلک ہے کہ شریعت کو مصالح پر مقدم رکھتا ہوں میرے یہاں مصالح پیس دئے جاتے ہیں کیونکہ مصالح کو جتنا پیسا جائے سالن زیادہ لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رض کو دیکھئے جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی طرح طرح کے فتنے کھڑے ہوئے انہیں ایک جماعت مانعین زکوٰۃ کی پیدا ہو گئی کہ باوجود دعوئے اسلام کے زکوٰۃ سے انکار کرنے لگے ایسے وقت میں مانعین زکواۃ سے جہاد کا اعلان فرمادیا ایسے خطرناک وقت میں کسی مصالح پر بھی عمل نہ فرمایا بلکہ حضرت عمر رض کے عرض کرنے پر بھی کہ اسوقت ان سے جنگ مصلحت نہیں یہ ہی فرمایا کہ میں ضرور ان سے قتال کرونگا حتی کہ اگر کوئی بھی میرا ساتھ نہ دیگا تو میں تنہا مانعین زکواۃ سے جہاد کرونگا جو چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جاری تھی اُسکو بند ہوتے دیکھکر میں چین سے نہیں بیٹھ

سکتا کیا ٹھکانا ہے اس قوت قلبی کا اس واقعہ کی یہ مصلحت ظاہر ہوئی کہ تمام عرب پر ہیبت چھاگئی کہ کوئی بڑی قوت ضرور انکی پشت پر ہے باوجودیکہ مدینہ لشکر اسلامی سے اسوقت خالی تھا کیونکہ کچھ لشکر مرتدین کے مقابلہ کیلئے بھیجدیا گیا کچھ شام کو روانہ کر دیا گیا تھا یہ ہے ان حضرات کی قوت ایمانیہ اب یہ مصلحت رعب عام کی قبل وقوع کیسے معلوم ہوتی غرض دین کے مقابلہ میں مصلحتیں کوئی چیز نہیں حقیقت میں وہ دین کی مصلحت نہیں بلکہ اپنی مصلحتیں ہیں سو یہ تو مصلحت پرستی ہوئی خدا پرستی نہوئی چھوڑو ان مصلحتوں کو ان میں کیا رکھا ہے خصوص اہل علم کو تو ہرگز اس طرف نظر نہ کرنا چاہئے انکا مذہب تو یہ ہونا چاہئے ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند*

اور دنیوی مصالح تو کیا چیز ہیں انکا تتبع اور اتباع تو بالکل ہوا پرستی ہے بزرگوں نے تو دینی حکم واسرار میں خوض کرنے اور انکو تفحص کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ شرائع میں اسرار اور مصالح کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یہ نبی کا اتباع نہیں مصالح کا اتباع ہے۔ ایک شخص نے مجھسے پوچھا کہ فلاں مسئلہ اسطرح کیوں ہے میں نے جواب دیا کہ تم تو ہم سے خدائی احکام کی حکمتیں پوچھتے ہو جہاں رسائی مشکل ہے ہم تم سے تمہارے ہی ترکیب بدنی کے متعلق پوچھتے ہیں جہاں رسائی بھی آسان ہے کہ یہ ناک سامنے ہی کیوں ہے۔ اسیطرح ایک دوسرے شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ اس سوال عن الحکمت میں کہ خود تمھارا فعل ہے کیا حکمت ہے اسیطرح ایک شخص نے لکھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے اسپر انھوں نے غیر جوابی خط لکھا اور لکھا کہ علماء کو اسقدر خشک نہ ہونا چاہئے اگر جوابی خط ہوتا تو میں جواب لکھتا کہ جاہلوں کو اسقدر تر نہ ہونا چاہئے کہ جس سے بالکل ڈوب ہی جائیں ان متکبروں کے ساتھ یونہی پیش آنا چاہئے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خردماغ ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ انکو یہ معلوم کرا دیا جائے کہ علماء بھی اسیے دماغ ہیں جزاء سیئة سیئة مثلها۔

## ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۱۸۱ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ فضل ورحمت کے نصوص سنکر معصیت پر دلیر ہوگئے ہیں بیشک نجات کا مدار تو فضل ہی پر ہے مگر یہ اعمال بھی تو فضل ہی ہیں بدون اعمال کے توقع رکھنا بالکل ایسا ہے جیسے یہ سنکر کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے اور اُن سے حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں اور حضرت مریم علیہ السلام سے بدون شوہر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے یہ سنکر نکاح نہ کرے اور اولاد کا متوقع رہے۔

ملفوظ ۱۸۲ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ وہم خود ایک مستقل مرض ہے مومن خاں شاعر رمضان شریف میں جس مسجد میں تراویح پڑھتے تھے ایک ڈوم بھی نماز پڑھنے آتا تھا اُس نے خانصاحب سے کہا کہ جس سورت کا نام نہیں لیا کرتے (مراد سورہ یسین) وہ جس روز آوے بتلا دیجیو میں اُس روز نہ آؤنگا یہ وہم اسپر سوار تھا کہ مرنیکے وقت ہی اُسکو سناتے ہیں اور اسکے بعد مرجاتا ہے خاں صاحب نے ایک روز اُس سے کہا ارے مجھکو کہنا یاد نہیں رہا وہ تو رات پڑھی گئی بس اُس نے سب سے ملنا جلنا اور خطا قصور معاف کرانا شروع کر دیا دوسرے تیسرے روز مرگیا

ملفوظ ۱۸۳ - ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپکو بیٹھے بیٹھے کچھ زیادہ بولنے کا شوق معلوم ہوتا ہے سوال چاہے ضروری ہو یا غیر ضروری اسکی پرواہی نہیں مولوی صاحب اب تو ضرورت اسکی ہے کہ قیل وقال چھوڑ کر مولنا رومیؒ کے قول پر یا شاید اور کسی کا قول ہو عمل کر دو فرماتے ہیں۔

جملہ اوراق وکتب در نار کن ۔۔۔ سینہ را از نور حق گلزار کن

اہل علم کو دو مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں ایک تو کتابوں کا ختم کرنا پھر دوسری معنے کر ختم کرنا یعنی بھلا دینا میں آپکو ایک نہایت مفید اور کارآمد مشورہ دیتا ہوں جو تجربہ کی بنا پر ہے وہ یہ کہ چند روز اگر آدمی خاموش رہے تو بصیرت پیدا ہو جاتی ہے بدون چند روز خاموشی اختیار کئے بصیرت نہوگی اور اپنی اصلاح کیلئے کسی کو تجویز کر نیمیں کسی طرف اپنی رائے قائم نہیں کر سکتا اگر کی بھی تو وہ قابل اعتماد نہ ہوگی یہ اسوقت میں نے آپکو نہایت مفید مشورہ دیا ہے بشرطیکہ آپ اسکی قدر کریں اور اسکو آپ اپنا دستور العمل بنائیں۔

ملفوظ ۱۸۴ - ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تلاوت قرآن اور کثرت نوافل

۲۴

سب سے افضل عبادت ہے اور یہ مقاصد ہیں ان ہی دو چیزوں کی صلاحیت کیلئے طریق ہیں
ذکر و شغل کی تعلیم ہوتی ہے اور وہ سب مقامات ہیں اور اُنمیں شیخ کی بھی ضرورت ہے اسلئے
کہ اُسمیں بعض اوقات کچھ خطرات بھی پیش آتے ہیں اور مقاصد میں کوئی خطرہ نہیں پھر یہ دونوں
ذکر اللہ پر بھی مشتمل ہیں ان دونوں کی بھی روح اعظم ذکر ہی ہے وہ خود انمیں مضمر ہے باقی مستقل
اذکار مثلاً سبحان اللہ۔ یا لا الہ الا اللہ۔ ان سب سے تلاوت قرآن و نماز افضل ہے نماز اور قرآن
کی آجکل کے اکثر مشائخ کے دلمیں وقعت و عظمت نہیں تمام زور ذکر پر دیا جاتا ہے حالانکہ انمیں
ایک اور لطیف فرق بھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی ذکر زیادہ کرتا ہے اسمیں عجب پیدا ہو جاتا ہے
اور نماز اور تلاوت قرآن سے عجب کم پیدا ہوتا ہے اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ اکثر عوام ذکر کو خواص
کا فعل سمجھتے ہیں اور نماز و تلاوت قرآن کو عوام کا فعل سمجھتے ہیں تھوڑی سی دیر بیٹھکر ذکر کر لیا
الا اللہ الا اللہ یا اللہ اللہ بس خواص میں داخل ہو گئے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں
فرمایا ایسی حالت میں ذکر و شغل چھوڑ دینا چاہئے مگر یہ سب امور شیخ کی تجویز پر موقوف ہیں
کہ کس وقت کیا مناسب ہے چنانچہ بعض اوقات وہ یہ مشورہ دیگا۔ کہ خاص ہیئت سے
بیٹھکر ذکر نکیا جاوے چلتے پھرتے پڑھ لیا کرو کیونکہ اس طور سے تمکو کوئی ذاکر نہ سمجھے گا یہ گردن
جھکا کر بیٹھنا اور ادھر اُدھر گردن ہلانا اس سے لوگ ذاکر سمجھتے ہیں غرضکہ ہر حالت میں شیخ
کامل کی ضرورت ہے اپنے کو اُسکے سپرد کر دینے کے بعد مطمئن ہو جانا چاہئے۔

۲۵

ملفوظ ۱۸۵۔ ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ طریقہ درخواست کا بتلا دیا گیا
ہے جسوقت قاعدہ اور سلیقہ سے درخواست کیجائیگی فوراً سلسلہ تعلیم جاری کر دیا جائیگا۔ اور
اگر اس طریقہ اور قاعدہ پر کوئی اعتراض ہے جیسے بعضے بدفہم قانوں سے گھبراتے ہیں تو
نماز میں بھی قاعدہ اور طریقہ ہے مثلاً وضو ہے قبلہ رُخ ہونا ہے طہارت ہے وغیرہ وغیرہ
اب اگر اسپر کوئی کہے کہ بس جی ان قیود کا مقصود تو یہ ہے کہ نماز ہی نہ پڑھو جیسے استفادہ
طریق کے قوانین کے متعلق ناواقف یہی شبہ کرتے ہیں کہ انکا حاصل تو طریق کا تنگ کرنا ہے
تو اسکا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔

ملفوظ ۱۸۶۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین کے آسان ہونے میں

کوئی شبہ نہیں اگر کسی کو شبہ ہوتا ہے حقیقت کے نہ سمجھنے سے ہوتا ہے ایک شخص نے
مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے عرض کیا کہ حضرت مفقود کے مسئلہ میں تو بڑا
حرج ہے فرمایا کہ بڑا حرج لئے پھرتا ہے جہاد میں بھی تو حرج ہے جان دینی پڑتی ہے اسکو بھی قرآن
شریف سے نکالدو مولانا پر جذب کا غلبہ رہتا تھا اُسی رنگ کا جواب دیا جذب کے مناسب
ایک واقعہ مولانا کا بیان فرمایا کہ وقارالامراء حیدرآبادی ملاقات کو آئے مولانا نے حکم
دیا نکالدو صاحب زادہ نے سفارش کی فرمایا اچھا دو بجے رات تک اجازت ہے وہ بھی
نہایت ہی باادب سلیم الطبع تھے دو بجے چلے گئے بعض لوگوں نے کہا بھی کہ صبح کو چلے
جائیں مگر اُنھوں نے جواب دیا کہ خلاف ادب ہے یہاں پر قیام کرنا مولانا کا اسکے بعد ٹھہرنیکا
حکم نہیں یہ اُس زمانہ کے امراء کی حالت تھی خصوص حیدرآباد کے امراء نہایت ہی مخلص
اور فقراء سے نہایت خوش اعتقاد تھے ہمارے ماموں صاحب کا فرمانا یاد آیا کہ فلاں
مقام کے فقراء تو دوزخی ہیں اور امراء جنّتی اسلئے کہ امراء کا تعلق تو فقراء سے دین کیوجہ سے
ہے اور فقراء کا تعلق امراء سے دنیا کی وجہ سے ہے انکی دنیا پرستی کی بناء پر نظام دکن
کا ایک مقولہ نقل کیا کہ اُن سے کہا کہ مرید ہو جاؤ دریافت کیا کس سے کہا کہ آپکے شہر
میں بہت سے مشائخ ہیں کہا کہ وہ تو خود میرے مرید ہیں کہ بارادۂ دنیا میرے پاس آتے ہیں
... میں اُنکا کیا مرید ہوتا کہی تو سمجھ اور کام کی بات۔ میں جو حیدرآباد گیا وہاں پر چند روز قیام
رہا اور چند وعظ بھی ہوئے میرے چلے آنیکے بعد حفظ الایمان کی عبارت لکھکر اور اُس پر
ایک فتویٰ بناکر وہاں کے مشائخ کے دستخط کراکر نظام کے سامنے پیش کیا کہ آئندہ کیلئے اس
شخص کا حدود ریاست میں داخلہ بند کر دیا جائے اگر یہ شخص ایک دوبار آیا سب کو گمراہ
کر دیگا نظام نے کہا کہ جس شخص کی یہ عبارت ہے وہ زندہ ہے اس سے اسکا مفہوم
دریافت کرو اور جب وہاں سے جواب آجاوے ہمکو دکھلاؤ ہم اسوقت رائے قائم
کریں گے اب کون لکھتا وہ تو شرارت تھی نظام بڑے دانشمند ہیں اسی سلسلہ میں یہ بیان
کیا کہ میں جب حیدرآباد گیا تھا تو بعض احباب نے چاہا کہ نظام سے ملاقات ہو مگر میں دعاء
کرتا تھا کہ سامنا نہ ہو نظام کو بھی کوئی دلچسپی نہ ہوتی اور مجھکو بھی اُلجھن ہوتی دوسرے

عوام کا نقصان ہوتا انکو خیال ہوتا کہ یہ بھی دنیا کیلئے آیا تھا تو اب جو وعظوں سے اثر ہوتا وہ جاتا رہتا رہا کچھ وظیفہ وغیرہ اگر ہو جاتا تو غریب تو ہدایا اسلئے بند کر دیتے کہ اب پیر کو کیا پرواہ ہی اور وہ بھی کسی بات پر بد اعتقاد ہو کر اگر وظیفہ بند کر دیتے بس ہم تو کسی طرف کے بھی نہ رہتے اسلئے ہمارے یہی جیجان جو ہیں آٹھ آنہ چار آنہ دو آنہ والے وہی ٹھیک ہیں اور اسی ضمن پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح کا مقولہ نقل کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ امراء کے پاس جب تک بیٹھا رہتا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے قید خانہ میں بند کر دیا۔

**ملفوظ ۱۸۷**۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ امراء کے پاس بیٹھکر قلب میں دین کا اثر کمزور ہو جاتا ہے اور دنیا کا اثر قوی ہو جاتا ہے اور یہ اثر اسوجہ سے ہوتا ہے کہ انکے پاس تابع بنکر جاتے ہیں اور جو شخص کسی کے پاس قصد کر کے جائیگا اس پر اسی کا اثر ہوگا چنانچہ اگر امراء قصد کر کے اہل دین کے پاس آئیں تو اُن پر دین کا اثر ہوگا اور اگر اہل دین امراء کے پاس قصد کر کے جائیں ان پر دنیا کا اثر ہوگا غرض اثر تابع پر ہوا کرتا ہے متبوع پر اثر نہیں ہوا کرتا یہی قاعدہ صحبت بد اور صحبت نیک کا ہے اگر بد آدمی نیک کی صحبت اختیار کرے یعنی تابع بنکر اسکے پاس رہے تو اسپر اثر ہوگا اور دین پیدا ہوگا اور اگر نیک آدمی بد صحبت اختیار کرے اور تابع بنکر اسکے پاس رہے تو اسپر اثر بدی کا ہوگا۔

**ملفوظ ۱۸۸**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مرید ایسے شخص کو کرے کہ پیر کم از کم اُس کو نالائق گدھا احمق تو کہہ سکے اور ان امراء و سلاطین کو مرید کر کے ایسا نہیں کہہ سکتے اسلئے مرید کر کے انکی اصلاح کرنا بھی دشوار ہے بلکہ ان امراء کا تو پیر بننا بھی خطرہ سے خالی نہیں سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے پیر کا واقعہ سنا ہے کہ کسی مخبر نے سلطان کو ایک پرچہ سے جسکو اُسوقت کمرہ خاص کے لیٹر بکس میں ڈالا تھا خبر دی کہ پیر صاحب اسوقت سفیر روس کے پاس بیٹھے ہیں اور یہ وہ وقت تھا کہ پیر صاحب سلطان کے پاس موجود تھے اسلئے اُس واقعہ کا جھوٹ ہونا ثابت ہو گیا اور بچ گئے ورنہ بیچارو نکی خیر نہ تھی البتہ بعض امراء باطناً فقیر ہوتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے نواب ٹونک کا واقعہ ہے یہ سید صاحب رح سے بیعت تھے حضرت سید صاحب کی بیوی آئیں نواب صاحب نے ایک منزل پر ہو بحکم پیرانی صاحبہ کا استقبال کیا اور ایک طرف سے کہار کو پالکی میں سے ہٹا کر خود پالکی کو کندھا دیکر لائے۔ ان ہی نواب صاحب

ایک خاں صاحب ہیرو بھائی تھے انہوں نے کسی شخص کی سر دربار کوئی سفارش کی نواب صاحب نے سفارش قبول کرنے سے کچھ عذر کیا انہوں نے نواب صاحب کے ایک دھول رسید کی بیچارہ کی دھول بھی اڑ گئی مگر کچھ نہیں بولے جب دربار ختم ہو چکا تو تنہائی میں ہیرو بھائی سے یہ بات کہی کہ ویسے تو اگر سربازار میرے جوتے بھی لگا دو تو تمکو حق ہے مگر دربار میں ایسا کرنا مناسب نہیں اسلئے کہ خدمت خلق میرے سپرد ہے اور اسکے لئے ہیبت کی ضرورت ہے اور ایسی بات ہیبت میں مضر ہو گی کیا ٹھکانا ہے اس کسر نفسی کا سو ایسے لوگ امراء کب ہیں یہ تو کامل مکمل فقراء ہیں - میں ایک مرتبہ بھوپال گیا ہوا تھا بیگم صاحبہ سے ملاقات کرانے کی بعض احباب نے کوشش کرنا چاہا مجھکو پسند نہ تھا مگر انکار موہم کبر تھا بس میں نے صرف ایک شرط لگائی وہ یہ کہ بیگم صاحبہ کو خود بولنے کی اجازت نہ ہو گی اپنے بیٹے کے ذریعہ سے گفتگو کریں یہ شرط ملاقات کیلئے ایسی تھی جیسے حتی یلج الجمل فی سم الخیاط انکی نظر میں تو یہ شرط اچھی خاصی بد تہذیبی کی دلیل تھی مگر ان امراء کی نظر میں مردود ہی رہنا چاہئے اسی میں خیر ہے -

## ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

**ملفوظ** ۱۸۹ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام و سلیقہ کی ہر چیز میں ضرورت ہے جو شخص انتظام پر قادر نہو گا وہ فسخ انتظام میں بھی گڑبڑ کریگا یہ تجربہ کی بات ہے ایک پھوہڑ عورت کی حکایت ہے ایک روز خاوند سے کہا میاں لاؤ گلگلے پکالوں خاوند نے جواب دیا کہ تیرے بس کا کام نہیں تو رہنے ہی دے کہا کہ کیا میں بالکل ہی پھوہڑ ہوں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتی غرض اس نے آٹا اور مٹھائی لیکر پانی ڈالکر ملانا شروع کیا پانی زیادہ پڑ گیا پتلا ہو گیا آٹا کڑاہی میں پھیل گیا خاوند نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تیرے بس کا نہیں کہا کہ میں چلّے پکالوں گی اس نے کہا کہ تجھسے یہ بھی نہو گا کہا واہ ایسی کیا بات ہے غرض چلے بنانے بیٹھی آٹا توے پر سے ٹپکنے لگا اسکی اطلاع خاوند کو دی اس نے کہا کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تیرے بس کا کام نہیں ہے کہا کہ میں لپسی پکالونگی اس نے کہا کہ یہ بھی تیرے بس کا نہیں غرض ہنڈیا چڑھا کر پکانا شروع کیا

ہنڈیا جل گئی اسکی اطلاع خاوند کو دی اُس نے کہا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تیرے بس کا کچھ بھی نہیں کہا میں پھینک آؤں گی اُس نے کہا کہ تجھسے یہ بھی نہ ہو گا غرض چھت پر جا کر راستہ میں پھینک دیا کوئی معزز آدمی جا رہا تھا ہنڈیا اُسکے سر پر پڑی اُس نے گالیاں دیں اور لٹھ لیکر چڑھ گیا تب خاوند نے کہا کہ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ بھی تیرے بس کا نہیں ہٹو انیکا انتظام کر دیا۔ دیکھئے ہر انتظام کے فسخ میں بھی بے انتظامی ظاہر ہوئی

۱۹۰ ملفوظ۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خرچ کے انتظام کیلئے تھوڑے سے بخل کی ضرورت ہے گو وہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں بدون اسکے انتظام ہونا دشوار ہے یہ تجربہ کی بات ہے اس سے حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک قول کی تائید ہوتی ہے کہ افعال رذیلہ بھی اپنی ذات میں مذموم نہیں اُسکو اگر صحیح محل میں صرف کیا جائے تو محمود ہیں مولانا ارشاد فرماتے ہیں ؎

شہوت دنیا مثال گلخن ست ۔۔۔ کہ ازو حمام تقوی روشن ست

۱۹۱ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری طبیعت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ مضمون خود تو لکھنا آسان ہے مگر دوسرے کو نہیں لکھا سکتا

۱۹۲ ملفوظ۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کتنے بڑے عالم ہیں مگر صاحب تصانیف نہیں۔ ہر صاحب کمال کا رنگ جدا ہے

۱۹۳ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں لکھا دیکھا تھا کہ جنت کے درختوں کی جڑ اوپر ہو گی اور شاخیں نیچے مجھکو بڑا تعجب ہوا کہ اسکی کیا صورت ہو گی کیا یہ صورت ہو گی کہ جڑ کسی چھت میں اولٹی لگی ہو مگر یہ صورت تو بہت مستبعد ہے پھر کوئی اسکا مساعد بھی نہیں پھر یہ سمجھ میں آیا کہ کسی اونچے پشتہ پر جڑ قائم کیجائے اور اُسکے اطراف میں شاخیں نیچے کو آجائیں جیسے سنا ہے میں نے خود نہیں دیکھا کہ بعض آم بیلدار ہوتے ہیں اُنکو اونچے پر لگایا جاتا ہے اور اُنکی شاخیں نیچے پھیل جاتی ہیں شاید ایسا ہو۔

۱۹۴ ملفوظ۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ اولیاء اللہ کے نام پر کسی جانور کو ذبح کرتے ہیں یا انکے مزار پر نذر و نیاز کی مٹھائی وغیرہ چڑھاتے ہیں اسمیں دو قسم کے عقائد کے

لوگ ہیں ایک تو یہ کہ اُنکو حاجت روا سمجھکر ایسا کرتے ہیں اسکے تو شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور
ایک صورت یہ ہے کہ ذبح تو کرتے ہیں اللہ ہی کے نام پر مگر اولیا کو ایصال ثواب کرتے
ہیں اور اُنکو مقبول سمجھکر اُن سے دعا کے طالب ہوتے ہیں اسمیں کیا حکم ہے فرمایا کہ اسکی
حرمت کی کوئی دلیل نہیں مگر عوام کا کچھ اعتبار نہیں اسلئے اسمیں بھی احتیاط ضروری ہے سو
ایک واقعہ میں اختلاف ہے حکم میں اختلاف نہیں وہ کہتے ہیں کہ سب عوام کی نیت
شرک نہیں ہوتی اور ہم کہتے ہیں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سبکی نیت شرک کی ہوتی
ہے تو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہوا حکم میں اختلاف نہیں باقی غالب واقعہ یہی ہے کہ
نیت عوام کی یہ ہی ہوتی ہے کہ وہ راضی ہو کر خوش ہو کر ہماری حاجت کو پورا کر دینگے
بس یہی شرک ہے اور بعضے اہلّ کی تفسیر ذبح سے کر کے اس مذبوح بہ نیت تقرب الی
غیر اللہ وعلی اسم اللہ کو حلال کہتے ہیں سو یہ اُنکی غلطی ہے اور اگر اُنکی تفسیر کو مان لیا جاوے
اور ما اہل لغیر اللہ میں داخل نہ مانا جاوے تب بھی وہ ذبح علی النصب میں داخل ہونا تو قطعی
ہے اسلئے کہ وہ عام ہے ہر منوی لغیر اللہ کو گو مذبوح باسم اللہ ہی ہو اسلئے سب ایک ہی حکم
میں داخل ہیں البتہ قرائن سے یہ عموم حیوانات کو شامل ہوگا غیر حیوان کو جیسے شیرینی وغیرہ شامل
نہ ہوگا یعنی لفظاً اسکو عام نہوگا اشتراک علت سے حکم عام ہوا اور گو لفظ اہل ظاہراً اسکو بھی عام ہے مگر عموم وہی
معتبر ہے جو مراد متکلم سے متجاوز نہ ہو حدیث لیس من البر الصیام فی السفر اسکی دلیل ہے چنانچہ جمہور فقہا کا مذہب ہے
کہ سفر میں روزہ افطار کرنا واجب نہیں کیونکہ قرائن سے مراد متکلم کی حدیث میں وہی صوم ہے جو سبب ورود یعنی
مشقت شدید تک مفضی ہو بہر حال اس عموم لفظی میں ایک حد ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ قرآن
میں کلام ہو مراد آباد کے ایک وعظ میں میں نے یہ مسئلہ عموم کے محدود ہونیکا بیان کیا
تھا جسمیں مولانا انور شاہ صاحب بھی شریک تھے اُنہوں نے بہت پسند کیا

**ف** احقر اشرف علی کہتا ہے کہ ضابط ملفوظات اس مضمون کو کافی طور پر ضبط نہیں کر سکے
اسلئے میں خلاصہ لکھے دیتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ اہل بہ لغیر اللہ کو بعض نے خاص کیا ہے اس
جانور کی ساتھ جسکو غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جاوے اور جو اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جاوے گو اُسمیں
نیت تقرب الی غیر اللہ کی ہو اُسکو حلال کہا ہے اور منشا اسکا یہ ہے کہ بعض مفسرین نے

اہل میں عندالذبح کی قید لگادی ہے مگر یہ قول محض غلط ہے دوسری آیت ماذبح علی النصب میں ما عام ہے اور وہاں کوئی قید نہیں اور مذبوح بسم اللہ کو بھی شامل ہے سو اسکی حرمت کی علت بجز نیت تقرب کے کیا ہے پس اسیطرح ما اہل بہ لغیر اللہ بھی عام ہوگا اور دونوں کے مفہوم میں اتنا فرق ہوگا کہ ما اہل اللہ بہ لغیر اللہ میں غیر اللہ کیلئے نامزد ہونا قرینہ ہوگا قصد تقرب لغیر اللہ کا اگرچہ انصاب پر ذبح نہ کیا جاوے اور ماذبح علی النصب میں ذبح علی الانصاب اس مقصد کا قرینہ ہوگا اگرچہ غیر اللہ کے نامزد نہ کیا گیا ہو پس دونوں میں عموم وخصوص من وجہ ہوگا اور یہی تغائر مبنی ہوگا ایک کے دوسرے پر معطوف ہونے کا سورہ مائدہ میں۔ پس علت حرمت کی قصد مذکور ہوگا یہ تو قرآن مجید سے استدلال ہے ما اہل بہ لغیر اللہ میں عندالذبح کے قید نہ ہونیکی اور فقہا نے مذبوح لقدوم الامیر کی حرمت میں اسکی تصریح کی ہے وان ذبح علی اسم اللہ تعالیٰ کی اور یہ علت بیان کی ہے لانہ ما اہل بہ لغیر اللہ بس معلوم ہوا کہ عندالذبح کی اتفاقی جزماً علی العادۃ ہے یا اس قید سے یہ مقصود ہے کہ ذبح کے وقت تک وہ نیت تقرب کی رہی ہو یعنی اگر ذبح کے قبل توبہ کر لی تو پھر حرمت نہ رہیگی اور تفسیر احمدی میں جو بقرہ متذورہ لاولیاء کو حلال کہا ہے وہ اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے کیونکہ منہیہ میں یہ تاویل کی ہے کہ ذبح للہ ہے اور نذر سے مقصود انکو ایصال ثواب ہے تو یہ اختلاف واقعہ کی تحقیق میں ہوا کہ اُن کے نزدیک عوام کی نیت تقرب کی نہیں نہ کہ منوی للتقرب کی حرمت میں۔ اس تاویل سے خود ظاہر ہے کہ منوی للتقرب کو وہ بھی حرام سمجھتے ہیں اور بعض نے ما اہل بہ کو ایسا عام کہا ہے کہ حیوان وغیر حیوان دونوں کو شامل ہے یعنی طعام وشیرینی بھی اسمیں داخل ہے مگر تامل و قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مقصود بیان کرنا احکام حیوان کا ہے رہا ما کے عام ہونیسے استدلال سو محقق یہ ہے کہ اس عموم میں ایک قید بھی ہے وہ یہ کہ مراد متکلم سے متجاوز نہ ہوا اور یہاں متجاوز ہو جاویگا مگر اس سے علت لازم نہیں آتی بلکہ اشتراک علت سے حکم بھی مشترک ہوگا حیوان میں نص قطعی سے اور غیر حیوان میں قیاس ظنی سے واللہ اعلم

**ملفوظ ۱۹۵**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متصنع ہمیشہ مصیبت میں رہتا ہے چنانچہ ہر سوال کے

جواب میں اسکو تعب برداشت کرنا پڑتا ہے لا ادری کہنے کی اسکی ہمت ہی نہیں ہوتی حالانکہ لا ادری میں بڑی راحت ہے

۱۹۶ ملفوظ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجذوب پر وارد اسقدر قوی ہوتا ہے کہ جو اسکی مجنونانہ حالت بنا دیتا ہے۔

۱۹۷ ملفوظ - ایک صاحب کے سوال جواب میں فرمایا کہ اگر حالت کفر میں مجنون ہو جائے تو اس حالت کا ایمان معتبر نہیں اور اگر حالت اسلام میں مجنون ہو جائے تو اس حالت کا کفر معتبر نہیں غرض جس حالت پر جنون ہو وہ قانون شرع سے بدل نہیں سکتا جیسے موت جس حالت پر ہو اس ہی کے موافق حکم ہوتا ہے مثلاً جس طرح موت کے بعد ولایت سلب نہیں ہوتی اسی طرح جنون سے بھی ولایت سلب نہیں ہوتی اگر ولایت کی حالت میں جنون ہو گیا وہ ولی ہے اور اگر عامی ہونیکی حالت میں ہو گیا وہ عامی ہے اگر مسلم ہونیکی حالت میں ہو گیا وہ مسلم ہے اگر کافر ہونیکی حالت میں ہو گیا وہ کافر ہے

۱۹۸ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقل حق تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے مگر اسکے استعمال کے بھی کچھ حدود ہیں حد سے تجاوز کر نیمیں بجائے نعمت کے زحمت ہو جاتی ہے اور اس عقل ہی کی بدولت مجذوب سے سالک کا مرتبہ بڑا ہے میرے سامنے ایک مرید نے اپنے بدعتی جاہل پیر سے مسئلہ پوچھا تھا کہ مجذوب افضل ہے یا سالک پیر نے جواب دیا کہ اسکا جواب اسی سے معلوم کرلو کہ شریعت نے شراب کو اسلئے حرام کر دیا ہے کہ وہ عقل کو زائل کرتی ہے تو اب عقل کے شرف کو اور سالک و مجذوب کے عاقل و غیر عاقل ہونیکو سوچ لو بیچارے پیر تھے تو بدعتی جاہل مگر بات کام کی کہی

۱۹۹ ملفوظ - کفاءت کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کفاءت کی قید معلل ہے علت کیساتھ اور وہ علت عرفی عزت و ذلت ہے مثلاً شیخزادہ چاہے فاروقی ہو یا صدیقی ہو یا انصاری ہو یا عثمانی ہو اُنکے آپس میں تناکح عرفاً موجب استنکاف نہیں پس یہ سب باہم کفو ہوں گے انمیں اسکی بھی قید نہیں ہو گی کہ ماں عربی النسل ہو کیونکہ عرف میں یہ سب برابر سمجھے جاتے ہیں حدیث کا انکار نہیں

۲۰۰ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیوں کو قوالی اور ڈھولک سارنگی پر بڑا وجد ہوتا ہے جو

مطلق نفسانی ہے درحقیقت وجد کے قابل تو یہ صورت ہے کہ جسوقت علوم مبارکہ کا بیان ہوتا ہے اور تحقیق ہوتی ہے اسوقت ایک عجیب لطف اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب علم میں یہ لطف ہے تو عمل میں کیا کچھ ہوگا اور پھر حال میں کیا ہوگا اور پھر مقام میں کیا ہوگا۔

**ملفوظ ۲۰۱** - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انکا منصور نام مشہور ہو گیا یہ ابن منصور ہیں نام حسین تھا حلاج لقب ہے انکا یہ پیشہ نہ تھا بلکہ ایک کرامت کی بنا پر یہ لقب ہو گیا مگر اس کی بنا پر دُھنیے اپنے کو انکی طرف نسباً نسبت کرنے لگے یہ بالکل غلط ہے اور خواہ مخواہ لوگ اپنے نسب کو چھپاتے اور بدلتے پھرتے ہیں عالی نسب نہ ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے اسلئے کہ اختیاری نہیں وہ حقیقۃً نقص نہیں مثلاً سقہ ہونا جولاہہ ہونا قصائی ہونا دُھنیا ہونا جو چیز اختیاری نہیں اسلئے اسمیں کوئی نقص نہیں۔

**ملفوظ ۲۰۲** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں میں بہت ہی سادگی ہوتی ہے یہاں پر ایک عورت عابدہ زاہدہ تھیں وہ مجھسے اپنے افلاس کے واقعات بیان کرنے لگیں جسمیں کسی قدر تطویل ہو گئی پھر دفعۃً گھبرا کر کہنے لگیں کہ مولوی جی میں زیادہ کہتی بھی نہیں کبھی اللہ میاں یوں کہیں کہ میرے عیب کھولتی پھرتی ہے۔ ایک اور عورت ضعیفہ نے مجھسے سوال کیا کہ مولوی جی تمہیں تو اللہ میاں کے گھر کی سب خبر رہتی ہے میں یوں پوچھوں کیا اللہ میاں زندہ ہیں میں نے سوچا کہ اگر علمی مضمون بیان کیا تو یہ بیچاری کیا سمجھے گی بے علمی تو اس سوال کا سبب ہی ہے میں نے اُسکے فہم کے رعایت کرتے ہوئے کہا کہ اچھا یہ تلاؤ کہ مینہ کون برساتا ہے اولاد کون دیتا ہے کہا کہ اللہ میاں میں نے کہا کہ بھلا مرکر بھی کوئی کام کر سکتا ہے کہا کہ نہیں میں نے کہا کہ بس تو اب تم خود ہی سمجھ لو بہت خوش ہوئی اور دعائیں دیں۔ ایک عورت نے بنت میں ایک مولوی صاحب کے وعظ میں سنا کہ ایک وقت ایسا ہوگا کہ سوائے اللہ کی ذات کے کوئی نہ ہوگا اسپر نہایت حسرت سے بولی کہ اکیلے اللہ میاں کا جی نہیں گھبرائے گا نعوذ باللہ ایسے لوگوں کی باتیں ایسی ہیں کہ جیسے ایک شخص کا واقعہ حدیث میں آیا ہے کہ نہایت گنہگار تھا موت کے قریب بیٹوں کو وصیت کی کہ میرے مر جانیکے بعد مجھکو قبر میں دفن نہ کیا جاوے بلکہ میری لاش کو لکڑی جمع کر کے اسمیں جلا دیا جاوے اور جو کچھ میری لاش کی راکھ ہو اسکو نصف دریا میں چھوڑ دی جاوے

اور نصف آندھی میں اُڑادی جاوے اسکے بعد بھی اگر میں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں آگیا تو خوب ہی عذاب دینگے اُسکے مرجانیکے بعد بیٹوں نے ایسا ہی کیا حق تعالیٰ نے حکم فرمایا سب ہڈّی جمع ہوگئی اُسمیں روح پھونک کر سامنے حاضر کردیا گیا حق تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ایسا کیوں کیا عرض کیا کہ اے اللہ آپکے خوف سے ایسا کیا اسپر حق تعالیٰ نے مغفرت فرمادی اب دیکھنا یہ ہے کہ عقیدہ اس شخص کا قدرت کے متعلق کامل نہ تھا بلکہ ناقص تھا مگر اسپر کوئی مواخذہ نہیں فرمایا گیا کیونکہ اُسکی عقل اتنی ہی تھی اسلئے معذور قرار دیا گیا۔ ایک اور واقعہ ہے ایک گنوار نے وعظ میں سنا کہ حق تعالیٰ ہاتھ پیر منہ وغیرہ سب سے مبرّا اور منزہ ہیں اُس نے واعظ کو جواب دیا کہ (نعوذ باللہ) تیرا خدا بطیخ شامی ہوگا ہمارے خدا کے تو ہاتھ پیر سب کچھ ہیں ہمارے تو ہاتھ پیر ہوں اُن کے نہ ہوں بس اُسکا فہم اس سے زیادہ نہ تھا اور مدار تکلیف کا عقل ہی ہے بس جتنی عقل اوتنی تکلیف —

**ملفوظ** ۲۰۰ ملقب بہ الاذہاب للاعجاب ایک سلسلہ گفتگو میں چند امور فرمائے جو علاج ہیں عجب کے ایک یہ کہ اعمال پر جنت اور لقاء حق کا ترتب یہ محض فضل ہے ورنہ خود اعمال میں یہ قوت نہیں کہ اُنپر اتنی بڑی جزاء مرتب ہوسکے پس اعمال پر کبھی ناز نہ کرے بلکہ اعمال کو ہیچ سمجھکر اُس نعمت کا مستقلاً سوال کرتا رہے اسی مراقبہ سے علاج ہو جاویگا عجب کا کہ عمل طاعات سے بڑا مقصود جنت میں داخل ہوکر رضاء حق اور دیدار حق کا حاصل کرنا ہے عشاق کا تو مذہب ہی یہی کہ جنت کو وہ دوست کی ملاقات کا مقام سمجھتے ہیں اور اسی طرح دوزخ کو دوست کے فراق کی جگہ تصور کرتے ہیں اور دوسرا امر یہ فرمایا کہ استعداد کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے قصہ آدم علیہ السلام اور انکی تعلیم اسماء میں اور فرشتوں کے عجز عن الجواب کی بناء یہی استعداد ہے ان علوم اسماء کے اخذ کرنیکی استعداد آدم علیہ السلام میں تھی ملائکہ میں نہ تھی اسلئے آدم علیہ السلام کو جو علم عطا ہوا وہ فرشتوں کو عطا نہیں ہوا پس اس سے یہ اشکال رفع ہوگیا کہ آدم علیہ السلام کو جن علوم خاصہ کی تعلیم دی گئی اگر ملائکہ کو دی جاتی تو وہ بھی ان علوم سے متصف ہوجاتے پھر آدم علیہ السلام کا کمال کیا ہوا وجہ دفع تقریر بالا سے ظاہر ہے آدم علیہ السلام کو کوئی خفیہ تعلیم نہیں دی گئی مگر ملئکہ میں اُن علوم کی استعداد نہ تھی اسلئے اُن کی تلقی نہیں کرسکے باقی یہ سوال کہ اُن کے عجز عن الجواب کے بعد پھر قال یا آدم انبئهم باسمائهم کے کیا معنی اور وقت وہ علم انکو کیسے حاصل ہوگیا اسکا جواب یہ ہے کہ وہ تعلیم محض الفاظی اطلاع تھی معنوی نہ تھی معنوی اطلاع صرف

آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی تھی مگر آدم علیہ السلام کے اخبار سے ملائکہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ انکو جو حقیقت معلوم ہے ہمکو معلوم نہیں اگر کوئی کہے کہ وہ استعداد فرشتوں کو کیوں نہ دیدی گئی جواب یہ ہے کہ وہ استعداد خواص آدم سے تھی اگر ملائکہ کو عطا ہوتی تو فرشتہ نہ رہتا اسی کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انباء جو انبئھم باسمآئھم کا مادہ ہے مطلق اخبار کو کہتے ہیں اور تعلیم جو علّم آدم کا مادہ ہے حقیقت کا منکشف کر دینا ہے پس انباء سے تعلیم لازم نہیں آتی غرض استعداد خاص عطا ہونا یہ بھی محض موہبت ہے کسی عمل کا ثمرہ نہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی عمل سابق نہیں ہوا تھا بس یہی علاج ہے عجب کا تیسرا امر یہ فرمایا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اور عجیب واقعہ ہے یہ غالباً میں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ ایکمرتبہ حضرت غوث اعظمؒ نماز تہجد کیلئے معمول کیموافق اُٹھے اور خانقاہ سے جانب صحرا تشریف لے چلے اور یہ خادم بھی ساتھ ہو لیا تھوڑی دور چلکر ایک شہر میں پہونچے یہ مرید بھی ہمراہ رہے وہاں ایک مکان میں داخل ہوئے اُس مکان میں ایک مجمع ہے وہ لوگ آپکو دیکھکر کھڑے ہو گئے آپ مسند پر بیٹھ گئے یہ مرید بھی کسی گوشہ میں جا بیٹھے قریب کوئی کوٹھڑی ہے اُسمیں سے کسی مریض کے کراہنے کی آواز آرہی ہے تھوڑی دیر کے بعد وہ آواز بند ہو گئی پھر ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی کے غسل کیوقت پانی گر رہا ہے پھر وہ آواز بھی موقوف ہو گئی اور چار شخص ایک جنازہ لئے ہوئے نکلے اُنکی ساتھ ایک بوڑھے شخص بھی ہیں اور وہ جنازہ حضرت کے سامنے لاکر رکھدیا گیا آپنے نماز جنازہ پڑھائی اور ہمراہی لوگ جنازہ کو لیکر چلے گئے اور حضرت پھر اُسی طرح اپنی جگہ پر آبیٹھے مع اپنے مجمع سابق ہی کے کچھ دیر گذری تھی ایک شخص نصرانی حاضر ہوا حضرت نے اُسکے گلے سے صلیب اُتار لی اور اُسکا زنار توڑا اور کلمہ پڑھاکر اُس مجمع سے یہ فرماکر کہ یہ ہے وہاں سے واپس تشریف لے چلے اور مکان پر تشریف لے آئے اور نماز تہجد میں مشغول ہو گئے شب گذر جانیکے بعد مرید نے صبح کیوقت حضرت سے سوال کیا کہ رات کیا معاملہ تھا حضرت نے فرمایا کہ وہ مقام شہر موصل تھا اور وہ جماعت ابدال کی تھی اور وہ بیمار بھی اسی جماعت کا ایک فرد تھا اُس

جماعت نے باطنی طور پر مجھکو اطلاع دی تھی کہ یہ قریب مرگ ہیں انکی جگہ کسی کو معین فرما دیجئے اسلئے میں وہاں گیا تھا جب انکا انتقال ہو گیا میں نے جناب باری تعالیٰ سے اُنکی جگہ کسی کو مقرر کرنے کیلئے عرض کیا حکم ہوا کہ روم میں ایک نصرانی کنیسہ میں صلیب پرستی میں مشغول ہے اسکو اُنکی جگہ کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ اسکو کیسے حاضر کیا جاوے سو وہ خرق عادت کے طور پر حاضر ہو گیا اور اسی وقت مسلمان کر کے ابدال کے رتبہ پر فائز کر دیا گیا اور یہ بتلا دیا گیا کہ کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے اور اپنے کمال پر ناز نہ کرے سب کچھ ہمارے فضل پر موقوف ہے ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واقعی بات ہے انسان اپنے کسی کمال یا عبادت پر کیا ناز کرے اسکی عبادت ہی کیا اور کمال ہی کیا

**ملفوظ** ۲۱۳- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہل صوفیوں کے علوم بھی عجیب و غریب ہیں جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بکر دیا چنانچہ نفس کی نسبت اکثر کہتے ہیں کہ نفس کافر ہے مگر معلوم بھی ہے کہ نفس کون ہے تم ہی تو ہو اگر وہ کافر ہے تو تم کون ہوئے اسی طرح بہت سی باتیں واہی تباہی گھڑ رکھی ہیں جنکے سر ہے نہ پیر ہے یہ علوم ہیں یہ اسرار ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہ ایسے ہی ایک پیر کی حکایت ہے کہ اُن کے ایک مرید نے اُن سے ایک خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ آپکی انگلیاں شہد میں بھری ہیں اور میری پاخانہ میں پیر صاحب نے مرید کا خواب سنکر فرمایا کہ کیوں نہ ہو تو دنیا کا کتا ہے اور ہم ہر رگ اللہ والے ہیں مرید نے کہا کہ حضرت ابھی خواب پورا بیان نہیں ہوا کچھ باقی ہے وہ یہ ہے کہ یہ بھی دیکھا کہ تمہاری انگلیاں میں چاٹ رہا ہوں اور میری اُنگلیاں آپ چاٹ رہے ہیں یہ سنکر پیر صاحب بہت اچھلے کودے واقعی مرید نے حقیقت کا اظہار کیا خواہ خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو وہ حقیقت یہ تھی کہ پیر کا تعلق تو مرید سے دنیا رکی وجہ سے تھا جو مثل پاخانہ کے ہے اور مرید کا تعلق پیر سے دین کی وجہ سے تھا جو مثل شہد کے ہے ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فلاں جگہ کے امراء تو جنتی اور فقراء دوزخی ہیں مطلب یہ کہ امراء جو فقراء سے تعلق رکھتے ہیں دین کی وجہ سے اور فقراء جو امراء سے تعلق رکھتے ہیں دنیا کی وجہ سے بات تو بڑے کام کی فرمائی بس ایسے پیروں کے یہ علوم اور معارف ہیں ان جاہلوں نے حقائق اور معارف کو بالکل مستور

کر دیا مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ہمارے اکابر کی برکت سے اُنکے جہل کی حقیقت لوگوں پر منکشف ہو گئی۔

**ملفوظ ۲۰۵** (ملقب بشرط دخول الطریق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان بیہم پرستی اور مدعیان طریق اور گمراہوں اور ڈاکوؤں سے بجائے دینی نفع کے بہت مخلوق گمراہ ہو چکی ہے اور نفع کیا ہوتا بقول شخصے جب سقاوہ ہی میں پانی نہ ہو تو بدھنی میں کیا آوے یہ لوگ فیض فیض گاتے پھرتے ہیں ہاں مریدی ایسے پیر کو فیض ضرور ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دنیا حاصل ہو جاتی ہے ان لوگوں نے بیچارے مریدوں کا دین تو خراب کیا ہی تھا لوٹ کر اُنکی دنیا بھی برباد کر دی اُنکی آمدنیوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں مرید خواہ بیوی کو کچھ دے یا نہ دے خواہ اُسکے بچے بھوکوں مریں مگر پیر صاحب کی نذر فرض و واجب ہے جسکے نہ کچھ حدود ہیں نہ اصول نہ حرام کی خبر نہ حلال کی نہ جائز کی تمیز نہ ناجائز کی غرض نہایت گڑبڑ مچا رکھی ہے اور یہ اندھے مرید بھی ایسی ہی جگہ خوش رہتے ہیں سیدھی سادی باتیں انکو بھی پسند نہیں بس علاج بھی ایسے بدفہموں کا یہی ہے اور تمام خرابی رسوم کی پابندی کی ہے ہم نے تو اپنے بزرگوں کو ہمیشہ ہر معاملہ میں مصالح پر شریعت کو مقدم رکھتے دیکھا اور رسوم مروجہ سے ہمیشہ اُنکو طبعی نفرت رہی ان ہی رسوم میں سے آج کل اس پیری مریدی کا سلسلہ ہے اسمیں بھی بالکل رسم کا اتباع کیا جاتا ہے چنانچہ اصل مقصود کو تو چھوڑ بیٹھے اور محض مطلق بیعت کو مقصود بنا لیا جسکا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض کو دیکھا کہ پہلے تو جوش کے ماتحت ہو کر مرید ہو گئے ہیں اور پھر بددل ہو کر پریشان پھر رہے ہیں اسی لئے میں لوگوں کو یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ بیعت میں جلدی نہ کرو حتی کہ جو شخص قرائن قویہ سے کامل بھی سمجھا جاتا ہو اس سے بھی بیعت کرنیمیں جلدی نہ چاہیئے کیونکہ پہلے پیر کو بھی تو کامل ہی سمجھکر بیعت کی تھی پہلے عقلاً جو نکاحوں میں کاوش کرتے تھے اس ہی لئے کہ کوئی بات بعد از نکاح عدم مناسبت کی ظاہر نہ ہو جس سے تعلقات میں بے لطفی پیدا ہو کیونکہ آخر زیست تک کا تعلق ہے سو بیعت کا قصہ تو اس سے بھی زیادہ نازک ہے اسلم یہی ہے کہ بیعت کا تعلق تو پیدا نہ کرے اور کام شروع کر دے اس صورت میں سہولت ہے کہ جس روز اعتقاد بدلے سلسلہ تعلیم کا ختم کر دے جسمیں ضرورت اطلاع کی بھی نہیں اس طرز میں جانبین کو کتنی راحت ہے اسیطرح شیخ کو بھی چاہیئے کہ اگر مرید سے عدم مناسبت کا علم ہو جاوے اُسکو اطلاع کر دے

کہ تمکو مجھسے کوئی نفع نہ ہوگا کہیں اور جاکر تعلق پیدا کرلو اس طرز میں کوئی اُلجھن نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر شروع ہی میں بیعت کا تعلق کرلیا اور بعد میں طرفین میں سے کسی کو عدم مناسبت محسوس ہوئی تو کلفت اور الجھن کا سبب ہوگا اور تمامتر یہ خرابی عجلت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتی ہے اور واقع میں اعتقاد وہی معتبر ہے جو ہوش کے ماتحت ہو اور جو جوش کے ماتحت ہو اُس کا کیا اعتبار اسی لئے میں بیعت جلدی نہیں کرتا کیونکہ اگر میں بیعت کر بھی لوں تو عدم مناسبت کی بناء پر پھر تھوڑے دنوں کے بعد بیعت توڑنا پڑیگی اب اس احتیاط میں چاہئے میرا نقص ہو یا اُسکا یہ دوسری بات ہے اور اس عدم مناسبت کی مثال ایسی ہے کہ بعض مرتبہ میاں بیوی میں باوجود صحت مزاج کے بوجہ عدم توافق انزالین کے اولاد نہیں ہوتی اسیطرح یہاں بھی باوجود صلاحیت شیخ و طالب کے بوجہ عدم تناسب کے نفع نہیں ہوتا جب یہ حالت ہے تو پھر بیعت پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے اگر پیری مریدی میں یہ بھی اطمینان ہو جائے کہ ہمارا کبھی اعتقاد نہ بدلیگا تب بھی اسمیں کیا حرج ہے کہ بدون بیعت ہوئے پہلے تعلیم شروع کردے پھر اُس تعلیم میں اگر دیکھے کہ نفع ہے اور روز افزوں محبت ہے جو دلیل ہے مناسبت کی بس اب لطف ہے بیعت کا ورنہ بیکار طریق کو بدنام کرنا ہے یہ ہے راز اس مشورہ کا اور ایک خرابی تعجیل میں یہ ہے کہ عقیدہ اکثر عوام کا یہ ہے کہ بدون بیعت نفع نہیں ہوتا اور بیعت ہوتے ہی ولی کامل ہو جاینگے ان وجوہ سے میں اسمیں احتیاط کرتا ہوں اسپر لوگ مجھکو وہمی کہتے ہیں مگر جب بعد میں وہ احتمالات صحیح نکلتے ہیں تو اب یہ وہم کی باتیں ہوئیں یا فہم کی اور میرے احتمالات کا باوجود ظاہر اُنکے بعید ہونیکے صحیح نکلنا میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ دلمیں ڈالدیتے ہیں اسلئے ایک کیساتھ کچھ معاملہ ہوتا ہے دوسرے کیساتھ دوسرا معاملہ تیسرے کیساتھ تیسرا معاملہ اور یہ فرق محض وجدانی ہے بیان میں نہیں آسکتا اس بیان میں نہ آنے پر میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں مجھکو تو بہت ہی پسند ہے۔ ؎

گر مصور صورت آں دلستان خواہد کشید ۔۔۔ لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

حاصل یہ ہے کہ امور ذوقیہ بیان میں نہیں آسکتے انمیں محض دلائل ظاہرہ پر زیادہ مدار نہیں اصل مدار ذوق پر ہے خواہ وہ دلائل ہی سے پیدا ہوا ہو صحابہ کے مناظرہ کا یہی رنگ تھا جسکے

متعلق ممکن ہے کہ آجکل یہ شبہ ہو کہ یہ کیسا مناظرہ نہ دلیل کا زیادہ اہتمام نہ اُسکا کافی جواب اور مناظرہ ختم دیکھئے ...... حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کا مناظرہ مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بارہ میں کس شان کا ہوا یہ اپنی کہتے رہے اور وہ اپنی مگر اسی سے حضرت عمر فاروق رضؓ کو شرح صدر ہو گیا۔ جمع قرآن کے مشورہ میں بھی یہی ہوا کہ ایک فرما رہے ہیں واللہ ہو خیر اور یہ ہی کہتے رہنے سے دوسری جانب شرح صدر ہو گیا ظاہر اً کیا یہ کوئی مناظرہ تھا مگر درحقیقت علوم اصلی وہی تھے اصلی مناظرہ وہی تھا کہ واللہ ہو خیر کہنے ہی سے مناظرہ ختم ہو گیا یہ اثر طلب حق کی نیت کا تھا وعدہ ہے حق تعالیٰ کا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا مناظرے اب بھی ہوتے ہیں مگر حق واضح نہیں ہوتا اسکا اصلی سبب یہ ہی ہے کہ طلب حق کا قصد نہیں ہوتا بلکہ حق کو قلب میں آنے سے دفع کرتے ہیں آجکل کے مناظرہ کا اصل مقصد غلبہ ہوتا ہے کہ ہیٹی نہ ہو سبکی نہ ہو چاہئے آخرت میں ذلت اور سُبکی ہو۔ حضرت امام صاحب نے اپنے صاحبزادہ کو مناظرہ سے منع فرمایا تھا صاحبزادہ نے عرض کیا کہ آپ بھی تو مناظرہ کرتے تھے امام صاحب نے عجیب بات فرمائی بھائی ہمارے تمہارے مناظرہ میں فرق ہے ہم دل سے یہ چاہتے ہیں کہ خصم کے منہ سے حق بات نکلے اور ہم اُسکو قبول کر لیں اور مناظرہ بند کر دیں گو ہم ہار ہی جائیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ خصم کے منہ سے حق بات نہ نکلے کہ ہمکو قبول کرنا پڑے اسلئے ہمکو مناظرہ جائز تھا اور تمکو ناجائز اور اب وقت تو نہ وہ صورت رہی نہ یہ صرف یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ ہیٹی نہ ہو خواہ حق کو رد ہی کرنا پڑے اور اسی نیت کی درستی کیلئے مناظرہ میں میں ایک اور شرط لگایا کرتا ہوں کہ جس سے گفتگو ہو اُس سے بے تکلفی ہو اسمیں یہ مصلحت ہے کہ بے تکلف دوست کی بات مان کر عادۃً میں نہ ہارتا ہوا شرماؤں اور نہ عجز کا اقرار کرتے شرماؤں اور ایسی بے تکلفی دوستوں میں ہوتی ہے یا اُستاد شاگرد میں ہوتی ہے باقی آجکل جو اہل باطل سے مناظرہ کرتے پھرتے ہیں اگر اہل باطل کے اسکات کی ضرورت ہو تاکہ دیکھنے والوں پر اُنکا عجز ظاہر ہو جائے اُسکو میں منع نہیں کرتا باقی قبول کی توقع سے بیکار ہے لیکن میرا جو طرز خاص اعتراض کے جواب میں ہے میں اُسکو ایک واقعہ کے پیرایہ میں بیان کرتا ہوں تحریکات کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے مکاتبت ہوئی وہ یہاں پر اسی میں گفتگو کرنے کے لئے آنا چاہتے تھے میں نے اُنکو جواب لکھا جسکا حاصل یہ ہے کہ گفتگو کی

کئی قسمیں ہیں ایک افادہ اور ایک استفادہ اور ایک مناظرہ - اب اگر افادہ مقصود ہے اجازت ہے مگر میرے ذمہ اسکا جواب نہ ہوگا بس سن لونگا یہ تو آپکی طرف سے تبلیغ ہوگی جب فرض ادا کر دیا تو جایئے اور اگر استفادہ مقصود ہے تو اسکے لئے تردّد شرط ہے اور تردد آپکو ہے نہیں اسلئے کہ آپ اپنی رائے کا اعلان کر چکے تردّد کی حالت میں اعلان نہیں ہوا کرتا اور اگر اب تردّد ہو گیا تو اب اعلان کر دیجئے کہ اب مجھکو تردد ہو گیا میری رائے سابق پر عمل نہ کیا جائے اسطرح جب یہاں آیئے - میں تقریر کرونگا اور اگر مناظرہ مقصود ہے تو اسکے نافع ہونیکے لئے بے تکلفی شرط ہے اور آپکی مجھسے بے تکلفی ہے نہیں ایسی حالت میں گفتگو کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپکو اپنی بات کی پچ ہوگی مجھکو اپنی بات کی بے تکلفی نہ ہونے کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی بات قبول کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوگی کہ اگر قبول کر لیا تو ہیٹی ہوگی سبکی ہوگی ایسی حالت میں گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا میرا اور آپکا وقت فضول بیکار جائیگا اُسکا جواب آیا کہ ہمکو اسکا جواب نہیں آتا حاضری کی اجازت دیدیجائے - میں نے لکھا کہ آجایئے سو وہ تو نہیں آئے دوسری مولوی صاحب آئے مولوی صاحب نے مجھسے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں نے خلوت میں گفتگو کرنیسے انکار کر دیا اور وجہ اسکی میں نے یہ بیان کی کہ مجمع میں گفتگو کرنیمیں تو آپکو خطرہ ہے کہ حکومت کے خلاف گفتگو ہوگی مگر اس خطرہ کیلئے آپ تیار ہیں کیونکہ آپ اپنی رائے کا اعلان کر چکے ہیں آپکو نہ جیلخانہ کا ڈر نہ مشینگنوں کا ڈر نہ توپوں اور فوجوں کا ڈر خلوت میں گفتگو کرنیمیں مجھکو خطرہ ہے کہ مجھپر اشتباہ ہوگا اور میں اسکے لئے تیار نہیں غرض خلوت میں گفتگو کرنیمیں آپکی کوئی مصلحت نہیں اور جلوت میں گفتگو کرنیمیں میری مصلحت ہے اسلئے آپ مجمع میں گفتگو کریں یہی مناسب ہے مولوی صاحب نے بکراہت جلوت میں گفتگو کرنیکو قبول کر لیا اور وقت گفتگو کا بعد نماز مغرب طے ہوا میں نے ملفوظات ضبط کرنے والوں سے کہا کہ تم پنسل کاغذ لیکر بیٹھ جانا اور مولوی صاحب جو فرمائیں اُسکو ضبط کر لینا اور مصلحت اس ضبط میں یہ ہے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر میں بعد میں غور کر سکوں کیونکہ خدانخواستہ کوئی ضد یا ہٹ تھوڑا ہی ہے یہ تو دین کا معاملہ ہے اور بیان کے وقت آدمی پورے طریق پر غور نہیں کر سکتا اور بعد میں اگر غور کرے تو کل تقریر کا دماغ میں محفوظ رہنا مشکل ہے اسلئے ضبط کا انتظام کیا گیا غرضکہ

(باقی آئندہ)

بعد نماز مغرب میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھ گیا اور مولوی صاحب سے عرض کیا کہ میں اسوقت فارغ ہوں آپ
تقریر شروع فرمادیں اُسوقت ایک مجمع خانقاہ میں موجود تھا یہ رنگ دیکھکر مولوی صاحب سمجھے کہ
اس نے تو اچھا خاصہ محکمہ قایم کرلیا خاموش رہے تقریر شروع نہیں فرمائی مجھے قرائن سے محسوس
ہوا کہ اسوقت انھیں گرانی ہے ۔ میں نے رعایت کی اور یہ رعایت تعلق قدیم کی بناء پر تھی ۔ مجھے
اُنکا ادب بھی ہے اور اُنکو بھی مجھسے محبت ہے تعلقات کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے
کہا کہ اسوقت ایک اور بات سمجھ میں آئی وہ یہ کہ جلسے میں نے اپنی مصلحت کیوجہ سے تقریر کے
ضبط کا انتظام کیا ہے کہ کوئی بات غور کرنے سے نہ رہجائے ایسے ہی آپکی مصلحت پر بھی نظر ہے
تاکہ بعد میں آپکو بھی افسوس نہ ہو کہ فلاں بات بیان سے رہ گئی اسلئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے
کہ آپ اسوقت گفتگو ملتوی کیجئے اور اپنے مستقر پر واپس تشریف لیجائیے کتابیں دیکھکر علماء اور لیڈروں سے
مشورہ کیجئے اُسکے بعد تقریر لکھئے وہ تقریر جامع ہوگی اور وہ تحریر بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجدیجئے
اسمیں آپکی اور میری دونوں کی مصلحت محفوظ رہے گی آپکو ضبط تقریر کا بہترین موقع ملے گا اور مجھکو
غور کرنیکا اسلئے کہ اسوقت کے ضبط کرنیمیں کوئی نہ کوئی بات رہجائیگی سب ضبط نہیں ہوگی غرض
یہ صورت اُس سے بہتر ہے ۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپکی تحریر کو دل نے قبول کرلیا تو میں رجوع
کرلونگا بلکہ اخباروں میں چھپوادونگا اور اگر دیکھنے اور غور کرنیکے بعد دل نے قبول نہ کیا تو خاموشی
اختیار کرونگا جس سے محض آپ ہی سمجھ سکیں گے کہ قبول نہیں کیا عام لوگونکو اسکا علم بھی نہوگا
میں نے یہ رعایتیں اسلئے کیں کہ میں ہمیشہ اہل علم کی عزت کو برقرار رکھنے کی تدابیر اختیار کرتا ہوں
اُنکی سبکی اور ذلت کبھی گوارا نہیں ہوتی غرض واپس تشریف لے گئے مگر آجتک بھی وہ تبلیغ نہ آئی
اسکے بعد پھر میرا اشتہار دیکھ لیا کہ یہ تحریک فتنہ ہے اسلئے پھر نہ خود آئے اور نہ مکاتبت ہوئی اور
اسی واقعہ میں اگر بے تکلفی ہوتی تو مناظرہ کا بھی مضائقہ نہ تھا ٹھنڈے دل سے گفتگو ہو سکتی تھی
یہ اصولی بات ہے جو میں اسوقت بیان کر رہا ہوں ایک مولوی صاحب نے مجھسے اپنی ایک مناظرہ
کی کتاب سے ایک دلیل بیان کی میں نے کہا کہ مولانا میں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا اس استدلال
کو آپ اپنی ضمیر سے صحیح سمجھتے ہیں کہا کہ نہیں میں نے کہا پھر کیوں ایسا استدلال کیا کہا کہ اجی
مناظرہ میں یوں ہی کام چلا کرتا ہے بس آجکل یہ مناظرہ کی حقیقت ہے اسی سلسلہ میں ایک صاحب نے

در مطبع جمال پرنٹنگ ورکس دہلی طبع شد ،

سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان اصول صحیحہ کی موافق بھی مناظرہ اُستاد اور شاگرد میں تو نامناسب نہیں مگر پیر مرید میں اسطرح بھی مناسب نہیں اگر شیخ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آوے دوسرے وقت پر چھوڑ دو اُس سے معارضہ نہیں کرنا چاہئے اگر ایسا کریگا فیض نہ ہوگا مناظرہ کی طرح ایک بے اعتدالی یہ بھی ہے کہ شیخ کے متعلق اگر کوئی شبہ ہو تو اُسی سے پوچھتے ہیں ایسا نہ چاہئے اول تو شبہ ہی کو جگہ ندے اور جو بہت ہی غلبہ ہو تو کسی دوسرے محقق سے شبہ رفع کرلے البتہ اگر اوس سے تعلق قطع کرلے تو پھر اُس سے پوچھنے کا بھی مضائقہ نہیں غرض یہ تعلق باطنی اور قیل وقال جمع نہیں ہوسکتے اسکو ظاہری تلمذ کے تعلق پر قیاس نہ کرنا چاہئے ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر طالب علمے کہ چوں وچرا نکند و ہر درویشے کہ چوں وچرا کند ہر دو را درچراگاہ باید فرستاد۔ یہ مسئلہ کہ پیر پر شبہ نکرے عوام میں بھی مشہور ہے کہتے ہیں کہ پیر کی پیری سے کام اُسکے افعال سے کیا کام ہے اسمیں ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ ایسی باتیں شبہ کی زیادہ ہیں یا کم اگر زیادہ ہوں تو ایسے شیخ کو چھوڑ دے تاویل بضرورت کیجاتی ہے اور یہاں ضرورت نہیں اور اگر کم ہیں تو اسوقت یہ تعلیم ہے کہ اُسکو نہ چھوڑو تاویل کرلو اور جو تاویل بھی سمجھ میں نہ آوے اُسکے درپے نہ ہو یہ کیا ضرور ہے کہ ہر بات سمجھ ہی میں آجایا کرے گو اسکی نظر میں وہ بظاہر لغزش ہی ہو تب بھی اُس سے خلاف نکرے بدگمانی نکرے اور اگر اسپر بھی دین کی ضرورت سے چھوڑے تو بدگمانی نہ ہو صرف یہ نیت ہو کہ وسوسہ میں اجتماع خاطر نہ ہوگا اور جب اجتماع نہ ہوگا تو فیض نہ ہوگا یہ ہیں آداب اس طریق کے

**ملفوظ ۲۰۶**۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پیر کو مرید پر ایسا اعتماد نہیں ہوتا جیسا اُستاد کو شاگرد کے تعلق پر اعتماد ہوتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اُستاد سے علم حاصل ہوتا ہے اور وہ جاتا نہیں تو اُسکا فیض ہروقت شاگرد کو نظر آتا ہے اور پیر سے تقوی حاصل ہوتا ہے اور وہ جاسکتا ہے اسلئے اُسکا فیض پیش نظر نہیں ہوتا۔

**ملفوظ ۲۰۷**۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجدد صاحب کے وقت تک وحدۃ الشہود ظاہر نہیں ہوا تھا اُسکو ظاہر کیا مجدد صاحب نے اور وحدۃ الوجود کو ظاہر کیا شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے مجدد صاحب اُنکے اقوال کو باطل کہتے ہیں مگر خود شیخ کو مقبول مانتے ہیں اور باطل کہنے کیوجہ بظاہر یہ

معلوم ہوتی ہے کہ مجدد صاحب کے سامنے شیخ کے ناتمام اقوال پیش کئے گئے

ملفوظ ۲۰۸ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جواب تو ہر بات کا ہوتا ہے مگر قابل دیکھنے کے یہ بات ہوتی ہے کہ وہ معقول ہے یا غیر معقول ایک غیر مقلد نے میرا رسالہ التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی دیکھکر ایک شخص سے کہا کہ اگر میرا فلاں رسالہ دیکھ لیتے تو اپنے اس رسالہ سے رجوع کر لیتے میں نے جواب دیا کہ اگر وہ میرا یہ رسالہ دیکھ لیتے تو وہ اپنے رسالہ سے رجوع کر لیتے اور یہ خاص مسائل تو سب علمی تحقیقات ہیں اور تحقیقات بھی غیر ضروری جن کا نہ جاننا ذرا بھی مضر نہیں اصل چیز عمل ہے اور اسمیں اخلال مضر بدون عمل سب بیکار ہے خواہ علم ظاہر ہو یا علم باطن اصل فضیلت عمل ہی کو ہے عمل ہی سے دین کی تکمیل ہوتی ہے ۔ دیکھئے صحابہ کو کتابی علم کہاں تھا مگر مقبولیت اظہر من الشمس ہے وجہ کیا کہ علم سے زیادہ اُنکے پاس عمل تھا ۔

ملفوظ ۲۰۹ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس سے بڑھکر دین کی کیا خدمت ہوگی خادمیں دین کو پیدا کرنا اور شریعت مقدسہ کی حفاظت کرنا سو اسکو مدارس عربیہ بحمد للہ عربی کی تعلیم دیکر اچھی طرح انجام دے رہے ہیں شریعت عربی میں ہے بدون عربی کے شریعت کا تحفظ مشکل ہے ۔

ملفوظ ۲۱۰ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کو ضرورت ہے فقراء کی اور فقراء کو ضرورت ہے علماء کی خواہ مخواہ جماعت بندی کر رکھی ہے ان دونوں فرقوں کی ضرورت کی ایک مثال ہے وہ یہ کہ بدون علم ظاہر کے ایسا ہے کہ جیسے حسین مگر ننگا اور بدون باطن کے ایسا ہے جیسے لکڑی کو قیمتی کپڑے پہنا دئے جائیں سو دونوں کی ضرورت ہے مگر فقرا سے مراد وہ اہل فن ہیں جو بقدر ضرورت اہل علم بھی ہیں جہلا فقرا مراد نہیں ۔

## ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۲۱۱ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو امام صاحب کا مذہب حدیثوں میں ایسا روشن نظر آتا ہے جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب بات یہی ہے معرفت کیلئے فہم کی ضرورت ہے بدفہم لوگ شب و روز معترض رہتے ہیں بینائی

تو اپنی خرابی اور آفتاب پر اعتراض۔

ملفوظ ۲۱۲۔ ایک صاحب نے مدرسہ دیوبند کے فتنہ حاضرہ کا ذکر کیا اور اپنی رائے کا بھی اظہار کیا کہ اگر ایسا ہو جائے تو فتنہ بند ہو جائے حضرت والا نے سنکر فرمایا کہ اگر آپ یہ مشورہ کارکنان مدرسہ کو دیں تو مناسب ہے میرے سنانے سے کیا فائدہ مگر اتنا بتلائے دیتا ہوں کہ یہ مدرسہ دیوبند میں نیا فتنہ نہیں ہے اس سے پیشتر بھی متعدد بار ایسا ہو چکا ہے مگر دفع ہو گیا اور وہ فتنہ اہل قصبہ کی طرف سے تھا اہل قصبہ اپنا ایک ممبر بڑھانا چاہتے تھے اسپر میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اگر بڑھ جائے تو ضرر ہی کیا ہے کثرت تو آپ کے خدام ہی کی ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو مدرسہ کے ٹوٹ جانیکا اندیشہ ہے حضرت نے جواب لکھا کہ مدرسہ مقصود نہیں مقصود رضاء حق ہے اور نااہل کا ممبر بنانا اور کام سپرد کرنا دین کے خلاف ہے سو اسپر تو مواخذہ نہ ہوگا کہ مدرسہ کیوں ٹوٹ گیا اسکے ذمہ دار اہل فتنہ ہوں گے مگر اسپر باز پرس ہو گی کہ نااہل کو کام کیوں سپرد کیا گیا۔

ملفوظ ۲۱۳۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اصول اور قواعد سے لوگ بہت گھبراتے ہیں ایک منتہی ولایتی طالب علم مرادآباد سے یہاں آئے تھے اُنہوں نے واپس جاکر یہاں کے ضوابط کے متعلق غیر جوابی خط لکھا کہ قرون اولی میں ایسے قواعد اور ضوابط نہ تھے اسلئے یہ بدعت ہیں اول تو یہ ہی صحیح نہیں کہ قواعد اور ضوابط نہ تھے ضروری قواعد ہمیشہ رہے ہیں دوسرے میں پوچھتا ہوں کہ جس مدرسہ میں ان طالب علم صاحب نے کتابیں ختم کی ہیں خود وہاں ایسے قواعد تھے کہ صبح ۶ بجے فلاں سبق اور سات بجے فلاں سبق تو اُنہوں نے خود علم بطریق بدعت حاصل کیا ہے کیا خرافات اعتراض ہے اسی طرح ایک شخص نے کہا تھا کہ فلاں چیز حضور کے زمانہ میں نہ تھی اسلئے بدعت ہے میں نے کہا کہ اگر یہی مدار ہے بدعت کا تو تم بھی حضور کے سامنے نہ تھے لہذا تم خود بھی بدعت ہو۔

ملفوظ ۲۱۴۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ مجھکو سخت بھی بتلاتے ہیں حالانکہ سختی اور مضبوطی میں بہت بڑا فرق ہے میں سخت نہیں ہوں بحمدللہ اصول صحیحہ میں مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسا کہ نرم تو اسقدر کہ جسطرح چاہو موڑ لو اور مضبوط اسقدر کہ اگر اُس سے ہاتھی

کو بھی باندھ دو تو وہ بھی کچھ نہیں بنا سکتا مضبوطی کو لوگ سختی سے تعبیر کرتے ہیں اگر اصول صحیحہ پر عمل کرے یا کرا وے تو اس میں سختی کی کیا بات ہے خیر یہ تو لطیفے ہیں اصل یہ ہے کہ بدون قواعد اور ضوابط کے کام نہیں ہو سکتا خصوص اس زمانہ میں جبکہ بدفہم دنیا میں بھرے پڑے ہیں اور ان لوگوں کو تو ہر دلعزیزی خوش رکھ سکتا ہے مگر اُس خوشی کا انجام وہ ہو گا جیسے ایک حکایت ہے کہ ایک شخص ہر دلعزیز تھے کسی دریا کے کنارے پہونچ گئے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارے بیٹھا رو رہا ہے وہ دوسرے کنارہ پر جانا چاہتا ہے اور ایک اُس کنارے رو رہا ہے وہ اس کنارے آنا چاہتا ہے انکے دل میں آیا کہ دونوں کو پار کردوں اپنے قریب والے کو لیکر چلا جب نصف دریا میں پہونچا تو دل میں یہ خیال ہوا کہ وہ بھی رو رہا ہے اب اتنا ہی اُسکا کام کروں ... یعنی اسکو یہیں چھوڑ کر اتنی ہی دور اسکو لانا چاہیئے تاکہ اُسکی بھی دل آزاری نہو بس اسکو بیچ دریا میں چھوڑا اُسکو لینے گیا یہ یہاں پر ڈوبنے لگا جب اُسکو لیکر اسطرف چلا اسکو ڈوبتے دیکھکر اُسکو چھوڑ کر اسکی طرف چلا اسکے پاس نہ پہونچا تھا کہ یہ ڈوب کر مر گیا اب اسطرف لوٹا تو وہاں تک نہ پہونچا تھا کہ وہ بھی ختم ہوا سو ہر دلعزیزی کا یہ نتیجہ ہے مجھسے ایسی ہر دلعزیزی کی کوئی امید نہ رکھے میں ہرگز اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتا لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہماری غلامی کیجائے مگر جب میں خود ہی دوسروں سے غلامی نہیں چاہتا پھر میں ہی اُنکی کیوں غلامی کروں البتہ اصول صحیحہ کے تم بھی غلام بنو اور میں بھی اُن ہی اصول میں سے میرا ایک یہ معمول بھی ہے کہ ایک خط میں صرف ایک مضمون ہو البتہ اگر اُس ایک ہی کے اگر چند اجزا ہوں تو دوسری بات ہے ورنہ اگر سب مستقل مضمون ہوں تو میں واپس کر دیتا ہوں کہ ایک خط میں ایک ہی سوال آنا چاہیئے

**ملفوظ** ۲۱۵ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جواب میں اگر اختصار نہ ہو تو یہ کام ڈاک کا روز کے روز کیسے ختم ہو سکتا ہے میں زمانہ طالب علمی میں مدرسہ دیوبند میں فتاوی لکھا کرتا تھا ایک سوال آیا بہت طویل تھا میں نے بھی اُسپر بہت طویل جواب لکھا حالانکہ مختصر جواب بھی کافی ہو سکتا تھا اور لکھکر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دستخط کیلئے پیش کیا دیکھکر اور دستخط فرما کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمکو فرصت بہت ہے ہم تو جب دیکھیں گے کہ جب سامنے کاغذات کا انبار ہو گا کہ اُسوقت بھی ایسے ہی طویل مضمون لکھتے ہو یا نہیں اب حضرت کا

فرمانا یاد آجاتا ہے۔

ملفوظ ۲۱۶ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر کوئی طالب علم کوئی بات پوچھتا ہے تو لکھ دیتا ہوں کہ اپنے اساتذہ سے پوچھو مگر طالب علموں کا طبقہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے جواب میں لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا مگر تسلی نہیں ہوئی ہیں لکھتا ہوں کہ اپنا شبہ اور انکا جواب نقل کرو اور تسلی نہ ہونے کی وجہ لکھو بس اسکے بعد انکا سوال ختم ہو جاتا ہے

ملفوظ ۲۱۷ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگ قادیانی یا شیعوں کی کتاب بھیجدیتے ہیں کہ اسکا جواب لکھدو انکی تو ایک سطر ہو گئی یہاں ایک پہاڑ لد گیا چونکہ میرے یہاں اصول ہیں میں لکھدیتا ہوں کہ کتاب خود دیکھکر ایک ایک شبہ کا جواب لیتے رہو خواہ کتنی ہی مدت لگے مگر اتنا کام کون کرے اس جواب سے انکا وضو شکست ہو جاتا ہے مگر مدرسہ والے ایسا ضابطہ کا برتاؤ نہیں کر سکتے اسلئے کہ کہیں لوگوں کو بد دلی نہ ہو جائے اور انکو ضرورت ہے خوش دلی کی تاکہ مدرسہ کی اعانت میں خلل نہو اہل مدارس کو اکثر امور میں ایسی رعایتوں کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ چندہ لیکر شکریہ ادا کرنا یہ بھی اُسی رعایت کی ایک فرد ہے میں نے اس شکریہ کے متعلق ایک مضمون بیان کیا تھا میرٹھ میں موتمر الانصار کا جلسہ تھا وہاں چندہ کی بھی تحریک کی گئی تھی میں نے اُس تحریک کیساتھ اپنے بیان میں یہ بھی کہدیا کہ ہم چندہ والوں کا شکریہ ادا نکریں گے خواہ دو یا نہ دو اسلئے کہ شکریہ وہ ادا کرے جو خود منتفع ہو جب یہ نہیں تو کیسا شکریہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ مضمون چندہ کے لئے مضر ہوا مگر بہت مفید ہوا خوب روپیہ برسا۔

ملفوظ ۲۱۸ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر جو استفتاء آتے ہیں میں جواب لکھکر دستخط کو ضروری نہیں سمجھتا اسپر بعض لوگ لکھتے ہیں کہ آپنے جواب تو دیا مگر دستخط نہ کئے میں لکھتا ہوں کہ دو صورتیں ہیں یا تو میرا خط پہچانتے ہو یا نہیں اگر پہچانتے ہو تو لکھے ہوئے جواب ہی سے پہچان لو اور اگر نہیں پہچانتے تو دستخط کسطرح پہچانو گے۔

ملفوظ ۲۱۹ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ملانوں کو لوگ بیگاری ٹٹو سمجھتے ہیں کہ پالان کسا سواری لی ٹہکاری دی چلدئے اور یہاں پر یہ بات ہے نہیں اسی وجہ سے خفا ہیں سو خفا ہوا کریں میں ان متکبروں کی وجہ سے اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتا میرا ایسے لوگوں کے لئے بھی یہ معمول ہے

کہ میں واسطہ سے گفتگو کرتا ہوں اسلئے کہ واسطہ سے جو بات چیت ہوگی اُسمیں مخاطب سامنے نہ ہوگا تو طبیعت میں اتنا تغیر نہ ہوگا جتنا کہ سامنے ہونے سے ہوتا یہ سب تجربہ کے بعد اصول قائم کئے ہیں ایک ایسے ہی شخص کی کسی غلطی پر میں نے مواخذہ کیا تھا اور وہ بھی بواسطہ اُس نے یہاں سے جاکر گھر سے خط لکھا کہ علم کا ادب تھا ورنہ میں انتقام لیتا اور اگر بلا واسطہ گفتگو ہوتی تو معلوم نہیں وہ شخص کہاں پہونچتا درحقیقت یہ کام ہی ایسا ہے اصلاح خلق کا اسکے ساتھ خوش خُلق مشہور ہو ہی نہیں سکتا مگر یہ ناگواری لوگونکی اُسی وقت تک ہے جب تک کہ بصارت نہیں بصارت ہوجانیکے بعد ہزار جان سے قربان ہونیکو تیار ہونگے اسکی تائید میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ یہاں ایک شخص تھے وہ آنکھیں بناتے تھے اُن سے ایک رئیس نے فرمایش کی کہ میں بھی اس علاج کو دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ ایک شخص آنکھیں بنوانے آیا اُنھوںنے رئیس کو مطلع کیا اُنکے سامنے سامان رکھا گیا جب اپریشن ہونے لگا مریض نے اُس معالج کو گالیاں دینا شروع کی مگر وہ اپنا کام کرتے رہے رئیس کو تعجب ہوا کہ تمکو ناگواری نہیں ہوتی وہ کہنے لگے یہ معذور ہے اور میں جانتا ہوں کہ اب تھوڑی دیر میں یہ دعائیں دیگا چنانچہ جب آپریشن ہوچکا اُسکے تھوڑی دیر بعد اُس نے دعائیں دیں خطا معاف کرائی اور فیس پیش کی یہ ہی صورت یہاں سمجھ لیجئے اور اگر یہ صورت نہ بھی ہو تو انتظار کسکو ہے اگر بداعتقاد ہوں تو ہوں اللہ تعالیٰ نیت خالص عطا فرمائے لوگوں کے حسن اعتقاد سوء اعتقاد سے ہوتا ہی کیا ہے لوگ تو ایسوں سے خوش ہیں جیسے آجکل کے شاہ صاحب ہوتے ہیں کسی کو باوا کہدیا کسی کو بیٹا بنالیا بس یہ اُن سے خوش اور وہ ان سے خوش اسکی ایسی مثال ہے جیسے مرتشی اہلکار سے سب خوش ہیں اور جو رشوت نہ لے اُس سے ناخوش یوں سمجھتے ہیں کہ جب اس نے لیا ہے تو کام ضرور کرے گا چاہے نہ بھی کرے سو ہم سے تو ایسا نہیں بنا جاتا چنانچہ یہاں جو لوگ آتے ہیں اُن سے بڑی چھان بین ہوتی ہے یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون طالب دنیا ہے اور کون طالب دین اس چھان بین پر دہلی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مجھکو مدرسہ عبدالرب کے جلسہ میں مدعو کیا گیا ایک صاحب یہاں سے میرے ساتھ ریل میں سوار ہوئے مجھکو کچھ شبہ ہوا میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جلسہ میں جارہے ہیں میں نے کہا کہ آپ میرے پاس نہ ٹھیریں اُنھوں نے کہا نہیں میں اور جگہ ٹھہرونگا بلا ظاہری سبب کے یہ بات میرے

دلمیں آگئی اسلئے میں نے صاف کہدیا اب دہلی پہونچے تو وہ بزرگ اسٹیشن سے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھکر مدرسہ آگئے وہاں پر شربت وغیرہ پلایا گیا وہ بھی شریک رہے میں نے اُنکی اس حرکت پر صبر کیا اور یہ سمجھا کہ عام چیز ہے کوئی حرج نہیں پھر شام کو کھانے پر موجود ہو گئے۔ مولانا عبد العلی صاحب اپنے پاس سے مہمانوں کے کھانیکا انتظام فرماتے تھے مدرسہ سے نہیں کرتے تھے اور مجھکو اسکی اطلاع بھی فرمادی تھی کیونکہ سمجھتے تھے کہ یہ شکی آدمی ہے بڑی ہی رعایت فرماتے تھے اُن صاحب کو دسترخوان پر دیکھکر بہت ناگواری ہوئی مگر مولانا کے سامنے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی آخر اُن سے کہا کہ آپ سے ایک بات کہنا ہے اور الگ لیجاکر ڈانٹا کہ یہ کیا نامعقول حرکت ہے تمکو بدون دعوت کے کھانا کب جائز ہے خاص کر تصریحًا کہدینے کے بعد جب اُنکا پاپ کٹا اب فکر ہوئی کہ اگر مولانا پوچھ بیٹھے کیا کہونگا مگر مولانا کچھ بولے نہیں سمجھ گئے کہ گئے تھے دوا در واپس ایا ایک تو اسی واسطے گیا ہوگا ایسے واقعات اکثر مجھکو سفر میں پیش آتے تھے اب تو مدت سے سفر ہی بند ہو گیا سو سب قواعد ایسی ہی ضرورتوں سے تجویز کئے گئے ضرورت سب کچھ کراتی ہے جو جو ضرورتیں پیش آتی رہیں ویسے ہی قواعد وضوابط مقرر ہوتے گئے اب دو تین روز سے بعض مہمانوں کے لئے استثنا ہو رہا ہے اور یہ استثنا ہے تو قواعد کے خلاف مگر ان لوگوں کی محبت کیوجہ سے انکو مستثنیٰ قرار دے رکھا ہے (مراد ان مہمانوں سے طلبہ مدرسہ دیوبند و مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہیں ۱۲ جامع) ان لوگوں سے تو خاص تعلق اور بے تکلفی ہے بوجہ طالب علم ہونیکے اور اس قسم کے بہت سے استثنا ہیں

ملفوظ ۲۲۰ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا لوگ بیحد غلطیوں میں مبتلا تھے بحمد اللہ اب سو برس تک تو تجدید کی ضرورت نہیں رہی اگر پھر غلط ہو جائیگا تو پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو جائیگا ہر صدی پر ضرورت ہوتی ہے تجدید کی اسلئے کہ مدت کے بعد نری کتابیں ہی کتابیں رہجاتی ہیں ابتو خدا کا فضل ہے کہ وضوح ہو گیا اور کتابیں فی نفسہ تو کافی ہیں مگر لوگ اُنمیں تحریفیں کر لیتے ہیں اور کتابیں تو درکنار قرآن پاک کو ہدی اور بینات فرمایا گیا ہے مگر اُسمیں بھی دیکھ لیجئے کہ لوگ معانی اور مطالب میں کسقدر گڑبڑ مچا دیتے ہیں۔

ملفوظ ۲۲۱ - ایک نو وارد صاحب نے درخواست بیعت کی حضرت والا نے بیعت کے متعلق

اصول اور قواعد بیان کر کے فرمایا کہ اب ان اصول اور قواعد کو سن لینے کے بعد جو رائے قائم کی ہو وہ بتلا دو اسپر ان صاحب نے عرض کیا کہ جو حضرت کی رائے ہو فرمایا کہ قواعد تبلانے کے بعد استفسار کے جواب میں یہ کہنا کہ جیسے رائے ہو نہایت بد تہذیبی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ استفسار لغو ہے کیا کلام کا معاشرت کا کوئی ادب نہیں استفسار پر اپنی رائے کو ظاہر کرنا چاہئے دوسرے پر بوجھ ڈالنا خلاف تہذیب ہے کام تو اپنا اور بوجھ دوسرے پر یہ کیا لغو حرکت ہے مجھے کیا خبر کسی کی مصلحت کی اور جب خبر نہیں میں کیا رائے دے سکتا ہوں آدمی کو فہم سے کام لینا چاہئے دوسرے پر بوجھ ڈالنا یا ستانا یہ کونسی عقلمندی کی بات ہے لوگوں میں فہم کا اسقدر قحط ہو گیا ہے کہ موٹی موٹی باتوں کو نہیں سمجھتے یہ کونسی باریک بات تھی جسکا جواب خود نہیں دے سکے مجھپر بار ڈالنا چاہتے ہیں خود تجویز کر کے مجھکو تبلانا چاہئے اسپر بھی وہ صاحب خاموش رہے حضرت والا کے مکرر سہ کرر فرمانے پر بھی کوئی جواب نہیں دیا فرمایا کہ اسوقت آپ یہاں سے اٹھ جائیے آپ تکلیف پر تکلیف پہونچا رہے ہیں جسوقت جواب سمجھ میں آجائے اسوقت آئیے اور آکر مجھکو اطلاع کر دیجئے وہ صاحب مجلس اٹھکر چلے گئے۔

## ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

**ملفوظ ۲۲۲**- ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو خود ان آنے والے حضرات کی برکت سے مستفیض ہونیکا متمنی رہتا ہوں اسلئے کہ مجھکو اپنی حالت خود معلوم ہے کبھی اسکا وسوسہ بھی نہیں ہوتا اور نہ آتا ہے کہ مجھسے انکو کوئی نفع پہونچ رہا ہے حتیٰ کہ عین مواخذہ کی حالت میں بھی میں اپنے مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ مگر اصلاح کی ضرورت سے تادیب کرنا پڑتی ہے۔

**ملفوظ ۲۲۳**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی نیک عمل کر لینے کے بعد پھر جب کسی نیک عمل کی توفیق ہو تو یہ اسکی علامت ہے کہ پہلا عمل قبول فرما لیا گیا تب ہی تو پھر عمل کی توفیق نصیب ہوئی ورنہ مطرود مخذول ہوتا ہے

حضرت اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے عجیب و غریب تحقیقات ہوتی تھیں۔ ایک شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ذکر و شغل کرتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا فرمایا کہ بھائی ذکر میں مشغول ہو اللہ اللہ کرنیکی توفیق دیدی گئی یہ کیا تھوڑا نفع ہے۔

۲۴۴ ملفوظ - ایک مدرسہ عربیہ کا ذکر تھا اس سلسلہ میں فرمایا کہ علماء کو تو اپنے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنا چاہئے دیکھئے جسقدر متمدن اور سیاسی قومیں ہیں اُنمیں بھی تقسیم عمل معمول ہے اگر سب ایک ہی طرف اور ایک ہی کام پر لگ جائیں تو ملک کا تمام نظام درہم برہم ہو جائے اس مدرسہ کی سرپرستی میرے سر تھوپ دی گئی تھی مگر وہاں سیاسیات کا زور ہو گیا اسلئے میں یہ چاہتا رہا کہ کسطرح اس سے سبکدوش ہو جاؤں مگر اب موقع ہاتھ لگ گیا اسلئے مستعفی ہو گیا اور یہ استعفا بعض ممبروں کی ایک تحریر کی بنا پر تھا اس تحریر کے الفاظ ایسے دل آزار اور دل شکن تھے جو تہذیب سے بھی گرے ہوئے تھے آخر تہذیب اور شائستگی بھی کوئی چیز ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ جس چیز کا تحمل نہ ہو اُس سے علیحدہ ہونا ہی مناسب ہے مجھے ایسی چیزوں سے مناسبت بھی نہیں اسلئے ایسی چیز گراں ہوتی ہے اُس تحریر کے بعد یہاں مدرسہ کے ممبران وفد کی صورت میں آئے تھے اُنمیں وہ صاحب بھی تھے جنکی وہ تحریر تھی میں نے ان سے صاف کہدیا کہ مجھکو اس آپکی تحریر سے رنج ہوا ہے اور رہیگا اب سے اُسکی شکایت ہوئی اور ہے اور رہیگی جبتک کہ اُسکا تدارک نہ ہوگا اسپر معافی چاہی میں نے کہا کہ جسدرجہ کی غلطی ہے اُسی درجہ کی معذرت ہو تب اُسکا تدارک ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ تحریری غلطی ہے تحریری ہی معذرت ہو اور چونکہ اُس تحریر کا اعلان ہو چکا ہے لہذا معذرت کا بھی اعلان ہونا چاہئے میں نے یہ بھی کہا کہ اگر کسی سرپرست پر اعتماد نہ ہو تو ایسے شخص کو سرپرست بنایا جائے جسپر اعتماد ہو وہ کوئی بھی ہو پھر اختیارات اُسکے وہی ہونگے جو سابق سرپرستوں کے رہ چکے ہیں اسپر ایک صاحب بولے نہ سرپرست کے تدین پر فہم پر اعتماد ہے مگر اہل غرض سرپرست کی رائے کو بدل دیتے ہیں میں نے کہا کہ یہ شبہ تو مجلس عاملہ اور کارکنان مدرسہ پر بھی ہو سکتا ہے آخر میں میں نے کہدیا کہ میں نہ اُس غلطی کے اعلان کا منتظر ہوں نہ مستدعی ہوں نہ مشتاق ہوں اگر ساری عمر بھی آپ ایسا نہ کریں تو مجھے کوئی ضرورت نہیں صرف اپنی رضا کی شرط بتلائی ہے اور حضرت واقعہ تو یہ ہے کہ اب نہ سرپرستی کا

وقت ہے نہ بُت پرستی کا اب تو وقت اسکا ہے کہ ایک گوشہ میں خاموش گمنام ہو کر بیٹھ جائے مولانا رومی رح فرماتے ہیں ؎

ہیچ کنجے بے دو و بے دام نیست — جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

۲۲۵ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو اکثر بدفہم بدعقل ہی لوگ عہدوں پر ممتاز ہیں ایک شخص کہتے تھے کہ لکھنؤ میں میونسپل بورڈ کے قوانین بدلے گئے تھے اُنمیں قبرستان کے متعلق بھی کچھ قوانین تھے ایک شخص کا انتقال ہوا وارثوں نے قبر کی جگہ کے لئے درخواست کی تو حکم ہوتا ہے کہ تین دن قبل درخواست دینا چاہئے تھی عجیب بات ہے کہ مرا تو آج اور درخواست دیجائے تین روز قبل جنازہ کی مناسبت سے ایک قصہ بیان کیا کہ ایک گاؤں میں میں نے ایک حافظ صاحب کو امامت کے لئے بھیجدیا تھا ایک شخص کا انتقال ہوا اون سے نماز جنازہ پڑھانیکو کہا گیا اسپر حافظ صاحب نے کہا کہ مجھکو نماز جنازہ کی دعا میں کچھ شبہ ہے میں اسکو صحیح کرلوں تب پڑھاؤنگا گاؤں والوں نے نماز جنازہ کسی دوسرے شخص سے پڑھواکر دفن کر دیا اور وہ حافظ صاحب دعا صحیح کر کے اگلے روز فرماتے ہیں کہ اب لے آؤ جنازہ میں نماز پڑھادونگا میں نے جب یہ واقعہ سنا تو میں نے اُن حافظ صاحب کا نام حافظ جنازہ رکھدیا تھا تو بعض باتیں ایسی بے ڈھنگی ہوتی ہیں۔

۲۲۶ ملفوظ۔ ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ میں نے فلاں مقام پر ایک مدرسہ کا افتتاح کیا ہے اسکے یہ انتظامات ہیں اور ایک جلسہ مدرسہ کا کیا گیا اور بڑی دیر تک اسکی تعریف کرتے رہے حضرت والا نے سنکر فرمایا کہ جتلاتے کیوں ہو کہ میں نے مدرسہ جاری کیا جلسہ کیا کچھ خبر بھی ہے اسمیں نفس کی آمیزش ہوجاتی ہے عرض کیا کہ بیان سے یہ مقصود نہیں فرمایا کہ تمکو کیا خبر اپنے مرض کی نفس وہ چیز ہے کہ اسکا کید خفی اہل نظر کو بھی بعض اوقات محسوس نہیں ہوتا ایک بزرگ کسی درویش کے مہمان ہوئے اُس درویش نے خادم سے کہا کہ اس صراحی میں سے پانی لاؤ جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے اُن بزرگ نے فرمایا کہ بندہ خدا تو نے دونوں حجوں کا ثواب برباد کیا تو کام کر کے جتلایا نہیں کرتے اور اگر دعا مقصود تھی تو اُس تفصیل کی ضرورت نہیں بعض اوقات اپنے مرض کی خبر نہیں ہوا کرتی اور جگہ

تم لوگونکو روک ٹوک نہیں کی جاتی میں کرتا ہوں اسوجہ سے بدنام ہوں دوسرے لوگ عرفی اخلاق کیوجہ سے کچھ نہیں بولتے مجھسے ایسے عرفی اخلاق اختیار نہیں کئے جاتے میں مکرر کہتا ہوں کہ یہ بھی نفس کی شرارت ہے کہ دعا کے بہانے سے اپنی روئداد سنادی حضرت نفس کے کید نہایت ہی خفی ہیں عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ اتنی سختی کے بعد آپنے تسلیم کیا۔

۲۲۷ ملفوظ۔ ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے اور حضرت والا سے مصافحہ کرنیکے بعد تمام مجلس سے مصافحہ شروع کردیا حضرت والانے فرمایا کہ یہ طریقہ کس نے سکھایا ہے اگر مجلس میں پچاس آدمی ہوں تو اچھا خاصہ مشغلہ ہوجائیگا اپنے اپنے کام چھوڑ کر تمھاری طرف متوجہ ہوں ایک شخص سے مصافحہ کرلیا سبکی طرف سے ہوگیا آخر سلام سب کو الگ الگ کیوں نہیں کیا معاشرت تو لوگونکی برباد ہی ہوگئی غرض ہر چیز کے اصول ہیں ادنی سی بات ہے پنکھا کھینچنا اسکے بھی آداب ہیں مثلاً اگر کوئی پنکھے کے قریب آنے لگے یا جانے لگے اُسوقت پنکھا روکدینا چاہئے ورنہ مشین میں اور آدمی میں فرق ہی کیا رہا ایسی باتوں پر لوگ مجھسے خفا ہیں ایک شخص نے بطور اعتراض کہا کہ آپکے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے میں نے کہا کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ انگریزوں میں ہمارا سا انتظام ہے انگریزوں نے بھی تو اسلام ہی سے یہ سبق سیکھا ہے وہ ادر کہاں سے لائے تھے۔ حیدرآباد دکن میں میں ایک بہت بڑے عہدہ دار کے ساتھ ٹکسال دیکھنے گیا ایک انگریز سیر کرانے والا تھا اُنکی خاطر سے بہت اہتمام کیا تھا اُس نے سیر کرائی جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے اُس انگریز سے کہا کہ تمھارے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا تمھارے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں وہ عہدہ دار باہر آکر مجھسے کہنے لگے کہ آپ نے عجیب طرز سے شکریہ ادا کیا کہ اُسکی تعریف بھی کردی اور اُسکو گھٹا بھی دیا میں نے کہا کہ واقعہ ہے کہ یہ ہمارے گھر کی چیز ہے جو انھوں نے اختیار کرلی اسلئے انکو ہمارے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے نہ کہ عکس۔

۲۲۸ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ اصل چیز راحت رسانی ہے خواہ اسکا نام ادب رکھئے یا تعظیم رکھئے دیکھئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرا صحابہ کو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع فرمادیا تھا کیا صحابہ کا جی نہ چاہتا ہوگا مگر جب یہ

معلوم ہو گیا کہ حضور کو ہمیں راحت ہے اسکے خلاف نہیں کرتے تھے یہ ہے اصل ادب اور تعظیم۔

# ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس بعد نماز جمعہ

۲۲۹ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک گاؤں والے نے جو دیندار تھا اور بے تکلف حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو پاؤں دبواتے ہوئے دیکھا کہنے لگا کہ مولوی جی جی تو بڑا خوش ہوتا ہوگا میں پاؤں دبوا رہا ہوں فرمایا کہ ہاں خوش تو ہوتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ میں بڑا ہوں بلکہ راحت کی وجہ سے تو وہ کہتا ہے کہ بس تو تمکو پاؤں دبوانے جائز نہیں کیا ٹھکانا ہے اس فہم کا۔

۲۳۰ ملفوظ۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں خود ایک زمانہ تک اس غلطی میں مبتلا رہا کہ سب کے ساتھ مساوی برتاؤ رکھنا چاہیئے اب تو میں غلطی ہی کہونگا کیونکہ حدیث شریف میں ہے حضور بھی سب کے ساتھ مساوات نہ فرماتے تھے خود مجالس میں بھی جیسی توجہ اور بے تکلفی حضرات شیخین کیساتھ فرمائی جاتی تھی کسی کی ساتھ کبھی نہ تھی۔

۲۳۱ ملفوظ۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قبض بھی تربیت میں نافع ہوتا ہے۔

۲۳۲ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل خدمت اکثر مجاذیب ہوتے ہیں اور ان کے اسرار اکثر سمجھ میں نہیں آتے اس قسم کے مضامین میں نے ایک وعظ میں بیان کئے ایک عالم خشک نے اعتراض کیا کہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کہ اہل خدمت بھی کوئی چیز ہوتے ہیں میں نے راوی سے کہا کہ اُن سے پوچھنا چاہیئے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو کیا کہو گے گو یہ اصطلاح قرآن میں نہ آئی ہو مگر عنوانات تو مقصود نہیں ہوتے معنون مقصود ہوتا ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں واقعات خضریہ کے توجیہ میں فرمایا کہ غالباً پہلے شرائع میں کشف والہام حجت ہوگا اور ہماری شریعت میں وہ حجت نہیں پھر اگر کسی بزرگ سے کوئی امر قولی یا فعلی جو ظاہراً منکر ہو صادر ہو اسمیں دوسری تاویل کرینگے بدگمانی کرکے ان حضرات کو ملحد اور دہری کہنا بڑے ظلم اور غضب کی بات ہے پھر بطور تفریع کے فرمایا کہ ہم لوگوں کو وہابی کہتے ہیں کسی وہابی کے کلام میں تو صوفیا کی حمایت دکھلا دو۔

ملفوظ ۲۳۳ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اِن جاہل صوفیوں کی بدولت طریق بدنام ہو گیا ورنہ طریق بالکل بے غبار اور واضح ہے اسپر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص صوفی الہ آباد میں ملے صاحب تصنیف تھے اُنھوں نے مجھسے سماع کے متعلق سوال کیا میں نے سوچا کہ انکے ساتھ فتووں سے تو کام چلتا نہیں اسلئے میں نے اُن ہی کے مذاق پر اُن سے پوچھا کہ یہ بتلایئے اس طریق کی روح کیا ہے جو حاصل ہے سلوک کا کہا کہ مجاہدہ میں نے کہا کہ مجاہدہ کی کیا حقیقت ہے کہا کہ نفس کی مخالفت میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ تمہارا نفس سماع کو چاہتا ہے یا نہیں کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا نفس بھی چاہتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ تم نفس کا چاہا ہوا کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اس حالت میں صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم درویش تم ہوئے یا ہم صوفی تم ہوئے یا ہم چپ رہ گئے اور کچھ سکوت کے بعد کہا کہ آج غلطی پر تنبہ ہوا اور سمجھ میں آ گئی پھر تائب ہو گئے

ملفوظ ۲۳۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ مجھپر اکثر عنایت فرماتے رہتے ہیں (یعنی اعتراض) کہتے ہیں کہ یہ جو بعض دفعہ ہدایا وغیرہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ بہت سا آئے یہ نہ لینے کی حکمت بیان کی خیر یہ تو خواہ حکمت ہو یا نہ ہو مگر اس سے ایک مسئلہ نکل آیا کہ ایک ضد کبھی دوسری ضد کا سبب بن جاتی ہے جیسے صورۃً نہ لینا اور حقیقۃً زیادہ نہ لینا اسیطرح تکبر کبھی بصورت تواضع ظاہر ہوتا ہے اور ریا کبھی بصورت خلوص ظاہر ہوتی اب اسکو سنکر بعض لوگ دوسرے وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ انکو اپنے تمام افعال میں اُنکی ضد کا شبہ اور وسوسہ ہو جاتے ہیں یعنی اخلاص میں وسوسہ ہوتا ہے کہ شاید اسمیں خفی ریا ہو سو اسکے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ ان اوہام کی طرف التفات نکرو یہ وساوس ہیں اگر آویں آنے دو انکی فکر ہی میں نہ پڑو بس انکا قصد نکرو اور انکے اقتضاء پر عمل نہ کرو انکی فکر میں پڑنا یہ بھی شیطان اور نفس کی شرارت ہے کہ اسمیں مشغول کر کے اللہ کی مشغولی سے باز رکھنا چاہتے ہیں بس کام میں لگو انشاء اللہ تعالیٰ کشتی پار لگ جائیگی -

## ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

۲۳۵ ملفوظ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دعا میں جی نہیں لگتا فرمایا کہ جی نہ لگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسکا اثر فوراً نظر نہیں آتا مثلاً کوئی دعا میں روپیہ مانگے اور فوراً جھن جھن ہونے لگے یا سیب مانگے اور فوراً آ پڑے پھر دیکھیں ... کیسے جی نہ لگے بس جی نہ لگنا مرادف اس خیال کا ہے کہ اسکو ملے گا نہیں سو یہ خیال خود محرومی کی دلیل ہے مانگنے کے وقت تو یہ استحضار ہونا چاہئے کہ ضرور دینگے باقی دینے کی حقیقت یہ ہے کہ اُنکی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ ہم سے جو کوئی خیر طلب کرتا ہے ہماری رحمت خاص اسطرف متوجہ ہو جاتی ہے تو دعا کا اثر رحمت خاصہ ہے نہ کہ اس قیود مطلوبہ مثلاً کسی سائل نے کسی سے روپیہ مانگا اور اُس نے اشرفی دیدی اگر وہ قیمت نہیں جانتا تو اُسکو غلطی ہوگی کہ روپیہ ہی کیوں نہ ملا تو جیسے وہاں حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے یہ نہیں سمجھا کہ روپیہ کے بجائے اُس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اشرفی مل گئی ایسے یہاں حقیقت نہ سمجھنے کی بدولت اپنے کو محروم سمجھتا ہے مثلاً مانگے تھے سو روپئے اور نفلوں کی توفیق ہو گئی تو یہ کیا کچھ کم رحمت ہے۔ مگر یہ سمجھتا ہے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔

۲۳۶ ملفوظ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں اہل علم اور طلبہ کا کافی مجمع رہا بڑی رونق فرمایا کہ یہ بھی کوئی رونق ہے کہ مجمع رہا تھا اس سے بڑھکر یہ رونق ہے کہ اب کوئی نہیں سوائے ایک کے مگر ایک بات اس جماعت کی قابل قدر ہے کہ باوجود کثرت کے کوئی بات کلفت کی پیش نہیں آئی نہایت ادب اور تہذیب سے کئی روز گذار گئے۔ مگر یہاں پر رہ کر جانے والوں پر بعضے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہتے ہیں کہ خشک ہو گئے کوئی کہتا ہے صوفی ہو گئے غرض بیچاروں کو قسم قسم کے اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اسقدر اجنبیت ہو گئی اس طریق سے۔

۲۳۷ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہر معاملہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ حضرت یہ چاہتے ہیں کہ جو غیر ضروری بات جمعیت قلب کے خلاف ہو اسکو ترک کر دو اور ایسی چیزوں سے اکثر منع فرماتے تھے۔

۲۳۸ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت خاص تو عمل ہی سے معلوم ہو سکتی ہے محض

قربانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہاں کے ایک بزرگ بڑوت میں رہتے تھے محبت کے جوش میں مولد شریف بہت کرتے تھے اُنھوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ارشاد فرمایا کہ ہم اُس سے زیادہ خوش نہیں جو ہماری بہت تعریف کرے ہم تو اُس سے خوش ہوتے ہیں جو ہمارا اتباع کرے۔

۲۳۹
**ملفوظ**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب وغریب تحقیقات اور حکمتیں ہوتی تھیں ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی حکمت کی بات فرمائی کہ جب کسی معاملہ میں تم سے کوئی قیل وقال وبحث جدال کرے تم سب رطب ویابس اسکے سپرد کرکے خاموش الگ ہوجاؤ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔

۲۴۰
**ملفوظ**- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں تحریکات کے سست ہوجانے پر فرمایا کہ اب تو وہ قصہ بھی ختم ہوگیا مگر حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے پہچانا ہی نہیں اگر مولانا کو یہ مدعیان اعتقاد لوگ پہچان لیتے تو سب سے پہلے یہی لوگ مولانا کے مخالف ہوتے یہ لوگ یہ سمجھے کہ مولانا ہمارے جیسے ہیں مگر یہ سمجھنا ایسا ہے جیسے شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ سمجھا کہ حضرت علی ہم جیسے ہیں اگر انکو یہ معلوم ہوجاتا کہ حضرت علی رضؓ ان جیسے نہیں تو سب سے پہلے یہ شیعہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہوتے۔

۲۴۱
**ملفوظ** ملقب بتدبیر الفلاح) ایک صاحب نو وارد متمول نے چند ضروری باتیں مسلمانوں کی دنیوی فلاح وبہبود کے متعلق بصورت سوال حضرت والا کی خدمت میں برائے مشورہ پیش کیں اور اسپر حضرت والا کا جواب حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

ایک نو وارد متمول صاحب کلکتہ سے دیوبند اور دیوبند سے ایک مولوی صاحب کو ہمراہ لیکر تھانہ بھون حاضر ہوئے مولوی صاحب موصوف نے اُن صاحب کی غیبت میں حضرت والا سے بیشتر ملاقات کی اور عرض کیا کہ یہ بہت بڑے شخص ہیں باعتبار تمول کے کلکتہ میں مسلمانوں کے اندر ان کی ایک ممتاز ہستی ہے حضرت والا سے بعض ضروری باتوں کے متعلق بغرض مشورہ کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اگر حضرت والا اجازت فرمائیں اور کوئی وقت گفتگو کا متعین فرماویں تو میں اُن سے کہدوں حضرت والا نے فرمایا کہ اُن سے تو جب گفتگو ہوگی اُنکو مشورہ دیا ہی جاویگا مگر اُن سے پہلے بغرض خیر خواہی آپکو مشورہ دیتا ہوں وہ یہ کہ آپکو اُنکے ہمراہ آنیکی

کون ضرورت تھی جب کلکتہ سے دیوبند تک خود آ گئے تھانہ بھون آنا کون مشکل تھا میں اہل علم کے لئے ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا یہ اہل دنیا خصوص اہل مال اہل دین اور اہل علم کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں اسلئے اہل علم کو ہرگز انکی چاپلوسی نہیں کرنی چاہئے منہ بھی نہ لگانا چاہئے اب آپکی ہی ہمراہی کے سبب مجھکو انکی بعض مراعاتیں کرنی پڑیں گی آپ ہمراہ نہ ہوتے تو جو مصلحت وقت اور ضرورت سمجھتا وہ اُنکے ساتھ برتاؤ کرتا آئندہ ایسے بات کا آپکو خیال رہنا چاہئے میں جو آپ کو مشورہ دے رہا ہوں اسمیں بڑی مصلحت اور حکمت ہے عرض کیا کہ میں بہت اچھی طرح سمجھ چکا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا اور اس میری کم فہمی اور غلطی کو حضرت والا معاف فرمائیں۔ فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ آپ کم فہم ہوں نہ میرا یہ مطلب ہے بلکہ بے فکری اسکا سبب ہے اگر کسی کام کرنے سے قبل اسمیں فکر اور غور کر لیا جائے تو صدور غلطیوں کا تو پھر بھی ممکن ہے مگر شاذونادر جو النادر کالمعدوم کا مصداق ہوگا اور بدون فکر اور غور کے بکثرت صدور ہوتا ہے یہ فرما کر فرمایا کہ اُن صاحب کو اسی وقت بلا لیا جائے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کیا بات کہنا چاہتے ہیں میں انکو اسی وقت فارغ کر دونگا تاکہ اُنکا بھی کوئی حرج نہ ہو اور میں بھی یکسو ہو جاؤں بعد فراغ اُنکو قیام کے متعلق اختیار ہوگا چاہے واپس جائیں یا رہیں میری وجہ سے نہ انکا حرج ہو اور نہ کلفت ہو غرضکہ اُن صاحب کو مجلس میں بلا لیا گیا بعد سلام اور مصافحہ کے اُن صاحب نے عرض کیا کہ میں کلکتہ سے دیوبند ہوتا ہوا حضرت والا کی خدمت میں چند ضروری باتیں بطور مشورہ عرض کرنیکی غرض سے حاضر ہوا ہوں اگر اجازت فرمائی جائے تو عرض کروں فرمایا سر آنکھوں پر شوق سے فرمائے انشاء اللہ تعالیٰ سنکر جو ذہن میں آئیگا میں بھی بے تکلف عرض کر دونگا آپ فرمائیں۔ (۱) مدرسہ دیوبند میں بقدر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی چاہئے۔

(۲) میرا خیال ہے کہ میں چند طلباء عربی کو کلکتہ لیجا کر انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دلواؤں تاکہ دوسرے ممالک میں جاکر تبلیغ کر سکیں۔

(۳) مسلمانوں کو تجارت کی سخت ضرورت ہے انکو اسکی طرف رغبت دلائی جائے۔

(۴) مسلمان دوسری قوموں سے خرید و فروخت اور لین دین چھوڑ دیں اسکی تحریک علماء کو کرنا چاہئے یہ ہیں وہ باتیں جو مجھکو حضرت والا سے عرض کرنی تھیں اب جو حضرت والا کا

۱۷

مشورہ ہو اُسپر عمل کر لیا جاوے۔

## حضرت والا کا جواب

آپکے خیالات نیک نیتی پر مبنی ہیں آپ کے مسلمانوں کی تکلیف کا احساس کیا آپکے دلمیں اُنکی طرف سے درد ہے جسکی مجھکو بھی مسرت ہوئی اسلئے کہ اہل تمول مسلمانوں کو قطعاً اس طرف التفات نہیں کہ غریب مسلمانوں کی خبر گیری کریں میرے ذہن میں آپکی باتیں سنکر جو مفید اور کار آمد مشورہ آیا ہے وہ میں بے تکلف عرض کرتا ہوں اُمید ہے کہ خالی الذہن ہو کر آپ بغور سنیں گے اور جہاں جس بات پر شبہ ہو میری تقریر کے بعد اُسکو ظاہر فرمائیں گے میں پھر اُسکے متعلق عرض کرونگا تقریر کے درمیان میں بولنے سے ایک اُلجھن پیدا ہوگی۔ پہلے اور دوسرے سوال کا جواب آپکا یہ فرمانا کہ مدرسہ دیوبند میں بقدر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی چاہیئے اور طلبا عربی کو دوسری جگہ پر لیجا کر انگریزی تعلیم اس نیت سے دلوائی جائے کہ وہ دوسرے ممالک میں جاکر تبلیغ کرسکیں اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ طریق مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ مضر ہوگا مدرسہ میں انگریزی داخل ہونے سے خلط مبحث ہو جائیگا اب جو کام مدرسہ میں ہو رہا ہے یہ بھی نہ ہوگا مدرسہ ایک معجون مرکب ہو جائیگا اسکی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ کو تو اپنی حالت پر رہنے دیجئے جو کام ہو رہا ہے ہونے دیجئے اور انگریزی کے متعلق ایک درس گاہ الگ تیار کرا دیجئے اُسکا نظم و نسق ان ہی حضرات کے ہاتھ میں رہے جو عربی کا نظم و نسق فرما رہے ہیں اور صورت اُسکی یہ ہو کہ عربی کے فارغ التحصیل طلبا انگریزی درس گاہ میں تعلیم پائیں اور جبتک طلبہ فارغ التحصیل نہ ہو جائیں اُنکو انگریزی تعلیم پانیکی اجازت نہ ہو ہاں فراغت کے بعد کوئی حرج نہیں اسلئے کہ قبل فراغ اندیشہ ہے اُس طرف کے جذبات کے غلبہ کا اور بعد فراغ یہ اندیشہ نہ رہیگا فراغ کے قبل اجازت نہ ہونیکی مصلحت یہ ہے کہ اکثر لقد غالب آجاتا ہے اُدھار پر اور اس صورت مجوزہ میں مدرسہ کا کوئی حرج نہ ہوگا ایک یہ بات بھی ضروری ہے کہ کتابیں ختم کرنیکے بعد جبتک دو چار مرتبہ نہ پڑھالے علم محفوظ نہیں رہ سکتا سو فارغین گھنٹوں کے حساب سے دونوں کام کر سکتے ہیں یعنی فارغ التحصیل طلبہ اس صورت میں عربی بھی پڑھا سکتے ہیں اور انگریزی بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور دوسری جگہ ہو نیکہ فارغ التحصیل طلبا کا بھی تعلیم انگریزی پانا مضرت سے خالی نہیں اُن کا

یہ رنگ رہ ہی نہیں سکتا اور نہ اُس کام کے بن سکتے ہیں جو آپکی غرض ہے اُسکا بھی صحیح طریق یہی ہے کہ اپنے اون ہی قدیم اساتذہ کی نگرانی میں تعلیم پائیں تاکہ اُنکے جذبات پر بُرا اثر نہ پڑے یہاں سے الگ ہو کر ان جذبات کا محفوظ رہنا مشکل ہے جسکا نتیجہ بجائے ہدایت کے گمراہی ہوگا اور انگریزی کو خود مدرسہ میں داخل کر دینے سے عوام کے اوپر بھی بُرا اثر ہوگا وہ شروع ہی سے اپنے بچوں کو تعلیم انگریزی کیلئے بھیجنا شروع کر دینگے اُنکے پاس اس سمجھنے کا کوئی معیار ہی نہیں کہ اسکو مدرسہ دینیہ ہی کی شاخ بنا کر رکھنا چاہئے اور مدرسہ دینیہ ہی کے خدام اس انگریزی شاخ کے نگراں ہیں اور میری مجوزہ صورت میں ہر مصلحت محفوظ رہ سکتی ہے اور جیسے مبلغ آپ چاہتے ہیں ویسے تیار ہو سکتے ہیں اسلئے کہ جذبات وہی دین رہیں گے غرضکہ مدرسہ دینیہ کے ماتحت انگریزی درسگاہ کو رکھنا چاہئے تاکہ انگریزی خانہ عربی خانہ سے زیادہ مقصود نہ ہو جاوے پھر اس اہتمام اور نگرانی کے بعد اگر کوئی بگڑے تو بگڑے ہم تو ذمہ دار نہ ہونگے اور اسکے خلاف صورت میں ہم ذمہ دار ہونگے یہ ہے فرق دونوں صورتوں میں اور میں اس سے آگے توسع کر کے کہتا ہوں اور آپکے درد کی قدر کرتا ہوں اور اسکے لئے میں یہانتک تیار ہوں کہ مدرسہ دیوبند کو اسی موجودہ حالت پر رکھتے ہوئے اور جو کام وہاں پر ہو رہا ہے اُسکا تحفظ کرتے ہوئے مشورہ دیتا ہوں آپ انگریزی تعلیم کے متعلق یہاں تھانہ بھون میں انتظام کر دیجئے میں ہر کام اپنی نگرانی میں رکھونگا اور مدرسین کا انتخاب وغیرہ اپنی رائے سے کرونگا طلباء کی نگرانی اور اُنکے متعلق اصول و قواعد میں خود منضبط کر دونگا یہ سب سے بہتر اور آسان صورت ہے جو میں نے بیان کی یہاں پر نہایت سہولت سے مکان کا بھی طلباء کی سکونت اور خورونوش کا بھی انتظام ہو جائیگا جدید تعمیر کے انتظام کی فوری ضرورت نہ ہوگی اہل علم میں سے بعض ایسے لوگ میری نظر میں ہیں جو اسکا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے اور انجام دے سکتے ہیں اور اس طریق کار میں کسی گڑبڑ کا بھی اندیشہ نہیں غرض جملہ امور متعلقہ تعلیم و نگرانی کا کافی انتظام ہو جائیگا آپکے ذمہ محض مالی اعانت کا بار رہے گا اُسکا انتظام آپ کیجئے یہ ہمارے ذمہ نہیں پھر دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ کیسے مبلغ پیدا ہوتے ہیں اس مشورہ کے سُن لینے کے بعد اگر آپکے ذہن میں کوئی مفید مشورہ اسکے علاوہ ہو وہ فرمائے عرض کیا کہ اس جزء کے متعلق تو عرض کرنیکی کوئی گنجائش ہی حضرت نے نہیں رکھی نہایت جامع اور مختصر مشورہ میں سب ہی کچھ

بیان فرمادیا اور میری جو رائے تھی اسمیں واقعی خلط مبحث کا اندیشہ تھا جو سابقہ تعلیم عربی میں بھی گڑبڑ کر دیتا اور طلبہ کا باہر جاکر تعلیم پانا بھی اُس خطرہ سے خالی نہ ہوگا جو حضرت والا نے بیان فرمایا بس یہ ہی مفید مشورہ ہے جو حضرت والا نے فرمایا میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکا انتظام کرونگا فرمایا کہ اب آپ انتظام فرمائیں یا نہ فرمائیں مجھکو انتظار نہ ہوگا اسلئے کہ جو چیز میرے اختیار سے خارج ہے اوسکا میں کیوں انتظار کروں اور کیوں فکر کروں آپ جانیں آپنے مشورہ لیا مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کو جی میرا بھی چاہتا ہے میں نے طریق کا بیان کر دیا۔

(تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب) اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ اسکے لئے ایک کام کرنے والی جماعت کی ضرورت ہے جو محرک ہو اور عمل کرائے اسمیں مسائل شرعیہ اور حدود کا تحفظ کرتے ہوئے تحریک کرنا چاہئے ایسا نہ ہو جیسا کہ زمانہ تحریک خلافت میں ہر بونگ مچا تھا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنیکو تیار ہو گئے تھے ایسا کرنیکی بے برکتی بھی دیکھ لی مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ ولایتی کپڑا پہننا حرام ہے اب وہی خود اوسکو استعمال کر رہے ہیں کل تو حرام تھا آج حلال ہو گیا کیا لغو حرکت ہے ایسی گڑبڑ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہونچا سکتی اب رہا یہ کہ علمائ اسکی تحریک کریں یہ بھی غلط اصول پر مبنی ہے صحیح طریق یہ ہے کہ ایک جماعت ہو مسلمانوں کی جو اندر خانہ مسلمانوں کو ترغیب دے اور تحریک کرے جتنی قوموں نے ان معاملات میں ترقی کی ہے اُنھوں نے اُسکی صورت اختیار کی کامیابی ہوئی وعظوں اور پمفلٹ اور اشتہاروں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا میں ایک مقام پر مدعو کیا گیا تھا وہاں پر مجھسے قبل وعظ فرمائش کیگئی کہ ہندوؤں کے بائکاٹ کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے میرا ہمیشہ بیان کے متعلق یہ معمول رہا اور ہے کہ فرمائش پر بیان نہیں کرتا بلکہ ضرورت کو محسوس کرکے وقت پر جو اللہ نے دلمیں ڈالا بیان کر دیا اور وہی اکثر مفید ثابت ہوا میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ بیان نہ کرونگا گو تمھارے نزدیک یہ بیان مفید اور محمود ہو مگر میں اس طرز کو مضر سمجھتا ہوں ایسے طریق سے بیان کرنیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ تو اعلان کرکے سو جاتے ہیں اور دوسرے لوگ جاگ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوتا ہوا تا کچھ بھی نہیں اور عمل نہ کرنیکے سبب اوپر سے ذلت گلوگیر ہو جاتی ہے دوسری قومیں نظر تحقیر سے دیکھنے لگتی ہیں اسکی مفید صورت تو یہ ہے کہ ہم اپنے

طریق سے دوکانیں کھلوائیں اسمیں نہ فتوے کی ضرورت نہ اعلان کی ضرورت یہ نیا طرز نکالا ہے کہ فتویٰ ہو اعلان ہو سو یہ طرز نہایت مضر اور خطرناک ہے البتہ حدود شرعیہ کی حفاظت کی ہر حال میں ضرورت ہے غرض کام اوس طریق سے ہونا چاہئے کہ جسمیں شریعت کے حدود بھی محفوظ رہیں اور کام بھی ہوجائے ایسی صورت اختیار نہ کرنا چاہئے جیسا کہ زمانہ خلافت میں کیا گیا تھا کہ میاں کام کرنیکا وقت ہے مسائل کا وقت نہیں لعنت ہے ایسے کام پر جو شریعت مقدسہ کے حدود سے تجاوز کرکے کیا جاوے اللہ جس کام سے راضی نہ ہو وہ کام مسلمان کا نہیں ہم جو مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں وہ مسلمان ہونیکی وجہ سے ہیں جب اسلام اور شریعت کا تحفظ نہ رہا یا نہ کیا تو کیسی ہمدردی اور خیر خواہی اور کیسا دردیوں تو فرعون نے ترقی کی شداد نے ترقی کی نمرود نے ترقی کی قارون نے ترقی کی آخر اُنکی ترقی بھی تو ترقی ہی تھی پھر قابل ملامت اور مذموم کیوں ہوئی اس ہی لئے کہ وہ حدود سے تجاوز کرکے ترقی کی گئی تھی۔ جسکو اکبر الہ آبادی نے ایک شعر میں کہا ہے ؎

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے ۔۔۔ تو خوشی پھر اسکی کیا ہے کوئی جنٹ کوئی جج ہے

یہ جو آجکل کے لیڈروں اور اونکے ہم خیال مولویوں نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کے متعلق طرز اختیار کیا ہے کہ اُنکی ہر بات کا اشتہار اور اخبارات میں اعلان کرایا جاتا ہے یہ طرز نہایت ہی غیر مفید ہے شور غل تو تمام دنیا میں اور عمل ندارد اور سب سے بڑی بات قابل ذکر بلکہ قابل شکایت یہ ہے کہ یہ لوگ دوسروں سے تو اسلام کی عزت کے خواہاں ہیں اور خود اسلام اور احکام اسلام کو پائمال کرتے ہیں۔ ایک زمانہ میں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پروا نہیں رمضان المبارک میں عام شاہ راہوں پر میزوں پر کھانے چنے گئے اور کرسیوں پر بیٹھکر کھائے گئے یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں نمازوں کیلئے مسجدوں میں نہ آنا گھروں پر جا نماز نہیں بچھی ہیں یہ تکبر فرنگی ایک پہچان ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور غربا کیساتھ ملکر نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ اُنکے ہاتھ میں ہے انکی کشتی کے ناحدا بنے ہوئے ہیں شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی تو جمعہ کے روز وہ بھی پیدل چلکر نہیں جب دیکھو فٹن میں دھرے ہیں اور دلمیں فتن بھرے ہیں۔ بندہ خدا مسجدوں میں آؤ غریب مسلمانوں کی ہر حالت کو دیکھو جو کام

کرنیکے مفید طریقے ہیں اُنمیں سے ایک بھی نہیں سب زبانی جمع خرچ جب جاہو جس چیز کی جاہو اسکیم لوچھ جب جاہو اعلان کرالو بس اسی کے مرد ہیں ایک شخص نے کہا کہ اگر سب مسلمانوں سے ایک ایک پیسہ لیا جائے تو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں روپیہ جمع ہو جائے پھر اوسکو قومی کاموں میں صرف کیا جائے دوسرے نے جواب دیا کہ اگر سورۃ بقرہ ایک منٹ میں سات مرتبہ پڑھ لو تو ہفت اقلیم کے بادشاہ ہو جاؤ - بس مسلمانوں سے تو یہ کاغذی حساب پوچھ لو کرنے کرانیکے نام صِفر ایک بنئے کی حکایت یاد آئی کہ کنبہ کو لیکر سفر میں چلے راستہ میں ایک دریا آگیا آپنے پانی کا حساب لگایا کہیں تو ٹخنوں تک، کہیں گھٹنوں تک کہیں ناف تک کہیں سینے تک کہیں گلے تک کہیں سر سے اوپر آپنے کاغذ پر اوسط لگایا تو گھٹنوں تک اوسط نکلا گاڑی ڈالدی اب لگے ڈوبنے تو بنیا کہتا ہے کہ حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈوبا کیوں بھائی وہ عملی حساب نہ تھا کاغذی حساب تھا اوسکا یہ نتیجہ ہوا یہی حالت ان باتیں بنانیوالوں کی ہے میاں صاحب عملی صورت میں تو اگر تھوڑے سے مسلمان بھی کام کرنے والے ہوں تو چند روز میں کچھ سے کچھ ہو جائے گاؤں کے اندر دس ہوں قصبہ کے اندر پچاس ہوں شہر کے اندر سَو ہوں مگر مخلص کہ جان تک اڑا دیں پھر دیکھو کیا ہوتا ہے سب باتوں کا انتظام بسہولت ہو سکتا ہے مگر جو کام کرنیکے ہیں اونکی طرف تو کبھی التفات بھی نہیں ہوتا اور یہ بائیکاٹ وغیرہ ان سے کیا کام چلتا ہے اگر انبیاء علیہم السلام نرے بائیکاٹ سے کام لیتے تو ہرگز دین کی اشاعت نہ ہوتی کام تو کام کے طریقہ سے اور ہر موقع پر اُسکے مناسب عمل سے ہوتا ہے دیکھ لیجئے جب تک قوت جمع نہ ہوئی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسے صبر اور حلم سے کام لیا جہاد کی بھی اجازت نہ ہوئی جب قوت جمع ہو گئی جہاد بھی فرض ہو گیا اور تلوار سے کام لیا گیا پھر اتنا بڑا کام کہ اظہر من الشمس ہے یہ سب برکت مناسب طریقہ پر عمل کرنیکی تھی اس مناسب عمل پر یاد آیا کہ ایک صاحب پنجاب سے آئے تھے اُنھوں نے مجھسے پوچھا کہ آپ اس تحریک خلافت میں کیوں نہیں شریک ہوئے میں نے کہا کہ ایسے عظیم الشان مقاصد کے لئے ضرورت ہے قوت کی اور قوت موقوف ہے اتفاق پر اور اُسکے دو درجے ہیں ایک حدوث ایک بقاء سو اول تو اسوقت تک حدوث بھی نہیں ہوا لیکن اگر اسکو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو بقاء کا کوئی سامان نہیں کہنے لگے

بقاء کیسے ہو میں نے کہا اسکے ضرورت ہے امیر المومنین کی کہ وہ اپنے قہر سے اتفاق کو باقی رکھ سکتا ہے کیونکہ خروج عن الجماعۃ پر سزا دے سکتا ہے اور یہاں کوئی امیر المومنین نہیں کہنے لگے ہم آپ کو امیر بناتے ہیں میں نے کہا کہ میں بننے کو تیار ہوں مگر اسکے کچھ شرائط ہیں ایک یہ کہ تمام مشاہیر علماء اور لیڈروں کے دستخط میرے امیر تسلیم کر لینے پر کرا کر لاؤ اگر ایک نے بھی اختلاف کیا تو میں امیر نہیں بنتا اسکے بعد اگر پھر کوئی کسی قسم کی گڑبڑ کریگا اُسکو درست کر دیا جاوے گا دوسری بات یہ ہے کہ میں شخصی سلطان ہونگا جمہوری نہ ہونگا دوسروں کی رائے کا منتظر نہ رہونگا تیسرے یہ کہ ہندوستان کے سب مسلمان اپنا سرمایہ چاہے وہ کسی قسم کا ہو نقد زیور اثاث جائداد مکانات باغات سب میرے نام ہبہ کر دیں میں بھیک مانگنے والا امیر نہ ہونگا کہ ضرورت تو ہے اس وقت اب چندہ کرتے پھر واتنے چندہ ہو وہاں سب کام درہم برہم اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس ہبہ کے بعد جسکی جسطرح پر گذر ہو رہی ہے اُس سے بھی اچھی طرح پر گذر کا انتظام کر دونگا تکلیف کسی کو کسی قسم کی نہ ہونے دونگا مجھسے اسکا اقرار نامہ لکھوا لیا جائے جب یہ سب ہو جائیگا اُسکے ضروری سامان مہیا کر دونگا اور سب سے پہلے جو امیر المومنین ہو کر حکم دونگا وہ یہ ہوگا کہ دس برس تک سب تحریک اور شور و غل بند ان دس سال میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کیجائیگی جب یہ قابل اطمینان ہو جائیں گے تب مناسب حکم دونگا باقی جبتک قوت نہ ہو کفار سے بھی نہایت لطف اور حُسن سے کام لینا چاہئے اور اگر شرائط پورے نہیں ہو سکے اور محض کاغذی امیر المومنین بناتے ہو تو آج امیر المومنین ہونگا اور کل کو اسیر الکافرین کہنے لگے یہ تو بہت مشکل کام ہے ۔ میں نے کہا بس تو کامیابی بھی مشکل ہے بس یہ سنکر رہ گئے بیچارے تو محض زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہ جمع خرچ اور حساب تو ایسا ہی ہوگا جیسا کہ میں بنئے کی حکایت بیان کر چکا ہوں کاغذی حساب تھا عملی نہ تھا اسکا نتیجہ تو یہی ہوتا کہ حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈوبا کیوں لوگوں کے ان خیالات کی اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے شیخ چلی کے گھڑے کے گر کر پھوٹ جانے پر سارا گھر بار ہی برباد ہو گیا تھا کام جو کر رہے ہیں وہ کرو جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ بدوں باشوکت امیر اور سردار کے کام چلنا نہایت دشوار بلکہ محال ہے اور سب سے بڑی ضرورت تو اُسکی یہ ہے کہ بدون امیر کے حدود شریعت کا کون تحفظ کرائیگا اور عدم تحفظ حدود شرعیہ پر اگر کامیابی ہو بھی گئی تو یہ خود ایک مسلمان کیلئے نہایت زبردست ناکامیابی ہے ۔

بعضے کہتے ہیں کہ یہ حجروں میں رہنے اور بیٹھنے کا وقت نہیں میدان میں آنیکا وقت ہے اگر طریقہ سے کام ہو تو میدان میں آنا بھی کوئی مشکل کام نہیں مگر بے طریقہ کام کرنے سے حجرہ بھی ہاتھ سے جاویگا اور میدان بھی نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے پھر اون نووارد صاحب کی طرف مخاطب ہو کر حضرت والا نے فرمایا کہ جو میں نے عرض کیا آپ کی سمجھ میں آیا عرض کیا کہ جو حضرت فرما رہے ہیں میں بغور سُن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں مگر یہ کام بھی حضرت ہی کے کرنیکا ہے فرمایا مجھے انکار کب ہے میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں مگر جماعت بنانا اپکا کام ہے ایسی جماعت آپ پیدا کریں جو دل سے اور خلوص نیت سے لوگوں کو عملی صورت پر آمادہ کریں احکام ہم سے پوچھئے مشورہ لیجئے جو طریقہ ہے کام کرنیکا اوسطرح کیجئے۔ بہرحال صورت یہ ہے کہ آپ ایسی جماعت پیدا کریں اور ہم سے مشورہ لیں یہ ہے طریقہ کام کرنیکا اور یہ طریقہ آسان بھی ہے اسپر عمل کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کامیابی ہوگی۔ ایک بات یہ ضروری ہے کہ عمل کرنیکی صورت میں کسی پر جبر نہ کیا جاوے جیسے آجکل بعضوں نے وتیرہ اختیار کیا ہے کہ جو شخص اُنکی ساتھ شرکت نکرے اوسکو تکلیفیں پہنچاتے ہیں جبر سے قلوب میں بددلی ہوتی ہے جو کام خوشی سے ہوتا ہے اوسمیں مداومت ہوتی ہے آپ اس مجموعی طریق کو عملی جامہ پہنائیں یہ سب مضمون تجربہ کی بناء پر میں نے بیان کیا ہے۔ میری تو دل سے تمنا ہے کہ دین کیساتھ مسلمانوں کی دنیا کی بھی فلاح ہو مگر طریقہ کیساتھ یوں ہی اُٹرنگ ٹرنگ کرنیسے کام نہیں چلا کرتا نہ اوسمیں برکت ہوتی ہے میرا تجربہ ہے کہ آجکل مسلمانوں کا کام جوش کے ماتحت ہوتا ہے اسی لئے اوسمیں استقلال نہیں ہوتا اگر ہوش کے ماتحت ہو تو دنیا کی تمام قومیں بیٹھی دیکھا کریں۔ ایک یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جو شخص جس کام کا اہل ہے وہی کام اوس سے لیا جائے اسمیں گڑبڑ نہ کیجائے اسکے خلاف کرنا اصول کے خلاف کرنا ہے جو بظاہر سبب ہوتا ہے عدم کامیابی کا یعنی جو کام لیڈروں کا ہے وہ کریں جو کام علماء کا ہے وہ کریں جو کام عوام کا ہے وہ کریں پھر عوام میں بھی دو طبقے ہیں ایک اہل مال ایک اہل جان اہل مال کا جو کام ہے وہ کریں اہل جان کا جو کام ہے وہ کریں تقسیم عمل سے بڑی سہولتیں پیدا ہوتی ہیں علماء سے دوسرے کام کی توقع ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم محمود خان کے پاس جاکر ٹوٹے ہوئے جوتہ کے سینے کی ترکیب اون سے پوچھے

۲۴

وہ کہیں گے کہ دہلیز پر باہر چمار بیٹھا ہے یہ کام اوس کے سپرد کرو ہمارا یہ کام نہیں یا حکیم صاحب ہی کوئی کہے کہ طبی کانفرس میں جوتے گانٹھنے کے منافع بیان کرو یہ سخت توہین ہو گی حکیم محمود خاں کی اور فن طب کی بھی ایسے ہی یہاں سمجھ لو علماء سے مسائل پوچھو دنیا کے حصول کی تدابیر نہیں کیا علوم خوب سمجھ لیجئے پھر ایک اور بات بھی قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ دنیا کی ترقی اور اسکے حصول کے بھی تو کچھ شرائط اور حدود ہوں گے یہ تو نہیں کہ اسکے لئے جو جی میں آیا کر لیا جو جی میں آیا کہدیا جب دنیا کی ترقی کی بھی ایک حد ہے تو اُس سے آگے بڑھنا وبال جان بلکہ مضر ایمان ہو گا میں نے لکھنؤ میں ایک وعظ میں بیان کیا تھا اوس وعظ میں نو تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ زیادہ تھے بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلا، کا مجمع تھا میں نے کہا تھا کہ ترقی ترقی گاتے پھرتے ہو آخر اوسکے کچھ حدود بھی ہیں اگر ہر ترقی مطلوب ہے تو انسان کے بدن پر کبھی ورم آجاتا ہے جس سے اوسکے جسم میں ترقی ہو جاتی ہے تو پھر اوسکے ازالہ کی تدابیر طبیب یا ڈاکٹر سے کیوں پوچھتے ہو اور اوسکو مذموم کیوں سمجھتے ہو اگر حدود سے گذر کر ترقی کی جاوے تو وہ ایسی ہو گی جیسے فرعون نے ترقی کی تھی تو ایسی ترقی سے ایک مسلمان ایمان والے کو کیا فائدہ ایسی ترقی مسلمانوں کی ترقی کہلانیکی قابل کب ہو گی یقیناً کفار کی ترقی کہلائیگی اور اوسکے حصول کی فکر بھی بے ضرورت ہی ہو گی اسلئے کہ کفار کی ترقی تو ہو ہی رہی ہے پھر مسلمانوں کے لئے ایسی ترقی میں کونسی خوبی ہو گی انکی خوبی تو اُسی ترقی میں ہے کہ حدود کا تحفظ ہو اور پھر ترقی ہو یہ ہے خوبی کی بات اور ایسی ترقی غیر ممکن نہیں محال نہیں سلف کے کارنامے تمھارے سامنے ہیں کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اعلاء کلمۃ الحق کر گئے انکی کامیابی اور ترقی میں جو بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ حدود کا تحفظ رکھا اور اوسکے ماتحت کامیابی اور ترقی کی۔ نکاح کا نتیجہ جب ہی برآمد ہو سکتا ہے کہ میاں بھی صحیح المزاج ہو اور بیوی میں بھی کوئی نقص نہ ہو تب ہی اولاد پیدا ہو گی اسیطرح اگر علماء بھی متدین اہل تقوی واہل فتویٰ ہوں اور عوام بھی اونکے مطیع و فرمانبردار ہوں اس صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ نتیجہ بہتر سے بہتر برآمد ہو گا غرض کام کے انجام دینے کیلئے ایک مخلص جماعت چاہیئے جسکا شب و روز یہی کام ہو پھر اس جماعت میں دو قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے ایک وہ لوگ جو دنیا کی وجاہت رکھتے ہوں دوسرے وہ جو دین کی وجاہت رکھتے ہوں اگر دنیا کے متعلق کوئی شبہ ہو تو پہلا طبقہ جواب

۲۵

دیگا اور اگر دین کے متعلق کوئی شبہ ہو تو دوسرا طبقہ.. جواب دیگا۔ رہا میری شرکت کے متعلق سو یہ عرض ہے کہ غیب کی خبر نہ مجھکو نہ آپکو اسلئے پہلے سے کیسے جازم فیصلہ کر وں بس معلقاً اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر شریعت کے موافق طریق کار ہو میں شریک ہوں مجھکو انکار نہیں اصرار نہیں ضد نہیں جو بات تھی میں نے صاف صاف ظاہر کر دی تاکہ کسی قسم کی آپکو اُلجھن نہ ہو دہو کہ نہ ہو۔ نہایت احسن طریق سے کام شروع کیا جائے اور اگر اسمیں کوئی مخالفت کرے اُسکی ساتھ نرمی سے کام لیا جائے جبر اور تشدد کو پاس نہ آنے دیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ سب شریک ہو جائیں گے سب سے اوّل ضرورت خلوص کی ہے پھر خلوص والے خود بخود شریک ہونگے آپ دیکھیں کہ شیعوں کا مذہب نہایت لچر ہے مگر ظاہراً اون کے نرم ہونیکی وجہ سے بہت لوگ اُس طرف مائل ہیں۔ نرمی وہ چیز ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے وعظ میں دیکھا کہ ایک شخص ٹخنے سے نیچے پاجامہ پہنے ہوئے ہے آپ نے ختم وعظ پر فرمایا کہ میاں ذرا تم ٹھیرے رہنا تم سے کچھ کام ہے سب لوگ چلے گئے وہ شخص ٹھیرا رہا تنہائی میں اُس سے کہا کہ ذرا دیکھنا میرا وہم ہے یا سچ مچ کہ مجھ میں ہی غلطی پر ہوں میرا پاجامہ ٹخنے سے نیچا ہو جاتا ہے چونکہ اس پر ایسی ایسی وعید ہے اسلئے دیکھکر بتا دو تاکہ زیادہ احتیاط کروں اور یہ کہکر کھڑے ہو گئے کہ بھائی اچھی طرح دیکھ لو.... اُس شخص نے نہایت محجوبانہ لہجہ میں عرض کیا کہ حضرت خدا نکرے آپکا تو کیوں ہوتا البتہ میرا ہی پاجامہ ٹخنے سے نیچے ہے میں توبہ کرتا ہوں۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک خان مولانا کے بڑے دوست تھے مگر لباس انکا خلاف شریعت تھا اور وہ جمعہ کے روز مولانا ہی کے پاس آکر غسل کرتے کپڑے بدلتے اور جمعہ پڑھتے اور انداز سے یہ معلوم تھا کہ پکّے آدمی ہیں کہنے سے نہ مانیں گے مولانا نے ایک جمعہ کو اُن سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آئیے ہم بھی آج تمھاری وضع کا لباس پہنیں گے وہ صاحب بیحد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے آپ مجھ خبیث کی وضع پر رہیں آپ ہی مجھکو ایک جوڑہ دیجئے میں اُسکو پہنو لگا اور ہمیشہ کیلئے اُس لباس سے توبہ کر لی۔ حق تعالیٰ نے نرمی میں خاصہ رکھا ہے جذب کا۔ پس آپ ان اصول پر کام شروع کریں اگر شریعت کیموافق تحریک نافذ ہوگی میں دل وجان سے شریک ہوں پھر فرمایا کہ تجارت کے متعلق ایک

اور بات کام کی یاد آئی وہ یہ کہ امراء کو یہ رائے دیجائے کہ گراں قیمت کی چیزیں خرید کر غرباء کو سستی دیں تاکہ تجارت میں مسلمان دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں یہ دوسری قومیں مسلمانوں کو اپنی چالوں اور تدابیر سے تجارت میں چلنے نہیں دیتے - اور اسکی چند روز ضرورت ہو گی پھر کام چل نکلنے پر کچھ ضرورت نہ ہو گی وجہ یہ کہ لوگ بھی اصول تجارت سے واقف ہو جائیں گے اور ان تدابیر سے یہ مقصود نہیں کہ سب مسلمان اہل ثروت ہوں امیر ہوں بلکہ مقصود یہ ہے کہ انکی حوائج ضروریہ چلتی رہیں اور کم از کم ہم دوسری قوموں سے مستغنی ہو جائیں یہ ہیں چند باتیں جو تجربات کی بنا پر میں نے آپکے سامنے بیان کر دیں - مجھکو مسلمانوں کی طرف سے جو زیادہ قلق ہے وہ اسوجہ سے ہے کہ انکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک مریض کسی طبیب کے پاس جائے مگر وہ طبیب خود ہی بیمار ہو وہ کیا خاک علاج کریگا تو حضرت ہمارے طبیب ہی بیمار ہیں کیا علاج کرینگے رہنما ہی غلط راستہ پر ہیں کیا رہبری کرینگے - الا ماشاء اللہ

ملفوظ ۲۴۲ - ایک صاحب نے ایک بڑے غیر مسلم حاکم کا مقولہ نقل کیا کہ حضرت چھوٹے قصبہ میں رہتے ہیں دہلی جیسی جگہ میں کیوں قیام نہیں فرماتے تاکہ زیادہ لوگوں کو نفع ہو فرمایا کہ چھوٹی جگہ میں رہکر کام زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ وقت فراغ کا زیادہ ملتا ہے اور بڑی جگہ میں رہکر چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ زیادہ وقت وارد و صادر کی دلجوئی ہی میں گذرتا ہے اور اسوقت تک جو کچھ کام ہوا یہ سب اسی جگہ کی برکت ہے جسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ہے اور حضرت ہی کے فرمانیکی وجہ سے کانپور سے یہاں آکر قیام کیا اور انکے علاوہ سب سے بڑی بات جس سے برکت بڑھتی ہے یہ ہے کہ کام میں خلوص ہو یعنی جو کام ہم کریں اسمیں یہ نیت ہو کہ اللہ راضی ہو پھر برکت ہی برکت ہے اور کام میں جو بے برکتی ہوتی ہے وہ نیت کی خرابی اور عدم خلوص کی سبب ہوتی ہے -

ملفوظ ۲۴۳ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصول اسلامیہ کی خاصیت کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے گل بنفشہ میں برکت ہے زکام کے دفع کی خواہ مسلمان پئے یا کافر پئے اسیطرح جو شخص اصول صحیحہ پر عمل کرتا ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر وہ راحت پاتا ہے اصول صحیحہ میں فطرۃً یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور کلفتوں کو دور کرتی ہیں اسمیں مسلم غیر مسلم کی کچھ قید نہیں

جیسے شاہ راہ یعنی سڑک شاہی سے جو گذرے گا وہ راحت سے سفر کریگا درختوں کا سایہ اوسکو ملے گا اب چاہے مسافر مسلم ہو یا غیر مسلم ہو شیخ سید مغل پٹھان ہو یا بھنگی اور چمار ہو اسمیں کسی کی کوئی قید نہیں البتہ آخرت میں ترتب آثار کیلئے اسلام بھی شرط ہے۔

## ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

**ملفوظ ۲۴۴** - ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کئی مہینے تک خط کا نہ بھیجنا یہ دلیل ہے ضعف طلب کی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ بھی راز ہے میرے یہاں تاخیر بیعت کا اسپر فرمایا کہ آجکل بیعت بھی منجملہ اسباب افتخار کے ہو گئی ہے طلب نہیں ہے میں ضابطہ کے تعلق کو تعلق نہیں سمجھتا خلوص کے تعلق کو تعلق سمجھتا ہوں اور خلوص بھی وہ جسمیں فلوس کو بھی دخل نہ ہو اور یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ یہ پیری مریدی کا تعلق اوس سے قبول کرنا چاہئے جسپر حکومت کر سکے نیز مرید ہونیکی قابل وہ شخص ہے کہ جسکو پہلے سے محبت ہو خلوص ہو اسمیں بڑی مصلحتیں اور راحتیں ہیں۔

**ملفوظ ۲۴۵** - آج ... صبح کی مجلس ملفوظ ۲۴۱ میں جو ایک نووارد متمول صاحب سے گفتگو نقل کیگئی ہے انکے متعلق حضرت والا نے فرمایا کہ صبح انکی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ انکی دو قسم کے لوگوں سے گفتگو ہوئی ایک تو وہ جو انکے بالکل ہم خیال ہیں انھوں نے ہمہ تن موافقت کی اور ایک وہ جنھوں نے بالکل مخالفت کی میں نے یہ کیا کہ اصل مقصد میں موافقت اور طریق کار میں اختلاف کیا اور میرا اختلاف بالکل اصول صحیحہ پر منطبق تھا الحمد للہ میرے اندر بے پروائی نہیں ہاں میں تابع بننا نہیں چاہتا تابع تو شریعت ہی کے رہنا چاہئے اب اگر کوئی کام شریعت کے موافق ہے تو مجھے شرکت سے خدمت سے انکار نہیں اگر خلاف شریعت ہے تو میں شرکت سے معذور ہوں میں ہمیشہ اسکا خیال رکھتا ہوں جہاں کسی نے مولویوں کے ذمہ کام ڈالا میں نے فوراً اوسکو بھی ایک کام بتلا دیا بس اس سے انکی سب فضولیات ختم ہو جاتی ہیں یہ دنیا دار باتیں ہی باتیں بناتے ہیں جب کام سر پڑتا ہے تو محض ناکارہ ثابت ہوتے ہیں انکی رگ رگ میں ہی پہچانتا ہوں اب یہ گئے ہیں مگر جو کچھ کرینگے دیکھ لیجئے اور سن لیجئے وجہ یہ کہ

اوجمیں طریق کا رمیں نے ایسا بیان کر دیا کہ جسمیں انکو خود بھی کچھ کرنا پڑ لگا اور یہی میڑھی کھیر ہے۔

۲۴۶ ملفوظ۔ فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ایک باطنی حالت کے متعلق لکھا ہے کہ اُسکو بقا نہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ بقا ہے مگر اُس حالت کا غلبہ نہیں رہتا اور وہ دائم رہ بھی نہیں سکتا۔ اگر انسان چاہے کہ ایک سی حالت ہمیشہ رہے یہ ہو ہی نہیں سکتا حالات کے تغیر تبدل میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

۲۴۷ ملفوظ۔ ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ بہت عرصہ سے نہ حاضری ہوئی اور نہ خط بھیج سکا حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس سے میرا کوئی ضرر نہیں بالکل بے فکر رہو۔

۲۴۸ ملفوظ۔ ایک صاحب کا خط آیا اُسکو اسطرح بند کیا تھا کہ کھولتے ہوئے پھٹ گیا اُسپر حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ اس حالت میں یا تو تمکو بند کرنیکی تمیز نہیں یا مجھکو کھولنے کی تمیز نہیں اور بدتمیز نہ مرید ہونیکی لائق ہے اور نہ پیر بننے کی لالچ اسواسطے اس قصہ کو ختم کرو اور اگر تمنے بند نہیں کیا کسی اور نے بند کیا تو آئندہ بھی ایسے ہی بدتمیز آدمی سے بند کرایا کروگے تو یہ تکلیف کون برداشت کریگا۔ جواب آیا کہ خط کے اوپر گوند دوسرے شخص نے لگایا تھا حضرت والا کا جواب گیا کہ تم نے خود کیوں نہیں لگایا کیا اپنے کو اتنا بڑا آدمی سمجھتے ہو کہ ایسے معمولی کام بھی دوسروں سے لیتے ہو تو متکبر آدمی بھی مرید ہونیکی لائق نہیں۔

۲۴۹ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کسی کے چہرہ پر نظر نہیں کرتا طبعاً حجاب معلوم ہوتا ہے

۲۵۰ ملفوظ۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوگا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا یہ تجربہ کی بات ہے۔

۲۵۱ ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عموماً مشائخ کے دربار میں اسپر نظر رہتی ہے کہ کون خدمت زیادہ کرتا ہے اور کون کم اسوجہ سے لوگ اسکا خاص اہتمام کرتے ہیں الحمد للہ مجھکو اسکی طرف التفات بھی نہیں ہوتا بلکہ بعضی خدمت سے اور تکلیف ہوتی ہے کیونکہ بعض کو تو خدمت کا سلیقہ نہیں ہوتا اور بعض کو اگر ہوتا بھی ہے تو نیت اچھی نہیں ہوتی کچھ اغراض پیش نظر ہوتے ہیں خدمت کرنیکے بعد اوس غرض کو پیش کرتے ہیں بُرا معلوم ہوتا ہے یہ تو اچھی خاصی رشوت ہوئی کہ خدمت سے مخدوم نرم ہو جائیگا پھر ہم جو کہیں گے وہ کریگا گویا

کہ تابع اور غلام بنانا چاہتے ہیں۔ اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ ان اہل دنیا کی نظروں میں دین اور اہل دین کی عظمت نہیں آخر ذلیل سمجھنے کا سبب کیا وجہ کیا ہمارا ایسا کون کام ہے جو بدون انکے اٹکا پڑا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ ہی اپنی حاجت آآکر پیش کرتے ہیں ہم نے تو کبھی کوئی حاجت انکے سامنے پیش نہیں کی اسلئے جی چاہتا ہے کہ انکو حقیقت معلوم کرا دینا چاہئے کہ جیسے تم ملانوں کو کچھ نہیں سمجھتے ملانے بھی تمکو کچھ نہیں سمجھتے

**ملفوظ** ۲۵۲۔ فرمایا میں متکبروں کی ساتھ الحمد للہ ایسا برتاؤ کرتا ہوں جسکو دیکھکر وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ علماء میں بھی ایسے ایسے حضرات موجود ہیں یعنی جو انکو منہ نہیں لگاتے اور میرے متعلق تو انکا خیال ہی خیال ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اہل علم میں بڑے بڑے حضرات ہیں باقی ہم لوگ تو کس شمار میں ہیں اب رہ گیا حصول دنیا سو اسپر حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ کا فرمانا یاد آگیا کہ دنیا ہمیں بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ ہمکو عزت کیساتھ ملتی ہے اور انکو ذلت کیساتھ مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کا حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر یہ بھی بُرا ہے کہ دلمیں تو اہل دنیا کی عظمت و احترام ہے کیونکہ کسی کی تحقیر بھی بہت بری سی بات ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ متواضع امراء کیساتھ سختی کرنا یہ بھی تکبر ہے۔

**ملفوظ** ۲۵۳۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ ایسے گندے مذاق کے بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسقدر انکے قلب میں عظمت ہی حق سبحانہ تعالیٰ کی اوسقدر نہیں اور جسقدر فقراء کی عظمت ہے اوسقدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں اور فقراء میں بھی ایسوں کی جو خلاف شریعت رہتے ہیں مراد جیسے بھنگڑ داہی تباہی فقیر۔

**ملفوظ** ۲۵۴۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ الحمد للہ اب کسی چیز کی اومنگ نہیں رہی اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ فراغ کیساتھ خالص تعلق مع اللہ میسر ہو جائے گو ابھی وہ نصیب نہیں ہوا مگر جی چاہتا ہے کہ نصیب ہو جائے۔

---

# ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

۲۵۵ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر میں اوقات منضبط نہ کرتا تو کوئی کام نہیں کرسکتا تھا اس انتظام اور اوقات کی پابندی کی بدولت اتنا کام ہوا انتظام میں حق تعالیٰ نے ایک خاص برکت رکھی ہے مگر اسی انتظام اور اوقات کی پابندی کی بنا پر لوگ مجھکو بدنام کرتے ہیں اسکا نام لوگوں نے خشکی بے مروتی رکھا ہے میں خشکی کے مقابلہ میں کہا کرتا ہوں کہ اتنی تری بھی نہیں چاہئے کہ جسمیں ڈوب ہی جاوے۔

۲۵۶ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جو مجموعہ خطب لکھا ہے اسمیں ایک خطبہ ہے مجی اسبلہ در مراقبہ کا اسمیں مجھکو دو مشکلیں پیش آئیں ایک تو قید لسان وہی خطب کی التزام کیساتھ ضبط مضمون کی کہ مضمون بہت طویل تھا جیسا احیاء کے کتاب المحاسبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور ایک رعایت قوانی کی خدا تعالیٰ کا فضل ہوا کہ خواب میں کسی نے اوسکی عبارت بتلادی جس سے دونوں مشکلیں حل ہوگئیں صبح کو اٹھا تو کل حصہ تو محفوظ نہ تھا مگر اکثر حصہ متخیلہ میں باقی تھا سو اس خطبہ کو الہامی نہ کہئے مگر منامی تو کہئے اسلئے کہ الہام تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے عوام کو تو خواب میں بتلادیا جاتا ہے۔

۲۵۷ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں لوگوں نے مجھپر بلا وجہ طرح طرح کے بہتان باندھے بس ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے یعنی آخیر میں اون ہی کی گردن جھکی میری گردن نہیں جھکی وہی میرے دروازہ پر معذرت کے لئے آئے مجھے کسی کے دروازہ پر جانا نہیں پڑا اور میرا نقصان ہی کیا ہوا بلکہ نفع ہی ہوا کہ کنکریوں کے بدلے جواہرات عطا فرمائے گئے یعنی ہر شئے کا نعم البدل عطا ہوا جسمیں بڑی نعمت یہ ملی کہ مخلوق سے دلچسپی کم ہوگئی اسپر حیدرآباد والے ماموں صاحب کا قول یاد آیا فرماتے تھے کہ تارک الدنیا ہونا تو بڑا مشکل ہے مگر جب بندہ پر خدا کا فضل ہوتا ہے تو وہ متروک الدنیا بنا دیا جاتا ہے ماموں صاحب سے میرا باعتبار مسلک کے گو اختلاف تھا مگر اونکی باتیں بڑی ذہانت کی ہوتی تھیں اور مزاج میں ظرافت بھی بہت تھی رڑکی میں ایکمرتبہ دو واعظ دو مولوی صاحبان میں معانقہ ہوا دونوں کے پیٹ بڑے تھے۔ گلے سے پہلے پیٹ مل گئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ معانقہ تو نہیں

ہو امباطنہ ہو گیا اور انہیں ترک کی بھی خاص شان تھی ایک بار جبکہ ماموں صاحب کا حیدر آباد دکن میں قیام تھا نواب محبوب علی خاں صاحب نے ایک تاریخ مقرر کی کہ آج ہم سب مزارات کی زیارت کریں گے چنانچہ جس مزار پر گئے وہاں کے خدام نے پر جوش استقبال کیا مگر ماموں صاحب کے شیخ مزار سردار بیگ صاحب کے مزار پر جو آئے تو یہاں ماموں صاحب پہلے سے مزار پر حاضر تھے مگر انکو دیکھکر صرف کھڑے ہو گئے اور سلام و مصافحہ کر لیا نذر بھی قبول نہیں کی۔ جب وہاں سے رخصت ہوئے مصاحبین کو خیال ہوا کہ شاید نواب صاحب نے برا مانا ہو گا اسلئے تاویل کی کہ حضور یہ کچھ معذور سے ہیں انکی بات کا کچھ خیال نہ فرمائیے نواب صاحب نے نہایت ناخوش ہو کر فرمایا کہ افسوس ایسے شخص کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہو الحمد للہ کہ میرے شہر میں ایک ایسا شخص ہے کہ جسکے دلمیں حب دنیا نہیں اور اسکے بعد ماموں صاحب کے پاس فرمان اور سواری بھیجی کہ اوسوقت مجھکو سیری نہیں ہوئی یہاں تشریف لائیں تو عنایت ہو ماموں صاحب نے کہا کہ حضور اگر مجھکو اپنی قلمرو سے نکالنا ہے تو دق کر کے کیوں نکالتے ہیں صاف کہدیں میں کہیں نکل جاؤنگا آخر نواب صاحب خاموش ہو گئے باقی مجھکو جو ماموں صاحب سے لگاؤ نہ تھا اسکا سبب انکا مسائل میں لغزش کرنا تھا پھر اوسکو زبان سے بھی ظاہر کرتے تھے بولتے بہت تھے اسمیں ایسی باتیں کہہ جاتے تھے میں نے ادب کی ساتھ ان سے اختلاف کو ظاہر بھی کر دیا تھا اسلئے مجھسے بہت ناخوش ہو گئے تھے اور میں اسلئے خوش تھا کہ پیچھا چھوٹا میں نے ملنا بھی چھوڑ دیا تھا محض اس خیال سے کہ اگر ایسے منکرات پر سکوت کرونگا تو بے غیرتی ہے اگر بولونگا تو گستاخی ہے۔

**ملفوظ ۲۵۸**۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں آجکل کے مدعیاں قرآن دانی کے متعلق فرمایا کہ یہ تو ان نااہلوں کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور تفسیر کر سکتے ہیں اسکے لئے ذوق سلیم اور فہم سلیم کی ضرورت ہے اور وہ پیدا ہوتا ہے تقوے سے اور بد دین تقوی کے نور فہم کہاں نصیب گو نظر بھی وسیع ہو اس وسعت نظر اور عمق فہم پر میرے ایک دوست نے عجیب بات کہی تھی کہ متبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو متبحر ایک مچھلی متبحر۔ کدو تو دریا کے تمام سطح پر پھر جاتا ہے مگر اسکو یہ خبر نہیں کہ دریا کے اندر کیا ہے اور ایک مچھلی ہے کہ عمق میں پہونچی ہے

گو تمام دریا پر نہ تیرے سو یہ آجکل کے مدعی کہ وہ تبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں اندر کی خاک بھی خبر نہیں جیسے ایک انگریز نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو جانتا ہے اور میر کے اس شعر کی شرح کی تھی شعر یہ ہے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے ۔۔۔ اوسکی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح یہ کی کہ ہم اور تم اور انڈیا کا بڑا ابڑا آدمی (یہ میر کا ترجمہ ہوا) سب اوسکے بالوں میں پھنس کر جیل کھانے چلا گیا ایک سرحدی نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو سمجھتا ہے ہندوستانی نے کہا چھبیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی سرحدی نے کہا بلے فہمیدم ہندوستانی نے کہا چہ فہمیدی تو وہ سرحدی کہتا ہے کہ شش گرہ بہ رنگین رسن گرفت بس یہی حال ہے ان مدعیوں کا۔ خوب سمجھ لو کہ قرآن مجید جیسا لفظاً معجزہ ہے اسی طرح معنًی بھی معجزہ ہے بدون نقل صحیح کے محض عقل کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی اور لفظی اعجاز کی سب سے واضح اور کلی دلیل یہ ہے کہ اہل زبان نے اسکو خدا کا کلام تسلیم کیا اور یہ کہا کہ ماہذا قول البشر باقی تفصلات وجزئیات بھی مویدات ہیں چنانچہ ایک تائیدی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین اگر یہ انسان کا کلام ہوتا تو بجائے تذرون کے یوں ہوتا کہ تدعون احسن الخالقین ہوتا کیونکہ تدعون کے معنی بھی چھوڑ دینے کے ہیں اور تذرون کے بھی وہی معنی ہیں اور تدعون میں صنعت ہے تو بشر صنعت کو ترجیح دیتا اسی کو فرماتے ہیں۔ بعض مصنفین نے قران کی بعض آیات کی تفسیر کو نجوم کے اصول پر مبنی کیا ہے خدا کا شکر ہے کہ تفسیر بیان القرآن ایسی سب باتوں سے پاک ہے۔

۳۴۳

**ملفوظ ۲۵۹** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے جاہل صوفیوں نے حقائق کو تو بالکل ہی مستور کر دیا ایک بھیانک صورت میں طریق کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے مگر اب تو بحمد اللہ تعالیٰ صدیوں کیلئے طریق بے غبار ہو گیا کافی خدمت طریق کی ہو چکی اور ان جاہلوں کے مکر و فریب سے لوگ بخوبی واقف ہو چکے اگر تھوڑا سا بھی کسی کو حق تعالیٰ نے فہم سلیم عطا فرمایا ہو وہ انکے جال میں نہیں پھنس سکتا باقی بدفہموں کا کسی کے پاس بھی علاج نہیں۔

**ملفوظ ۲۶۰** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکماء کہتے ہیں کہ جانوروں میں عقل نہیں اور تعجب تو یہ ہے کہ متکلمین بھی انکے ساتھ ہو گئے لیکن واقعات و مشاہدات اسکی تغلیط کرتے

ہیں ان صاحبوں کی بڑی دلیل اسپر جانوروں کا مکلف نہ ہونا ہے لیکن یہ مکلف نہ ہونا ایسا ہے جیسا نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہوتا حالانکہ اسمیں عقل ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی جس سے مکلف ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ نابالغ میں عقل کافی نہیں ہوتی ایسے ہی جانوروں میں عقل ہے مگر کافی نہیں۔ اسلئے مکلف نہیں تو مکلف نہ ہونا دلیل نہیں ہوئی عدم عقل کی۔

## ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

**ملفوظ** ۲۶۱۔ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے اونکے ناواقفی قواعد کے عذر کرنیکے جواب میں فرمایا کہ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ بدون کسی جگہ جائے ہوئے اطلاع کئے ہوئے کسی جگہ کے معمولات کی کیا خبر کہ وہانکے کیا اصول ہیں کیا قواعد ہیں مگر اتنی عقل تو ہونا چاہئے کہ جہاں جائے وہانکے رہنے والوں سے معلوم کرلے یہ تو کوئی ایسی باریک اور غامض بات نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے ایسی موٹی بات اور اسمیں یہ گڑبڑ تو پھر ایسے شخص سے آئندہ ہی کیا امید ہوسکتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ ایسی باتوں کو نہ سمجھنا بے عقلی یا بدفہمی کے سبب سے نہیں ہوتا بلکہ زیادہ بے فکری سبب ہوتا ہے جو کہ اختیاری ہے بس یہ ہے وجہ میرے مواخذہ کی میں جب کسی غلطی کے صدور پر کسی سے سوال کرتا ہوں کہ یہ تبلاؤ کہ اس غلطی کا سبب بدفہمی ہے یا بے فکری تو اکثر لوگ یہ سمجھکر کہ اگر بے فکری کو سبب تبلاتے ہیں تو وہ چونکہ اختیاری ہے مواخذہ سخت ہوگا بس جان بچانیکے لئے کہدیتے ہیں کہ بدفہمی میں اسپر کہتا ہوں کہ بے فکری اگر سبب ہوتی تو چونکہ وہ اختیاری تھی اُسکے انسداد کی توقع قریب ہوتی اب چونکہ بدفہمی سبب ہے اور وہ غیر اختیاری ہے اسلئے امید انسداد کی قریب نہیں لہذا تم سے موافقت مشکل ہے تمہاری خدمت سے معذور ہوں۔

**ملفوظ** ۲۶۲۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ توکل تو بڑی چیز ہے جسکو حق تعالیٰ نصیب فرمادیں بڑی دولت اور بڑی ہی نعمت ہے باقی ہم جیسوں کو تو اگر توکل کرنے والوں کی نقل ہی نصیب ہوجائے یہ بھی سب کچھ ہے اسپر بھی فضل ہوجاتا ہے دیکھ لیجئے کہ رؤسا کے یہاں نقل پر بھی انعام

ملتا ہے بلکہ بعض دفعہ زیادہ ملتا ہے اصلی خربوزہ تربوز آم کر لیے لیجائے تو بازار کی قیمت تو چار آنہ ملے گی اور اگر نقلی لیجائے تو انعام پانچ دس روپیہ ملجاتے ہیں تو اسی طرح ہمارا توکل تو کیا مگر نقل بھی ہو جاوے تو یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ قابل انعام ہے اور دوسرے اعمال کو بھی اسیطرح سمجھ لیجئے۔

**ملفوظ** ۲۶۳۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے ہزاروں واقعات ایسے ہیں کہ جس چیز کو جسطرح چاہا اللہ تعالیٰ اسی طرح پورا فرمادیتے ہیں۔

**ملفوظ** ۲۶۴۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبادلہ خیالات نہایت مہمل لفظ ہے پھر معنوی دلالت بھی اسمیں کافی نہیں مشورہ اچھا لفظ ہے یہ تبادلہ لفظ بھی تو غلط ہے تبادل البتہ صحیح لفظ ہے تبادلہ عربی میں کوئی لفظ ہی نہیں۔

**ملفوظ** ۲۶۵۔ ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر اس خط بعیت کا مضمون نہ ہوتا تو بڑا اچھا خط تھا ضرور جواب دیتا۔ (نوٹ) اسمیں بعیت پر بے اصول اصرار تھا جس سے طبیعت کو تکدر ہو گیا)

## ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

**ملفوظ** ۲۶۶۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص معزز ہے کہ گو کپڑے پہنے ژولیدہ مگر سوال نہ کرے بخلاف اسکے جو عبا و قبا پہنکر سوال کرے وہ معزز نہیں۔ ایک سب جج صاحب کسی مقام پر بدل کر گئے پرانی وضع کے آدمی تھے چوغہ و عمامہ زیب تن تھا محض براہ اخلاق ایک رئیس سے ملنے گئے اُس نے دور سے دیکھکر یہ سمجھا کہ یہ کوئی چندہ مانگنے والے ہیں گھر میں گھس گئے پھر اس اطلاع پر کہ سب جج ہیں تب باہر آئے یہ حالت ہو گئی ہے ان مانگنے والوں کی بدولت مجھکو ایسی باتوں سے طبعی نفرت ہے جس کام کے لئے چندہ کی ضرورت ہے صرف اوس کام کی عام اطلاع کر دینا کافی ہے اسپر اگر کوئی اعانت اور امداد کرے قبول کرے ورنہ خیر علماء کو تو ان امراء کے دروازوں پر جا کر اُن سے سوال کرنا نہایت ہی ناپسندیدہ بات ہے اگر علماء چندروز بطور امتحان ہی

ملفوظ ۴۷۴ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسقدر بدفہمی کی بات ہے کہ اتباع کوئی چیز ہی نہیں رہی، یہ چاہتے ہیں کہ حاکم ہمارا اتباع کریں اب یہ ہی سوراج سوراج ہانک رہے ہیں جب یہ حاکم بنیں گے تو انکے ساتھ بھی یہ ہی برتاؤ ہوگا جو یہ کر رہے ہیں تب حقیقت معلوم ہوگی جتنی باتیں کر رہے ہیں نہایت ناعاقبت اندیشی کی ہیں بہت بُری ذہنیت پیدا ہوگئی ہے یہی حالت حکام باطنی یعنی مشائخ کیساتھ ہوگئی ہے کہ اُنکو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں سو یہ خود علامت ہے ضعف اعتقاد کی اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ زادہ کی قوم اگر کسی سے معتقد ہو جائیں تو لغالب ظن وہ واقعی بزرگ ہے اسلئے کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا مولوی ہو جاوے یا شیخ ہو جاوے انکا معتقد ہونا بڑا مشکل ہے یہ تو واقعی بزرگوں کے بھی کم ہی معتقد ہوتے ہیں مزاحاً فرمایا کہ یہ تو خود شیخ زادہ ہیں بلکہ شیخ سے بھی زیادہ ہیں اسلئے یہ بڑی مشکل سے کسی کے معتقد ہوتے ہیں اور اگر ہو جاتے ہیں تو پھر پورے طور سے ہوتے ہیں کیونکہ سمجھکر ہوتے ہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے درجہ کے ہیں مگر گنگوہ کے لوگ زیادہ معتقد نہ تھے نہ شیخزادہ نہ پیرزادے اور یہ پیرزادوں کی قوم تو ہر جگہ عجیب ہی ہیں چنانچہ آجکل کے پیرجیوں نے عجیب عجیب باتیں تراش رکھی ہیں کبھی مرغ حاصل کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ تعویذ مُرغ کے خون میں لکھا جاتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ انکو مرغ نہ دے بلکہ انکے سامنے مُرغ ذبح کرکے اور ایک ٹھیکری میں خون دیکر کہدیا جاوے کہ یہ ہے مرغ کا خون اس سے تعویذ لکھدیجئے مگر پھر شاید وہ یہ کہنے لگیں کہ مُرغ کا گوشت کھاکر تعویذ لکھا جائیگا تب اثر ہوگا اسکا جواب تو میرے پاس بھی نہیں یہ لوگ اگر یہ ترکیبیں نہ کریں تو بیچارے اور کیا کریں انکو اور کچھ آتا بھی تو نہیں اسلئے قابل رحم بھی ہیں۔

ملفوظ ۴۷۵ - فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ مجھکو اپنی اہلیہ سے بیحد محبت ہے اسقدر محبت مذموم تو نہیں ۔ میں نے لکھدیا کہ اس سے زیادہ بھی مذموم نہیں مگر ایک شرط ہے ۔ میں نے اُس شرط کے متعلق بھی اُس سے دریافت کیا ہے کہ اگر کسی موقع پر اسکی رعایت کرنے میں دین کا ضرر ہو تو اسوقت آپ کسکو ترجیح دیں گے دین کو یا اہلیہ کو ۔ اسپر فرمایا کہ نہ معلوم بیچاری بیوی ہی کو کیوں تختۂ مشق بنایا جاتا ہے اگر بیوی کے متعلق یہ شبہ ہے کہ وہ غیر اللہ ہے

تو یہ خود بھی تو عین اللہ نہیں غیر اللہ ہی ہیں کہ جو محبت اہلیہ سے ہے اگر وہی محبت اپنی ذات سے ہو تو وہاں پر بھی تو یہی شبہ ہونا چاہیئے مگر اسکا کبھی سوال نہیں کیا خیر جو سوال کیا یہ بھی غنیمت ہے اس سے دین کی فکر کا تو پتہ چلا اور فکر دین وہ چیز ہے کہ یہ جب ہوتی ہے تو مصلح کا بھی جی چاہتا ہے کہ یہ بھی بتا دو یہ بھی سکھا دو اور اگر طلب اور فکر نہیں تو پھر مردار پڑے گلتے ہیں

۲۷۶ ملفوظ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ بدون اپنے ذاتی علم کے سنی سنائی بات پر کسی کے مضمون کی تصدیق نہیں کرتا اسلئے کہ یہ شہادت ہے اور اسمیں شرعاً مشاہدہ شرط ہے

۲۷۷ ملفوظ - فرمایا کہ ایک خط آیا ہے پتہ پر لکھا ہے خانگاہ امدادیہ مگر صحیح اور اصل لفظ یہی ہے خانقاہ اسکا معرب ہے - خانگاہ جہاں پر بہت سے خانے اور حجرے بنے ہوں

۲۷۸ ملفوظ - ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جسمیں تعلیم کی ضرورت ہوتی یہ تو فطری چیز ہے فطریات میں کسی کی تعلیم کی کیا ضرورت کیا یہ امر فطری نہیں کہ آدمی جس کام کو اوے صاف کہدے پھر جو اب ملے اُسپر عمل کرے مگر لوگ ایسا نہیں کرتے پھر چاہتے ہیں کہ اسکی اصلاح نہ کی جاوے رعایت کی جاوے حالانکہ اصلاح کر دینا ہی رعایت ہے اور اسی قاعدے کیموافق میں ہمیشہ آنیوالوں کی رعایت کرتا ہوں اور انکی دینی مصلحت کو کہ اصلاح ہے مقدم رکھتا ہوں اپنی دنیوی مصلحت پر کہ نیکنامی ہے اور اُسکے خلاف کو خیانت سمجھتا ہوں کیونکہ اگر میں آنے والونکی وہ رعایت کروں جسکو یہ رعایت سمجھتے ہیں تو پھر تربیت اور اصلاح کی کیا صورت ہوا در یہ اونکی رعایت تھوڑا ہی ہو گی بلکہ یہ تو میری اپنی رعایت ہو گی کہ کوئی برا نہ مانے بدنام نہ کرے اب یہ اسکو اپنی بدفہمی کیوجہ سے نہ سمجھیں تو میرے پاس اسکا کوئی علاج نہیں میں تو جو کچھ کرتا ہوں آنیوالونکی مصلحت کی وجہ سے کہ ان میں آدمیت پیدا ہو جاوے پھر اسکو اگر یہ اپنا نقصان سمجھیں سمجھا کریں یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وقف علی الاولاد کرے تو اس سے اپنی اولاد کو نفع پہونچانا مقصود تھا لیکن اگر اپر کوئی نقصان لازم آجاوے مثلاً اولاد اسکو اپنے اغراض کیلئے فروخت نہیں کر سکتی تو اجتماع یا اولاد اسکو نقصان سمجھے سمجھا کرے باپ کی جوتی سے اور میں تو صاف پکار کر کہتا ہوں کہ اگر میرا یہ طرز کسی کو ناپسند ہو وہ میرے پاس نہ آوے میں کسی کو بلانے کب جاتا ہوں کسی کو

سو دفعہ غرض ہو آؤ ورنہ کہیں اور جاؤ۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے ؎

در کوئے نیک نامی ما را گذر نہ دادند — گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را

اور میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھ دیتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

لوگ چاہتے ہیں کہ جسطرح سے پرانا ڈھرا چلا آرہا ہے ویسے ہی یہاں پر بھی ہو صدیوں کے بعد تو باب تربیت حق تعالیٰ کے فضل سے کھلا ہے یہ نامعقول پھر اسکو بند ہوا دیکھنا چاہتے ہیں سو میں تو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے طرز کو کسی کی خوشی کیوجہ سے بدل نہیں سکتا اور اگر بالفرض ایسا کروں بھی تب بھی کسی نہ کسی کے تو پھر بھی خلاف ہو ہی گا تو اس صورت میں ساری دنیا کو کہانتک راضی رکھ سکتا ہوں۔

(**ملفوظ ۲۷۹** ملقب بہ تکمیل الفقہ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگوں کے دین کو کچھ انگریزی نے کچھ افلاس نے کچھ بد فہمی نے تینوں نے ملکر خراب و برباد کر دیا آجکل تو انگریزیت کا غلبہ بعض جگہ عورتوں پر بھی ہو چلا ہے یہانتک نوبت آگئی ہے کہ ایک بہت بڑے دیندار خاندان کے رئیس کی بیوی کا میرے پاس خط آیا تھا اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا کہ فلاں لیڈی میں نے لکھا کہ اگر اپنے نام کیساتھ یہ لکھا جاتا کہ فلاں بیگم تو یہ اچھا تھا بس یہ عزت بڑی کہ آدمی سے لیڈی بن گئیں میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ جب کسی عورت کا خط آتا ہے تو لکھدیتا ہوں کہ اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیجو اسمیں بھیجنے والیکی دینی مصلحت بھی ہے اور دنیوی بھی تاکہ کہیں بے محل خط نہ لکھ سکیں اور یہ سمجھیں کہ بدون خاوند کی اجازت کے خط و کتابت کرنا جائز نہیں اُدھر خاوند کو اطمینان رہے کہ بدون میری اجازت کے یہ ایسا نہیں کرتی غرض اسمیں بڑی مصلحت ہے اور جگہ ان باتوں کا خیال بھی نہیں کیا جاتا ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے پردگی کی وبا بھی عام ہو چلی ہے تمام غیر محرم گھر میں آتے ہیں جن سے پردہ فرض ہے اسکی پرواہ بھی نہیں کیجاتی جو مفاسد انکے باہر پھرنے سے پیدا ہوتے وہ اس صورت میں گھروں کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں ایسا پردہ حقیقت میں پردہ نہیں ہے محض عرفی پردہ ہے ایک صاحب نے بطور اشکال کے مجھ سے کہا تھا کہ پردہ کے اندر بھی تو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں میں نے کہا

۴۰

(باقی آئندہ)

کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی اور مفاسد پیدا نہیں ہوسکتے جب مفاسد ہونگے بے پردگی ہی سے ہونگے کیونکہ ہر خرابی سے پہلے آپس کا سامنا ہی ہوگا وہ اس عرفی پردہ کو پردہ سمجھے ہوئے تھے اسوقت اُنکی آنکھیں کُھلیں اور حقیقت کو سمجھے اور بہت مسرور ہوئے اور یہ کہا کہ میں بہت عرصہ سے اس شبہ میں مبتلا تھا آج حقیقت منکشف ہوئی اور یہ مرض بے پردگی کا مسلمانوں میں دوسری قوموں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ بدلتا ہے پردے میں اصل ضرورت بدن چھپانے کی ہے جسمیں کوتاہی ہوتی ہے محض چہاردیواری میں بیٹھنے کا اور نامحرموں کے سامنے ہونے کا نام پردہ نہیں۔ عورتیں بکثرت عفیف ہوتی ہیں مگر وہ بھی پردہ کے اس حکم شرعی سے مستثنےٰ نہیں نیز نفس پر کیا بھروسہ اور کیا اطمینان جیسے سانپ کا کیا اطمینان حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمام امت کی مائیں ہیں مگر اُن کو بھی حکم تھا کہ امتیوں سے پردہ کرو اسی طرح امتی بیٹیوں کو حکم تھا کہ اپنے روحانی باپ یعنی پیغمبر سے پردہ کرو اور اصل تو یہ ہے کہ پردہ کے لئے اسی کی ضرورت نہیں کہ قرآن وحدیث سے اسکا ثبوت ہو۔ آخر غیرت وحمیت بھی تو کوئی چیز ہے وہ فطری ہونے کے سبب کافی داعی ہے بلکہ شریعت خود بالکل فطری چیز ہے چنانچہ جسمیں احتمال بعید بھی مفاسد کا ہوتا ہے خود بخود قلب میں اُس سے کھٹک پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ جن کا مفسدہ فطرۃً بہت زیادہ بیّن تھا وہاں تشریع صریح ہی کی حاجت نہیں ہوئی دیکھئے یہ تو حکم ہے کہ شراب نہ پیو اور یہ نہیں فرمایا کہ پیشاب نہ پیو کیونکہ اسکی گندگی فطری ہے سو جس چیز کی ممانعت کی ضرورت نہ تھی اس بنا پر کہ وہ فطری ہے بعض جگہ اُسمیں بھی ممانعت کرکے بندوں پر احسان فرمادیا کہ اسکے احکام بتلادئے ورنہ فہم سلیم کے ہوتے ہوئے اسکی کچھ بھی ضرورت نہ تھی لیکن باوجود عدم ضرورت کے اگر یہ امر پیش نظر رکھا جائے کہ احکام کا تعلق مختلف طبقات سے ہی جنمیں بعضے فاسد الفطرۃ بھی ہیں تو پھر یہ شبہ بھی نہ ہوگا کہ باوجود فطری ہونیکے پھر کیوں ظاہر کیا گیا جواب ظاہر ہے کہ اس اظہار کا داعی فساد فطرت ہے باقی اور یہ مدعیان بے پردگی جو اپنی مدعا کے دلائل بیان کرتے ہیں وہ نہایت لچر اور اصول عقلیہ کے بھی خلاف ہیں آخر انکو بھی تو کسی حد کا قائل ہونا پڑیگا مطلقًا بے پردگی کے تو یہ بھی قائل نہیں تو جو مفاسد مطلقًا بے پردگی سے پیدا

ہونگے اگراس بابہ التزاع درجہ سے بھی وہی پیدا ہو جاویں تو پھر ان کے پاس کیا جواب ہے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ فقہیہ یاد کر رکھا ہے کہ چہرہ تو ستر نہیں مگر یہ نہ دیکھا کہ اصل جذب قلب کے باب میں چہرہ ہی ہے چنانچہ جو شخص چہرہ دیکھ لیتا ہے اسکو دوسرے اعضاء کے دیکھنے کی خواہش نہیں اور جو شخص دوسرا عضو دیکھ لے مثلاً کلائی کو دیکھ لے تو چہرہ دیکھنے کی اسکو ضرور خواہش ہوگی۔ سوان بے غیرتوں کو شرم نہیں آتی کہ سر کھولنے کو تو جائز نہ سمجھیں اور چہرہ کھولنے کو جائز سمجھیں حسن و جمال تو جو کچھ ہے وہ چہرہ ہی میں ہے سو اسکا پردہ تو سب سے زیادہ ہونا چاہئے مگر غایت مجبوری والیوں کو رفع حرج کیلئے اسمیں سہولت کردی ہے یہ نہیں کہ بلا ضرورت حسن فروشی کرتی پھریں۔ پس شریعت نے نہ تو تنگی کی اور نہ وسعت دی ہر امر میں اعتدال رکھا ہے اسی اعتدال کو کسی نے کہا ہے ؎

گرچہ خدا گفت کلوا واشربوا | لیک نفرمود کلوا تا گلو

غالب نے تمسخر سے کہا تھا ؎

ہم توبہ جب کرینگے شراب و کباب سے | قرآن میں جو آیا کلوا اشربوا نہ ہو

کسی نے خوب جواب دیا ہے ؎

تسلیم قول آپکا ہم جب کریں جناب | جب آگے واشربوا کے ولا تسرفوا نہ ہو

شریعت سراپا اعتدال و حفظ حدود ہے اس حفظ حدود پر ایک واقعہ یاد آگیا وہ یہ کہ ایک صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے ولایت گئے تھے انکی توجہ سے بعض بڑے طبقہ کے انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا ان کے ذریعہ سے چنانچہ ایک انگریزی خاتون نے جو کسی کالج کی پروفیسر تھی اپنے مسلمان ہو جانے کی مجھکو اطلاع دی اور اسلامی نام رکھنے کی استدعا کی اس عورت کا نام براڈے ہے میں نے بریدہ تجویز کیا وہ بیحد مسرور ہوئی دونوں ناموں میں لفظی تناسب کی وجہ سے ایک دوسرے انگریز نے ان ہی صاحب کے ذریعہ سے ایک خط مجھکو لکھوایا کہ میں تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں مع اپنی بیوی کے ہندوستان دیکھنے کو بیحد جی چاہتا ہے آپکے یہاں پردہ ہے ہمارے یہاں پردہ نہیں تو کیا ایسی حالت میں آپ لوگ ہمکو حقیر نہ سمجھیں گے۔ اب مجھکو سوچ ہوئی اگر لکھتا ہوں کہ پردہ کی ضرورت نہیں تو وہ نصوص سے

ثابت ہے نفی کیسے ہو سکتی ہے اور اگر پردہ کرنے کو لکھتا ہوں تو انکو بوجہ عادت نہ ہونے کے وحشت ہو گی بس اسی حفظ حدود کی اصل پر یہ سمجھ میں آیا کہ اور اعضا تو مستور ہوں ہی گے صرف چہرہ کھلا ہو گا تو چہرہ چھپانے سے اصل مقصود ہے دفع فتنہ اور فاتح قوم کی ایک ہیبت ہوتی ہے مفتوح قوم پر اسلئے مفتوح قوم کی ہمت نہیں پڑتی فاتح قوم کے متعلق خیالات فاسدہ کی اسلئے ہم آپ لوگوں کی اسکی گنجایش دینگے بخلاف ہمارے کہ ہندوستان میں ہم آپسمیں سب برابر ہیں ایک کا دوسرے پر کوئی ہیبت کا اثر نہیں اسلئے ہم اپنے لئے یہ گنجایش نہ دینگے اور میں نے یہ جواب اخذ کیا حجۃ اللہ البالغہ کی ایک تعلیل سے جو انھوں نے امام شافعی رح کے ایک فرع کے متعلق ذکر کی ہے وہ فرع سیدہ کا اپنے غلام سے عدم حجاب ہے حجۃ اللہ میں اسکی علت یہی ہیبت بیان فرمائی ہے مگر یہ جب ہے کہ جب طبیعت میں سلامتی ہو جیسے ائمہ کے زمانہ میں تھی اور امام صاحب نے آئمیں اسلئے اختلاف فرمایا کہ آئندہ طبیعتیں سلیم نہیں ہونگی۔ غرض میں نے امام شافعی کی اصل پر اسی انگریز کو جواب لکھدیا کہ تمکو اجازت ہو گی کہ پردہ نہ کریں مگر پھر وہ آئے گئے نہیں۔

# ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ہجری،

## مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۲۸۰) ایک نو وارد صاحب نے قبل از مجلس حضرت والا سے گفتگو کی اور اسی وقت کی گاڑی سے واپس ہو گئے اسکے بعد حضرت والا نے مجلس کی اطلاع لوگوں کو کرائی اہل مجلس کے آجانے پر فرمایا کہ آج ایک مہمان کی وجہ سے مجلس کی اطلاع میں تاخیر ہو گئی علیگڈھ سے ایک رسالہ نکلتا ہے یہ صاحب اسکے اڈیٹر ہیں یا شاید اخبار ہے اچھی طرح خیال نہیں رہا اُن کے ایک سوال پر میں نے تقریر کی کہتے تھے کہ اسوقت کی تقریر سے میں بہت سے سوالوں سے بچگیا قریب قریب جو کچھ ذہن میں تھا سب کے جوابات ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو یہ تقریر چھپوا دوں میں نے کہا کہ پہلے لکھکر مجھکو دکھلا لیا جاوے کہنے لگے کہ انشاء اللہ غلطی نہ ہو گی میں نے کہا کہ اگر میری طرف نسبت فرمائیں تو مجھکو ضرور دکھلا لیں اسلئے کہ بعض اوقات ایک لفظ کے بدل جانے سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے فرمایا کہ اس سے بھی جی خوش ہوا کہ بیچاروں نے قدر کی اور سمجھ گئے جسکی زیادہ بنا اعتماد ہے طبعی بات ہے کہ جن لوگوں پر

اعتماد ہوتا ہے اُن کی ہر بات مقبول ہوتی ہے الحمد للہ ابھی تک اکثر مسلمانوں میں دین سے تعلق اور دین کے جاننے والوں پر اعتماد ہے تعلق پر یاد آیا ایک وکیل صاحب تھے کانپور میں انکو بیمار سُنکر اُن کے مکان پر عیادت کیلئے گیا تھا قسم کھا کر کہنے لگے کہ اگر وبیسرائے بھی میرے مکان پر آتے تو مجکو اتنی خوشی نہ ہوتی الحمد للہ ایسے ایسے مسلمان ابھی موجود ہیں جنکو دین اور اہل دین سے تعلق ہے

(ملفوظ ۲۸۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا شاعری ناجائز ہے فرمایا کہ ناجائز تو نہیں لیکن بعض شاعروں کے اکثر مضامین خلاف شریعت ہوتے ہیں اسوجہ سے اُن کے لئے بیشک ناجائز ہے اسی طرح اگر غلو و انہماک زیادہ ہو جاوے اُسکو بھی منع کیا جاویگا ایک شاعر تھے اگر نماز میں کوئی شعر یاد آجاتا تو نماز توڑ کر اُسکو لکھ لیتے کسی نے کہا کہ یہ کیا کہا کہ نماز کی تو قضا رہے مگر شعر کی قضا نہ رہے اکثر جاہل شعراء کے یہاں تو اشعار میں کوئی حد ہی نہیں۔ کسی غالی کا شعر ہے (نعوذ باللہ)

پے تسکین خاطر صورت پیراہن یوسف ۔۔۔ محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

یعنی جیسے یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا پیراہن رکھ لیا تھا نعوذ باللہ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور کا سایہ رکھ لیا تو حق تعالیٰ کو یعقوب علیہ السلام پر قیاس کیا نعوذ باللہ اب کہانتک ان مضامین کو جائز کہا جاسکتا ہے باقی سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر حضور کے سر مبارک پر ابر کا سایہ رہتا تھا پھر سایہ کیسے ہوتا کبھی کبھی ابر نہ بھی ہوتا تھا چنانچہ حدیث شریف میں ایک صحابی کا آپ پر کپڑے کا سایہ کرنا بھی ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابر کا سایہ بھی دائمی نہ تھا۔

(ملفوظ ۲۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عموماً یہ خیال ہو گیا ہے کہ صوفیہ کو عموماً اور حضرات چشتیہ کو خصوصاً بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ بدعتی ہیں اور سنت کے مخالف ہیں اسکے متعلق مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ ایک رسالہ لکھا جائے اور اُن حضرات کے اقوال و اعمال جمع کئے جائیں جن سے معلوم ہو کہ وہ کسقدر اتباع سنت کا کرتے تھے اسکا نام یہ ذہن میں آیا ہے السنة الجلیة فی الچشتیة العلیة (چنانچہ اب بفضلہ تعالیٰ شائع بھی ہو گیا)۔ ان حضرات کی آجتک کسی نے کافی نصرت نہیں کی جی چاہتا ہے نصرت کو البتہ احیاناً ان حضرات کے اقوال و اعمال سے ایہام ہوجاتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات پر اُس طرف کا غلبہ تھا صاحب حال تھے اسلئے معذور ہیں ایک ہی چیز دل میں سمائی ہوئی اور رچی ہوئی تھی اور سب سے ذہول تھا اور وہ چیز محبت اور یادِ

حق ہے اور حقیقت میں بھی ایک چیز یاد رکھنے کی ہے اسکو نہ بھلاوے باقی اور کسی چیز کے یاد رکھنے کی ضرورت نہیں۔

میری اس نصرت پر ایک صاحب معترضانہ لکھتے ہیں کہ تم صوفیوں کی بہت حمایت کرتے ہو مگر الحمدللہ میں بیجا حمایت تھوڑا ہی کرتا ہوں اور میں بھی تو جواب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم صوفیوں کی مخالفت کرتے ہو بلکہ میں نے تو بہت سے خیالات کی اصلاح کر دی ہے چنانچہ آجکل لوگوں میں عموماً پیر کا بڑا مرتبہ سمجھا جا رہا تھا حتی کہ باپ اور استاد سے بھی بڑا مگر میرے یہاں یہ تحقیق ہے کہ اول مرتبہ باپ کا پھر استاد کا پھر پیر کا پھر اسپر کہتے ہیں کہ تم صوفیوں کی حمایت کرتے ہو۔

(ملفوظ ۲۵۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اب تو میں داڑھی کو بھی نہیں دیکھتا یہ دیکھتا ہوں کہ ایمان بھی ہے یا نہیں اب تو ایمان ہی کے لالے پڑ گئے ہیں تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ ایمان ہی سالم رہے۔

(ملفوظ ۲۵۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیجا حمایت کا الحمدللہ میرے اندر مادہ ہی نہیں شریعت میری فطرت ہے اسی لئے جہلا صوفیہ پر رد و نکیر بھی زور و شور سے کرتا ہوں چنانچہ بعضوں کی یہ حالت ہے کہ انھوں نے بالکل شریعت کے مقابلہ میں ایک مخترع طریق اختیار کر رکھا ہے ان کے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جسمیں کچھ نہ کچھ جہل شامل نہ کر دیا گیا ہو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جاہل صوفی کا قول اسکی توجیہ میں بیان کیا کہ حضرت غوث اعظم کا لقب دستگیر کیوں ہے سو توجیہ یہ کی کہ ایک مرتبہ اللہ میاں اور غوث پاک ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے اللہ میاں کا پیر پھسلا نعوذ باللہ حضرت غوث پاک نے تھام لیا اسوقت اللہ میاں نے فرمایا کہ دستگیر اسقدر جہل بڑھا ہوا ہے اور اب تو جہل کیساتھ شرارت بھی ہو گئی ہے پہلے بدعتی ایسے نہ تھے اکثر اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے نیت خراب نہ تھی اور اب تو شریر ہیں نیت خراب ہے۔ شرارت پر یاد آیا ایک صاحب مجھسے کہتے تھے کہ کاٹھیا واڑ میں میرے متعلق یہ مشہور کر رکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیسے منع کرتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اب اسکا کیا علاج خیر عوام تو عوام ہی ہیں اُن کی کیا شکایت ان کے لکھے پڑھے اُن سے زیادہ بگڑے ہوئے ہیں جیسے ایک بزرگ کا قول کہ شیعوں کے عوام تو

فاسق ہیں اور خواص کافر کیونکہ عوام کو تو کچھ خبر نہیں اور خواص جانکر سب کچھ کرتے ہیں اسی بنا پر ایک تجربہ کار صاحب کہا کرتے تھے کہ حیدرآباد دکن کے امرار تو جنتی اور مشائخ دوزخی ہیں اسلئے کہ امرار تو مشائخ کیساتھ دین کی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مشائخ امرار کیساتھ دنیا کی وجہ سے ایسے ہی ایک مرید نے پیر سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر بولے کہ ٹھیک ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو دنیا کا کتّا مرید نے کہا کہ ابھی خواب پورا تو ہو جانے دیجئے جبھی تعبیر دیجئے یہ بھی دیکھا کہ میں آپ کی انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور آپ میری پیر بہت بگڑے واقعی صحیح ترجمانی کی حقیقت یہ ہی ہے کہ مرید بیچارہ تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے اور پیر مرید سے دنیا۔

۲۸۵
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ فلاں مضمون کا ایک رسالہ لکھکر چھپوا کر اشتہار دینا چاہئے اور اس مشورہ میں کوئی کام اپنے ذمہ نہیں رکھا ان بدماغوں کو شرم نہیں آتی حامی دین بنتے ہیں رسالہ بھی ہم ہی لکھیں چھپوائیں بھی ہم ہی اشتہار بھی ہم ہی دیں ان سے کوئی پوچھے کہ آپ بھی کچھ کریں گے

۲۸۶
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس تنگی کا انجام فراخی ہو وہ تنگی محمود ہے۔

۲۸۷
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عوام بیچاروں کو محض اغراض کے لئے پھنسایا جاتا ہے بہکایا جاتا ہے فتن کی تحریکات دین کے برباد کرنیکا ذریعہ بن گئیں لوگوں کے دین کے اللہ ہی محافظ ہیں میرا تو مسلک یہ ہے کہ جو کام آسانی سے ہو سکے کر لو ورنہ چھوڑ دو انسان غیر اختیاری کا مکلف بھی تو نہیں پھر کیوں خلجان میں پڑے۔

۲۸۸
(ملفوظ) ایک صاحب نے ایک شبہ پیش کرنا چاہا حضرت والا نے فرمایا کہ شبہات کا ازالہ محض قیل وقال سے نہیں ہوا کرتا کام کرنے سے اکثر شبہات کا خود بخود سدباب ہو جاتا ہے پہلے کام میں کوشش کرو اور اصلاح کا ارادہ کرو پھر اگر کوئی شبہ ہو پیش کرو کام کرنے سے قبل سوچ سوچ کر پیش کرنا محض وقت کو بیکار کھونا ہے مجکو حضرت استادی مولانا محمد یعقوب صاحب رح کا جواب بیحد پسند آیا ہے دوران درس میں ایک طالب علم نے ایک حدیث پر شبہ کیا تھا اسکا جواب مولانا نے دیا تھا وہ حدیث یہ ہے کہ جو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز

اس طرح پڑھے کہ لایحدث فیہما نفسہ یعنی ان رکعات میں اپنے دل سے باتیں نکرے یعنی حدیث النفس کے طریق پر جیسے ہم لوگ اِدھر اُدھر کی باتیں سوچا کرتے ہیں اُس سے وہ نماز بالکل خالی ہو۔ باقی بے سوچے اگر وساوس آویں کوئی حرج نہیں خود نہ سوچے حاصل یہ ہے کہ خطرات احداث اور ابقاء دونوں اسکی طرف سے نہ ہوں تو جو شخص ایسی دو رکعت پڑھیگا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ یعنی اسکے تمام گذشتہ گناہ معاف کردئے جائیں گے۔ ایک طالبعلم نے عرض کیا کہ حضرت کیا ایسی نماز ممکن ہے کہ جسمیں خیالات یا وساوس نہ آویں اوّل تو اُس طالب علم نے سوال ہی غلط کیا حدیث تو یہ ہے لایحدث فیہما نفسہ نہ کہ لا تحدث فیہما نفسہ، مگر مولانا نے اس سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ عجیب ہی جواب دیا وہ یہ کہ میاں کبھی ایسی نماز پڑھنے کا تم نے ارادہ بھی کیا تھا جسمیں ناکامیابی رہی ہو کبھی پڑھکر بھی دیکھی تھی اگر پڑھکر دیکھتے اور ناکامی رہتی تب پوچھتے بھی اچھے معلوم ہوتے کبھی ارادہ کیا نہیں پہلے ہی حدیث پر شبہ کر بیٹھے شرم نہیں آتی عمل کرکے دیکھا ہوتا اسپر بھی ناکامی رہتی تب بھی اعتراض کیا ہوتا یہ ہے جواب اور میں ایک کلی طریق پر کہتا ہوں کہ حکومت کے قانون میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا اسلئے کہ وہاں ہیبت ہے اسی طرح محبوب کی باتوں میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا اسلئے کہ وہاں محبت ہے بس وسوسہ کا تختہ مشق صرف دین ہی کو بنایا جاتا ہے کیونکہ وہاں نہ ہیبت ہے نہ محبت ہے بس یہ دو چیزیں پیدا کرلو یہی دو چیزیں ہیں وساوس کے روکنے والی غرض جو عملی کام ہیں اُن پر اگر شبہ ہو وہ عمل کرنیسے زائل ہوسکتا ہے نری علمی تحقیقات سے کام نہیں چل سکتا بس اسکا ایک ہی علاج ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ہیبت یا محبت پیدا کرو اور اُس ہیبت و محبت کے پیدا کرنیکا سہل طریق یہ ہے کہ اہل خشیت واہل محبت کی صحبت اختیار کرو پھر نری صحبت سے بھی کچھ نہیں ہوتا بلکہ اپنے کو اُسکے سپرد کردو۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو  پیش مردے کاملے پامال شو

۲۸۹ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بعض اشیا کی خاصیت عمل کرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے چنانچہ شریعت کے اکثر احکام ایسے ہی ہیں کہ ان کے انوار

عمل کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں جیسے طبیب کے نسخہ لکھنے کے وقت اسکی حکمت اور اسرار نہیں معلوم ہوتے بلکہ استعمال کے بعد اسکا نفع معلوم ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہ کا مرض بھی عام ہوگیا ہے رات دن لوگ اسی فکر میں ہیں کہ کوئی بُرا نہ کہے ان باتوں میں کیا رکھا ہے کام میں لگو خدا سے صحیح تعلق پیدا کرنے کی فکر کرو میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایک خدا کو اختیار کرلو لوگوں نے پچاس خدا اختیار کر رکھے ہیں کہیں نفس کہیں برادری کہیں قوم کہیں جاہ کہیں عزت کہیں روپیہ کہیں کچھ کہیں کچھ سو سبکو راضی نہیں کرسکتے ایک کو ہر طرح پر راضی رکھ سکتے ہو بس ایک کو لیلو اسی کو فرماتے ہیں ؎

مصلحت نیست کہ یاران ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

اور مسلمان کی تو حق تعالیٰ کے ساتھ یہ شان ہونی چاہئے ؎

ہمہ شہر پُر ز خوباں منم و خیال ماہے چہ کنم کہ چشم بدبیں نکند بکس نگاہے

اور یہ مذہب ہونا چاہئے ؎

دلارامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

غرض نہ کسی کی مدح سے اسکا کچھ بڑھتا ہے نہ کسی کی بُرائی سے کچھ گھٹتا ہے پھر ان فضولیات میں پڑکر کیوں آدمی اپنا وقت بیکار برباد کرے۔

قریب ہی کا واقعہ ہے کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں لوگوں نے مجھپر کسقدر سب وشتم کیا میرا کیا بگڑ گیا بلکہ ہر طرح کا نفع ہی ہوا اور اسی لئے میں نے لوگوں کے معافی چاہنے سے قبل ہی سبکو معاف کردیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کردیا کہ میری وجہ سے مواخذہ کسی پر نہ ہو اسلئے کہ اگر ایک مسلمان کو تکلیف پہونچے تو میرا کیا نفع اور معاف کرنے میں تو امید نفع کی بھی ہے کہ میں اپنا حق لوگوں کو معاف کردوں شاید اللہ مجھے معاف فرمادیں اُس زمانہ میں عجب ایک ہڑبونگ مچا رکھا تھا قسم قسم کی دھمکیاں دیجاتی تھیں سمجھتے تھے کہ دھمکیوں سے اپنا مسلک بدلدیگا۔ جیسے خود ہیں ویسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں اپنے اوپر دوسروں کو قیاس کرتے ہیں اسی زمانہ میں ایک مولوی صاحب دہلی سے یہاں آئے تھے وہ ان مسائل کے متعلق خلوت میں کچھ بات کرنا چاہتے تھے میں نے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو نہ کرونگا کیونکہ اسمیں میرے لئے خطرہ ہے کہ

مشتبہ ہو جاؤنگا اور میں اس خطرہ کے لئے تیار نہیں ور جلوت میں آپ کیلئے خطرہ ہے مگر آپ اُس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں پھر کوئی گفتگو نہیں کی۔ ایک مولوی صاحب پانی پت میں فرمانے لگے ہمکو واقعات معلوم نہیں ورنہ ہماری موافقت کرتے۔ میں نے کہا آپکو تو معلوم ہیں آپ مجھکو خط و کتابت سے مطلع کردیں کہنے لگے خط و کتابت میں خطرہ ہے میں نے کہا کہ آپ تو اس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ کہنے لگے تمھارے لئے خطرہ ہے میں نے کہا کہ میری فکر نہ کیجئے جب کوئی گڑبڑ ہوگی میں کہدونگا کہ کسی دشمن نے مجھکو لکھدیا میں کیا جانوں۔ غرض آپ بے فکر ہو کر خط و کتابت کیجئے بس رہ گئے

(ملفوظ ۲۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمیندار بہت پریشان ہیں مگر جو آسمان دار ہیں وہ اس زمانہ میں بھی مطمئن ہیں اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی کو آسمان دار ہونا چاہیے۔

(ملفوظ ۲۹۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ آجکل یورپ میں اسکی کوشش کر رہے ہیں کہ مریخ ستارہ تک پہونچیں اور وہاں کے حالات معلوم کریں فرمایا کہ میں نے بھی ایک اخبار میں دیکھا تھا میں نے تو دیکھکر یہ کہا تھا کہ جس روز ایسا ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ دو رکعت نماز نفل شکر ادا کرونگا کیونکہ آخر یہ بھی تو اُن ہی طبقات کو طے کر کے مریخ تک پہونچیں گے جنکو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے مانع معراج جسمانی کہتے ہیں تعجب ہے کہ اُنکی کوئی تکذیب نہیں کرتا اور شریعت کی تکذیب کرنیکو تیار ہیں۔ ہوائی جہاز کے ذکر پر فرمایا کہ اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر اعتراض کا منہ نہیں رہا۔ اس بدفہمی کا کچھ علاج ہے کہ جو یہ کریں وہ ہو جائے اور خدا جو چاہے وہ نہ ہو کسقدر ظلم عظیم ہے اور اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو یہ تمام صنعتیں بھی حق تعالیٰ کی ہی قدرت کے کرشمے ہیں اسلئے کہ جن دماغوں کی یہ ایجاد ہیں وہ دماغ بھی تو اُن کے ہی بنائے ہوئے ہیں مگر باوجود دعوے عقل کے اتنا نہیں سمجھتے میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ لوگ عاقل نہیں آکل ہیں عقل کی ایک بات بھی نہیں ہر وقت اکل کی فکر ہے۔ ان مادیات میں پڑکر خدا کو آخرت کو سبکو بھلا دیا فرعون ہو گئے بلکہ اُس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ فرعون بے سامان تھا یہ فرعون باسامان ہیں اُسکے پاس اسقدر تکبر کے سامان کہاں تھے جو انکے پاس ہیں اور عجب نہیں اُس جہاز پر بھی تباہی آوے جس سے مریخ تک پہونچنا چاہتے ہیں جیسے ایمڈن پر آئی تھی ان چیزوں کی وجہ سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم غالب ہیں یہ خیال خدا کے نزدیک نہایت مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اکثر ساتھ کے ساتھ توڑ دیتے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ اپنی ایجاد اور صنعتوں

اور کاریگری پر نازاں ہیں حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ وہاں گری کہاں چھلکے ہی چھلکے ہیں۔

(ملفوظ ۲۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں مجھ پر عنایت فرماؤں نے بیحد عنایت فرمائی اسکے بعد اُن ہی لوگوں کی درخواست معافی کے خطوط بھی بکثرت آئے میں نے لکھدیا معافی تو میرے یہاں بہت ارزاں ہے اسلئے کہ میں بھی خطاوار ہوں اللہ کا بھی بندوں کا بھی میرا بھی جی اپنی معافی کو چاہتا ہے اسلئے میرے یہاں معافی ارزاں ہے لیکن خصوصی تعلقات بہت گراں ہیں وہ نہ ہونگے اور تعلقات اور چیز ہیں اور معافی اور چیز معافی کی حقیقت تو یہ ہے کہ صاحب حق انتقام نہ لے نہ دنیا میں نہ آخرت میں دنیا میں تو یہ کہ نہ غیبت کرے نہ بدخواہی کرے نہ اسکے نقصان سے خوش ہو اور آخرت میں یہ کہ اسکی عقوبت پر راضی ہو اور تعلقات اسکے علاوہ دوسری چیز ہے

# ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ ہجری

## مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۹۴) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقام ہے وہاں پر سال بھر میں ایک دن ایک مہینہ کا اور ایک رات ایک مہینہ کی ہوتی ہے وہاں پر اوقات نماز کے متعلق کیا حکم ہے نماز کس طرح پڑھی جائیگی فرمایا کہ بعض علماء نے اسکا جواب دیا ہے کہ وقت کا اندازہ کرکے اور حساب لگا کر نمازیں ادا کریں۔ ان علماء نے یہ حکم اس سے سمجھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب دجّال آئیگا تو ایکدن سال بھر کا ہوگا اسکے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت کا اندازہ کرکے نماز ادا کرو اور بعض علماء نے اس مقام پر اس دن میں پانچ ہی نمازوں کا حکم دیا ہے اور یوم دجّال پر قیاس کا جواب دیا ہے کہ وہ عارضی بات ہے اور یہاں پر دوام ہے لہذا قیاس مع الفارق ہے پھر فرمایا کہ لوگ ان اختلافات سے گھبراتے ہیں اور علماء پر اعتراض کرتے ہیں۔ بیان کیا مگر یہ گھبرانیکی چیز نہیں معلوم بھی ہے کہ اختلاف کا ہونا دلیل ہے اہتمام تحقیق کی اور اختلاف کا نہ ہونا دلیل ہے عدم اہتمام تحقیق کی اور بجز اسلام کے اور کسی مذہب میں یہ تحقیق نہیں علماء اسلام نے ہر بات پر بحث کرکے حقیقت کو اپنی قدرت کی حد تک صاف کر دیا ہے دوسرے مذاہب میں ہے ہی کیا جسکی تحقیق کریں اور پھر تحقیق سے اختلاف ہو ایک مثال عرض کرتا ہوں دو وکیل کے پاس مقدمہ

لیجایئے اگر اُن میں شان تحقیق ہوگی ضرور اختلاف ہوگا دو طبیب حاذق کے پاس مریض کو لیجایئے اگر ان میں شان تحقیق ہوگی ضرور اختلاف ہوگا بعض بدعقل ہر اختلاف کو مذموم سمجھتے ہیں جو بات خوبی کی ہے وہ بدفہموں کے نزدیک نقص کی ہے۔ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت احکام میں قواعد بیان کردئے جزئی احکام نہیں بتلائے تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ضرور اختلاف ہوگا جیسے پارلیمنٹ میں زید عمر کے متعلق الگ الگ احکام نہیں تجویز کئے جاتے کلیات تجویز کردئے جاتے ہیں اُن ہی کے انطباق کے متعلق ماتحت عدالتوں میں اور وکلاء میں اختلاف ہوجاتا ہے۔

(**ملفوظ** ۲۹۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ تدبیر اور تقدیر کا ایسا ہے کہ اہل علم کو بھی اسمیں زائد از ضرورت کلام کرنے کی اجازت نہیں مگر اُس سے جو اصل مقصود ہے یعنی تفویض وہ البتہ دستور العمل بنانے کی قابل ہے اسی کو ایک بزرگ نے سوال وجواب کی صورت میں لکھا ہے سوال یہ ہے کہ جب تقدیر کے سامنے تدبیر کوئی چیز نہیں تو تدبیر کو مشروع کیوں فرمایا گیا جواب یہ دیا کہ اسی واسطے مشروع فرمایا گیا کہ یہ تدبیر کریگا اور تقدیر اُسکو توڑیگی پھر کریگا پھر توڑے گی اس اعتقاد کو پختہ کرنیکے لئے کہ تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کوئی چیز نہیں تدبیر کو مشروع کیا گیا یہی حاصل ہے تفویض کا عجیب لطیف جواب ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس سے جو بعض نے دعا کو بھی بیکار سمجھ لیا یہ محض غلط ہے۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ دعا بیکار ہے صرف اس وجہ سے بیکار سمجھ لیا کہ جو مانگا تھا وہ نہیں ملا سو یہ مقدمہ ہی غلط ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جو مانگے وہی ملجاوے مانگنے والا اپنے حوصلہ اور ضرورت کے موافق سوال کرتا ہے مگر دینے والا اپنی مصلحت وحکمت کے موافق دیتا ہے خواہ وہی چیز دیدے یا اُسکا نعم البدل دیکھو بعض اوقات بچہ پیسہ مانگتا ہے باپ انتہائی شفقت کی بناء پر اُسکو روپیہ نکالکر دیدیتا ہے مگر اسپر کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ یہ بچہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ یہی کہا جائیگا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا کامیاب ہے مگر وہ بچہ اپنی کم عقلی اور روپیہ کی حقیقت سے بےخبر ہونیکی وجہ سے اُس روپیہ سے خوش نہیں ہوا اسلئے اُسکے لینے سے اعراض ہے روتا ہے چلاتا ہے اینٹھتا ہے اور پیسہ ہی طلب کرتا ہے تو کیا اُسکا ایسا کرنا کم عقلی پر دال نہ ہوگا اسی طرح یہاں پر سمجھ لیجئے کہ مثلاً دنیا کی کوئی حاجت خداتعالیٰ

کے سامنے پیش کی اسکی دعار کی یا اسکے حصول کیلئے ظاہری تدبیر کی کہ وہ بھی عمل دعا ہے
حق سبحانہ تعالیٰ نے بجائے اس حاجت کے اس سے بہتر چیز عطار فرمائی جسکو یہ نہیں سمجھا کہ
یہ عطیہ اس سوال پر ہوا ہے یا کسی سماوی وارضی آنے والی بلا کو روکدیا گیا یہ بھی تو کامیابی
ہی ہے یا کسی نیک عمل کی توفیق عطار فرمادی جو سب سے اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے اگر ناکامی
کے یہ معنی ہیں اور اسکو ناکامی سمجھتے ہو تو فی الحقیقت یہ سمجھنا البتہ ناکامی کیا بلکہ کم نصیبی
بدبختی کم عقلی کم فہمی ہے بعض لوگ چند روز دعار کر کے چھوڑ بیٹھتے ہیں کہ ثمرہ تو مرتب ہوتا ہی
نہیں کیا دعا کریں میں کہتا ہوں کہ اچھا پھر اور کونسا در تلاش کیا ہے جہاں ثمرہ مرتب ہوگا
اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے پاس صندوق کی کنجی ہے اس سے کہتے ہیں کہ قفل
کھولدے وہ کسی مصلحت سے نہیں کھولتا پھر دوبارہ کہتے ہیں وہ تب بھی نہیں کھولتا مگر یاد رکھو
صندوق جب ہی کھلیگا اسی کے کھولنے سے کھلیگا اسلئے کہ اس قفل کی کنجی اسی کے پاس ہے
بس دعار کی مثال ایسی ہی ہے حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے ان ہی کی عطا
سے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہو بدون انکی عنایت اور رحمت کاملہ کے دوسری کوئی سبیل
کامیابی کی ہے ہی نہیں مگر صرف اتنی بات ہے کہ بعض مرتبہ نہ کھلنا ہی مصلحت ہوتا ہے تو اس
سے مایوس نہ ہونا چاہیئے دوسری مثال مثلاً ریل کا پھاٹک گاڑی آنے کے وقت بند ہوجاتا ہے
کسی نے یہ کہدیا کہ آٹھ بجکر دس منٹ پر کھلنے کا معمول ہے یہ دوسری طرف جانے کیلئے اس کے
انتظار میں ہے مگر جب وہ وقت آیا کسی مصلحت سے نہیں کھلا تو کیا وہ اسکا کوئی نوکر ہے ممکن ہے
کہ ابھی تک ریل نہ آئی ہو اسلئے پھاٹک بند ہے سو ایسے میں اگر موٹر والا آجائے اور کہے کہ کھولدو
سو بعض مرتبہ چوکیدار رعایت کر کے کھولدیتا ہے اور اسی وقت اوپر سے ریل آجاتی ہے تب
معلوم ہوتا ہے کہ نہ کھولنا ہی حکمت تھا کھولنا غضب ہوگیا۔

۲۹۷

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بر ہو بحر ہو حضر ہو سفر ہو پہاڑ ہوں بیابان ہوں موت
کیلئے سب یکساں ہے مگر اسکے نہ علم میں ہے نہ قدرت میں سو بعض لوگ جو زندگی ہی میں اپنے لئے
قبر وغیرہ کا اہتمام کر لیتے ہیں محض لغو ہے کیا خبر کہ کہاں موت واقع ہو اور کس طرح ہو موت کیلئے
اس فضول اہتمام کی ضرورت نہیں البتہ بعد الموت کے جو واقعات پیش آئیں گے اسکے لئے ہر وقت

تیار رہنے اور اہتمام کرنے کی ضرورت ہے اسی طرح بعض لوگ اُن رسمی اہتمام کرنے والوں کے مقابلہ میں جو موت سے اسقدر خائف ہیں کہ اسکا نام لینا تک گوارا نہیں کرتے یہ بھی مہمل بات ہے وہ تو ناگزیر ہے شاہی زمانہ میں قلعہ کے ایک دروازہ کا نام خضر دروازہ رکھا گیا تھا جس سے جنازہ گذارا جاتا تھا گویا نام سے بھی وحشت تھی اسی طرح ایک ضعیف العمر عورت جسکے نہ منہ میں دانت تھے نہ ماتھے پر آنکھ تھی کمر میں خم تھا اُسکو کسی لڑکی نے کہدیا کہ بڑھیا خدا کرے تو مرجا تو اسکی شکایت اپنی ایک ہم عمر بڑھیا سے کی مگر الفاظ یہ تھے کہ فلانی یوں کہتی ہے کہ بڑھیا تو یوں ہوجا (مراد مرجانا ہے) بڑھیا نے موت کا نام نہیں لیا اسقدر وحشت مگر یہ ایسی وحشت کی چیز نہیں مومن کے لئے تو عقلاً محبوب چیز ہے اسلئے کہ اسکے وقوع کے بعد ہی محبوب تک رسائی ہو یہ تو مثل پل کے ہے کہ اس پار سے اُس پار تک پہونچاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب تو اتنی وحشت محض بے معنی ہے اس وحشت کا جواب ایک دریا کے سفر کرنے والے ملازم نے خوب دیا اُس سے کسی نے دریافت کیا کہ تمھارا دادا کہاں مرا کہا دریا میں پوچھا باپ کہاں مرا کہا دریا میں کہا کہ تم پھر بھی دریا سے نہیں ڈرتے ہر وقت دریا میں رہتے ہو اُس نے دریافت کیا کہ تمھارا دادا اور باپ کہاں مرے کہا کہ گھر میں کہا کہ بڑے نڈر ہو پھر بھی تم اُس گھر میں رہتے ہو۔

(ملفوظ[۲۹۷]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک کسی فن میں مہارت نہ ہو نری کتابیں کام نہیں دیسکتیں مثلاً نری کتاب دیکھکر مُسہل نہیں لے سکتا سو نری کتاب دیکھکر مسئلہ کیسے معلوم کرسکتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ پہلے اُستاد سے فن کو حاصل کرے بڑھئی کا فن ان علوم کے سامنے کوئی مشکل چیز نہیں مگر بدون سیکھے ہوئے بسولہ بھی ہاتھ میں نہیں لے سکتا اگر لیگا اپنے ہی مار لیگا تلوار ہے یوں ہی تھوڑا ہی کاٹ دیتی ہے اُسکا خاص ہاتھ ہے اور وہ بھی محض دیکھنے سے نہیں آسکتا سیکھنے سے آسکتا ہے تو ہر چیز میں ضرورت ہے اُستاد کی نری کتاب سے کام لینے کے متعلق واقعہ سن لیجئے ایک شخص یہاں آئے تھے میرے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی دو رکعت پر سلام پھیر دیا میں نے پوچھا تو کہتے ہیں کہ مسافر کے واسطے قصر ہے یہ بھی بیچاروں کو خبر نہ تھی کہ مقیم امام کے پیچھے نماز پوری پڑھنی چاہیے۔ ایک میرے دور کے عزیز ہیں بوڑھے ہو گئے ہیں چار سنتوں میں ہمیشہ دو رکعت بھری اور دو خالی پڑھتے رہے بتلانے پر کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا اسی طرح ایک

شخص نے مغرب کی نماز دو رکعت پڑھیں اسلئے کہ مسافر تھے۔

## ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ ہجری،

### بوقت صبح یوم سہ شنبہ،

(ملفوظ ۲۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل طریق سے بے خبری کا سبب جہل ہے مسائل بدون علم کے معلوم نہیں ہوسکتے مگر اسکا اہتمام بلکہ ضرورت کا اعتقاد بھی آج کل مفقود ہے۔

(ملفوظ ۲۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آخرت کا شوق عادۃً بدون دنیا کی نفرت کے نہیں ہوسکتا اور دنیا سے نفرت بدون ناگوار حوادث کے نہیں ہوتی یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں کہ آدمی کو خود بخود دنیا سے نفرت ہوجاتی ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ تحریک حاضر جسمیں مجکو برا بھلا کہا گیا میرے نقصان کا سبب نہیں ہوئی بلکہ نفع کا سبب ہوئی چہار طرف سے نظر ہٹ کر ایک ہی طرف ہوگئی اس ہی لئے میں ان لوگوں کو اپنا محسن سمجھتا ہوں جنھوں نے مجھپر سب و شتم کیا یہ دولت ان ہی کی بدولت نصیب ہوئی یہ ہی وجہ ہے کہ میں سبکو دل سے معاف کرچکا کنکریوں کے بدلے مجھکو جواہرات عطا فرمائے گئے حق تعالیٰ کا لاکھ شکر و احسان ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ کوتاہ عمل پر اپنا فضل فرمایا۔

## ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ ہجری

### مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۳۰۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ روایت کے اس معاملہ میں میں بہت محتاط ہوں میں تو واقعات میں علماء تک کی روایت کا بھی اعتبار نہیں کرتا میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فتویٰ تو صحیح دیں گے مگر واقعات میں اکثر انکا بھی معمول احتیاط کا نہیں اسپر چاہے کوئی برا مانے یا بھلا جو بات تھی صاف عرض کردی۔

(ملفوظ ۳۰۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو علی الاطلاق مشہور ہے کہ ہر معاملہ میں دو شہادت کافی ہیں فی نفسہ تو صحیح ہے مگر اسکا اطلاق غلط ہے خود شہادت کے

شہادت ہونے میں یہ شرط ہے کہ مدعی قاضی کے یہاں دعویٰ کرے اور قاضی مدعیٰ علیہ کو طلب کرے اُسوقت جو شہادت برسراجلاس ہوگی وہ معتبر ہوگی اور بدون اسکے دو تو کیا اگر دس آدمی بھی کہا کریں تو حجت شرعیہ نہیں حتیٰ کہ وہ شہادت بھی معتبر نہیں جو حاکم وقت یعنی قاضی کے ہر کا تیر ہتوں میں اجلاس پر نہ ہو غرض شہادت عدالتی معتبر ہے خانگی شہادت حجت نہیں۔ ..................

.................................................. البتہ دیانات میں معتبر ہے مگر احکام قضا میں معتبر نہیں کہ علی الاطلاق حجیت کا اعتقاد غلط ہے اسی طرح دعویٰ میں شرط ہے۔ مدعی ذاتی علم کی بناء پر دعویٰ کرے محض سنی ہوئی روایت پر دعویٰ نہیں کرسکتا اگر ایسا کرے گا مسموع نہ ہوگا حتیٰ کہ سنی ہوئی روایت پر دعویٰ کرتے ہیں قاضی مدعا علیہ کو طلب بھی نہ کریگا۔

(ملفوظ ۳۰۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی کمزوری کا سبب انکی بدنظمی ہے اگر ان میں نظم ہو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے دوسری قوموں میں نظم ہے وہ اسکی بدولت کامیاب نظر آتی ہیں بحمد اللہ اب بھی مسلمان اسقدر کمزور نہیں مگر ساری کمی نظم کی ہے بدون انتظام کے کچھ نہیں ہوسکتا اگر نظم ہو تو ساری قومیں انکو بیٹھی دیکھا کریں۔

(ملفوظ ۳۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل اور اہل حق کے مذاق طبعی میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے ایک صاحب کانپور سے میرے پاس آئے تھے یہ وہ صاحب تھے جو مجھکو اور ہماری ساری جماعت کو گالیاں دیا کرتے کانپور کے بلوہ میں وہ بھی ماخوذ تھے مجھسے سفارش کرانا چاہتے تھے میں نے سفارش لکھدی میرے ایک دوست وہاں پر تحقیقات کیلئے مقرر تھے اُن کو لکھدیا کہ واقعہ کی حقیقت کو معلوم کرنیکے بعد جو عقلاً و نقلاً مصلحت ہو وہ کریں مطلب یہ تھا کہ بدون تحقیق زیادتی نہ ہو اُسوقت یہ خیال پیش نظر ہوگیا کہ بے بس ہیں بے چارہ ہیں اور ایسے وقت اکثر یہ ہی خیال آجاتا ہے۔ بس یہ فرق ہے اہل باطل اور اہل حق میں کہ اہل باطل کو تو ایسے موقع پر انتقام کا انتظار رہتا ہے اور اہل حق ڈرتے ہیں کہ یہ وقت انتقام کا نہیں اہل حق قدرت کے وقت تو نرم ہوتے ہیں اور عدم قدرت کے وقت غصہ آتا ہے اور اہل باطل اسکے عکس ہیں۔

(ملفوظ ۳۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمدن کی ترقی سے عالم میں فساد ہوگیا تمدن سے تشویش بڑھ گئی۔

(ملفوظ ۳۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت میں اگر ضرورت کا درجہ سمجھے تو ٹھیک نہیں البتہ مصلحت کا درجہ سمجھنا ٹھیک ہے وہ بھی جب کام کیا جاوے ورنہ بدون کام کے مطلق بیعت کو آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھنا محض جہل ہے۔

(ملفوظ ۳۰۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاصی سے تو نفرت ہونا چاہئے مگر عاصی سے نفرت نہ ہونا چاہئے حاصل یہ کہ فعل سے نفرت ہو فاعل سے نفرت نہ ہو جیسے حسین اپنے منہ کو کالک مل لے تو کالک کو تو برا سمجھیں گے مگر اسکو گورا ہی سمجھیں گے۔ اسی طرح مؤمن میں برائی عارضی ہے اسلئے اسکو حقیر نہ سمجھیں ہاں برے فعل کو برا سمجھیں۔

(ملفوظ ۳۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام کی ہر چیز میں ضرورت ہے میں درس کیوقت مدرسین کے پاس ایسے شخص کو انہیں بیٹھنے دیتا جو شریک درس نہ ہو میں جسوقت کانپور میں مدرس تھا میرا یہی معمول تھا اسمیں خرابی یہ ہے کہ استاد کو تو یہ فکر کہ کوئی بات تقریر میں کتاب کے خلاف نہ ہو جاوے اور شاگرد کو یہ فکر کہ کوئی سوال ایسا نہ ہو کہ جس سے ہم بد استعداد خیال کئے جائیں تو دونوں مشوش ہو جاتے ہیں آجکل مدارس میں قطعاً اسکا انتظام نہیں کیا جاتا یونہی وقت خراب کیا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۰۸) ایک نووارد صاحب نے حاضر ہو کر کسی معاملہ میں حضرت والا سے سفارش کی درخواست کی حضرت والا نے فرمایا کہ سفارش کے متعلق ایک تمہید سنو خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جا کر علوم سیکھو آپ خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لیگئے انھوں نے پوچھا کون فرمایا موسیٰ کون موسیٰ فرمایا بنی اسرائیل کا موسیٰ پوچھا کیسے آئے فرمایا ھل اتبعک علیٰ ان تعلمن مما علمت رشدا یعنی میں علوم سیکھنے کے لئے تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اتنے بڑے نبی اولوالعزم اور خضر سے فرماتے ہیں ھل اتبعک میں تمھارے ساتھ رہوں تاکہ مجھکو کچھ علوم سکھا دیجئے یقینی بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے علوم کے سامنے خضر علیہ السلام کے علوم کیا چیز تھے مگر خیر جو کچھ بھی تھے اُن کے سیکھنے کی درخواست کی خیر یہ تو قصہ ہے مگر اسمیں دیکھنا یہ ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ اس گفتگو میں یہ نہیں فرمایا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ فرماتے تو اعلیٰ درجہ کی سفارش ہوتی سو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ

آجکل جو سفارش لکھا کر لیجاتے ہیں یا جا کر کسی کا نام لیدیتے ہیں بعض اوقات اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے حق یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی حقیقی علوم کے حامل ہیں دیکھئے یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کے ارشاد سے آیا ہوں کیونکہ یہ سنکر کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر چون وچرا نہ کرینگے آزادی نہ رہے گی چنانچہ خضر علیہ السلام نے نہایت آزادی سے شرطیں لگائیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدون اذن کے کسی کی صحبت سے استفادہ حاصل نہیں کرنا چاہئے نیز دوسرے کے پاس جا کر یہ نہ کہے کہ میں فلاں شخص کا بھیجا ہوا ہوں۔

(ملفوظ ۳۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ دیہاتی لوگ بعض دفعہ ایسی بات کہدیتے ہیں کہ بڑے بڑے علامہ دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں میں نے ایک عامی شخص سے جو کسی کی ساتھ راستہ میں جا رہا تھا یہ سنا کہ بھائی جب بدی کرنے والا بدی کو نہیں چھوڑتا تو تم نیکی کو کیوں چھوڑتے ہو اسی طرح ایک شخص سے تحریک خلافت کے زمانہ میں ریل میں سنا یہ شخص دیہاتی تھا کسی سے کہہ رہا تھا کہ میاں ایک رہو اور نیک رہو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا کتنی زبردست علمی بات کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔

(ملفوظ ۳۱۰) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آدمی نئی جگہ جائے تو یہ چند باتیں پہنچتے ہی کہدینی چاہئیں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں کیوں آیا ہوں۔ ۱۷

(ملفوظ ۳۱۱) ایک مولوی صاحب نے استفادہ کے لئے اذن کی ضرورت پر عرض کیا کہ حضرت قبر پر جا کر فیض لیتے ہیں وہاں کسکا اذن ہوگا فرمایا کہ وہاں پر اذن کی ضرورت نہیں یہاں تو تنگی کی وجہ سے بدون اذن کے استفادہ سے منع کیا جاتا ہے وہاں پر تو عالم ملکوت ہے وہاں پر تنگی و پریشانی کچھ بھی نہیں تکلیف و راحت یہاں ہی ہے۔

(ملفوظ ۳۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت یہاں تو الحمد للہ اس پر مطلق نظر نہیں کہ کون معتقد ہے اور کون غیر معتقد خود بیعت مشکل سے کرتا ہوں آنیکی اجازت مشکل سے دیتا ہوں پھر یہاں آکر بولنے کی اجازت نہیں پرچہ دینے کی اجازت نہیں غرض جسقدر ذریعے معتقد ہونیکے ہوتے ہیں سب مفقود ہیں یہاں پر تو جو بہت ہی بھیجا ہوگا وہی ٹھیر سکتا ہے ورنہ اگر ذرا بھی غیرت ہوگی ہرگز نہیں ٹھہر سکتا کون ذلت گوارا کرے۔

(ملفوظ ۳۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی کے ہوش حواس درست ہیں اور پھر شریعت

کے خلاف ہے تو وہ دجّال ہے اور اگر ہوش وحواس درست نہیں تو مجنون ہے بس یہی معیار ہے۔

(ملفوظ ۳۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلطان کو چاہیئے کہ ہمیشہ عقلا سے رائے لیتا رہے بدون رائے لئے بہت سی باتیں نظر سے غائب رہتی ہیں اور یہ مشورہ اور رائے تو مطلوب ہے مگر یہ مخترعہ متعارفہ جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلا ہے خصوص ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکب ہو وہ تو غیر مسلم ہی سلطنت ہوگی ایسی سلطنت اسلامی سلطنت نہ کہلائیگی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر سلطان کے مشورہ لینے کیوقت اہل شوریٰ میں اختلاف رائے ہوجائے تو اسکے متعلق کیا حکم ہے سلطان کی رائے سے اختلاف کرنا مذموم تو نہیں فرمایا کہ جو اختلاف حکمت اور مصلحت اور تدین وخیر خواہی پر مبنی ہو وہ مذموم نہیں مگر اسکی بھی ایک حد ہے یعنی یہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے جب تک مشورہ کا درجہ رہے مگر بعد نفاذ اختلاف کرنا یا خلاف کرنا یہ مذموم ہے نفاذ کے بعد تو اطاعت ہی واجب ہے۔ پھر سلطنت کی اہلیت کا اور انتظام کا ذکر چلا تو فرمایا کہ سلطنت تو بڑی چیز ہے ہم لوگوں سے گھروں کا انتظام تو ہو ہی نہیں سکتا میں اپنے گھر میں جس جگہ جو چیز رکھی ہوتی ہے استعمال کے بعد جہاں سے اٹھاتا ہوں بالالتزام وہیں رکھدیتا ہوں مثلاً بکس دیا سلائی کا یا جانماز یا لوٹا میں نے تو اسپر ایک رسالہ لکھدیا ہے آداب المعاشرت اسمیں ایسے انتظامی معاملات کو لکھدیا ہے اسکو دیکھ لیا جائے اس التزام میں یہ نفع ہے کہ کسی کو ائی برابر بھی تردد نہ ہو کہ یہ چیز اس طرح رکھی تھی اب اسکے خلاف رکھی ہے اور انتظام تو سچ یہ ہے کہ مسلمان ہی کا حق ہے ظاہر ہے کہ جسکے پاس قرآن وحدیث وفقہ ہو وہ انتظام کرسکتا ہے یا کافر جاہل انتظام کرسکتا ہے یقیناً قرآن وحدیث جاننے والا صحیح انتظام کرسکتا ہے قرآن پاک میں اور حدیث میں جابجا انتظامات کی تعلیم ہے مگر اس انتظام سے مراد فضولیات کا نہیں ضروریات کا انتظام ہے اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ سلام کا بھی خاص انتظام اور ادب ہے یعنی ایسا سنبھالکر کہ وہ کسی پر بار اور توحش نہ ہو چنانچہ فقہا نے سب مواقع اور احکام منضبط فرمادئے ہیں غرضکہ ہر بات اور کام مسلمان کا ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے دوسرے پر بار یا تنگی نہ ہو۔

## ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۰ ہجری

### مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۳۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب جو انتقال کرگئے ہیں اتحاد ہندو مسلم کی

تحریک میں بہت ہی سرگرم تھے جب برادران وطن نے پریشان کیا اور انکے جذبات کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دیکھا اور حقیقت منکشف ہوئی تب اُنسے جدائی اختیار کی اور ایک رسالہ لکھا اُسمیں یہ شعر بھی تھا جو اُس حالت کا گویا پورا مصداق تھا ؎

اُس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل — ہم کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گئے

(ملفوظ ۳۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہے محض بچوں کا کھیل ہے شطرنج کا سا نظام ہے حکومت تو شخصی ہی ہے اسی کی ہیبت اور رعب بھی ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۳۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دعاء سبکی قبول ہوتی ہے اسمیں مسلم اور غیر مسلم کی کچھ قید نہیں انسان کی بھی قید نہیں حتیٰ کہ جانوروں تک کی دعا قبول ہوتی ہے ایک نبی دعاء کیلئے چلے بارش نہ ہوتی تھی دیکھا کہ ایک چیونٹی ہاتھ اُٹھائے دعاء کر رہی ہے ساتھیوں سے فرمایا چلو بھائی اب ضرورت نہیں رہی دعاء کی اسکی دعاء قبول ہو چکی اور شیطان کو دیکھئے کٹ رہا ہے پٹ رہا ہے جوتیاں پڑ رہی ہیں لعنت کا طوق گلے میں ڈالا جا رہا ہے اُسوقت دعاء کی اور دعاء بھی ایسی جو کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ قیامت تک زندہ رہوں اور اسپر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ سب قبول کیا ٹھکانا ہے اس وسعت رحمت کا ناواقفوں میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ کافر کی دعاء قبول نہیں ہوتی مگر کونسی دعاء اور کہاں کی دعا کچھ معلوم بھی ہے آخرت میں بیشک کافر کی دعاء نجات کیلئے قبول نہ ہوگی وما دعاء الکافرین الا فی ضلال کے یہی معنی ہیں اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن شریف کا ترجمہ خود نہ دیکھیں کسی عالم سے پڑھنا چاہیئے سبقاً سبقاً اور عالم بھی حافظ ہو تاکہ اوپر نیچے کی آیت کو دیکھ کر سمجھ سکے مطلب یہ کہ سیاق و سباق معلوم کر سکے۔

(ملفوظ ۳۱۸) ایک نووارد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا کوئی ایسا وظیفہ بتلا دیں جس سے دین کے سب کام آسان ہو جائیں فرمایا کہ میں تو امراض کا علاج کرنے والا ہوں وظیفہ بتلانے والے اور بہت پیر ہیں وظائف اُن سے پوچھو ہاں نیز تو جو نفس میں کھوٹ ہیں خرابیاں ہیں جس سے گناہ صادر ہوتے ہیں اُنکا علاج ہوتا ہے اللہ اور رسول کے احکام کا اتباع کرایا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۱۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سوال کرنا یعنی بھیک مانگنا ہر شخص کو جائز نہیں اور فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جسے سوال جائز نہیں اُسے دینا بھی جائز نہیں یہ گناہ کی اعانت ہے

اسلئے گناہ ہے ہاں کسی پر اسقدر بار پڑ گیا ہو قرض کا کہ وہ کما کر نہیں دیسکتا اسکی اعانت جائز ہے۔

# ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ہجری

## بوقت صبح یوم پنجشنبہ،

۳۲۰ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک واقعہ تاریخ میں لکھا ہے ابن بطوطہ کا قول ہے یہ سیاح ہیں کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مشائخ کا یہ معمول اور انتظام ہے کہ خانقاہ کے صدر دروازہ پر کچھ لوگ داروں کی جانچ پڑتال کیلئے رہتے ہیں ہر طالب خود مشائخ تک نہیں پہونچ سکتا پہلے لوگ جانچ کر لیتے ہیں تب مشائخ تک کوئی پہونچ سکتا ہے اب اگر کوئی ایسا کرلے تو اسقدر بدنام ہو کہ الامان الحفیظ اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسوقت کے لوگ اسقدر کم فہم نہ تھے اور ان کے قلوب میں دین اور اہل دین کی عظمت تھی اور آجکل اسکی کمی ہے خود مشائخ کو اپنا مطیع بنانا چاہتے ہیں۔

# ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ہجری

## مجلس بعد نماز جمعہ

۳۲۱ (ملفوظ) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر آئے تھے کسواسطے جب بولتے ہی نہیں بندہ خدا کیا گھر سے قسم کھا کر چلے تھے کہ جا کر سوائے ستانے کے اور کوئی کام نہ کرونگا جہالت پر متنبہ کرتا ہوں بدتمیزی بدتہذیبی پر روکتا ہوں تو کیا یہ جرم ہے جسکے عوض میں مجکو ستایا جاتا ہے آپکی اس حرکت کی (وہ حرکت کوئی سوال پر تلبیس تھا جسکو پوچھنے پر بھی صاف نہ کیا تھا) ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی مولوی سے پوچھے کہ میں حج کر آؤں وہ کہدیں کہ کرآؤ مگر انھوں نے یہ معلوم نہیں کیا کہ روپیہ کہاں سے آئیگا (مثلاً) تو یہ شخص جا کر ڈکیتی ڈالے اسلئے کہ حج بدون روپیہ کے نہیں ہو سکتا اور روپیہ بدون ڈکیتی کے نہیں ملسکتا بس ڈکیتی جائز ہو جائیگی دہوکہ دینا چاہتے ہیں اور پیروں کے یہاں کون کھود کرید کرتا ہے اُن کو غرض ہی کیا پڑی ہے بلکہ کھود کرید اُن کی غرض کے خلاف ہے وہ تو اسپر خوش ہیں ہاتھ چوم لئے پیر چوم لئے مجھ ہی کمبخت کی عادت ہے کہ کھود کرید کرتا ہوں جسکا داعی محض مصلحت ہی مخاطب کی کیا کہوں کس طرح دل چیر کر

دکھلا دوں دونوں طرح رنج ہوتا ہے نہ کہوں تب بھی کیونکہ مخاطب کی مصلحت فوت ہوتی ہے اور کہوں تب بھی کیونکہ مخاطب کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور مجکو بھی لیکن اگر کہا جاویگا تو کہنے کی طرح ہی کہا جاویگا یہ تو ممکن نہیں کہ ہاتھ جوڑکر پیر پکڑکر عرض کروں سو یوں تو نہیں کہا جاتا پھر اس سے بھی دل دکھتا ہے کہ ایک شخص اتنی دور سے آیا اور ویسے ہی چلا گیا اسکی غلطی بھی نہ بتلائی گئی غرض ہر طرح پر رنج ہی ہوتا ہے اور یہ وجہ ہے میرے بدنام ہونیکی کہ اگر متنبہ کرتا ہوں تو بے لطفی کی یہ نوبت پہونچتی ہے اور نہیں کرتا تو جس غرض سے آئے تھے وہ حاصل نہیں ہوتی۔

۳۲۲
(ملفوظ) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پیر کا انتقال ہوگیا اب یہ بتلادو کہ میرا حصّہ کہاں ہے تاکہ وہاں پر جاکر حاصل کروں۔ میں نے لکھدیا ہے کہ یہ صاحب کشف کا کام ہے اور میں صاحب کشف نہیں۔ اسپر فرمایا کہ ایسے پاگل طالب رہ گئے۔

۳۲۳
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسوقت جو مسلمان کمزور نظر آتے ہیں اور دب گئے ہیں اسکا ایک قوی سبب افلاس بھی ہے جس نے سب کے سامنے جھکا دیا اور پہلے بزرگوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے اُن میں قوت ایمانیہ تھی وہ افلاس سے پریشان نہ ہوتے تھے اور اسوقت دین کی قوت تو مسلمانوں میں ہے نہیں اگر مال کی بھی نہ ہو تو سوائے ذلت کے اور کیا ہوگا اب تو یہ ہو رہا ہے کہ حکام مسلمانوں کو الگ دبا رہے ہیں برادران وطن الگ۔ اور یہ افلاس مسلمانوں کا زیادہ تر فضول خرچی کے سبب سے ہے ایک دانشمند شخص خوب کہتے تھے کہ آمدنی تو اختیار میں نہیں مگر لوگ اُسکی کوشش کرتے ہیں اور جو چیز اختیار میں ہے یعنی خرچ اُسکے گھٹانے کی فکر نہیں واقعی خوب کام کی بات کہی۔

۳۲۴
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو مشائخ کے یہاں ایسی باتیں مایۂ ناز ہو رہی ہیں جیسے ایک پیر کے مریدنے کہا کہ حضرت کچھ نہیں کھاتے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آخر کچھ کھاتے بھی ہیں کہا کہ صرف آدھ پاؤ بالائی اور ایک چھٹانک مغز بادام اور ایک پیالی چاء اور تھوڑا سا دودھ اس شخص نے کہا واقعی حضرت کچھ نہیں کھاتے صرف اتنی ادر کسر ہے کہ تجھے اور مجھے نہیں کھایا۔ کیا لغویات ہیں۔

۳۲۵
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہر کام ہر بات میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہوں مجکو

اسپر وہی کہا جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ سے میری شکایت کی گئی کہ یہ جلسہ میں آکر مدرسہ کی رقم سے کہانا نہیں کھاتا حضرت مولانا نے مجھسے سوال کیا میں نے صاف عرض کر دیا کہ مجھکو اسکے جواز میں شبہ ہے پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا ایک شخص نے میرا وعظ سنکر سو روپیہ چندہ بلقان میں دئے اور انجمن ہلال احمر میں داخل کئے اور احمق نے مجھپر تقاضا کیا کہ قسطنطنیہ سے اسکی مستقل رسید منگا کر دو ورنہ میرا روپیہ واپس دو میں نے قطع شغب کیلئے اپنے پاس سے روپیہ دیدیا ایک مولوی صاحب نے یہ سنکر مجھسے فرمایا کہ اپنے پاس سے کیوں دئے تمھاری معرفت جو چندہ بلقان جمع ہوتا اسمیں سے سو روپیہ رکھ لیے ہوتے اور تاویل یہ کی کہ خاص اسکی دی ہوئی رقم تو واپس کر دینا جائز ہی تھا اور وہ رقم اور دوسرے چندہ کی رقمیں سب ایک ہی حکم میں ہیں کیا ٹھکانا ہے اس بد احتیاطی کا نفسانی غرض کا جب غلبہ ہوتا ہے ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ اموال کے باب میں اکثر اہل علم کو بھی احتیاط نہیں الا ماشاء اللہ اور عوام کو تو کیا ہوتی۔

۳۲۶ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر دین کیلئے جان مال گھر سب خرچ ہو جائے کوئی مضائقہ نہیں لیکن جی یہ چاہتا ہے کہ طریقہ کے ساتھ ہو باقی یوں ہی گر پڑیں تو ایک پیسہ بھی جلتے ہوئے دل دکھتا ہے۔

۳۲۷ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مسلمان چاہے مالدار نہ ہو مگر دیندار ہو اور غیرت دار ہو۔

۳۲۸ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اولاد اگر خود مالدار ہو اُس کا نفقہ واجب نہیں مگر بیوی کا نفقہ ہر حال میں خاوند کے ذمہ فرض ہے۔

۳۲۹ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق آدمی جو جامع شرائط اجتہاد کا نہ ہو غیر مقلد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنی تحقیق سے فاقد شرائط ہونا دیکھے گا۔

## ۳۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ ہجری

## مجلس خواص بوقت صبح یوم شنبہ

۳۳۰ (ملفوظ ملقب بہ ذم التحریف للدین الحنیف) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری زندگی کا مدار تو استحضار ثواب پر ہے ورنہ اسقدر طبیعت کمزور واقع ہوئی ہے کہ اگر ثواب کا استحضار نہ ہو تو میں بعض حوادث کا تحمل

ہرگز نہیں کر سکتا تھا بس یہ اعتقاد میری زندگی ہے کہ جہاں کوئی تکلیف پہونچی فوراً یہ خیال ہوتا ہے
کہ ہمیں ثواب ہے اس سے وہ کلفت جاتی رہتی ہے اگر ثواب کا اعتقاد نہ ہوتا تو میں تو ختم ہی ہو جاتا
یہ امید ثواب ایسی قوت کی چیز ہے کہ بڑی سے بڑی کلفت اور رنج کو سہل کر دیتی ہے اور افسوس ہے
کہ اسی کو آجکل معمولی چیز خیال کر رکھا ہے اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں نعوذ باللہ استغفراللہ
میں کہتا ہوں کہ جسقدر مسلمانوں کے پاس سامان ہے قوت کا اون سب میں یہ ایک نہایت زبردست
چیز ہے نئے تعلیم یافتہ اسپر ہنستے ہیں کہ ثواب کو لئے بیٹھے ہیں پرانے خیال کے ہیں بلکہ علماء تک نے بھی
اسکی ترغیب چھوڑ دی وعظوں میں ثواب و عذاب کا ذکر ہی جاتا رہا حالانکہ قرآن و حدیث میں زیادہ
یہی بھرا ہوا ہے کہ اگر یہ کروگے ثواب ملیگا نہ کروگے عذاب ہوگا مسلمان کے پاس اسکا کیا جواب ہے
یہ خیال پھیلایا ہے آجکل کے نیچریوں نے نہایت ہی بدعقیدہ لوگ ہیں اور اکثر لیڈر اس ہی خیال
کے ہیں خدا سے نڈر ہیں آجکل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں نہ معلوم ان کے دماغوں
میں گیس کے ہنڈے روشن ہیں یا بجلی سما گئی ہے حالانکہ یہ باتیں سب ظلماتی ہیں اور انکو زیادہ تر
خراب کیا ہے حب جاہ نے پورانے طریقوں کو ذلت سمجھتے ہیں حالانکہ ہماری عظمت اور عزت اسی
میں ہے کہ ہم اپنے سلف کے طریقہ پر رہیں اُن کے قدم بہ قدم چلیں ہماری صورت ہماری سیرت ہمارا
لباس ہمارا اٹھنا ہمارا بیٹھنا ہمارا کھانا ہمارا پینا سب اُسی طرز پر ہو ہم بھی دین پر عمل کریں اور دوسروں
سے بھی عمل کرائیں غرض اُسی پرانے طرز کو اختیار کریں دیکھئے بوڑھے آدمی کی عظمت اور عزت اسی
میں ہے کہ اپنے بڑھاپے کو چھپائے نہیں اگر چھپائیگا پوڈر ملکر یا خضاب کر کے تو ایک روز حقیقت کھلے
ہی گی تو پھر جیسی ذلت کا سامنا ہوگا اظہر من الشمس ہے یہ نامعقول قوم کے رہبر اور پیشوا بننے کو
تیار ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ صورت سے بھی مسلمان کہلانیکی قابل نہیں اور داڑھی کے تو
اسقدر دشمن ہیں کہ جسکا حد و حساب نہیں زیادہ افسوس یہ ہے کہ اعتقاد میں بھی تو اس حرکت
کے استحسان کا درجہ ہے اسکو معیوب نہیں سمجھتے زیادہ شکایت تو یہی ہے کہ یہ طرز ان لوگوں نے اختیار
کیا اور پھر اسکو تاویل سے اچھا ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں حالانکہ داڑھی منڈانا تو خاص جہاد
کے موقع پر بھی جائز نہیں اور یہ محض جاہلانہ خیال ہے کہ داڑھی کے ہوتے ہوئے دشمن پر ہیبت
نہ ہوگی رعب نہ ہوگا بلکہ جہاد میں بھی داڑھی والے ہی کا رعب اور ہیبت ہوتی ہے کہنے کی تو بات

نہ بھی کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے مگر بضرورت کہتا ہوں کہ آپ کے ملک ہیں آپ ہی کے دوش بدوش ایک قوم ہے سکھوں کی اسکو دیکھ لیجئے کیا وہ پولیس میں نہیں فوج میں نہیں وہ جنگ پر نہیں جاتے مگر دیکھ لیجئے کہ ان کے داڑھی ہوتی ہے یا نہیں انکا ذکر اسلئے کیا کہ آخر کسیطرح ان بیغیرتوں کو غیرت بھی دلاؤں اور سن لیجئے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بادشاہ کیلئے قانوناً حکم ہے داڑھی کٹنے کا اسی طرح اگر عورت حکمراں ہو تو اسکو چوٹی کٹانے کی ممانعت ہے یہ اس قوم کا فتویٰ ہے جنکے یہ کور باطن مقلد ہیں خود انگلستان اور یورپ میں اسی قانون کا بادشاہوں کیلئے نفاذ ہے سو اگر یہ ذلت کی چیز سمجھی جاتی تو وہ اسکو کب گوارا کرتے پھر وہ بھی بادشاہ کیلئے ان باتوں کو سوچکر کچھ تو شرم آنا چاہئے اسکے بعد ہم مشتاق ہیں کہ یورپ کے فتوی سن لینے کے بعد ہمارے لیڈر صاحبان اور ان کے ہم خیال اسکے متعلق کیا فرماتے ہیں اسلئے کہ اگر عزت کی بات داڑھی منڈانا ہے تو بادشاہ کیلئے بہت زیادہ ضرورت ہے عزت کی اسکا کیا جواب دیتے ہیں یہ تو جدید روشنی والوں کی حالت ہے اب قدیم روشنی والوں کو لیجئے جو دین کے مدعی ہیں انکی یہ حالت ہے کہ ایک صاحب نے مجھسے بیان کیا تھا کہ ایکمرتبہ حیدرآباد دکن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کیگئی کہ تمکو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیرخواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں میں نے انکو فلاں رنڈی کے مجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو سجدہ کرتے دیکھا تب بیچارے چھوٹے گئے اور جان بچی اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ اگر کسی میں خدا کی یاد ہے اور فرمانبرداری ہے تو مجرم قابل سزا بدعقیدہ اور اگر خدا کی نافرمانی اور معصیتوں کا ذخیرہ ہے تو خوش عقیدہ اور قابل مدح اور پکے سنی اور حنفی انا للہ وانا الیہ راجعون مگر اب بحمد اللہ یہ رنگ نہیں رہا حیدرآباد میں بمبئی کے متعلق ایک صاحب نے روایت کی تھی کہ وہاں پر وہابی کی پہچان یہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ہو گھٹنوں سے نیچا کرتہ ہو پیشانی پر سجدہ کا نشان ہو ارکان نماز کی ادائگی میں تعجیل نہ کرتا ہو بلکہ اطمینان سے نماز کو ادا کرتا ہو یہ وہابی کی پہچان ہے سو اگر یہی باتیں ہیں تو اسکا تو کسی کے پاس بھی کوئی علاج نہیں۔

۳۳۱

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون استاد کے کوئی کام بھی نہیں آسکتا ایک ادنیٰ سی بات ہے قلم بنانا مگر وہ بھی بدون استاد کے نہیں بنا سکتا یعنی جب تک کسی استاد سے بنانا نہ

۲۴

سیکھے نہیں بنا سکتا میں ہی ہوں حالانکہ لوہے کے قلم سے لکھکر میرا جی خوش نہیں ہوتا سادہ قلم سے لکھتا ہوں تو جی خوش ہوتا ہے مگر قلم خود نہیں بنا سکتا جب ضرورت ہوتی ہے دوسرے سے بنواتا ہوں تو جب ادنیٰ چیزوں میں اُستاد کی ضرورت ہے تو مسائل بدون اُستاد کے اور اہل علم سے سیکھے ہوئے اور پڑھے ہوئے کیسے سمجھ میں آسکتے ہیں اور اسی طرح بدون شیخ کامل کے اصلاح باطن کس طرح ہو سکتی ہے علم میں ضرورت ہے استاد کی عمل میں ضرورت ہے شیخ کامل کی محض کتابیں دیکھکر کام نہیں چلا سکتا جیسے مریض کہ طب کی کتاب دیکھکر اپنا علاج نہیں کر سکتا۔

۳۳۲ (**ملفوظ** ملقب بہ تنبیہ الاحزاب علیٰ ضرورۃ الحجاب) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے پردگی اعلیٰ درجہ کی بے حیائی اور بے غیرتی ہے نصوص اور مسائل کے خلاف ہونیکے علاوہ بے پردگی خود ایک غیرت کی چیز ہے جو کہ فطری ہے ان بے حسوں میں غیرت بھی تو نہیں رہی مجھکو تو مسلمانوں کی اس حالت پر بیحد صدمہ اور رنج ہے کیا کروں اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہو تو ایکدن میں انکو درست کردوں حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ میں ایک شخص ضبیع نام مدینہ میں وارد ہوا اور قرآن شریف کے متشابہات میں سوال و جواب کرنا شروع کیا آپنے حاضر ہونے کا حکم دیا اور سر پر قمچیاں مارنا شروع کیں بس دماغ درست ہو گیا پھر اسکو وطن واپس کر دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو جو کہ عامل تھے لکھدیا کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ اسکے پاس کوئی نہ بیٹھے (کذا فی روح المعانی) ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نعل دار جوتا روشن دماغ ہے واقعی صحیح ہے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں چار کتابیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں توریت زبور انجیل قرآن اگر ان سے عملی فیصلہ نہ ہو تو اسکے لئے ایک پانچویں چیز بھی حق تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے وانزلنا الحدید فیہ باس شدید یعنی لوہے کو بھی نازل فرمایا ہے مراد اس سے سیف ہے اس سے عملی فیصلہ ہو جاتا ہے اسلام میں آجکل یہ ہی تو نہیں رہی اسی کی ساری خرابی ہے آزادی کا زمانہ ہے جو جسکے جی میں آتا ہے کرتا ہے جو منہ میں آتا ہے بکتا ہے اس آزادی سے یہانتک نوبت آگئی ہے کہ عام پلیٹ فارموں پر بے پردگی کے متعلق لیکچر دئے جاتے ہیں قرآن و حدیث میں تحریف کیجاتی ہے اور ان تازہ تحریکات کی بدولت اور زیادہ گمراہی کا دروازہ کھل گیا لوگ دلیر ہوگئے اور ان آزاد لوگوں کو زیادہ جرأت مولویوں کی شرکت سے

۲۵

پیدا ہوئی اگر یہ جماعت الگ رہتی تو انکو اتنا حوصلہ نہ ہوتا اسلئے کہ مولویوں کی شرکت کی وجہ سے
عوام ان قصوں میں شریک ہو گئے اور ان بددینوں کو ان کے گمراہ کرنیکا موقع ہاتھ لگ گیا اور
جن لوگوں نے خداترسی کی وجہ سے اور اسوجہ سے کہ دین محفوظ رہے ان تحریکات سے علیحدگی رکھی
انپر قسم قسم کے الزام اور بہتان باندہے گئے بدنام کیا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں سی
آئی ڈی کے محکمہ سے تنخواہ پانے والے ہیں اور نہ معلوم کیا کیا کہا گیا مگر اسکا نتیجہ بہت جلد برآمد ہوا کہ
برادران وطن نے شدہی کا حربہ اور جابجا مسلمانوں کو قتل اور مسجدوں کو شہید کرنا شروع کیا تب حقیقت
منکشف ہوئی کہ واقعی ہم کہاں اور کس طرف جا رہے تھے یہ اسکا نتیجہ ملا کہ خدا کے دشمنوں کیساتھ
سازش کی توحید اور رسالت کے منکروں کو مسلمانوں کے مجمع میں مذکر بنایا مساجد کے ممبروں پر
انکو بٹھایا یہ ہیں عقلا یہ ہیں بیدار مغز یہ ہیں روشن دماغ جنکے دماغوں میں گیس کے ہنڈے اور بجلیاں
روشن ہیں ارے کمین بجلیاں کام دیتی ہیں کام دینے والی چیزیں ہیں خدا کی تجلیاں اگر اس سے دماغ روشن ہو تو پھر
دیکھو کہ خدا کی اعانت خدا کی امداد خدا کی رحمت خدا کی نصرت تمہارے سر و نپر کس طرح سے سایہ افگن ہو
اور اسوقت تمام عالم کی غیر مسلم اقوام بھی ملکر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیتں کیوں گداگری کرتے پھرتے ہو
تمہارے گھر کے اندر خود خزانہ دفن ہے اگر تمکو خبر نہیں تو جنکو خبر ہے اُن سے دریافت کرو اسکے حصول
کا طریقہ معلوم کرو انکی جوتیاں سیدہی کرو انکی نازبرداری کرو پھر دیکھو کہ کیا کچھ ملتا ہے کور باطن
دوسری قوموں کی ترقی اور دولت کو دیکھکر رال ٹپکاتے پھرتے ہیں تمکو تو خدا ایک اتنی زبردست
دولت سے نوازا گیا ہے کہ وہ دولت اور کسی کو حاصل ہی نہیں اور اس دولت کے سامنے تمام ترقیاں
اور دولتیں گرد ہیں وہ دولت کیا ہے دولت ایمان۔ جسکے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز کسی کی
صحبت میں رہو اور اپنے خناس کو دماغ سے نکالدو تب دیکھو ابھی تک تو بتوں ہی کی پرستش میں
گذاری ہے ذرا خدا کی پرستش کر کے بھی دیکھ لو اگر اعتقاد سے نہیں تو بطور امتحان ہی سہی آپکو فرماتے ہیں

ع سالہا تو سنگ بودی دل خراش — آزموں را یک زمانے خاک باش
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ اسکے بعد پھر تم ہی تم نظر آؤ گے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ساری خرابی آزادی کے
سبب سے ایک صاحب کا واقعہ یاد آیا کہ وہ پردہ کے خلاف لیکچر دے رہے تھے ایک شخص نے درمیان

لیکچر میں کہا کہ آپ پہلے اپنی بیوی کو پردہ سے نکال لئے گھر گئے اور اپنی بیوی کو بے پردگی پر راضی کر کے نکال لائے
مگر کپڑے وہی ہندوستانی تنگ بدن کا پاجامہ وغیرہ اتفاق سے ایکمرتبہ انکو سفر پیش آیا تو ریل کے اندر فسٹ
کلاس کے درجہ میں سفر کیا اسلئے کہ بڑے آدمی تھے ایک اسٹیشن پر کسی چیز کی ضرورت ہوئی خاوند صاحب
تو وہ چیز لینے گئے اور وہاں پر ایک انگریز کوئی بڑا افسر اس درجہ میں آکر بیٹھا اس نے اس عورت کو دیکھکر کہا
کہ تم رنڈی ہے تم کیوں اس درجہ میں بیٹھی ہوئی کسی دوسری جگہ جاؤ اس عورت نے کہا کہ میں رنڈی نہیں ہوں
گھرستن ہوں اسپر جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ خاوند صاحب تشریف لے آئے انھوں نے بھی اس انگریز سے کہا
کہ یہ ہماری منکوحہ ہے اس نے کہا کہ ہمکو ہندوستان میں اتنا زمانہ گذر گیا ہمنے کبھی کسی شریف عورت
کی صورت نہیں دیکھی تم جھوٹ بولتے ہو یہ رنڈی ہے اور تم اسکے آشنا ہو یہ صاحب اسٹیشن ماسٹر کو
بلا کر لائے اس نے تصدیق کی کہ میں انکو جانتا ہوں یہ انکی بیوی ہیں پھر اس نے کوئی مزاحمت تو نہیں
کی مگر نفرت ظاہر کر کے خود دوسرے ڈبہ میں جا بیٹھا اب غور کیجئے ایک انگریز بے دین بے قید بے باک
مگر اسکو اسقدر غیرت آئی کہ ہندوستانی شریف عورت اسطرح کیوں بے محابا پھرتی ہے اپنی عورت
کیلئے تو اس بیحجابی کو گوارا کر لیا مگر ہندوستانی عورت کیلئے گوارا نہیں کیا جہانتک تتبع کیا گیا
پردہ کے مخالف یا تو رذیل ہیں یا بدمعاش رذیل تو اسوجہ سے کہ جیسے کسی کبڑے سے پوچھا تھا کہ
تم اپنا اچھا ہونا چاہتے ہو یا اوروں کا کبڑا ہونا۔ اس نے کہا کہ اوروں کا کبڑا ہونا تاکہ جس طرح وہ
مجھکو ہنستے ہیں میں بھی انکو ہنسوں اور بدمعاش اسوجہ سے کہ اپنی خواہشات کو پورا کریں ایک
صاحب کا دوسرا واقعہ ہے منصوری پہاڑ پر اپنی بیوی کو ساتھ لئے جارہے تھے چند بدمعاشوں
نے ملکر یہ حرکت کی کہ دو نے تو اسکے خاوند کو پکڑ لیا اور بقیہ اسکو لیگئے اور زبردستی منہ کالا کیا پھر ان
دو نے بھی کیا۔ یہ نتائج ہیں بے پردگی کے اسکے بعد اس شخص کو ہوش آیا اور اپنی بیوی کو پردہ کرایا
تجربہ سے قبل تو احکام کی ان لوگوں کے قلوب میں وقعت اور عظمت ہوتی ہی نہیں ایسے کورمغز ہیں

## ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ہجری

### مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۳۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل چندہ کے بارے میں بہت ہی کم احتیاط ہے حتی کہ قریب

قریب تمام مدارس میں بھی اس باب میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا میں اس معاملہ میں سخت ہوں اور زیادہ بے احتیاطی یہ ہے کہ جو فرداً فرداً چندہ کی تحریک کیجاتی ہے اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے گرانی ہوتی ہے نیز نہ دینے پر بخل بھی ثابت ہوتا ہے جسکا حاصل ایک مسلمان کو متہم کرنا ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں میں جو تحریک عام اور تحریک خاص میں امتیاز کرتا ہوں اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک مسلمان پر بار نہ ہو گرانی نہ ہو اور وہ بدنام نہ ہو دعوت عام اور چیز ہے اور انفرادی صورت میں کسی سے سوال کرنا اور چیز ہے مجھکو تجربہ ہے لوگوں کی حالت معلوم ہے اس تحریک خاص کا اثر ظہور بخل قرآن مجید میں بھی مذکور ہے ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا الایہ کیونکہ احفار والحاف خطاب خاص ہی میں ہو سکتا ہے اور اسکے بعد خطاب عام کا اس عنوان سے ذکر ہے ھاانتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ یہ دعوت خطاب عام ہے اور اسی فرق کی وجہ سے احفار پر جو بخل ہوا اسمیں نکیر نہیں فرمایا گیا کہ معذور ہے اور دعوت پر جو بخل ہوا اسپر نکیر فرمایا گیا فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ الایہ میں نے میرٹھ کے ایک وعظ میں اس فرق کو بیان کیا تھا حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ بھی اس بیان میں شریک تھے وعظ کے بعد خوش ہو کر فرمایا کہ آج آیت کے معنی معلوم ہوئے یہ انکی تواضع ومحبت تھی مولانا خلیل احمد صاحبؒ میرے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں اسکو اسوقت سے جانتا ہوں کہ یہ مجھکو نہ جانتا تھا مجھسے بڑی محبت فرماتے تھے اور حضرت میرے پاس ہے ہی کیا بس یہی ایک چیز ہے یعنی اللہ والوں کی محبت مولانا نہایت سادہ تھے کوئی بناوٹ نہ تھی۔

۳۳۴

(**ملفوظ**) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ ایک لڑکے کی طرف میلان ہو گیا ہے ہر وقت شب و روز اسکا دل میں خیال رہتا ہے ایک چند ماہ کے بعد ہوش آیا ہے آپکو لکھتا ہوں دعا بھی فرماویں کہ اس بلا سے نجات ہو اور اصلاح بھی فرماویں میں نے جواب میں لکھدیا تھا کہ التکشف جلد اول کے صفحہ ۱۷۲ پر اسکا علاج مذکور ہے اسکو دیکھیں اور عمل کریں آج پھر خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے اسکو دیکھکر عمل کیا اللہ کا شکر ہے کہ مرض کا علاج ہو گیا اب کسی وقت بھی اسکا خیال نہیں آتا میں نے جواب لکھدیا ہے کہ مبارک ہو۔ اسپر فرمایا کہ اگر کوئی خود اپنا علاج چاہے اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں التکشف میں جو اسکے متعلق تدبیریں لکھی ہیں بحمد اللہ اس سے بہت لوگوں کو نفع ہوا

(**ملفوظ** ۳۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا لوگوں کی بے استقلالی کی حالت دیکھکر کیا کسی کام کرنے کو جی چاہے اور کیا ہمت بڑھے معترض لوگ کہتے تو ہیں کہ یہ کسی کام میں شرکت نہیں کرتا اگر یہ شرکت کرے تو سب کام ہو جائیں مگر ان باتوں کو تو میں ہی سمجھتا ہوں مجھکو لوگوں کی حالت کا تجربہ ہے میں اپنے تجربات کو دوسروں کے کہنے سے کیسے فراموش کر دوں مثال میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں یہاں پر ایک چندہ ہوا تھا احباب خاص ہیں وہ بھی میں نے کیا خود احباب نے کر لیا مگر میں نے منع نہیں کیا اس درجہ کی شرکت بھی تھی اسمیں ایک حصہ چند آدمیوں نے ملکر اپنے ذمہ لیا تھا رمضان المبارک سے قبل کا واقعہ ہے آجتک بھی ایک پیسہ نہیں آیا یہ حالت ہے ایک خط اطلاعی گیا اسکا بھی جواب نہیں اور تماشہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ بعیت کا تعلق رکھنے والے ہیں جنکی یہ حالت اسکے مصداق ہے ؎

گر جاں طلبی مضائقہ نیست، گر زر طلبی سخن دریں ست،

کسی ظریف کا قول ہے محبت رکھیں پاک لینے دینے کے منہ میں خاک ان ہی واقعات سے مجھکو آجکل کے چندہ سے بیحد نفرت ہے لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہمنے یوں وصول کیا اور اس ترکیب سے وصول کیا بھیک مانگنے میں کونسی عزت ہے اسمیں تو ذلت ہی ذلت ہے اور اگر جبر سے یا اثر سے کام لیا تو یہ ڈکیتی ہوئی اسمیں بھی کونسی عزت ہے اور اگر ڈکیتی میں عزت ہے تو پھر کھلم کھلا ڈکیتی ہی ڈالو عزت کا کام تو کرنا چاہئے۔ ایک بہت بڑے علامہ سے میری گفتگو ہوئی تحریک خاص پر کہ یہ جائز نہیں پوچھا کہ کیا دلیل ہے میں نے حدیث پڑھی الا لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ یعنی کسی مسلمان آدمی کا مال بدون اسکی خوشدلی کے حلال نہیں تو کہتے ہیں ہاں یہ تو مجھ ناک ہے مگر اس درجہ کا حرام نہیں میں نے دل میں کہا کہ کل کو یہ کہئے گا کہ گو ماں حرام ہے مگر اس درجہ کی حرام نہیں یہ تو گرانی کی تسلیم پر گفتگو تھی اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ لوگ ہمارے مرید ہیں مرید کو گرانی نہیں ہوتی سو اسکا اندازہ ایک حدیث سے ہو سکتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے فرماتے ہیں کہ مجھکو اپنے بعد تمہارا بہت خیال ہے کہ کون تمہاری خدمت کریگا غور کرنے کی بات ہے کہ صحابہ کے متعلق حضور کا یہ خیال اسکے بعد کسی پیر یا شیخ کو اپنے مرید پر کس طرح اعتماد ہو سکتا ہے کہ تحریک خاص پر گرانی نہ ہوگی کیا منہ ہے کسی کا جبکہ حضور کا یہ خیال ہے کہ ہزاروں میں سے کم ایسے

ہوں گے جو خدمت کر سکیں گے باوجود اسکے کہ صحابہ جان نثار تھے قربان جایئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کیسی پاکیزہ تعلیم فرما گئے۔

(ملفوظ ۳۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کو دین سے توحش ہے اسکا سبب جہل و کسل ہے اگر علم صحیح و طلب صادق ہو تو دین میں کوئی دشواری اور تنگی پیش نہیں آسکتی مجھے تو اس باب میں اسقدر شرح صدر ہے کہ میں اسپر قسم کھا سکتا ہوں کہ جتنی دشواریاں دین میں نظر آرہی ہیں اگر ارادہ کر و اور عمل شروع کر دو تو میں سچ عرض کرتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب دشواریاں ہٹتی چلی جائیں۔ میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں دیکھا ہوگا یا کسی پختہ سڑک پر کہ راستہ کے دونوں طرف درخت ہوتے ہیں اور دور سے نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگے چلکر دونوں طرف کے درخت آپس میں ملے ہوئے ہیں اور راستہ بند ہے اب یہ اُسکو دیکھکر ہراس زدہ کھڑا ہے کوئی رہبر آیا اُس نے دریافت کیا کہ کیوں ہراس ہے کہتا ہے کہ راستہ آگے بند ہے منزل مقصود پر کیسے پہونچونگا وہ کہتا ہے کہ جہانتک راستہ کھلا ہے وہانتک تو چل اور پہونچ پھر آگے دیکھنا اب وہاں پہونچکر جس راستہ کو بند سمجھتا تھا اُتنا ہی اور راستہ بھی کھلا ہوا نظر آیا لیجئے کام بن گیا جب تک چلنا شروع نہ کیا تھا اسوقت تک راستہ بند نظر آرہا تھا اگر چلنا شروع کر دو خود بخود درخت اور پہاڑ سب ہٹتے نظر آئیں گے اور واقع میں وہ پہاڑ ہی نہیں تھے محض تمھارا خیال اور وہم تھا اسی کو فرماتے ہیں ؎

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست
جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

طلب اور ہمت پر جبکہ خلوص کیساتھ ہو بڑے بڑے پہاڑ ھباء منثورا ہو کر میدان بن جاتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

## یکم محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہر شخص کی ساتھ یہ چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو معاملہ صاف ہو اُسمیں تلبیس نہ ہو ایہام نہ ہو خصوصاً اُن لوگوں سے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تعلق کا دعویٰ کرتے

ہیں اُنکی تو اگر ذرا سی بات بھی بے ڈھنگی ہوتی ہے تو برداشت نہیں کرسکتا اور اصل بات یہ ہے کہ اصلاح موقوف ہے فہم پر اور فہم لوگوں میں ہے نہیں پھر اصلاح کس طرح ہو اگر میں انکی بیہودگیوں پر سکوت کروں تو یہ ہو سکتا ہے کیا مشکل ہے بلکہ آہیں مجھے راحت بھی ہے مگر میں ایسے سکوت کو خیانت سمجھتا ہوں جیسے مریض طبیب کے پاس جائے اور طبیب اُس مریض کے مرض پر اطلاع نہ دے اسکے مرض کو چھپائے کیا یہ خیانت نہیں۔ اور تف ہے ایسے چھپانے پر اور ایسی خوش اخلاقی پر جو آجکل کے رسمی پیروں کے یہاں مروج ہے اب تو خلاصہ اس تعلق کا یہ رہ گیا ہے کہ مُرید نے ہاتھ پانوں چوم لئے نذرانہ پیش کردیا آگے نہ مرید کو اصلاح کی ضرورت نہ پیر کو احتساب کی ضرورت شمع کی طرح پیر صاحب بیچ میں بیٹھے ہیں اور پروانے (یعنی مرید) چار طرف جمع ہیں سو مجھکو تو یہ طرز کسی درجہ میں بھی پسند نہیں لیکن اگر اسکے مقابلہ میں کسی کو ہمارا طرز بھی پسند نہ ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مت آؤ اور اگر آگئے ہو اور دھوکہ ہوگیا ہے تو اب چلے جاؤ بلانے کون جاتا ہے اور اگر باوجود ہمارے اس طرز کے بھی ہمکو کوئی لپٹے تو پھر اس طرز کے حقوق ادا کرو۔ بقول عارف شیرازی رح ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی، یا بنا کن خانہ برانداز پیل،

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی یا فرو شو جامۂ تقویٰ بہ نیل

اور یہ حقوق وہ ہوں گے جنکو ہم حقوق سمجھتے ہیں وہ نہیں جنکو تم حقوق سمجھتے ہو اور اگر کسی سے یہ نہیں ہو سکتا تو ہمسے تعلق مت رکھو لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ بلّی کے گوہ کی طرح ان کے نقائص کو دبائے رہو سو اگر ایسا کیا گیا تو پھر اصلاح کس طرح ہوگی اور مجھسے یہ توقع رکھنا کہ میں دوسرے کی حالت کو چھپاؤں مشکل ہے جبکہ میں اُسکا اخفا کرنا خیانت سمجھتا ہوں پھر یہ بات بھی تو قابل غور ہے کہ خود میری حالت کھلی ہوئی ہے بری یا بھلی میں خود اسکو نہیں چھپاتا اگر اس حالت میں میں کسی کو پسند ہوں مجھسے تعلق پیدا کریں ورنہ اور کہیں جائیں بقول غالب ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

میرے طرز کو تشدد کہا جاتا ہے حضرت شیخ اکبر رح نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مریدوں کو آپس میں زیادہ نہ ملنے دینا چاہئے کیا یہ بھی تشدد ہے اور واقعی شیخ نے یہ بڑے کام کی بات فرمائی اسلئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ آپسمیں مل جھکر کہیں شاعری ہو رہی ہے لطیفے ہو رہے ہیں بے سمجھے نکات و اسرار بیان ہو رہے ہیں

غرض یونہی وقت فضول بیکار برباد کیا جاتا ہے نہ ذکر ہے نہ شغل ہے نہ فکر ہے نہ تلاوت ہے نہ نوافل ہیں بس مجالس ہی مجالس رہ جاتی ہیں۔ اور حضرت شیخ اکبر تو یہانتک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید شیخ سے کسی تعلیم کی مصلحت پوچھے اُسکو نکالدو ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ جب کوئی طالب آکر بیعت کا سوال کرتا تو آپ کھانے میں اُسکا امتحان لیتے کہ کھانا کھا چکنے کے بعد جو کھانا بچا ہے اسمیں روٹی سالن تناسب سے بچا یا نہیں اگر تناسب نہ ہوتا تو بیعت سے عذر فرما دیتے کہ تمھاری طبیعت میں انتظام نہیں ہمارے یہاں تمھارا نباہ نہ ہوگا اور بزرگوں نے ہمیشہ طالبوں کے بڑے بڑے سخت امتحانات لئے ہیں میرے یہاں تو پھر بھی بہت وسعت ہے باقی میرا اصلی مذاق یہی ہے کہ قبل مرید ہونیکے تو اسکی دوستی کے حقوق کو پورے طور سے محفوظ رکھتا ہوں مگر بعد مرید ہونیکے پھر دوستی کے علاقہ کو ناپسند کرتا ہوں اُسوقت مریض اور طبیب کے علاقہ کی ضرورت ہے مگر لوگونکو خبر نہیں اس طریق کی اور اسکے آداب کی اور عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں اکثر علما تک کو خبر نہیں اور واللہ میں تو بہت رعایتیں کرتا ہوں مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ میں غلامی بھی نہیں کرتا ایک مولوی صاحب ہیں اُنکو میری سیاست کے وقت لوگوں پر بہت رحم آتا تھا میں نے اُنکو رسالہ آداب الشیخ دیا کہ اسکو بغور دیکھئے یہ رسالہ شیخ اکبر کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے اصل رسالہ عربی میں تھا اسکا میرے ایک دوست نے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے انھوں نے دیکھا کہنے لگے کہ یہ تو آپ سے بھی کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں اسکے بعد انکا نشدد کا گمان رفع ہوا۔

۳۳

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اسپر قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ فہم کی کمی سے غلطیاں بہت کم ہوتی ہیں زیادہ فکر کی کمی سے ہوتی ہیں اور فکر ہوتے ہوئے اگر فہم میں کمی بھی ہو اُس سے غلطیاں عدد میں بھی کم ہوتی ہیں اور کیفاً بھی کم ہوتی ہیں مگر فکر و غور سے کام نہیں لیتے اس سبب سے غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اگر فکر ہو تو خود سمجھ میں نہ آنے پر دوسرے سے پوچھے گا کہانتک غلطی ہوگی چونکہ فکر اور توجہ سے کام نہیں لیتے اسلئے مجھکو زیادہ غصہ آتا ہے اور فکر کی کمی کا سبب طلب کی کمی ہے چنانچہ خدا کی اتنی بھی طلب نہیں کہ جتنی کسی رنڈی پر یا لڑکے پر عاشق ہو جانے پر اُسکی طلب ہے پھر شیخ کی تعلیم کا کیا خاک اثر ہو۔ خدا سے صحیح اور قوی تعلق پیدا کرنا چاہئے اور وہ بدون اسکے کہ فکر کی ساتھ اعمال میں احوال میں باطناً بھی ظاہراً بھی شریعت کا پورا اتباع ہو ہو نہیں سکتا۔

(**ملفوظ**) ایک نووارد صاحب نے پانچ روپیہ بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے معمول کے خلاف ہونیکی بنا پر حضرت والا نے قبول فرمانے سے انکار فرمادیا تھوڑی دیر میں ان صاحب سے ایک غلطی ہوئی اسپر تنبیہ فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اسوقت میرے پانچ روپیہ کا تو نقصان ہوا لیکن اگر میں وصول کرلیتا تو اسوقت آپکی اصلاح کے متعلق صاف صاف نہ کہہ سکتا لے لینے کے بعد خیال تو ہوتا ہی ہے کہ یہ میرے محسن ہیں انکی رعایت کرنا چاہئے۔ یہ نہ لینے ہی کی برکت ہے کہ صاف صاف کہدیا اور اگر نہ کہتا تو ان کے دین کا نقصان تھا اور اب تو اپنا دنیا کا نقصان کیا بلا سے پانچ روپیہ نہ ملے مگر ایک مسلمان کو ہمیشہ کیلئے جہل سے نجات ملگئی۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی ہر بات بابرکت ہوتی ہے پانی پت میں ایک بزرگ تھے عادۃً تو صاحب سماع نہیں تھے مگر اس سے پرہیز بھی نہ تھا کسی مجلس میں اتفاق سے شریک ہوگئے ایک بار اتفاق ہی سے ایک مجلس میں شریک تھے قوال یہ کہہ رہا تھا۔ ایسا ٹونا کردے ری ایسا ٹونا کردے یعنی ایسا سحر کردے اسی وقت میں ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لیکر آئی کہ مجھکو بہت ستاتا ہے ناراض رہتا ہے اون بزرگ نے خادم سے کہا کہ یہ ہی لکھکر دیدو کہ ایسا ٹونا کردے ری خادم نے یہ ہی لکھکر اس عورت کو دیدیا خدا کی قدرت خاوند مسخر و مطیع ہوگیا۔

۳۳

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں کہا تھا کہ میں انگریزی پڑھنے کو منع نہیں کرتا اگر ضرورت ہے پڑھو اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ عربی پڑھکر سب علامہ بنجائیں ہاں دین کی حفاظت کی ہر مسلمان کے لئے ضرورت ہے سو اسکی ایک صورت بیان کرتا ہوں کہ انگریزی پڑھکر بھی حفاظت ممکن ہو وہ صورت یہ ہے کہ تعطیلات کے زمانہ میں نصف حصہ لہو لعب میں صرف کرو اور کم از کم نصف حصہ اہل اللہ کی صحبت میں صرف کرو یہ صحبت بڑی چیز ہے تو اس صورت میں دین محفوظ رہیگا ورنہ نری انگریزی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسے دیوبند کا ایک قصہ ہے وہاں کے رہنے والے ایک ڈپٹی صاحب تھے ان کے باپ پرانی وضع کے سادہ مزاج گاڑھا پوش تھے بیٹے سے ان کی نوکری پر ملنے گئے ان کے دوست احباب نے پوچھا کہ آپکی تعریف باپ کہتے ہوئے عار آئی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پڑوسی ہیں ان بڑے میاں نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے میں اسکی ماں کا پڑوسی ہوں وہ میری بغل میں رہا کرتی ہے لوگ سمجھ گئے کہ بڑے میاں ڈپٹی صاحب کے باپ ہیں ایک اور واقعہ ہے ایک صاحب ولایت پاس کرکے آئے

باپ سے ملے تو مصافحہ کرتے وقت پوچھا کہ ول بڈھا تم اچھا ہے ادب کا تو نام نہیں رہتا فرمایا کہ ادب پر یاد آیا دہلی میں حکیم عبد المجید خاں صاحب جانتے ہیں کس درجہ کے تھے فن میں بھی عزت میں بھی۔ میں نے اُن سے نفیسی کے کچھ سبق پڑھے بھی ہیں اس معنی کر میرے اُستاد بھی تھے اُن کے ایک مصاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار انھوں نے یہاں آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان ہی صاحب سے جو کہ تھانہ بھون کے رہنے والے تھے پوچھا کہ وہاں جانے کے کیا شرائط اور ملنے کے کیا اوقات ہیں انھوں نے کہا کہ آپکو اس تحقیق کی کیا ضرورت آپ تو اُن کے اُستاد ہیں تو حکیم صاحب نے یہ فرمایا کہ میں جس حیثیت سے جا رہا ہوں اُسی طرح جاؤنگا اسمیں اُستادی شاگردی کو کوئی دخل نہیں یہ ہے ادب آج شاگرد اتنا ادب نہیں کرتے اُستاد کا جتنا پہلے استاد کرتے تھے اپنے شاگردوں کا ایک اور واقعہ یاد آیا خورجہ کے رہنے والے مظفر نگر میں ایک ڈپٹی صاحب تھے جو صاحب نسبت صاحب طریقت بھی تھے ایک مرتبہ وہ ہماری حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے وہ معمر شخص تھے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اُسوقت بہت تھوڑی تھی مگر حضرت کی شہرت ہو چکی تھی بہت لوگ معتقد بھی تھے اُن ڈپٹی صاحب نے ایک بیاض لکھی ہے بیاض دلکشا اُسکا نام ہے اسمیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی صحبت کی برکت کی نسبت لکھا ہے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد ، فی الحال بصورت طلا شد ،

محض ایک ہی ملاقات معلوم ہوتی ہے اور خود بھی صاحب نسبت تھے اور معمر اور معزز مگر ایک ہی ملاقات کا یہ اثر ہوا کیسی عقیدت کا اظہار فرمایا یہ ہے ادب ۔

## ۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہجہاں نے تخت طاؤس بنوایا تھا وہ تخت اسوقت یورپ میں ہے بہت قیمتی تخت ہے کئی لاکھ روپیہ اسپر صرف ہوا تھا جسوقت یہ تخت بنکر تیار ہوا اور شاہجہاں اُس تخت پر بیٹھے ہیں تو اُن کے وزیر سعد اللہ خاں پانی پت کے رہنے والے اپنی آستین میں ایک چھرا رکھکر دربار میں حاضر ہوئے شاہجہاں نے تخت پر اول دو رکعت نفل شکرانہ ادا کیا اور عرض

کیا کہ اے اللہ فرعون کو تخت آپنے عطا فرمایا تو اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور مجھکو عطا فرمایا تو میں آپکی بندگی ادا کر رہا ہوں یہ مجھپر آپکا فضل اور رحمت ہے پھر سعد اللہ خاں سے حیرالانے کی مصلحت پوچھی یہ سنکر سعد اللہ خاں نے عرض کیا کہ مصلحت یہ تھی کہ اگر آج تخت پر بیٹھکر کوئی کبر کا کلمہ آپکے منہ سے نکلتا جس سے آگے کفر کا اندیشہ ہوتا تو کلمہ کفر نکلنے سے پہلے آپکا کام تمام کر دیتا اسلیئے کہ میں نے آپکا نمک کھایا تھا اُسکو حلال کرتا گو اُسکے عوض میں میں دوزخ ہی میں چلا جاتا مگر آپ کو کفریات سے متلبس نہ ہونے دیتا اسپر شاہجہاں بہت خوش ہوئے اور سعد اللہ خاں کی بڑی عزت اور قدر کی۔

**(ملفوظ)** ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل سائل سوال کرتے پھرتے ہیں بظاہر نہایت تندرست ہٹے کٹے ہوتے ہیں اُنکو کچھ دینا جائز ہے یا نہیں فرمایا نہیں آجکل تو لوگوں نے مانگنے کا پیشہ بنا لیا ہے اسپر استطراداً ایک سائل کا قصہ بیان فرمایا کہ مجھسے ایک صاحب نے بروایت محسن الملک کے بیان کیا کہ سید احمد خاں اپنی کوٹھی میں بیٹھے تھے اسمیں شیشے کے کیواڑ تھے ایک شخص آئینوں میں سے نظر آیا نہایت بوسیدہ اور میلے کپڑے پہنے ہوئے کوٹھی سے باہر آکر بیٹھا یہ شیشہ کے کیواڑوں میں سے دیکھ رہے تھے محسن الملک بھی سید احمد خاں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سر سید نے اُن سے کہا کہ دیکھو یہ ایک مکار سائل ہے اور اب اپنا لباس تصنع کا بدلیگا اور پھر آکر سوال کریگا مگر میں اسکو ایک کوڑی نہ دونگا ایسا ہی ہوا اُس نے اپنی گٹھڑی میں سے چوغہ عمامہ تسبیح نکالی اور بن ٹھنکر کوٹھی پر آیا اور دستک دی کیواڑ کھولدئے گئے اُس نے اندر داخل ہو کر سلام کیا اُسوقت سید احمد خاں لیٹے ہوئے تھے نہایت رخی سے جواب دیا اور بیٹھے بھی نہیں اُس نے ایک کرسی پر بیٹھکر کہا کہ مجکو فلاں ضرورت ہے اعانت چاہتا ہوں سر سید اسی طرح بے التفاتی کیساتھ لیٹے رہے دوران گفتگو میں اُسکے منہ سے یہ بھی نکلا کہ میں شاہ غلام علی صاحب کا دیکھنے والا ہوں اُسکا یہ کہنا تھا کہ سید احمد خاں نہایت اضطراب کے ساتھ اُٹھکر سیدھے بیٹھ گئے وہ کچھ حالات شاہ صاحب کے بیان کرتا رہا اور سر سید بہت توجہ سے سنتے رہے پھر اُسکے لئے نہایت ادب واحترام کے ساتھ کھانا منگایا اور کھانے کے بعد پچاس روپیہ پیش کئے جب وہ چلا گیا تو محسن الملک نے پوچھا کہ یہ کیا خبط تھا خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ شخص مکار سائل ہے پیشہ ور ہے اسکو ایک کوڑی نہ دونگا اب ایسے معتقد ہوئے جیسے اُس نے جادو کر دیا ہو آخر آپ کو یہ سوجھی کیا تھی سید احمد خاں نے کہا کہ تمکو خبر نہیں اس شخص نے کس کا نام لیا اگر یہ اسوقت جان بھی طلب کرتا

تو میں عذر نہ کرتا حضرت شاہ صاحب کی اسقدر عظمت تھی نام سنکر از خود رفتگی کی کیفیت طاری ہوگئی

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے ذرہ برابر الحمد للہ بغض یا غش نہیں نہ قلب میں غل (بالکسر) نہ زبان پر غل (بالضم) اور الحمد للہ دوسرے بھی میری ساتھ ایسی ہی ہیں اہل وطن کو اکثر دیکھا ہے کہ مخالف ہوتے ہیں مگر بحمد اللہ میرے ساتھ میرے اہل وطن کو نہ مخالفت ہے نہ تعظیم ہے ہاں محبت سبکو ہے حتیٰ کہ ہنود کو بھی بھنگی چماروں تک کو بھی محبت ہے بعض لوگ ان ہی اہل وطن میں ایسے بھی ہیں جو تحریکات کے زمانہ سے اختلاف رکھتے ہیں مگر ہمیشہ سے جب ملتے ہیں جھککر سلام کرتے ہیں پھر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ آپکا فضل ہے رحمت ہے ورنہ مجھمیں ایسا کونسا سرخاب کا پر ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جسکا نام اخلاق ہے اچھی خاصی دوکانداری ہے مجھکو ایسے اخلاق متعارفہ سے نفرت ہے اسی لئے بدنام بھی ہوں مثلاً یہ تعویذ گنڈوں ہی کا سلسلہ ہے اگر ان لوگوں کے ساتھ ڈھیلا پن برتا جاتا تو اچھا خاصہ میلا لگ جاتا پھر کوئی کام بھی نہ ہو سکتا مزاحاً فرمایا کہ سب کام میلا ہو جاتا اور خصوص عورتوں کا تو ہر وقت ہجوم رہتا اور عورتوں یا لڑکوں کا ہجوم فتنہ ہے اسمیں بڑے مفسدے ہیں میری تو اس باب میں یہ رائے ہے کہ ایسے اسباب اختیار کرے کہ نہ ڈھیلا بنے (بیائے مجہول) اور نہ ڈھیلا بنے (بیائے معروف)۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا دیوبندی رح کی بھی اخیر میں یہی رائے ہو گئی تھی کہ بعض کیلئے تشدد کی ضرورت ہے چنانچہ ایک معتبر شخص مجھسے حضرت کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے یہ وہاں ہی درست ہو سکتے ہیں متکبر آدمی کو تھانہ بھون بھیجنے سے مراد میری پاس بھیجنا تھا باوجود اسکے کہ حضرت اسقدر وسیع الاخلاق تھے جسکی نظیر مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہی رائے تھی۔ حضرت کے اخلاق پر یاد آیا یہ حکایت مجھسے مولوی محمود صاحب رامپوری نے بیان کی کہ رامپور سے میں اور ایک ہندو دیوبند ایک عدالتی ضرورت سے آئے میں نے حضرت کے یہاں قیام کیا۔ اس ہندو نے مجھسے کہا کہ میاں اپنے چارپائی کی جگہ مجھکو بھی دیدو تو میں بھی یہاں ہی پڑ رہوں تاکہ تحصیل میں ساتھ جانا آسان ہو میں نے اسکو بھی ایک چارپائی بتلادی گرمی کی دوپہر کا وقت تھا وہ اسپر پڑ کر سو گیا اور ایک چارپائی پر

میں لیٹ گیا تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت زنانہ مکان سے دبے دبے پانو تشریف
لائے اور اُس ہندو کی چارپائی کی پٹی پہ بیٹھکر اُسکے پانو دبانا شروع کردیئے میں دیکھکر برداشت
نہ کرسکا اُٹھا اور پاس جاکر عرض کیا کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں میں دباؤنگا فرمایا کہ یہ میرا حق ہے
میرا مہمان ہے تمکو حق نہیں جاؤ تم اپنی جگہ لیٹو کہیں اس قیل وقال سے اس بیچارے کی آنکھ نہ
کھلجائے اور پھر اسکو تکلیف ہو غرض حضرت پانو دباتے رہے اور اُسکو کچھ خبر نہیں پڑا ہوا خرخر کر رہا
تھا فرمایا کہ اسمیں اتنا مقدر تھا تو حضرت کے اخلاق کی نظیر ملنا مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت
کی بھی یہ ہی رائے تھی کہ انکو تھانہ بھون بھیجا جائے وہاں انکے مزاج درست ہوں گے اور کمال
اخلاق کے ساتھ حضرت کا یہ دوسرا کمال تھا کہ دونوں شانیں جمع تھیں ایک وقت گھر پر کا ضعیف
کا حق ادا ہو رہا ہے اور ایک وقت جب وہ کافر میدان میں آوے تو سیف کا حق ادا ہو رہا ہے جبکہ
اُسکا ظلم وحیف ظاہر ہو۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ قلب میں وسواس آتے ہیں اسکے واسطے
کوئی ورد بتلا دو یہ صاحب ایک بہت بڑے شیخ سے مرید ہیں لیکن آجتک یہ خبر نہیں کہ ورد سے
کہیں وسوسوں کا علاج ہوتا ہے اسلئے میں کہا کرتا ہوں کہ فقط بیعت سے کچھ کام نہیں چلتا تعلیم
وتفہیم کی ضرورت ہے اسپر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے بس یہ سختی ہے کہ میں ناواقفوں کو واقف
بناتا ہوں کیا یہ بھی جرم ہے ایک قصبہ ہے تیتروں وہاں سے بہت سی عورتیں بیعت ہونے آئیں
بس جھگڑا بھرا ہوا تھا فرمایا کہ جھگڑا کیا بھرا ہوا تھا اسمیں ایک جھگڑا بھرا ہوا تھا میں نے
بیعت کرنے سے اس بنا پر انکار کردیا کہ تم اپنے خاوندوں سے پوچھکر نہیں آئی ہو میں بیعت نہ
کرونگا میں نے بعد میں سُنا کہ اُن عورتوں نے یہ کہا کہ یہ مولوی اچھا نہیں گنگوہ والا مولوی اچھا تھا
جھٹ (یعنی فوراً) مرید کرلے تھا میں نے کہا کہ بالکل سچی بات ہے دونوں چیزیں صحیح ہیں حضرت مولانا گنگوہی
رحمۃ اللہ علیہ کا اچھا ہونا اور میرا بُرا ہونا مگر بلانے کون گیا تھا کہ تم یہاں پر آؤ اور آکر مرید ہو سب خفا
ہو کر چلی گئیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رائے دینا بہت آسان ہے مگر جب کچھ کام کرنا پڑتا ہے
تب کام سے منہ چھپاتے ہیں یہ مرض اکثر نیچریوں میں ہے یہ جب کوئی رائے دیتے ہیں میں قبول کرکے

طریقہ عمل ایسا بتلا دیتا ہوں نہ ان کو اس میں کچھ کرنا پڑے اور وہ آسان ہی ہوتا ہی مگر سب ختم ہو جاتے ہیں

(ملفوظ [۱۳]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بزرگوں کی عظمت قلب میں ہو تو اس سے نور ہوتا ہے ایمان قوی ہوتا ہے دین میں رسوخ ہوتا ہے۔

(ملفوظ [۱۴]) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رح نے فرمایا ہے نہ انکار میکنم و نہ این کار میکنم اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی منکر نہیں تارک ہیں۔

(ملفوظ [۱۵]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتی بیچارے تو نہ کسی کے بدنام کرنے کی پروا کرتے ہیں اور نہ کسی کے نیک نام کرنے کی پروا کرتے ہیں انکا مذہب تو یہ ہے ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ، ما نمی خواہیم ننگ و نام را ،

؎ عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا اور جو خود ناکام ہو اسکو کسی سے کام کیا

(ملفوظ [۱۶]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علوم کا تو میں نقشبندیوں کا معتقد ہوں نہیں بڑے بڑے علماء گذرے ہیں اور چشتیوں میں اسقدر علماء نہیں گذرے مگر جانباز چشتیوں میں زیادہ ہیں یہ بات دوسروں میں اس درجہ کی نہیں۔

(ملفوظ [۱۷]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسمیں مکر و فریب نہ ہو سچا ہو یہ ادا مجھکو بہت پسند ہے یہ ادا جسمیں بھی ہو وہ مجھکو محبوب ہے۔

(ملفوظ [۱۸]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں پریشانی سے بچاوے دنیا کی وہ پریشانی چاہے قلت مال سے ہو یا فقدان تندرستی سے ہو یا اولاد کی نافرمانی سے ہو۔ اور آخرت کی پریشانی ظاہر ہے کہ صرف معصیت سے ہے اللہ تعالیٰ سب سے بچاوے۔

(ملفوظ [۱۹]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حکایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جسوقت مالٹا میں تشریف فرما تھے ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا حضرت گھبراتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھے کہ گھر بار یاد آرہا ہوگا یا جان جانیکا خوف ہوگا فرمایا کہ میں اسوجہ سے نہیں رو رہا ہوں جو تم سمجھے ہو بلکہ اسوجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یا نہیں۔

(ملفوظ ۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اسپر گرجاؤں زمین کہتی ہے کہ میں اسکو نگلجاؤں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اسکو ہلاک کر دیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اسکو بنایا نہیں اسوجہ سے ایسا کہتے ہو میں نے بنایا ہے اسکی قدر میں جانتا ہوں کسقدر رحمت ہے اور اپنے بندوں سے کسقدر محبت ہے۔ میں نے تو ایکمرتبہ اس سے استنباط کرکے دوستوں سے کہا بھی تھا کہ عند اللہ اپنے محبوب ہونیکا مراقبہ کیا کرو اس سے بڑا نفع ہوگا کیونکہ اسکی خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو جائیگی پھر یہی مراقبہ میں نے ایک کتاب میں بھی دیکھا ایک بزرگ نے بھی یہی لکھا ہے اسوقت دیکھکر بڑا جی خوش ہوا کہ جو چیز قلب میں آتی ہے الحمد للہ اسکی تائید بزرگوں سے بھی نکل آتی ہے میں اتنی قید اس مراقبہ میں اور لگایا کرتا ہوں کہ صاحب مراقبہ شریف طبیعت کا ہو ورنہ بُرا اثر قبول کریگا کہ عُجب وادلال اور تعطل پیدا ہو جائیگا۔

(ملفوظ ۲۱) فرمایا کہ ایک عجیب بات ہے بہت عرصہ تک میں اسکو سوچتا رہا کہ یہ کیا بات ہے وہ یہ کہ اگر کسی بزرگ کے انتقال کو سنتا ہوں تو ان کے متعلق احتمال مواخذہ کا قلب پر استحضار ہوتا ہے اور اگر کسی گنہگار کے انتقال کو سنتا ہوں تو اسکی نسبت معاملہ رحمت کا قلب پر استحضار ہوتا ہے بڑے ہی سوچ میں تھا کہ یہ کیا قصہ ہے ایکروز سمجھ میں آیا کہ وہاں رحمت کا استحضار تو پہلے ہی سے ہے دوسرے احتمال کا استحضار ہونا چاہیے تاکہ جمع بین الخوف والرجا رہو اور یہاں احتمال مواخذہ کا استحضار پہلے ہی سے ہے احتمال رحمت کا استحضار ہونا چاہیے۔

(ملفوظ ۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لیکچروں یا وعظوں سے مسلمانوں کی حالت سنبھال لیں فی نفسہ اچھی بات ہے مگر بدون عملی جامہ پہنائے نرے وعظوں اور لیکچروں سے کفایت نہیں ہوسکتی اسکی طرف کسی کو بھی التفات نہیں محض زبانی عملدرآمد ہے۔

(ملفوظ ۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علوم میں ساری دنیا مسلمانوں کی محتاج ہے اور ہمیشہ سے رہی دوسری قوموں کا عدم مناسبت علمی کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی نورالحسن صاحب کاندھلوی کی ایک انگریز سے ملاقات ہوئی یہ ملاقات ایک سررشتہ دار صاحب نے اُس انگریز کی تمناؤں کے بعد کرائی تھی اُس انگریز نے سوال کیا گنگ مولوی صاحب نے سوال کو مہمل سمجھکر جواب میں بطور تمسخر کہدیا سنگ بس قافیہ ملادیا جن صاحب نے مولوی صاحب کی انگریز سے ملاقات کرانیکی کوشش کی تھی

ان سے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کیا واہیات آدمی ہے کیا لغو حرکت کی وہ کہنے لگے کہ وہ انگریز مجھسے کہتا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے ہمنے پوچھا تھا کہ دریائے گنگ کہاں سے نکلا ہے تو اسنے کہا کہ پہاڑوں سے بس یہ علوم ہیں دوسری قوموں کے اور خیر یہ تو محض مہمل بات تھی جو تحقیقات انکے یہاں مایہ ناز ہیں وہ بھی اسلامی علوم کے سامنے محض لچر ہیں اسکا مشاہدہ ہے۔

## ۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ
## مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ [۲۴]) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا نے تنبیہ فرماتے ہوئے جواب طلب فرمایا کہ اس غلطی کا جواب دو وہ صاحب خاموش رہے اسپر فرمایا کہ جواب نہ دینا بھی بہت ہی ایذا رسانی کی بات ہے ایک خیر خواہ بصورت سوال دوسرے کو اسکے جہل سے نکالنا چاہتا ہے اور وہ اسمیں جواب سے اسکی امداد نہیں کرتا آدمی پوچھنے پر جواب دے جواب نہ دینے کا مرض بھی عام ہو گیا ہے اسپر بھی وہ صاحب کچھ نہیں بولے خاموش رہے حضرت والا نے فرمایا کہ ارے میاں جب تم نہ بولنے کی قسم کھا کر آئے تھے تو یہ بتلاؤ کہ دوسرا اصلاح کس طرح کرے اپنا تو حساب لگا لیا کہ جاؤنگا یہ کہونگا یہ ہوگا وہ ہوگا مگر دوسرے کی بات کا تو جواب دیدو یا تمہارے نزدیک دوسرے کا سوال لغو ہے بیکار ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ بندہ خدا اتنا دق کر کے کہا پہلے سے یہی کہدیا ہوتا خدا معلوم لوگوں کا فہم کہاں گیا یہاں پر جتنے آتے ہیں منتخب ہو کر ایسے ہی آتے ہیں۔

(ملفوظ [۲۵]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ گائے کا گوشت کھانے سے قساوت پیدا ہوتی ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ قساوت کا علاج ہی گائے کے گوشت کھانے میں ہے چنانچہ مشاہد ہے کہ جو قومیں گائے کا گوشت نہیں کھاتیں وہ بے رحم ہیں اور جو کھاتے ہیں وہ رحم دل ہیں۔

(ملفوظ [۲۶]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک معزز ہندو نے ایک شخص کے ہاتھ کہلا کر بھیجا تھا کہ میں اپنے مذہب کی تعلیم پر پوجا پاٹ کرتا ہوں مگر قلب کو اطمینان نہیں ہوتا تذبذب ہی رہتا ہے دعا کر دیجئے کہ حق واضح ہو جائے اور کوئی چیز پڑھنے کو بتلا دیجئے میں نے کہلا بھیجا کہ اھدنا الصراط المستقیم۔

(باقی آئندہ)

کثرت سے پڑھوا دیا۔ بات اور کھلا کر بھیجنے کا ارادہ ہے وہ یہ کہ وہاں تو پوجا پاٹ کر کے امتحان کیا
اطمنان حاصل نہیں ہوتا اور یہاں بدون عمل کے امتحان کرنا چاہتے ہو اُس پوجا پاٹ کے بجائے یہاں
تلاوت قران نماز وغیرہ کر کے دیکھو اگر پھر بھی اطمنان نہ ہو تو پھر اطلاع کرو اور انشاء اللہ تعالیٰ ممکن
نہیں کہ اطمنان نہ ہو اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ہیچ کنجے بے دو و بے دام نیست — جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

وہاں تو عمل اور یہاں محض زبانی اسکا کیا اثر ہو۔

# تمہید

رسالہ سلطان العلوم دیوبند بابتہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ میں زیر عنوان اسلام اور ترقی ایک مضمون
حضرت حکیم الامتہ دام ظلہم کا نظر سے گذرا۔ جو حضرت دام ظلہم کے مختلف مواعظ سے ایک مسلسل
صورت میں مرتب کیا گیا ہے چونکہ مضمون نہایت نافع ہے اور اسکے قبل اہل ہیئتِ اجتماعیہ سے شائع
نہیں ہوا تھا اسلئے اسکو رسالہ ہذا میں درج کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی اس سے منتفع ہو سکیں۔ فقط مدیر

# اسلام اور ترقی

لوگ کہتے ہیں کہ علماء اسلام ترقی سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ
تو عقلی طریقہ سے ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں۔ اور میں اسے شرعی فرض کہتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ یعنی ہر قوم کیلئے قبلہ کی ایک جہت مقرر ہے جسکی
طرف وہ منہ کرتی ہے تو تم ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو۔ ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے
سے آگے بڑھنے کا حکم ہے اور یہی ترقی ہے تو ترقی کی ضرورت قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ استبقوا امر کا
لفظ ہے جو فرض ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اسلام میں ترقی کرنا فرض ہے۔ اب کسکی
مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے۔ لہذا علماء پر یہ الزام بالکل تہمت ہے۔ قرآنی فرض سے کوئی کیسے روک سکتا ہے
بس فرق اسقدر ہے کہ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بقدم چل کر ترقی کرو۔ اور
علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اسطرح ترقی کرو۔ (العبرۃ بذبح البقرۃ صہ ۴۵)

**غیر قوموں کی تقلید مسلمانوں کو مفید نہیں** میں یہ نہیں کہتا کہ جو تدبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں انکا دنیوی کامیابی میں کوئی اثر ہی نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو ان تدبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے ان تدبیروں کے اثر کرنے میں ایک رکاوٹ ہے اور وہ رکاوٹ انکا گناہ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے کیونکہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں ان پر تو ایمان لانیکی ذمہ داری ہے۔ اور ایمان نہ لانے پر اور کفر کرنے ہی پر ایسا سخت عذاب ہوگا جس سے بڑھکر کوئی عذاب نہیں باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی نہ ان کی سزا ملے گی۔ اور مسلمانوں سے الحمد للہ کفر کا عذاب ہٹا ہوا ہے ان سے تو عملوں پر پوچھ ہوگی۔ اور جب یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں تو انکو کامیابی ہوا نہیں کرتی اللہ تعالیٰ ان تدبیروں میں سے اثر کو دور کر دیتے ہیں تاکہ اس مخالفت کی سزا دنیا ہی میں بھگت لیں اور ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے وہ سب کو ہی فائدہ دے۔

اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدبیریں ہمیں بھی فائدہ دیں گی تب بھی خداوندی احکام کی پیروی فرض ہے اور ان ناجائز تدبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہوگا۔

دیکھئے شراب اور جوئے اور سود میں بھی نفع ہے خود ارشاد عز و جل ہے قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (کہدیجئے شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدے بھی ہیں) لیکن ایسے فائدے کو لیکر کیا کریں جسمیں خدا تعالیٰ کا غضب بھی ملا ہوا ہے۔ لوگ تدبیر تو کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور پھر چاہتے ہیں یہ کہ علماء ساتھ دیں (المرابطہ صـ۴۸) ۔ اور وہ فائدہ ہی کہاں ہوا جسمیں خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہو اور دین و دنیا دونو کی تباہی ہو۔ اسلئے مسلمانوں میں ان تدبیروں سے ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ اور تنزل ہوگا اور ہوتا جا رہا ہے (مسہل)

**ترقی کی قسمیں** ترقی اچھی باتوں میں بھی ہوتی اور بری میں بھی مگر بھلائیوں میں تو ترقی کوشش کر کے حاصل کرنیکے قابل ہے اور برائیوں میں نہیں۔ ورنہ ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں منع کیا جاتا ہے میں تو ترقی کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ اسی طرح ہر دھوکہ باز کو، چور کو، گرہ کٹ کو، کمن چور کو، رشوت لینے والے کو، سود خوار کو، سٹہ باز کو۔ غرض ہر بدمعاش کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا۔

اسلئے بھلائی میں تو ترقی ترقی ہے۔ اور برائی میں ترقی بُری ہے تو اب جس ترقی کو اور لوگ کہتے ہیں یا وہ اُس کا بھلا ہونا ثابت کر دیں یا جس ترقی کو علماء اسلام کہتے ہیں ہم اُس کا بھلا ہونا ثابت کر دیں۔ خود ترقی کرنا ضروری اور فرض ہے مگر ان طریقوں نے ترقی کو برائی میں ترقی کرنا بنا دیا ہے (العبرۃ ص۴۷) جو در حقیقت بجائے ترقی کے تنزل ہے)۔

**اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی** موجودہ ترقی کا حاصل تو حرص ہے اور شریعت نے حرص کی جڑ کاٹ دی ہے۔ صحابہ کرام نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ تھے کبھی ایسے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسکی تعلیم فرمائی۔ نہ حضور ہی کی سیرت میں کوئی ایسا واقعہ ان سب کی ترقی تو دین کی ترقی تھی۔ اگرچہ اسکے ساتھ ہی دنیا کی بھی وہ ترقی ملی کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں۔ لیکن مقصود صرف دینی ترقی تھی۔ چنانچہ انکی اس شان کو خود خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم انکو زمین پر قبضہ دیدیں تو یہ نماز ادا کرتے رہا کریں۔ زکواۃ دیتے رہا کریں اور بھلائیوں کا حکم اور برائیوں سے روک ٹوک کرتے رہا کریں۔

یہ ہے ترقی کے بعد ان کے خیالات کا نقشہ جسمیں کسی شک وشبہ کی بھی گنجائش نہیں (تجارت آخرت ص۲۱۴)

**مالی ترقی** جس ترقی کو لوگ ترقی کہتے ہیں اسکے تین حصے ہیں۔ مال، عزت، حکومت، آجکل دوسری قوموں کے سامانِ عیش دیکھکر مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ انکو دنیا زیادہ نہ ملے۔ اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے۔ آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے اسپر شاید یہ شبہ ہوا کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو سامان زیادہ دیں تو خوب نیک کام کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ کو کیا خبر ہے کہ اسوقت آپ کے جو ارادے اور نیتیں ہیں زیادہ مال ملنے کے بعد بھی یہ باقی رہیں گی یا نہیں۔ اسکو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرات صحابۂ کرام رض سے بڑھکر کون نیک نیت ہوگا۔ مگر حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہؓ سے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جبکہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہونگے اور تمہارے پاس زیادتی کیساتھ مال وسامان اور غلام اور نوکر ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ

اُسوقت ہم اللہ کی عبادت کرنیکے واسطے فارغ ہو جائیں گے۔ نتفرغ العبادۃ ونکفی المؤنۃ (ہم عبادت کیلئے فارغ ہو جائیں گے اور مشقت سے بچ جائیں گے۔

حضور نے فرمایا تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آجکل ہے۔ جب حضور نے صحابہ کیلئے زیادہ پسند نہیں کیا حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہی اور دنیا میں نہیں گھسے تو اوروں کے لئے کب پسند فرمائیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا مال دیکھکر رال نہ ٹپکانا چاہئے اولئک عجلت لھم طیباتھم فی حیٰوتھم الدنیا (یہ لوگ تو وہ ہیں جنکو انکی نعمتیں دنیاوی زندگی ہی میں دیدی گئی ہیں) اور آخرت میں تو کافروں کیلئے عذاب ہی ہے اور مسلمانوں کے واسطے تو راحت جنت میں ہے دنیا میں تو مسلمانوں کو اتنی ترقی چاہئے کہ پیٹ بھرکر روٹی مل جاوے، ستر ڈھانکنے کے لئے کپڑا اور رہنے کو مختصر سا مکان اور اتنا الحمد للہ بہت مسلمانوں کو حاصل ہے۔ صحابہ کو حضور کے زمانہ میں اتنا بھی حاصل نہ تھا۔ تو ہم تو گویا بادشاہ ہیں

ارشادِ نبوی ہے من اصبح معافیٰ فی جسدہٖ اٰمنافی سربہٖ عندہٗ قوت یومہٖ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا، یعنی جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو، دل میں بے فکری ہو، ایک دن کا کھانا اس کے پاس ہو تو گویا اُسکو تمام دنیا مل گئی۔

غرض حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں ان کو کیا خبر ہے کہ امیر ہونیکے بعد وہ کیسے ہو جاتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ نیک نیت عطا فرما دیتے ہیں یہی اُن کے درجے بلند کرنے کے لئے کافی ہے۔

خود ارشاد ہے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ (اچھی اچھی باتیں اور معافی دیدینا ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتانیکی تکلیف ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں بردبار ہیں جس کے پاس مال نہیں وہ نیک باتوں سے ثواب حاصل کر سکتا ہے (مظاہر الاحوال صـ۵۱)

ایک شبہ اور جواب | شاید کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف میں ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (بیشک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے) كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ الآیۃ (تم پر ضروری کی گئی ہے وصیت جب کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے) یہاں مال کو

خیر فرمایا ہے۔ لہذا مال کی ترقی بھی خیر اور بھلائی میں ترقی ہوئی اور فاستبقوا الخیرات (بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) میں یہ بھی آگئی

جواب یہ ہو کہ الخیرات میں مطلق خیر مراد ہے یعنی جو ہر طرح بھلائی ہی بھلائی ہو۔ اور مال ہر طرح بھلائی نہیں اسکی بھلائی ہونیکی بہت سی شرطیں ہیں جنکی رعایت نہیں کی جاتی۔ اس لئے مالی ترقی کو بھلائی میں ترقی نہیں کہہ سکتے اور جس درجہ میں مال بھلائی ہے اس درجہ ترقی کو ہم بھی نہیں روکتے جائز بلکہ فرض کہتے ہیں،

حضور کا ارشاد ہے کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ (حلال مال کمانا اور فرضوں کے بعد فرض ہے)۔ (علاج الحرص ص ۱۷)

**عزت کی ترقی** حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی اللہ ہی کیلئے ہے عزت اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے۔ بھلا جس شخص کا اس آیت پر ایمان ہو گا وہ عزت حاصل کرنے سے کیسے روکے گا۔ علماء صرف طریق ترقی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کلکتہ کا ٹکٹ لیکر جالیسی پشاور نہیں پہنچ سکتے جو طریقے لوگ کہتے ہیں وہ غلط ہیں صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ و رسول نے بتایا ہے۔ مگر اس طریق کی تحقیق کے لئے پہلے یہ سمجھئے کہ عزت حاصل کرنیکی غرض کیا ہے اور وہ کیوں ضروری ہے لوگ جو ترقی و عزت چاہتے ہیں اُسکی غرض محض بڑا بننا ہے مگر میں اسکی اصلی وجہ بیان کرتا ہوں،

اصل یہ ہے کہ عقلی طریقہ پر انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ نفع حاصل کرنا اور ضرر سے بچنا آدمی جو کچھ کرتا ہے اسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یا نفع حاصل کرتا ہے یا ضرر سے بچتا ہے شلاً کھانا کھاتا ہے تو اسلئے کہ بھوک کے ضرر سے بچے۔ اور قوت کا فائدہ حاصل کرے، دوا کرتا ہے تو اس لئے کہ بیماری کے ضرر سے بچے اور تندرستی کا فائدہ حاصل کرے۔ غرض جو کچھ کرتا ہے یا فائدہ حاصل کرنیکے لئے یا ضرر سے بچنے کیلئے۔

دوسری بات یہ سمجھئے کہ ضروری چیزوں کے طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں اور اسکا طریقہ مال اور عزت کا حاصل ہونا ہے کہ مال تو فائدہ کے حاصل کرنیکے واسطے ہے اور عزت ضرر سے بچانیکے لئے۔ اور اگر عزت کبھی خطرہ کا سبب ہوتی ہے جیسے بڑے آدمیوں کے کچھ دشمن بھی ہو جاتے ہیں تو وہ عزت کی کمی اور کسی نہ کسی حد کے اندر ہونیکی وجہ سے ہوتی ہے ورنہ عزت تو بچاؤ کی ہی چیز ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ غلبہ اور عزت بیحد و انتہا ہے۔ تاہم عزت ہی ایسی چیز ہے۔

جو آدمی کو بہت سی مصیبتوں اور خطروں سے بچاتی ہے۔ مثلاً اب ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں کوئی ہمکو ذلیل نہیں کرسکتا۔ بیگار میں نہیں پکڑ سکتا۔ غرض عزت کی غرض ضرر سے بچنا ہے۔

اِس تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ عزت اور مال دونوں پسندیدہ اور حاصل کرنیکے قابل ہیں۔ بشرطیکہ طریقہ سے ہوں شریعت کی حد میں رہکر ہوں اور جو لوگ مال اور عزت حاصل کرنیکی برائی کرتے ہیں ان کا مطلب مال کی محبت اور عزت کی محبت سے منع کرنا ہے اور محبت بھی ایسی جو حق تعالیٰ کی محبت سے بڑھی ہوئی نہ ہو کہ انکی ہوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا جائے۔

خود ارشاد ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ (فرما دیجئے اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبے اور وہ مال جنکو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے رک جانے سے تم ڈرتے ہو۔ اور گھر جنکو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اُس کے رسول اور اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم یعنی عذاب لائیں)۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مال و عزت کی محبت اور وہ بھی اتنی بڑھی ہوئی جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے اور ان کے مقابلہ میں شریعت کی پرواہ نہ رہے اور مال آبرو کی اتنی حفاظت کہ دین رہے یا جائے مگر بات نہ جائے یہ بُرا ہے اور بہت بُرا ہے۔ (العزۃ صہ ۱۴)

حکومت کی ترقی | لوگ علماء کو کہتے ہیں کہ تم کو سیاسیات کی کچھ خبر نہیں ہے یہ وقت جائز و ناجائز کے سوال کا نہیں اب تو جس طرح ہو حکومت کی ترقی ہونا چاہئے۔ یعنی ہم کو جس قدر حکومت حاصل ہے اسمیں اور ترقی کرنا چاہئے۔ لیکن افسوس ان لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ شریعت میں خود حکومت مقصود ہی نہیں بلکہ ملاناپن چاہا جاتا ہے اور سلطنت و حکومت سے بھی مقصود ملاناپن ہی پھیلانا ہے کہ جو ایمان سے محروم ہیں ان کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے۔ یا اپنے میں ملا کر رکھا جائے کہ وہ ایمان اور شریعت کے نور کو دیکھیں اور اپنی آنکھیں کھولیں۔ حکومت سے تو صحابہ میں بھی یہ ملاپن پسند فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

بالمعروف ونهوا عن المنكر (یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں قبضہ دیویں تو یہ نماز پڑھتے رہا کریں زکواۃ دیتے رہا کریں۔ اور بھلائی کا حکم اور برائی سے روک ٹوک کرتے رہا کریں (علاج الحرص ص۱۷)

حاصل یہ ہے کہ مال، عزت، حکومت تینوں کی ترقی میں خود انہی کی ترقی تو زیادہ پسند نہیں ہاں اگر دینداری کی ترقی مقصود ہو تو یہ سلف کی ترقی کے موافق ہوگی اور اسی سے تینوں ترقیاں خود بخود حاصل ہوتی چلی جائیں گی۔ لیکن اگر یہ تینوں ترقیاں شریعت کی حدیں رکھکر ہوں جن سے کسی حکم کے خلاف نہ لازم آئے تب تو بھلائی میں ترقی ہے ورنہ پھر برائی کی ترقی ہے اور بہت بری اور خالص حرص ہے تو یہ سمجھئے کہ لوگوں نے حرص کا نام ترقی رکھ لیا ہے تاکہ یہ عیب چھپا رہے اور پھر اسکی کبھی اصلاح بھی نہ ہو سکے (تسہیل)۔

**غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز اور ترقی کے اسلامی اصول**

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اسمیں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا۔ کسی نے یہ کہدیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہیے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں انکو بھی ترقی ہوتی۔ حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ بھی کچھ ترقی پائے ہوئے نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے۔ اس لئے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ معاملوں میں شریعت کی حدوں کے پابند کتنے تاجر ہیں۔ غالباً دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہیں ہوئی یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کی دنیاوی ترقی دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے تو وہ انکی ہر حالت کو ترقی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں۔ اور پھر انکو اختیار بھی کرنے لگتے ہیں، دوسروں کو رغبت بھی دلانے لگتے ہیں کبھی انکی سی صورت اور وضع بناتے ہیں کہ اسی سے ترقی ہوگی۔ کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں کہ یہی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ عورتیں آزاد ہوں گی تو علوم اور صنعت و حرفت سیکھیں گی خود بھی ترقی کرینگی، اولاد کو بھی ترقی کرائیں گی لیکن یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ مسلمانوں میں بعض قوموں کی عورتیں پردہ نشین ہیں۔ اور زیادہ تعداد ایسی غریب قوموں کی ہے


بابتہ ۱۰ ذی الحجہ ۵۶ھ

جنمیں ہمیشہ سے پردہ کا رواج نہیں۔ تو اگر بے پردگی سے ہی ترقی ہوتی ہے تو ان قوموں نے کیوں نہ کر لی (العبرۃ ص۴۴ و ۴۵)

تو معلوم ہوا کہ ایسی ایسی باتیں غیر قوموں کی ترقی کا سبب نہیں ورنہ اگر ان باتوں میں ترقی کا خاصہ ہوتا تو یہ جہاں پائی جاتیں وہاں ترقی بھی ہوتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان باتوں میں ترقی کا خاصہ نہیں ہے (سہل)

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں وہ انکی ایسی صفتیں ہیں جو انھوں نے آپ ہی کے گھر سے لیلی ہیں جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بُردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا ہوش سے کام لینا، آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا۔ اور یہ سب باتیں وہ ہیں جنکی تعلیم اسلام نے دی ہے اور ان سب حکموں کا خاصہ ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے ترقی ہوتی اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے۔ چاہے کوئی اختیار کرے اور کوئی چھوڑ دے۔

۸ اب مسلمانوں نے تو ان حکموں کو چھوڑ دیا ہے کہ نہ انمیں اتحاد و اتفاق ہے نہ راز داری کا مادہ ہے، نہ انتظام ہے، نہ وقت کی پابندی ہے، نہ انجام سوچکر کام کرتے ہیں۔ اور جو کام کرتے ہیں جوش سے کرتے ہیں ہوش سے نہیں کرتے۔ اس لئے انکی ترقی جو ہو چکی تھی وہ بھی جاتی رہی۔

اور دوسری قوموں نے انکے گھر سے چُرا کر ان باتوں پر عمل شروع کر دیا تو ان حکموں کا جو خاصہ تھا یعنی ترقی وہ انمیں ظاہر ہو گیا۔ مگر یہ چوری ناتمام چوری ہے۔ جیسے چور کو گھر کی سب چیزیں معلوم نہیں ہوتیں اس کے ہاتھ وہی چیزیں لگتی ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں دبے ہوئے خزانہ ہاتھ نہیں لگتے۔ اس لئے ان کو بھی اس پارس کی پتھری کی جو آپ کے گھر میں تھی خبر نہیں ہوئی یا ہوئی مگر انہوں نے اسے ایک بیکار پتھر سمجھکر چھوڑ دیا کہ اسکی قدر تو واقف ہی کو ہوتی ہے۔ ناواقف اسے کیا جان سکتا ہے وہ پارس کی پتھری ایمان، توحید، اعتقادِ رسالت، نماز روزہ وغیرہ ہیں افسوس آپ کو اپنے گھر کی قدر نہیں۔ اگر آج آپ میں وہ صفتیں ہوتیں جو دوسری قوموں نے آپ سے لیلی ہیں تو اس پارس کی پتھری کے ساتھ ملکر آپ کو وہ ترقی ہوتی جو غیر قوموں کے خواب میں بھی کبھی نہ آئی ہو گی۔ آپ کو وہ عروج اور بلندی حاصل ہوتی جو آپکے اسلاف کو حاصل تھی کہ ان سے کوئی آنکھ بھی نہ ملا سکتا تھا۔

افسوس آج مسلمان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان سب باتوں کو اور نماز روزہ کو ترقی میں دخل بھی ہے ۔
اس صاف ارشاد پر نظر بھی نہیں رہی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ وَلَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ۔ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ضرور انکو ملک میں خلیفہ و بادشاہ بنائیں گے اور انکو دین پر جس کو انکے واسطے پسند فرمایا ہے قبضہ والا بناویں گے اور خوف کے بعد امن بدل دیں گے کہ وہ میری عبادت کریں اور شرک نہ کریں ۔)

کس قدر صاف طریقہ سے ان عملوں کا خاصہ بیان فرمایا ہے ۔ اور پھر ترقی کا وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہونیکا احتمال بھی نہیں ۔ کیا اس سے بڑھکر کوئی تدبیر ترقی کی ہو سکتی ہے کہ جس کے ناکام ہونیکا وہم بھی نہ ہو اس میں سو فی صدی کامیابی ہی کامیابی ہے ۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اسکے خلاف نہیں ہوگا ۔ اس لئے اس تدبیر میں کامیابی بالکل یقینی ہے (مسہل)

۹

افسوس جس خزانہ کو چور نے ناواقف ہو کر یا بیکار سمجھکر چھوڑ دیا تھا آج اسکی قدر و قیمت سے خود گھر والے بھی واقف نہیں ہیں ۔ اور کس قدر بے قدری کر رکھی ہے کہ بعض کا کلمہ بھی درست نہیں ۔ یا نماز ہی غائب یا نماز بھی ہے تو سجدہ رکوع یا قومہ غائب ۔ یہ سب بے قدری اس واسطے ہے کہ نماز صرف ثواب کا کام سمجھ رکھا ہے اسکے دنیا کے فائدے ان کو معلوم نہیں بلکہ بعض جاہل تو نماز روزہ کو اور ترقی سے روکنے والا سمجھتے ہیں ۔

اگر ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی اور یہ خبر ہو جاتی کہ ان عملوں کو ترقی میں اور حکومت ملنے میں بڑا دخل ہے تو پھر دیکھئے کہ مسلمان کس ذوق و شوق سے جوق جوق نماز روزہ وغیرہ سب عملوں کو بجالاتے ۔ گو اس نیت سے عمل کرنا اچھا نہیں خلوص کے خلاف ہے ۔ اصل مقصود خدا تعالیٰ کی رضا ہونی چاہئے ۔ یہ دنیا کے فائدے تو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں ۔ غرض ترقی کے اسباب آپ کے گھر میں موجود ہیں ۔ اور آپ ہی کے گھر سے دوسروں نے چرائے ہیں اسلامی تعلیمات جو نہایت زریں تعلیمات ہیں افسوس ہم مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ رکھا ہے پھر ترقی کیسے ہو سکتی ہے (العبرة بذبح البقرة ص۴۹ تا ۵۲)

(احقر تسہیل کنندہ عرض کرتا ہے کہ ایک کاشتکار کی ترقی کاشت کی ترقی سے ہوتی ہے ۔ ملازم کی ترقی

ملازمت کی ترقی سے ہوتی ہے، تاجر کی ترقی تجارت کی ترقی سے صنعت و حرفت والے کی ترقی صنعت و حرفت کی ترقی سے ہوتی ہے۔ غرض ہر کام والیکی ترقی اسکے کام ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اور جس قدر زیادہ ترقی اس کام میں ہوگی اسی قدر وہ بھی ترقی والا اہل کمال اور ساری دنیا میں عزت والا ہوگا تو پھر کیا مسلمان کی ترقی اسی سے نہ ہوگی کہ اسکے اسلام میں ترقی ہو۔ اور اسلامیت میں اعتقادات معاملات، اخلاق سب میں کمال درجہ کی ترقی ہو۔ بس ایک ہی اصول ہے ترقی کا۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (تم ہی عالی اور ترقی والے ہو اگر پورے مسلمان بن جاؤ) مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنیکا طریقہ انکی ایک صفت کو ارشاد فرمایا ہے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (مسلمان مسلمانوں میں ذلیل اور کافروں پر غلبہ و عزت والے ہیں) تو جس قدر مسلمانوں کے ساتھ آپ اپنے آپ کو ذلیل رکھیں گے اسی قدر دوسروں کی نظر میں عزت ہوگی یہ ایک زریں اصول ہے چندہی روز عمل کرکے نتیجہ دیکھ لیا جائے کہ اسی سے کسقدر ترقی حاصل ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ و تابعین اور اسلاف کو جسقدر ترقی حاصل ہوئی اس سے دنیا واقف ہے۔ تو کیا ان حضرات نے سودی کاروبار کئے تھے، کیا ناجائز خرید و فروخت کی تھی، کیا پردہ اٹھایا تھا، یا اور کوئی تدبیر جو آجکل کی غیر قوموں میں رواج پارہی ہیں انمیں سے کوئی تدبیر کی تھی؟

ظاہر ہے کہ انمیں سے کوئی نہ تھی وہاں فقط وہی ایک تدبیر تھی جو قرآن شریف نے بتائی ہے۔ یعنی کمال ایمان، عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق سب میں شریعت غرا کی کامل فرمانبرداری ہر مسلمان کیلئے ہیچ اور ذلیل بنجانا جسمیں ایثار، اتفاق و اتحاد، بُردباری، انتظام، استقلال سب کچھ آگیا ہے۔ بس یہی وہ نسخہ ہے جس سے مسلمانوں نے ہمیشہ اور وہم و خیال سے زیادہ ترقیاں کی ہیں۔ یہ ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا دیکھا اور برتا ہوا نسخہ ہے۔ اور پھر اسپر خداتعالیٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے۔

افسوس اس اکسیری نسخہ کو چھوڑکر دربدر بھیک مانگی جارہی ہے۔ اور ناموافق مزاج نسخے استعمال کرکے نقصان اٹھایا جارہا ہے۔

کاش قوم کا درد رکھنے والے بزرگ ہر ہر جگہ اسکی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کریں کہ لوگوں کو ایمان کامل کی طرف لایا جاوے اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین کا درس دیا جائے۔ پھر ترقی مال و عزت کی بلکہ حکومت تک آگے رکھی ہوئی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ملفوظ ۲۶ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرب کی اصلاح بڑے سے بڑا عاقل بھی سو ڈیڑھ سو برس سے کم مدت میں نہ کر سکتا ایسی جہالت تھی مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چند روز میں کایا پلٹ کر دی واقعی خدا کی امداد خدا کا فضل تھا - اور زیادہ جلد اثر ہونیکا ظاہری سبب یہ ہے کہ حضور کے کسی فعل سے یہ متوہم نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ نے کوئی پالیسی کی ہو ورنہ دوسرا آدمی کتنا ہی صاف ہو لیکن کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی بات کو ضرور مخفی کرتا ہے مگر حضور کی جو حالت تھی اور جو واقعات تھے حتی کہ جنکا تعلق ازواج مطہرات سے تھا وہ بھی کسی پر مخفی نہ تھے حضور نے کبھی اسکی پرواہ نہیں کی آپکی جو حالت تھی بالکل کھلی ہوئی تھی کسی حالت سے کسی کو دھوکہ نہیں ہو سکتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ جو بھی اس حالت کو دیکھکر ایمان لائے وہ دل سے لائے اور نہایت مضبوط اور جان نثار ثابت ہوئے -

ملفوظ ۲۷ - ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں جب کسی کی کوتاہی یا غلطی پر متنبہ کرتا ہوں خود مجھپر اسوقت ایک خوف کا غلبہ ہوتا ہے اور جہاں کسی نے معذرت پیش کی میں فوراً نرم ہو جاتا ہوں اسلئے کہ مجھکو بھی تو خوف ہے کہ اگر کہیں حق تعالیٰ مجھسے اسی طرح مواخذہ فرمائیں اور معذرت قبول نہ ہو تو کیا جواب دے سکتا ہوں جب ..... اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ قبول ہے تو بندوں کی کیا حقیقت اور کیا ہستی -

ملفوظ ۲۸ - ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی رحمت سے ہمت دی ہے کہ باوجود اتنی لمبی چوڑی اذیتوں کے پھر ..... تحمل کی توفیق ہوتی ہے بدون توفیق کوئی کر نہیں سکتا اور زیادہ اذیت بے سمجھے بیعت پر اصرار کرنے سے ہوتی ہے سو اول تو خود بیعت ہی ضروری چیز نہیں خواہ مخواہ لوگ اسمیں الجھتے ہیں اور نہ یہاں کے قیام میں مجھکو مکاتبت مخاطبت کی فرصت ضرورت تو اسکی ہے کہ یہاں پر چند روز بیٹھکر باتیں سنیں اور چلے جائیں چاہے اعتقاد لیکر جائیں اور چاہے بداعتقادی لیکر جو رای قایم ہو اُسپر عمل کریں لوگ اسکو ٹالنا سمجھتے ہیں یہ بھی بدفہمی کی بات ہے نئے آدمی کو جسقدر نفع یہاں پر خاموش بیٹھے ہیں ہو سکتا ہے مکاتبت مخاطبت سے وہ نفع قیامت تک بھی نہیں ہو سکتا اور اگر خاموش بیٹھنے سے نفع نہ ہو تو اسی سے قابلیت اُسکی معلوم ہو جائیگی تو ایسے شخص سے تعلق رکھنا ہی بیکار اسلئے کہ جسمیں اسقدر بے حسی ہو اُسکو کیا نفع پہونچ سکتا ہے اسی لئے یہاں نئے آنیوالے

سے یہ شرط کر لی جاتی ہے کہ اگر مخاطبت مکاتبت نہ کرو اور خاموش مجلس میں بیٹھے رہو تو آنیکی اجازت ہے اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو یہاں نہ آئے کہیں اور تعلق پیدا کرے اگر بولنا چاندی ہے تو سکوت سونا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اس بارہ میں یہ ہے کہ شیخ کو زبان ہونا چاہیئے یعنی افادات کا ناطق ہو اور مرید کو کان ہونا چاہئے یعنی انصات واستماع پر عامل ہو شیخ کو یہ خطاب فرماتے ہیں ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیران ۔ بکشائے لب کہ فریاد از مرد وزن بر آید

اور مرید کو یہ خطاب فرمایا جاتا ہے ؎

چند گوئی خواجہ نظم ونثر فاش ۔ یک دو روزے امتحان کن گنگ باش

پہلے زمانہ میں مجاہدے چار تھے قلت الکلام قلت المنام قلت الطعام قلت الاختلاط مع الانام مگر اسوقت محققین نے دو کو حذف کر دیا ہے یعنی قلت الطعام اور قلت المنام اسلئے کہ قویٰ ضعیف ہیں ان دو مجاہدہ کے جو ثمرات ہیں یعنی انکسار قوت بہیمیہ وہ اسوقت تو بلا مجاہدہ ہی حاصل ہیں مگر دو کو باقی رکھا ہے یعنی قلت الکلام اور قلت الاختلاط مع الانام غرض قیل وقال سے سالک کو بڑا ہی ضرر ہوتا ہے خصوص مبتدی کو اگر قلت کلام کی ساتھ ایک تو گناہوں کو چھوڑ دے دوسرے تخلیہ اختیار کر لے انشاء اللہ تعالیٰ تصفیہ قلب میسر ہو جائیگا اور قساوت جاتی رہیگی اگر اسمیں شبہ ہو اسطرح امتحان کر لے کہ ایک ہفتہ تنہائی میں بیٹھکر دیکھے پھر لوگوں سے ملکر دیکھے معلوم ہو جائیگا کہ بولنا کوئی نافع چیز ہے یا سکوت غرض مبتدی کیلئے بہت ہی ضروری ہے کہ خاموش رہے۔

ملفوظ ۲۹- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اسکی شکایت کرتے ہیں کہ ہم گئے تھے ہماری طرف توجہ نہیں کی عجیب بات ہے میں جو اسوقت یعنی صبح بیٹھتا ہوں جو کہ خلوت کے کاموں کا وقت ہے مگر عام منظر پر جو بیٹھتا ہوں تو ان آنے والوں ہی کی وجہ سے کہ کسی کی ضرورت میں حرج نہ ہو اور اُن ہی لوگوں کی وجہ سے جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ نہیں کرتا انکے آنیکے وقت اپنا کام چھوڑ دیتا ہوں بعض وقت کام کی وجہ سے بات کرنیکو جی نہیں چاہتا مگر کرتا ہوں سو اسقدر تو رعایت مگر اسپر بھی الزام دیا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے اور توجہ کسکو کہتے ہیں

کیا گو دہیں لیکر بیٹھنے کو توجہ کہتے ہیں بات کرنیکو توجہ نہیں کہتے ۔
ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس سے اصلاحی تعلق ہو اگر اُسپر کوئی شبہ ہو تو اسکے متعلق خود اس سے تسلی کرنا نہ چاہئے نہ اسکے متعلقین سے اس سے اُسکو طبعًا انقباض ہوگا اور انقباض کی حالت میں کوئی نفع نہیں ہوگا نیز جواب میں اسلئے پس و پیش کریگا کہ اسمیں ایک گونہ خود غرضی کا شائبہ ہے اور اسکے متعلقین سے اسلئے کہ انکو اس سے رنج ہو جائیگا یہ طریق بہت ہی نازک ہے اسکے ہر قدم پر سخت احتیاط کی ضرورت ہے

## ۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۳۱۔ ایک شخص نے آکر مصافحہ کیا اور کچھ ایسے عنوان کے ساتھ کہ جسمیں ادب کا لحاظ نہ تھا اسپر فرمایا کہ اعتدال بالکل گم ہو گیا اگر ادب کریں گے تو حد عبادت تک پہونچ جائیں گے اور بے تکلفی اختیار کرینگے تو بیہودگی اور بدتمیزی کے درجہ تک پہونچ جائیں گے آدمیت اور سلیقہ کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔
ملفوظ ۳۲۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ہر حکم کی حکمتیں اور اسرار معلوم کرنے کا مرض عام ہو گیا ہے اور یہ سبق زیادہ تر نیچریوں سے لوگوں نے حاصل کیا ہے اس سے بچنا چاہئے۔ حضرت مجدد صاحبؒ کا قول ہے کہ احکام میں حکمتوں کا اور اسرار کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کو یہ نبی کا اتباع نہیں بلکہ حکمت کا اتباع ہے جب نبی کو نبی مان لیا پھر لِمَ ۔ کیف ۔ کیسا سچ تو یہ ہے کہ پورے حقوق جبھی ادا ہوتے ہیں جب عشقی تعلق ہو ۔ بدون اسکے خطرہ ہی رہتا ہے گو خطرہ کا مقابلہ اختیاری ہے ۔
ملفوظ ۳۳۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو ہر بات کی چھان بین کرتا ہوں اور کھود کرید کرتا ہوں اُسکو لوگ بداخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ میری اس بداخلاقی کا منشا خوش اخلاقی ہے میں چاہتا یہ ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست ہوں اسکے لئے انتظام کرتا ہوں اُس کو بداخلاقی سمجھا جاتا ہے حالانکہ کسی کی درستی کرنا عین شفقت و خوش اخلاقی ہے ۔ آجکل تو یہ

حالت ہے کہ عوام کو دیکھئے خواص کو دیکھئے انگریزی دانوں کو دیکھئے عربی خوانوں کو دیکھئے سبکی ایک حالت ہے اِلا ماشاء اللہ ان سبکی موذی حرکات کا منشا بے فکری ہے فکر سے کام نہیں لیتے اگر فکر سے کام لیں تو دوسرے کو تکلیف یا اذیت نہ پہونچے دوسروں کو وہی اذیت سے بچا سکتا ہے اور وہی دوسروں کو ہلکا کہہ سکتا ہے جو اپنے اوپر بوجھ اُٹھائے اور خود تکلیف برداشت کرے میں بحمد اللہ خود بوجھ اُٹھاتا ہوں اور دوسروں کو ہلکا رکھتا ہوں۔

ملفوظ ۳۴ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں اکثر اخباروں کو نہایت ذلیل صحیفے سمجھتا ہوں انکی بدولت لوگوں کے دین کو بڑا نقصان پہونچا آجکل لوگ اخبار میں اپنا نام آجانیکو باعث فخر خیال کرتے ہیں اور مجھے اس سے نفرت ہے۔

# ۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۳۵ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دلمیں کوئی کدورت نہیں رہتی جہاں کسی نے معذرت کی میں بالکل پگھل جاتا ہوں اور جو شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے پھر میں اس سے زیادہ کنج وکاو نہیں کرتا اوس سلسلہ کو بہت جلد ختم کر دیتا ہوں اور جو کچھ پوچھ پاچھ کرتا بھی ہوں وہ محض اسکے دیکھنے کو کہ یہ سمجھ بھی گیا اپنی غلطی کو یا نہیں سو اسمیں بھی مخاطب ہی کی مصلحت ہوتی ہے میری کوئی مصلحت نہیں ہوتی۔

ملفوظ ۳۶ - فرمایا کہ میں جاہ کے اثر سے کسی سے کام نہیں لیتا خواہ اُسکی ساتھ کتنی ہی خصوصیت ہو یوں اپنی محبت سے کوئی کام کر دے یہ دوسری بات ہے۔

ملفوظ ۳۷ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب[1] کسی کوتاہی کی معذرت کو آئے تھے اُن سے جو دس برس پہلے بات کہی گئی تھی اب اُسکو کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں میں نے وہی شرط اب بھی لگائی کہ معافی کا اعلان کرو بذریعہ اشتہار اب آمادہ ہوئے ہیں لفظ آمادہ پر مزاحاً فرمایا کہ پہلے نر بنے ہوئے تھے اب مادہ ہوئے میں اسی رعونت کو توڑنا چاہتا تھا۔

ملفوظ ۳۸ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں میں سخاوت اور رحم کی صفت بہت زیادہ ہے

[1] لعلہ المولوی مولانا شبیر احمد العثمانی صاحب فتح الملہم ۱۲

نیزان کے دلوںمیں خدا کی محبت بھی سب محبتوں پر غالب ہے کتنا ہی فاسق فاجر مسلمان ہو مگر جب موقع آتا ہے اُس محبت میں خدا کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۳۹- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام اور احکام اسلام دونوں چیز فطری ہیں البتہ فطرت سلیم ہونا چاہیئے ایک ریاست میں ایک ہندو راجہ نے اذان کہنے پر فیصلہ کیا تھا ہندو اذان دینے سے مسلمانوں کو روکتے تھے راجہ نے ہندؤں سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کی اذان دینے سے تمہارا کیا حرج ہے عرض کیا کہ اذان سے ہمارے دیوتا بھاگتے ہیں راجہ نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تمکو معلوم ہے کہ ایک گھوڑا تھا ہمارے یہاں وہ توپ کی آواز سے چونکتا تھا ہم نے اُسکو میدان میں بند ہوا کرا اور اُسکے پاس توپ لگا کر گولے چلوائے تو اُسکی بدک نکل گئی تھی اسی طرح اگر دیوتا اذان سے بھاگتے ہیں تو اُسکی بھی یہی ایک صورت ہے کہ اذان کہلوائی جائے تا کہ اُنکی بدک نکلے اسلئے کہ کسی موقع پر اگر دیوتاؤں کی امداد کی ضرورت ہوئی اور مسلمانوں نے پڑھ دی اذان تو وہ سب بھاگ جائیں گے اُسوقت ہمکو شکست ہو گی یہ فیصلہ دیا راجہ نے واقع میں اسلام کی طرف فطری کشش ہے اگر کوئی مانع نہ ہو تو کافر بھی اسکو ہی قبول کرے پہلے ہندو اسقدر متشدد نہ تھے یہ ان آریوں نے عداوت کا بیج بویا ہے یہ آریہ جماعت مذہبی جماعت نہیں ہے بلکہ سیاسی جماعت ہے یہ ہندوں کے نیچری ہیں

ملفوظ ۴۰- ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو خادم ہوں اگر کوئی ڈھنگ سے خدمت لینا چاہے مجھے خدمت سے عذر نہیں لائق مخدوم کا خادم بن سکتا ہوں نالائق مخدوم کا خادم نہیں بن سکتا مخدوم کا خادم ہوں مجذوم کا خادم نہیں اگر کوئی مجھسے سلیقہ سے خدمت لے انشاء اللہ تعالیٰ مجھکو وفادار کارگذار خادم پائیگا اور اگر کوئی بے طریقہ بدسلیقہ بے اصول ہو تو اُسکی ایسی تیسی کہ وہ خدمت لے سکے یہ میرے کہنے کی تو بات نہیں مگر دیکھنے والے بتا سکتے ہیں کہ کیا کسی وقت مجھکو فرصت ہوتی ہے ہر وقت کام میں لگا رہتا ہوں تو جو شخص اسقدر خدمت میں مشغول ہو کیا وہ خدمت سے گھبرائیگا پھر اُس خدمت کا نفع عاجل تو دوسرے ہی کو پہونچتا ہے باقی مجھکو اگر کچھ اجر ملتا ہے تو وہ نفع آجل ہے مگر محتمل ہے نہ معلوم مقبول بھی ہے یا نہیں بہر حال اُسکا نفع یقینی اور میرا محتمل غرض میرا خادم ہونا ظاہر ہے مگر جب کوئی ستائے میں اُسکا خادم

نہیں بن سکتا اصول صحیحہ کا تابع ہو کر تو خدمت آسان بے اصول خدمت مشکل ہے کس کسکی ایسی خدمت کرے اور کس کسکو خوش رکھے یہ ہیں وہ باتیں جنکی بنا پر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے۔

**ملفوظ** اہم - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اسکی شکایت عام ہے کہ مسلمانوں میں فضول خرچی کا مادہ بہت زیادہ ہے اسکا اصلی سبب بد انتظامی ہے انتظام ضروری چیز ہے اور تجربہ ہے کہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام مشکل ہے اور فضول خرچی بند نہیں ہو سکتی اسلئے کسی قدر بخل کی بھی ضرورت ہے اور یہ درجہ بخل کا چونکہ ضرورت کا ہے اسلئے مذموم نہیں غرض وہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں اور انتظام کا ایک گر ہے اگر اسکو اپنے اصول میں داخل کرے تو بہت نافع ہے وہ گر یہ ہے کہ سوچ کر خرچ کرے اور سوچنے کا بھی ایک طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ تین مرتبہ سوچے اور درمیان میں آدھ آدھ گھنٹہ کا فصل ہو چند روز تک تو گرانی ہوگی مگر پھر عادت ہو جائیگی مگر غلو اسمیں بھی ممنوع ہے اگر ہر شئے اپنے درجہ پر رہے تب ممنوع نہیں اور اس بخل کے مشورہ کی ایک مثال ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثال بیان فرمائی ہے عجیب مثال ہے اکثر ایسا کرتے ہیں کہ کاغذ کو موڑ کر لپیٹ دیتے ہیں اسمیں خم پڑ جاتا ہے اور جب سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو اسکا عکس کرتے ہیں یعنی اسکو اولٹا موڑتے ہیں تاکہ اسکا بل اور خم نکلکر سیدھا ہو جائے اگر بدون دوسری طرف موڑے سیدھا کرنا چاہیں سیدھا نہیں ہوتا اسی طرح اگر کسی میں اسراف کا مرض ہو تو وہاں صورت بخل کا حکم کرنا چاہئے اور بخل کا مرض ہو تو صورت اسراف کا مگر یہ تجویز تجربہ کار ہی کر سکتا ہے وہی مرض کو سمجھتا ہے ایک بزرگ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا آپنے دریافت فرمایا کہ کچھ مال بھی تیرے پاس ہے عرض کیا ہے دریافت فرمایا کہ کسقدر عرض کیا کہ سو درہم فرمایا کہ انکو خرچ کرکے آؤ جب مرید کریں گے عرض کیا بہت اچھا پھر دریافت فرمایا کہ کسطرح خرچ کروگے عرض کیا کہ اللہ کے واسطے کسی کو دیدونگا فرمایا نہیں دریا میں پھینک کر آؤ عرض کیا بہت اچھا دریافت فرمایا کسطرح پھینکوگے عرض کیا کہ دریا پر لیجا کر ایکدم دریا کے اندر پھینک دونگا فرمایا اسطرح نہیں بلکہ ایک درہم ہر روز جاکر پھینکو مطلب یہ تھا کہ نفس پر روزانہ آرہ چلے وہ بزرگ شیخ تھے سمجھتے تھے کہ اسمیں حب مال کا مرض ہے اور محبت ایک ہی چیز کی قلب میں رہ سکتی ہے اسلئے شیخ قلب کے خالی کرنیکی فکر کرتا ہے اور اسکے موقع محل کو وہی سمجھتا ہے اسلئے اسکی تجویز میں چون وچرا جائز نہیں

۱۶

کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہ وہی کہتا ہے جو اُسکے دلمیں ڈالا جاتا ہے بعض طالب علم
دریا میں پھینکنے پر شبہ کرتے ہیں کہ یہ تو اضاعت ہوئی مال کی جواب یہ ہے کہ اضاعت وہ
ہے جسمیں کوئی مصلحت نہ ہو یہاں نفس کے ایک خاص درجہ کے علاج کی مصلحت تھی جو شیخ
کے اجتہاد میں دوسری صورت سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی اور معالجہ کا زیادہ مدار اجتہاد پر ہے
لہذا شبہ کی کوئی وجہ نہیں ۔

## ۸ رمحرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

۴۲
ملفوظ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی طبیعت کا ناساز ہونا ایک اخبار نے چھاپا ہے
فرمایا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے خواہ مخواہ اہل تعلق کو پریشانی میں ڈالنا ہے میں اسکو پسند
نہیں کرتا میں تو اخباروں میں کسیکے متعلق مضمون کا چھپنا اُسکی نہایت ذلت سمجھتا ہوں اخبار
نہایت نفرت کی چیز ہے اکثر اسمیں صدق خالص کا احتمال بھی نہیں اور اخبار تو اخبار ایسے تذکرہ
کو تو میں خطوط میں بھی پسند نہیں کرتا اگر خود کوئی خیریت دریافت کرے تو خیر علالت کی خبر کا بھی
مضائقہ نہیں مگر از خود دوسروں کو اطلاع دینا نہایت نامناسب بات ہے لوگوں کو نہ معلوم
ایسی باتوں میں کیا مزہ آتا ہے یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز ہے دوسرے حالت میں طبعی طور پر تغیر تبدل
ہوتا رہتا ہے بس اگر ایک حالت کی مثلاً ناسازی کی تو عام خبر ہو گئی اور دوسری حالت یعنی صحت
کی خبر نہ ہوئی تو اس سے محبت رکھنے والوں کو ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی اسمیں ایک بات
خلاف مذاق یہ ہے کہ کسی کی حیات کا یا کسی کے مرض کا یا کسی کی موت کا ایک ہنگامہ بنانا نہایت
لغو حرکت ہے اہل ذوق تو خود گھر والوں کے لئے ایسے مشغلہ کو پسند نہیں کرتے میرے
نانا صاحب صاحب حال تھے جب بیمار ہوئے اور حالت زیادہ نازک ہوئی تو بیوی بچوں
کو الگ الگ بلا کر سب کو رخصت کیا پھر چادر سے منہ ڈھانک کر لیٹ گئے گھر والے رونے
لگے چادر کھولکر فرمایا ارے ظالمو مرنے بھی نہیں دیتے ۔

۱۷

۴۳
ملفوظ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیفیت کے غلبہ کے وقت بیوی بچوں سے

بھی قدرسے بے التفاتی ہوجاتی ہے اسپر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب پانی پتی جنھوں نے بطور پیشین گوئی میرا نام رکھا تھا نانا صاحب سے اُنکی خاص بے تکلفی تھی نانا صاحب پر اُسوقت غلبہ تھا ابتدا میں اکثر ایسا غلبہ ہوتا ہے تعلقات سے وحشت ہوتی ہے بیوی بچوں سے بھی قدرسے بے التفاتی تھی حافظ صاحب تھانہ بھون تشریف لائے تو نانا صاحب کے گھر والوں نے نانا صاحب کی شکایت بے التفاتی کی کی حافظ صاحب نے اُس غلبہ کیفیت کو اپنے تصرف سے سلب کر لیا نانا صاحب پر اسقدر قلق طاری ہوا حافظ صاحب کے پیچھے اینٹ لیکر دوڑے بھاگے ارے ڈاکو یہ کیا کر چلا مگر حافظ صاحب نے پیچھا پھیر کر بھی نہ دیکھا چل ہی دیئے پھر جب نانا صاحب کی وفات کا وقت آیا ہے تو حافظ صاحب اوس روز پھر تشریف لے آئے اور اُسوقت اُس کیفیت کو واپس کر دیا یہ تصرف تھا حافظ صاحب کا اُسوقت نانا صاحب پر بیحد مسرت کے آثار نمایاں تھے اور بڑے جوش کی باتیں کرتے تھے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ موت کے وقت مناسب ہے کہ ایک دو عاقل میت کے پاس ہوں زیادہ بھیڑ کی ضرورت نہیں وہ ذکر اللہ میں مشغول ہونیکا وقت ہے نہ کہ دنیوی خرافات کا اب تو یہ حالت ہے کہ بچوں کو لاکر کھڑا کیا جاتا ہے کہ انکے واسطے کیا کر چلا بیوی آکر کہتی ہے مجھکو کس پر چھوڑ چلا یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں نہ معلوم اسپر کیا گذر رہی ہے تمکو اپنی پڑی ہے ایسے موقع پر ایک دو عاقل کے پاس ہونیکی ضرورت ہے کہ وہ اُسکو ذکر اللہ میں مشغول رکھیں بس۔

ملفوظ[۴۴۴] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو کچھ تنبیہ کرتا ہوں یا کھود کرید کرتا ہوں صرف اسواسطے کہ مخاطب کو جہل سے نجات ہو اور مقصود سے قرب ہو لوگ اکثر بیعت کو یا متعارف ذکر و شغل کو یا جوش خروش کو مقصود سمجھتے ہیں جو سخت دہوکہ ہے حقیقت پر پردہ پڑا ہوا ہے حق تعالیٰ کی رضا اور انکی یاد یہ دو چیزیں ظاہر میں پھیکی پھیکی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی مقصود بالذات ہیں گو انکے ساتھ شورش نہ ہو جوش خروش نہ ہو۔

ملفوظ[۴۴۵] - فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ فلاں شخص سے آپکی باتیں سنکر دلکو بیحد اطمینان ہوتا ہے (جواب یہ دیا گیا) سنی سنائی روایت کا کوئی اعتبار نہیں - اسپر یہ بھی فرمایا

کہ تصانیف دیکھکر یا وعظ سنکر یا زبانی تعریف سنکر اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے اس سے ایک خاص نقشہ ذہن میں ایسا جما لیتے ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقشہ رافضیوں کے ذہن میں ہے لیکن اگر لوگ انکی اصلی حقیقت کو دیکھ لیں تو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ شیعی ہی دشمن ہوں دیکھکر یوں کہیں کہ یہ کیسے حضرت علیؓ ہیں یہ تو حضرت ابوبکرؓ ہیں یہ تو عمرؓ ہیں یہ تو عثمانؓ ہیں جیسے کسی جاہل نے ایک مسجد کی محراب میں لکھا دیکھا تھا - ؎

چراغ و مسجد و محراب و ممبر، ابوبکر و عمر عثمان و حیدر،

وہ جاہل چھری لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر چڑھ گیا کہ ہم تو تمہاری وجہ سے لڑتے مرتے پھرتے ہیں اور تمکو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے پاس بیٹھا دیکھتے ہیں ان سے جدا ہی نہیں ہوتے یہ کہکر حضرت علی رضی اللہ کا نام چھری سے چھیل ڈالا - جہل ایسی چیز ہے غرض خیالات کا کیا اعتبار حقائق کو دیکھنا چاہئے

**ملفوظ** [۴۶] - ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی معاملہ پر گفتگو ہو اور اوسکے چند اجزا جدا جدا ہوں تو خلط نہ کرنا چاہئے اول ایک بات ہو وہ صاف ہو جائے تب دوسری بات ہو یہ ہے ادب گفتگو کا پہلی بات نفیاً یا اثباتاً عدماً یا وجوداً جسطرح بھی طے ہو جائے پھر دوسری بات شروع کرنا چاہئے - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی تو ہر بات صاف اور بے غبار ہوتی ہے ذرا الجھن نہیں ہوتی فرمایا کہ تفصیلی تعلیم جسکی آپ قدر کرتے ہیں میری بدنامی کا سبب ہے میں طالبین کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ انکو اپنا مقصود معلوم ہو جہل سے نجات ہو حقائق منکشف ہوں مگر یہ معاملہ بھی ہر شخص کی ساتھ نہیں صرف اُسی کے ساتھ ہے جو اپنے کو میرے سپرد کرتا ہے اور تعلیم چاہتا ہے اور محبت کا دعویٰ کرتا ہے میں اُسکو چھوٹی سے چھوٹی بات پر تنبیہ کرتا ہوں اسلئے کہ یہ اپنے مقصود کو سمجھ لے -

**ملفوظ** [۴۷] - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کامل کی حالت مشابہ عوام کے ہوتی ہے وہ سب میں ملا جلا رہتا ہے اُسکی کوئی خاص امتیازی شان نہیں ہوتی اور یہی حالت حضرات انبیاء علیہم السلام کی تھی اور اس ہی حالت کو دیکھکر لوگوں نے کہا ان انتم الا بشر مثلنا انبیاء علیہم السلام نے اسکی نفی نہیں کی بلکہ اثبات میں جواب فرمایا ان نحن الا بشر مثلکم بیشک ہم

بشر ہیں ہمیں اس سے انکار نہیں مگر اسکی ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ البتہ اولیاء متوسطین میں امتیازی شان ہوتی ہے جسکو عوام بھی امتیازی شان سمجھتے ہیں مگر انبیاء اور اولیاء کاملین بالکل مشابہ عوام کے اپنی حالت رکھتے ہیں اونکی تو بس یہ شان ہوتی ہے۔ سہ

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند، دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

غرض شیخ کامل اپنی شان میں مشابہ ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے جہاں اور کمالات اُسپر مشکوۃ نبوت سے فائض ہوتے ہیں اُسپر یہ بھی انبیاء ہی کا فیض ہوتا ہے کہ اُسکا چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا کھانا پینا نشست برخاست رفتار گفتار سب سنت ہی کے تابع ہوتا ہے۔

**ملفوظ**- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ تو وہ ہے جسکا فیض سارے عالم کو محیط ہو جب تک جسم میں قوت ہو جسم سے بھی ورنہ پھر قلب سے اور توجہ سے ایک شخص مجھسے کہتے تھے کہ فلاں شیخ چالیس برس تک خانقاہ سے نہیں نکلے میں نے کہا واقعی عفیف عورت ہیں کسی نامحرم کے سامنے نہیں آئے یہ شیخ ہیں شیخ تو وہ ہے کہ اپنے فیض سے تمام عالم کو محیط ہو نہ کہ کسی کوٹھڑی کا مقید ہو جاوے۔

**ملفوظ**- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اعمال مقصودہ کی اتباع پر جو روحانی کیفیات ہوتی ہیں وہ اسقدر لطیف ہوتی ہیں کہ اونکا ادراک ہر شخص نہیں کر سکتا اسلئے اکثر کیفیات نفسانیہ کے طالب رہتے ہیں کیفیات روحانیہ کی قدر نہیں کرتے ایسے شخص کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے دیوبند میں ایک رئیس کے یہاں شادی تھی اُسمیں کچھ بیگاری چمار بھی بلائے گئے تھے اور انکو علاوہ اور کھانوں کے فیرینی کی رکابیاں بھی دیدی گئیں تھیں تو انکو چکھ کر ایک چمار کیا کہتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آیا یہ تھوک سا کے ہے (کیا ہے) یہ قدر کی فیرنی کی ایسے ہی ان کیفیات کی قدر جو کہ اعمال مقصودہ سے ہوتی ہیں ان ناواقفوں کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے چمار نے فیرنی کی قدر کی تھی البتہ اگر ایک سیر بھر گڑ کا ڈلا اُسکو دیدیا جاتا تو خوش ہو جاتا اسی طرح کیفیات روحانیہ کو ناواقف لوگ کیفیات ہی نہیں سمجھتے حالانکہ اصلی کیفیات یہی ہیں دیکھئے اسکے متعلق میں عرض کرتا ہوں ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص اس سے

یہ کہیے کہ مثلاً عصر کی نماز چھوڑ دے اور ایک لاکھ روپیہ لیلے مگر وہ نماز نہیں چھوڑیگا اور ایک لاکھ روپیہ نہ لیگا بلکہ یہ کہیگا کہ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دو تب بھی نماز نہ چھوڑونگا یا ایک شخص ہے کہ حق تعالیٰ کی راہ میں جان دینی پڑ جائے وہ اس سے دریغ نہیں کرتا اگر یہ کیفیات نہیں تو اور کیا ہیں کہ جسکے سامنے جان ومال کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا یہ تقاضا یہ پختگی یہ عزم کس چیز کا اثر ہے حتی کہ ساری دنیا بھی اگر اسکے خلاف پر مجبور کرے وہ مجبور نہیں ہوتا اس حالت میں اسکو ایک حظ ہوتا ہے لذت ہوتی ہے ہفت اقلیم کی سلطنت اس کے سامنے گرد ہوتی ہے یہ سب کیفیت ہی کے تو کرشمے ہیں اور یہ نعمت بعض احکام کے اعتبار سے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان میں موجود ہے اسکی قدر کرنی چاہئے یہی حالت ہر حکم میں ہوجاوے یہی کمال مقصود ہے جو کاملین کو عطا ہوتا ہے

ہر ادنیٰ سے ادنیٰ

ملفوظ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ کیفیت نفسانی ہے اور یہ روحانی فرمایا کہ جس کیفیت میں مادہ شرط ہو وہ نفسانی ہے اور جسمیں مادہ شرط نہ ہو وہ روحانی ہے اور اسکا پورا پتہ تو مرنے ہی کے بعد چلے گا جب مادہ سے تجرد ہو جائیگا باقی اور یہ محض تبرع ہے کہ یہاں بھی کسی پر ظاہر کر دیا جاتا ہے لیکن ظہور کا منتظر نہ رہے اصل چیز تو اعمال ہیں اسکے اہتمام میں مشغول رہنا چاہئے کیفیات کے پیچھے ہی نہ پڑنا چاہئے لوگ آجکل اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ اعمال کی روح کیفیات کو سمجھتے ہیں حالانکہ روح اعمال کی کیفیات نہیں بلکہ روح اعمال کی اخلاص ہے خصوص کیفیات نفسانیہ تو کسی درجہ میں مقصود ہی نہیں بلکہ بعض حالت تو یہ نہیں مضر ہو جاتی ہیں اور کیفیات روحانیہ گو محل التفات تو نہ ہوتا چاہئے مگر وہ مضر کسی حال میں نہیں اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ڈاکخانہ کے ذریعہ سے ایک پارسل آیا اسکو کھولا گیا تو اسمیں سے ایک بم کا گولا نکلا اور ایک دم پھٹ گیا تمام جسم کو زخمی کر دیا ہاتھ جل گیا منہ جھلس گیا اور ایک پارسل آیا جسمیں سے سیب انگور انار امرود نکلے تو پہلی صورت تو کیفیات نفسانیہ کی حالت ہے اور دوسری صورت روحانی کیفیت ہے اور یہ جتنے دعوی حدود کے باہر ہوئے ہیں انا الحق وغیرہ یہ سب کیفیات نفسانی ہی سے تو ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ کاملین کو ایسی حالت پیش نہیں آتی حضرت شیخ عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد میں تیس یا یا چالیس برس تک نماز پڑہی اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ اتنے زمانہ تک راستہ جامع مسجد کا

نہ معلوم ہوا اختیار خادم کی حق حق کی آواز پر تشریف لیجاتے تھے مگر نماز کسی وقت کی قضا نہیں ہوئی ان ہی بزرگ کا مقولہ ہے منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد ایں جا مرد انند کہ دریا ہا فرد برند و آروغ نہ زنند بس انا الحق نتیجہ تھا کیفیات نفسانیہ کے غلبہ کا اور یہ مقولہ نتیجہ تھا کیفیات روحانیہ کے غلبہ کا اور اس جوش خروش سے رونق تو ہو جاتی ہے خانقاہ کی کوئی ہو حق کر رہا ہے اور کوئی رو رہا ہے اور کوئی چلا رہا ہے کوئی کود رہا ہے کوئی پھاند رہا ہے کوئی اُمنڈ رہا ہے کوئی اُبل رہا ہے مگر ایسی خانقاہ مجانین کی ہوگی عقلا کی نہیں ہوگی حضرات صحابہ کی طرح رہنا چاہئے یہ ہی شان محبوبیت کی ہے مگر آجکل ہو حق کا کرنا ہی بڑا بھاری کمال سمجھا جاتا ہے۔

**ملفوظ** [۵۱] - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درویشی کا رنگ ڈھیلا ہے بیا ی معروف اور مولویت کا رنگ ڈھیلا ہے بیا مجہول اسلئے لوگ مولویوں سے گھبراتے ہیں اور درویشوں کو چمٹتے ہیں۔

## ۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

**ملفوظ** [۵۲] - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا ایک وعظ ہے تقویم الزیغ اسکو جو تسہیل المواعظ کے سلسلہ میں سہل کیا گیا ہے تو اُسمیں تقویم الزیغ کا ترجمہ مترجم نے کیا ہے کجی کی درستی ایک شخص نے وعظ منگایا اُسپر بہت بُرا بھلا لکھا کہ تم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو یہ وعظ اور لکھا ہے کجی کی درستی اسمیں کجی کے نسخے کہاں ہیں (خدا کے بندہ نے بجائے قلب کی کجی کے عضو کی کجی کو سمجھ لیا) یہ سنکر حضرت والا نے تبسم فرماتے ہوئے کئی واقعے کم فہموں کے بیان فرمائے کہ حق السماع میری ایک کتاب ہے ایک پیرزادے بیان کرتے تھے کہ گنگوہ میں عرس کے موقع پر وہی پیرزادے مختلف کتابیں فروخت کر رہے تھے اُسمیں یہ رسالہ بھی تھا ایک شخص نے رسالہ کی لوح دیکھکر پوچھا کہ یہ کس کی تصنیف سے ہے اُس نے میرا نام لیا تو وہ شخص بہت خوش ہوا کہ سماع کو اُس نے بھی حق کہا ہے اور اسکی قیمت دریافت کی اُس نے قیمت بتلادی شاید ایک ہی دو جلد باقی تھی فوراً خرید لی اس خیال سے کہ کوئی اور

نہ خریدے اور پھر نہ ملے خرید کر جو دیکھا تو اسمیں سماع کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے بہت خفا ہوا کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے ایسا نام رکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع کو حق کہا ہے اور لکھا ہے اُسکے خلاف اُس بھلے مانس سے کوئی پوچھتا کہ حق السماع سکے نام سے سماع کا حق ہونا کیسے لازم آیا ایک اور شخص نے لکھا تھا کہ تم نام رکھنے میں بہت دہوکہ دیتے ہو تم نے نام تو رکھا ہے اصلاح الرسوم اور اسمیں ہے رسوم کا ابطال میں نے کہا کہ مرض کی اصلاح تو اُسکے ازالہ ہی سے ہو سکتی ہے اسی طرح بہشتی زیور میں ایک نسخہ ہے نمک سلیمانی کا اُسمیں مزید آسانی اور سہولت کیلئے نمک کا وزن عبارت میں لکھدیا گیا ہے کہ نمک سر بستہ ۶ تولہ تو میرے پاس چند خطوط اس مضمون کے آئے کہ ایک تو تم نے نمک کا وزن نہیں لکھا اور دوسرے سر بستہ کیا دوا ہے بہت تلاش کی کہیں نہیں ملتی۔ ایک مضمون میں لفظ حضرت سلمہ لکھا تھا تو ایک لکھے پڑھے صاحب پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت سلمہ کون ہیں جن سے یہ روایت ہے یہ آفت ہے اس بدفہمی کا کیا علاج اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب مجھسے فرمانے لگے کہ آپکے وعظوں میں بعض مضامین سخت بہت ہیں اگر اُنکو سہل کر دیا جائے تو مناسب ہے میں نے کہا کہ کیا اُنمیں ایسے مضامین بھی ہیں جو آپکے نزدیک سہل ہیں اور گاؤں والوں کے نزدیک سخت ہیں کہنے لگے ہاں میں نے کہا تو اُنکو آپ اول سہل کر دیجئے کیونکہ اُنکو تو آپ سمجھ چکے ہیں سہل کرنا آسان ہوگا مگر اس تسہیل کا امتحان کرا دیجئے وہ امتحان یہ ہے کہ گاؤں والے سنکر یہ کہدیں کہ ہم سمجھ گئے تو اس سے تسہیل کا طریقہ مجھکو معلوم ہو جاویگا پھر جو مضامین آپکے نزدیک سخت ہیں اُسی طریقہ سے میں اُنکو سہل کر دونگا بس کھوئے گئے مشورہ دیدینا کون مشکل ہے زبان ہی تو ہلانا پڑتی ہے مگر جب کرنیکا نام آتا ہے تو پھر سب تر کی تمام ہو جاتی ہے یہ بھی آجکل لوگوں میں ایک مرض پیدا ہو گیا ہے اور یہ سبق بھی لوگوں نے نیچریوں سے حاصل کیا ہے سمجھتے سمجھاتے خاک نہیں مگر ہر معاملہ میں رائے دینے کو تیار ان لوگونکی سمجھ کی وہ حالت ہے جیسے ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کو سمجھا تھا قصہ یہ ہوا کہ کسی کے ایک دوست کی کسی شخص سے لڑائی ہو رہی تھی وہ دوست بھی ہاتھ پاؤں چلا رہے تھے مگر ان بزرگ نے جاکر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے

دوست بیچارے کی خوب مرمت ہوئی یعنی خوب پٹائی ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے فرمان پر عمل کیا ہے وہ فرماتے ہیں ؎

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست　　در پریشاں حالی و درماندگی،

ایک عالم غیر مقلد کی حکایت بیان کرتے تھے کہ کسی کتاب میں ایک حدیث کا اردو ترجمہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کرے وہ ہلکی نماز پڑھے تو آپ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے ایک شخص نے بعد نماز کے دریافت کیا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہلکے نماز پڑھو انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو ایسی حدیث نہ سنی نہ پڑھی لاؤ ہمکو بھی دکھلاؤ وہ کونسی حدیث ہے اور کونسی کتاب میں ہے آجکل بڑی بڑی کتابوں کے ترجمے اردو میں ہو ہی گئے ہیں ایک کتاب اٹھاکر لایا اور لاکر سامنے رکھدی اس شخص نے کتاب دیکھکر کہا کہ میاں آمیں تو یہ حدیث ہے کہ من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تاکہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو آپ نے ہلکی بیائے معروف کو ہلکے بیائے مجہول بمعنی حرکت سمجھا تب میاں کو اپنی غلطی کا علم ہوا یہ حالت ہے آجکل کے چودہویں صدی کے مجتہدوں کی اسپر دعوی ہے حدیث دانی کا حق تعالی فقہا کو جزاء خیر عطا فرمائیں وہ ہمکو گمراہی سے بچاکر راہ پر لگا گئے جزاہم اللہ تعالی فاحسن الجزاء۔

**ملفوظ** ۵۴۳ - ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ خود بینی اور خود رائی بڑی ہی مذموم چیز ہے حق تعالی ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھیں ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی تقریر سنکر کہا کہ آپ مجتہد ہو کر تعجب ہے کہ تقلید کرتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ مجھکو اس سے زیادہ اسپر تعجب ہے کہ آپ غیر مجتہد ہو کر تقلید نہیں کرتے اور میں کہتا ہوں کہ ان بزرگ نے اس سے تقلید کی ضرورت سمجھ لی ہوتی کہ جب اتنا بڑا شخص مقلد ہے تو ہم کس شمار میں ہیں حضرت جسقدر علم بڑھتا جاتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے اسلئے کہ اسکے سامنے ایسے مواقع بہت آتے ہیں جہاں اپنی رائے کام نہیں دیتی امام محمد امام ابو یوسف مجتہد مطلق ہیں مگر اصول میں وہ بھی امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں فروع میں تقلید نہیں کرتے وہ بھی ضرورت سمجھتے ہیں تقلید کی تقلید سے کوئی بچ نہیں سکتا - ایک صاحب نے عرض کیا کہ تقلید

کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کسکو کہتے ہیں فرمایا تقلید کہتے ہیں اُمتی کا قول ماننا بلا دلیل عرض کیا کہ کیا اللہ اور رسول کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائیگا فرمایا کہ اللہ اور رسول کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائیگا وہ اتباع کہلاتا ہے۔

**ملفوظ ۴۹۸** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بہت بڑے عالم مناظر بھی ہیں وہ میری نسبت کہتے تھے کہ مجھسے بڑا مناظر میں نے نہیں دیکھا اور یہ بھی کہتے تھے کہ چاہے خصم عناد کی وجہ سے ساکت نہ ہو مگر تقریر ایسی ہوتی ہے کہ اوسکے ٹھکانیکی بات نکل آتی ہے اور حق واضح ہو جاتا ہے میں نے جواب میں کہا کہ تم نے یہ بات سمجھی ہوگی مجھے تو واقعی یہ بھی معلوم نہیں کہ مجکو مناظرہ سے کچھ مناسبت بھی ہے البتہ شروع طالب علمی کے زمانہ میں تو مجھکو اس سے بہت زیادہ دلچسپی تھی مگر اب تو نفرت ہے ایک مرتبہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں ایک عیسائی مناظر انگریز دیوبند آیا اور دیوبند کے اسٹیشن کے قریب ایک باغ ہے وہاں اوسکا قیام ہوا اور میں خبر پاکر مناظرہ کے لئے وہاں پہونچا اور مناظرہ شروع ہوا اسی اثناء میں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا خیال ہوا کہ یہ ناتجربہ کار ہے اور عیسائی کہنہ مشق اسلئے مناظرہ کی دوران میں تشریف لے آئے اسوقت عیسائی مناظر تقریر کر رہا تھا میرے جواب دینے کی نوبت نہ آئی تھی مولانا نے مجھسے فرمایا کہ میں گفتگو کرونگا میں الگ ہو گیا وہ عیسائی مناظر یہ کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے مولانا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کلمہ کسے کہتے ہیں اور اسکی کتنی قسمیں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کونسی قسم میں داخل تھے بس اُسکے ہوش حواس گم ہو گئے بار بار یہی کہتا جاتا تھا کہ کلمہ۔ تھے مولانا فرماتے کو لسا کلمہ کلمہ تو بہت قسم کا ہوتا ہے تم کلمہ کی تعریف اقسام بیان کرو اور یہ بتاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام کس قسم کے کلمہ ہیں جب نہیں بتلا سکا تو اُسکی میم نے خیمہ میں دیکھا کہ یہ جواب نہیں دیسکتا تو ایک پرچہ لکھکر مناظرہ بند کر دیا یہ عورتوں کے تابع ہوتے ہی ہیں مناظرہ چھوڑ کر چلدیا۔ مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ مادیات ہی میں چلتے ہیں شرعیات میں خاک بھی نہیں چلتے۔ دوسرا واقعہ دیوبند ہی میں مدرسہ کے قریب ایک عیسائی آکر بیان کرنے لگا میں خبر سنکر مناظرہ کے لئے تیار ہو گیا اُسنے انجیل ہاتھ میں لیکر مجھسے سوال کیا کہ یہ کیا ہے اُسکا مطلب یہ تھا کہ یہ کہیگا کہ انجیل ہے پھر وہ کہتا کہ قرآن مجید بھی انجیل کو آسمانی کتاب

کہتا ہے پھر ہیں اُسکا محرف ہونا ثابت کرتا ایک بکھیڑا تھا ایک صاحب آ گئے تھے حکیم
مشتاق احمد وہ کہنے لگے کہ ایسے جاہلوں سے تم کیوں مناظرہ کرتے ہو ان سے جاہل ہی نبٹتے
ہیں اور وہ صاحب خود مناظرہ کو تیار ہو گئے وہ انجیل ہاتھ میں لئے ہوئے تھا ہی اون
سے بھی یہ ہی سوال کیا کہ یہ کیا ہے اونھوں نے کہا کہ یہ ہے کدو بجد جھلایا کہ تم گستاخی
کرتا ہے تم توہین کرتا ہے اونھوں نے کہا کہ اسمیں گستاخی اور توہین کی کیا بات ہے ہم اپنی علم سے
یہی کہتے ہیں کہ یہ کدو ہے (غالباً مقصود یہ ہوگا کہ جب منسوخ ہونیکے علاوہ مسوخ ہے تو
معطل ہے مثل کدو کے) خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا باقی تتبع سے محقق ہو چکا ہے کہ علوم حقیقیہ
مسلمانوں ہی کا حق ہے۔ دوسروں کو اُن سے مس بھی نہیں ہوتا مزاحاً فرمایا ہاں مس سے
مس ہوتا ہے۔

**ملفوظ ۵۵** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر متعدد مہمان ہوں اور
انمیں پہلے سے کوئی تعلق نہ ہو تو اُنکو ایک جگہ جمع کرکے کھانا نہیں کھلاتا اگر خود بھی ساتھ
کھاتا ہوں تب جمع کر لیتا ہوں کیونکہ اُسوقت میں خود اُن سب کے لئے واسطہ ہو جاتا ہوں
اور مجھسے سب کو واسطہ ہوتا ہے یہ بات کبھی نہ سنی ہوگی مہمان نوازی کے باب میں اسقدر رعایتیں
کرتا ہوں اور پھر سخت مشہور ہوں یہ معمول اسلئے ہے کہ کھانمیں مختلف لوگوں کے جمع ہونیسے
آپس میں بے تکلفی نہ ہونے کی وجہ سے انقباض ہوتا ہے دل کھولکر فراغت سے کھانا نہیں
کھایا جاتا مختلف طبائع مختلف رنگ کی ہوتی ہیں بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک
بے تکلفی نہ ہو کھانمیں حجاب ہوتا ہے۔

**ملفوظ ۵۶** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ کے کشفیات میں اور احکام وحی میں نسبت
ہی نہیں اسی طرح نصوص اعتقادیہ میں اور اُنکی جو رائے سے تفسیر لیگئی ہے اُنمیں کوئی نسبت
نہیں وہ نصوص جس حالت پر ہیں اُنکو ایسے ہی رہنے دینا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
قول ہے فرماتے ہیں ابھموا ما ابھمہ اللہ یعنی جس چیز کو خدا تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے تم
بھی مبہم رکھو بڑی حکمت کی بات بیان فرمائی۔

**ملفوظ ۵۷** - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کھانیکے وقت اگر کھانیوالے سے ایسی بات کہجاوے

جسمیں قوت فکریہ صرف نہ ہو تو مضائقہ نہیں یہ کھانیکے آداب میں سے ہے اور جسمیں قوت
فکریہ صرف ہو ایسی گفتگو نہ کرنا چاہئے ورنہ کھانیکا لطف جاتا رہتا ہے برباد ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۵۸ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اپنے کو ایسا بڑا سمجھتے ہیں کہ دوسرونکی بالکل
رعایت نہیں کرتے جس سے دوسروں کو ایذا پہونچتی ہے اور اسمیں بڑے بڑے لوگوں کو
ابتلا ہے اس سے بہت ہی بچنا چاہئے۔

ملفوظ ۵۹ - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اخلاق نام ہے صرف نرمی سے بولنے کا چاہے
کتنی ہی سخت بات ہو اور ایذا رساں ہو مگر لہجہ نرم ہو ہمارے ضلع کے ایک کلکٹر کی حکایت ہے
کسی پر ناراض ہو کر بہت نرمی اور تہذیب سے حکم دیتا کہ آپکا کان پکڑ کر باہر نکالدو لہجہ
........ نہایت نرمی کا ہوتا تھا تو بہت خلیق مشہور تھا کیا واہیات ہے بلکہ اس سے
تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ بات نرم ہو مگر معاملہ سخت ہو کیونکہ نرم آدمی سے سختی کا صدور
خلاف توقع ہونیکے سبب زیادہ رنج کا سبب ہوگا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ نرم گفتگو کو جو
اخلاق سمجھا جاتا ہے اس پر ایک قصہ یاد آیا ایک شخص نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو جو کہ
احمق تھا وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جو عزیز و احباب آئیں اُن سے نرم اور میٹھی
بات کرنا بھاری لباس سے ملنا اونچی جگہ بٹھلانا بڑھیا کھانا کھلانا اُس شخص کا انتقال ہوگیا
ایک شخص بیچارے اونکے دوستوں میں تھے دوست کے انتقال کی خبر پاکر تعزیت کو آئے
اُنہوں نے آکر گھر میں اطلاع کرائی صاحبزادے نے نوکروں کو حکم دیا کہ مہمان کو مچان پر
بٹھلا دو۔ گھر میں سے آئے تو بڑے بڑے قالین اور دریاں بدن پر لپیٹے ہوئے اُنہوں نے
حسب رواج دریافت کیا کہ والد مرحوم کیا بیمار ہوئے تھے جواب میں کہتے ہیں روئی پھر
کوئی بات پوچھی کہتے ہیں گڑ پھر کھانا لایا گیا مہمان نے کھا کر کہا کہ گوشت گلا نہیں تو بہت
خفا ہوئے اور بولے آپکی خاطر پچاس روپیہ کا کتا کاٹ دیا اور آپکو پسند نہیں آیا مہمان نے
کھانا تو چھوڑ دیا اور پریشان ہو کر پوچھا کہ یہ کیا حرکتیں ہیں کہا کہ جب والد صاحب کا انتقال
ہو رہا تھا مجھکو چند وصیتیں کیں تھیں ایک تو یہ کہ میرے مرنیکے بعد اگر کوئی آئے تو بھاری
لباس سے ملنا تو اس سے بھاری لباس میرے پاس اور کوئی نہ تھا اور ایک یہ کہ نرم اور میٹھی

بات کرنا تو روئی اور گڑ سے زیادہ نرم اور میٹھی اور کوئی چیز نہیں ایک یہ کہ اونچی جگہ ہو چلانا مچان سے زیادہ اونچی جگہ اور کوئی نہیں ایک یہ کہ بڑھیا کھانا کھلانا تو یہ پچاس روپیہ کا کتا تھا جسکا گوشت آپکے سامنے ہے اس سے زیادہ قیمتی بڑھیا اور کوئی جانور بکرا وغیرہ میرے یہاں نہ تھا وہ بیچارے لاحول پڑھکر بھاگے بس لوگ ایسے اخلاق کے طالب ہیں ان اخلاق میں سے ایک تواضع بھی ہے اسکا بھی یہی حشر کیا گیا ہے میرے ابتدائی کتابوں کے اُستاد مولانا فتح محمد صاحب رح کا واقعہ ہے ایک لڑکا تھا شادی وہ مولانا سے کریما پڑھتا تھا اُسکا سبق تھا۔ ولاگر تواضع کنی اختیار۔ مولانا کی عادت تھی جب تک لڑکا پچھلا سبق نہ سُنا لیتا آگے نہیں پڑھاتے تھے۔ مولانا نے پچھلا سبق سنتے ہوئے پوچھا تواضع کسکو کہتے ہیں کہا کہ تواضع یہی ہے کہ کسی کو حقہ دیدیا پان دیدیا مولانا نے خوب مرمت کی بھاگ نکلا پھر پڑھنے نہیں آیا اور جنگل کے کام میں لگ گیا ایک عرصہ کے بعد مولانا جنگل کی طرف تشریف لے گئے وہی شادی ہل چلا رہا ہے مولانا نے دریافت فرمایا کہ ارے شادی تواضع بھی یاد ہے عرض کیا ہاں حضرت ساری عمر یاد رہیگی یہ ہل اسی تواضع نے پکڑوادیا ہے تو آجکل تواضع اسیکو سمجھتے ہیں جسکو شادی نے بیان کیا تھا اور عوام تو عوام خواص بھی اخلاق کی یہی حقیقت سمجھ رہے ہیں۔

ملفوظ ۶۷- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسپر کسی دلیل کے قایم کرنیکی ضرورت نہیں فطرت خود تبلا رہی ہے کہ کوئی پیدا کرنے والا ضرور موجود ہے میں نے ایک دہری ملحد کا قول دیکھا ہے جو بعد میں صانع کا قایل ہو گیا تھا کہ میں جس زمانہ میں صانع کے انکار پر لیکچر دیا کرتا تھا تو میرا ضمیر میری تکذیب کرتا تھا فرمایا کہ صانع کی دلیل تو خود صانع ہی ہے بقول مولانا رح ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید از وے رو متاب

اور عمیق نظر سے دیکھا جاوے تو حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہو بھی کیسے سکتی ہے راز اسکا یہ ہے کہ دلیل ہمیشہ مدلول سے زیادہ واضح ہونا چاہیئے ورنہ وہ دلیل ہی نہو گی اور خدا تعالیٰ کا وجود خود سب سے زیادہ واضح و ظاہر ہے پھر اُسکی کوئی دلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ اور جو دلائل سمجھے جاتے ہیں وہ محض صورۃ دلیل ہیں ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے ؎

شد ہفت پردہ چشم ایں ہفت پردہ چشم بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم

اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں لن ترانی فرمایا گیا لن اُری نہیں فرمایا یعنی میں تو دیکھنے کی قابل ہوں مگر تم میں دیکھنے کی قوت نہیں اسلئے تم نہیں دیکھ سکتے اور جو لوگ دہریت چھوڑ کر صانع کے قائل ہوئے ہیں اُنکا قول دوسرے دہریوں پر زیادہ حجت ہے کیونکہ اُن پر دونوں حالتیں گذر چکی ہیں ایک مولوی صاحب نے ایک دہری کا واقعہ بیان کیا وہ اکثر ایسے لوگوں کی کتابیں دیکھتے رہتے ہیں وہ کہتے تھے کہ ایک دہری نے خود اپنا واقعہ لکھا ہے کہ میں اپنے اندر تصرف کر کے اپنے وجود کے علاوہ سب چیزوں سے خالی ہو گیا پھر مزید تصرف کر کے اپنے وجود سے بھی خالی ہو گیا مگر پھر بھی ایک چیز مجھکو اپنے اندر محسوس ہوتی تھی اُس سے بھی خالی ہونیکی بجد کوشش کی کہ وہ بھی نکلجائے مگر کامیاب نہ ہوا تب معلوم ہوا کہ جو چیز نفی کرنے پر بھی نہیں نکلتی وہی حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی ہے یہ دیکھکر خدا کے وجود کا قائل ہو گیا اس اصل پر ایک شبہ کا جواب بھی ہو گیا وہ شبہ یہ ہے کہ الست بربکم قالوا بلی میں جو وعدہ لیا گیا ہے تاکہ قیامت میں حجت رہے وہ ہمیں یاد ہی نہیں پھر ہم پر حجت کیسے ہوگی جواب یہ ہے کہ یاد ہونیکی لئے یہ ضرور نہیں کہ اُسکی تمام خصوصیات بھی یاد ہوں بلکہ صرف اُسکا اثر یعنی مقصود کا ذہن میں ہونا کافی ہے مثلاً بچپن میں پڑھا تھا آمدن کے معنی آنا لیکن اُسکی خصوصیات بالکل یاد نہیں مگر باوجود اسکے ایسا یقین ہے کہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا تو گیا اسکو یاد نہ کہیں گے اسیطرح یوم میثاق کی خصوصیات یاد نہ ہونا مضر نہیں جو اُسکا اثر ہے توحید وہ فطرت میں اسقدر مرکوز ہے کہ اُسکی نفی عادۃً محال ہے اسلئے وہ یاد میں داخل ہے اور حجت ہے۔

## ۹ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۶۱۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کبھی طالب علمی کے زمانہ میں گفتگو ہو جاتی تھی تمام مدرسہ سننے کے لئے جمع ہو جاتا تھا بڑا لطف ہوتا تھا دونوں اعلیٰ درجہ کے ذہین تھے

جسوقت ایک صاحب کی تقریر ختم ہوتی تھی تو سننے والے سمجھتے تھے کہ اب اسکا کوئی جواب نہیں ہو سکتا اور جب دوسرے صاحب کی تقریر ہوتی اور وہ ختم فرماتے تو سمجھتے کہ اسکا کوئی جواب نہیں ہو سکتا یہ تو طالب علمی کے زمانہ کے واقعات ہیں ایک واقعہ مقتدا ہونیکے زمانہ کا عجیب سنا ہے کہ ایک مرتبہ دونوں حضرات سفر حج میں تھے جہاز میں ایک مسئلہ پر گفتگو ہو گئی اور طے نہ ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس اب گفتگو بند کی جائے حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے خدمتمیں تو چل ہی رہے ہیں وہاں پیش کر دینگے وہاں فیصلہ ہو جائیگا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ صفائی سے فرمایا کہ حضرت فن تصوف کے امام ہیں اور یہ طالب علمی بحث ہے اسکا حضرت کیا فیصلہ فرمائینگے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ عشق سے فرمایا کہ اگر اسکا فیصلہ بھی حضرت نہیں فرما سکتے تو ہم نے ناحق حضرت کا دامن پکڑا یہ حالت تھی عشق کی غرض حاضری ہوئی اور مسئلہ قصداً تو پیش کیا نہیں گیا مگر ایک سلسلہ میں حضرت نے اُسکی خود ہی تقریر فرمائی اور نہایت سہولت و تحقیق سے فیصلہ فرمادیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تو بیحد مسرت ہوئی اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بیحد حیرت ہوئی کہ حضرت نے اس فن کو حاصل نہیں کیا اور عجیب طریق سے فیصلہ فرمایا کہ بڑے سے بڑا متبحر بھی ایسا فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ سے عجیب شان رہی پرانے بزرگوں سے معلوم ہوا کہ نوعمری ہی کے زمانہ سے عام مقبولیت تھی نہ مشائخ نے کبھی اُن پر اعتراض کیا اور نہ علماء نے شروع ہی سے اثر عام مقبولیت کا تھا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نوعمری کے زمانہ کا ایک واقعہ حضرت مولانا گنگوہی بیان فرماتے تھے ایک بار دہلی میں مولانا مملوک العلی صاحب سے ملنے کو تشریف لائے ہم مولانا سے سبق پڑھ رہے تھے مولانا نے درس بند فرمادیا اور استقبال فرمایا اور فرمایا بھائی حاجی صاحب آگئے اب سبق نہ ہوگا فرماتے تھے کہ ہم نے دلمیں کہا یہ حاجی کون ہیں اچھے آئے درس ہی بند کرادیا یہ معلوم نہ تھا کہ ساری عمر کیلئے اس عرفی سبق کو بند کرادینگے ایک واقعہ حضرت کے متعلق اور یاد آیا والد صاحب حج کو تشریف لے گئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی

درخواست کی حضرت سنکر خاموش ہو گئے ایک روز بہت سے لوگ بیعت ہو رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی آجاؤ حضرت حاجی صاحب کی تو یہ سادگی کہ خود فرما رہے ہیں اور والد صاحب کی سادگی ملاحظہ ہو کہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت میں تو مٹھائی لاکر مرید ہونگا اسپر بھی حضرت خاموش ہو گئے اور کچھ نہیں فرمایا دوسرے وقت والد صاحب مٹھائی لاکر مرید ہو گئے بات یہ ہے کہ ان حضرات میں تو دونوں جانب خلوص تھا یہ اُسکے آثار تھے اور ہم لوگوں میں دونوں طرف عدم خلوص اسلئے کاوش کی حاجت ہو گئی۔

ملفوظ ۷۲۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فطرت سلیم ہو تو ایک حکم بھی شریعت کا خلاف فطرت نہیں۔

ملفوظ ۷۳۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک تو ہوتا ہے اکرام اور ایک ہوتی ہے تعظیم صورت دونوں کی ایک ہے مگر نیت کی وجہ سے دونوں میں حقیقت کا فرق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لیجاتے تو حضرت فاطمہ کھڑی ہو جاتیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کے مکان پر آتیں تو حضور کھڑے ہو جاتے ان دونوں میں وہی اکرام اور تعظیم کا فرق ہے گو صورت ایک ہے غرض اکرام جسکا حاصل تو خاطر داری و رعایت ہے اور چیز ہے اور تعظیم اور چیز ہے صورت ایک ہونیکی وجہ سے لوگ دہوکہ کھا جاتے ہیں وہ خاطر داری کو بھی تعظیم ہی سمجھتے ہیں اور ترک تعظیم کو ترک اکرام۔

ملفوظ ۷۴۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا جب میں فارغ ہوا تو ایک دوست کے پاس جا بیٹھا ایک صاحب ضعیف العمر آئے اور کہا کہ کئی مرتبہ تم سے ملنے کو جی چاہا مگر اتفاق سے ملاقات نہ ہو سکی اور ایک بات بھی کہنی ہے وہ یہ کہ تم عمامہ کیوں نہیں باندھتے میں نے کہا کہ کیا فرض ہے واجب ہے کہا کہ سنت ہے میں نے کہا کہ سنت موکدہ ہے یا مستحب کہا کہ اس سے کیا بحث میں نے کہا کہ بحث اسلئے ہے کہ ہر ایک کے احکام جدا ہیں مگر اسپر بھی وہ اپنی ہی ہانکتے رہے کہ تم سنت کے خلاف کرتے ہو پھر تو میں بھی نفس کی شوخی سے اس تلاش میں لگا کہ انمیں بھی کوئی بات سنت کے خلاف ہے تو وہ پاجامہ پہن رہے تھے میں نے کہا کہ یہ پاجامہ جو آپ پہن رہے ہیں سنت کے خلاف ہے لنگی باندھنا چاہئے کہنے لگے کہ بوڑھا آدمی

ہوں اس لئے لنگی کھل جانیکا اندیشہ ہے میں نے کہا کہ میں جوان آدمی ہوں عمامہ کی گرمی سے دماغ میں گرمی ہو جانیکا اندیشہ ہے بس اُسنے کچھ جواب تو بن نہ پڑا لگے کوسنے کہ خدا کرے تمھارے دماغ میں خوب گرمی ہو جاوے مجکو بھی غصہ آگیا میں نے کہا تم بازار میں ننگے ہو جاؤ اُن دوست نے دونوں کو روکا یہ حقیقت ہے آجکل کے مناظرہ کی عمامہ کو آجکل بعضے لوگ فرض و واجب سمجھتے ہیں خصوص سرحدی لوگ۔ اور یہ رومال جو سر کو باندھ لیتے ہیں اور عمامہ کا قائم مقام سمجھتے ہیں یہ تو ایسا ہے جیسے لنگوٹی باندھکر اُسکو پاجامہ کا قائم مقام سمجھنا یہ سر کی لنگوٹی ہوئی عمامہ سے اسکو کیا تعلق ہے۔

**ملفوظ** ۳۵ - ایک استفتاء بصورت پیکٹ آیا اُسپر دو پیسہ کا ٹکٹ تھا اور واپسی کے لئے بھی دو پیسہ کا ٹکٹ ہمراہ تھا اسپر فرمایا کہ خود تو لوگ ناجائز حرکت کرتے ہی ہیں دوسروں کو بھی مجبور کرتے ہیں کہ تم بھی ایسا ہی کرو چاہے دوسرے کی وضع اور مذاق کے خلاف ہی ہو یا اُسکی شرعی تحقیق ہی کے خلاف ہو حضرت والا نے اُس استفتاء کو امانت میں رکھکر فرمایا کہ انکے پوچھنے پر متنبہ کرونگا کہ تم نے یہ حرکت کی ہے اُسمیں تو کارڈ بھی نہیں پہونچ سکتا ہے پھر اسپر فرمایا کہ میرے ایک متقی ذی علم انگریزی داں ضلع الہ آباد کے رہنے والے دوست ہیں وہ سفر کے ارادہ سے چلے اسٹیشن پر پہونچکر اسباب کے زائد ہونیکا خیال ہوا مگر وقت کی تنگی سے وزن نہیں کرا سکے حسب منزل مقصود کے اسٹیشن پر اوترے وہاں بابو سے کہا کہ اسباب وزن کر لیا جاوے بابو نے انکار کیا کہ ہمیں فرصت نہیں یہ اسٹیشن ماسٹر کے پاس گئے اُس سے کہا وہ پہلا بابو بھی آگیا اور دونوں اسکے متعلق باہم گفتگو کرنے لگے انہوں نے اصرار کیا اسپر دوسرے بابو سے اور انکو وضع سے ملا سمجھکر کہ یہ انگریزی نہیں جانتے ہوں گے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص شراب پیئے ہوئے ہے ہم اسباب وزن کرنے سے انکار کرتے ہیں اور یہ اصرار کرتے ہیں مطلب یہ تھا کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اور شراب سے عقل مفقود ہو جاتی ہے انہوں نے جواب دیا میں نے شراب نہیں پی میرا مذہبی حکم یہی ہے کہ کسی کا حق نہ رکھا جائے تب وہ لوگ بہت شرمندہ ہوئے مگر اسباب پھر بھی وزن نہ کیا آخر انہوں نے گھر آکر خود اسباب کو وزن کر کے اُسقدر محصول کا ٹکٹ لیکر چاک کر دیا۔ میں ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور

۳۲

جا رہا تھا میرے پاس گٹھے بھی تھے جو معاف اسباب سے زائد تھے میں نے بابو سے کہا کہ اسباب کو وزن کر لیا جائے بابو نے کہا کہ آپ اسباب لیجائیں کوئی نہیں پوچھے گا میں نے کہا کہ اگر کسی نے پوچھا تو کیا جواب دیا جاویگا کہا کہ ہم گارڈ سے کہدیں گے میں نے کہا کہ یہ گارڈ کہاں تک جائیگا کہا کہ یہ گارڈ غازی آباد تک جائیگا میں نے کہا کہ غازی آباد سے آگے کیا ہوگا کہا کہ وہ دوسرے گارڈ سے کہدیگا وہ کانپور سے بھی آگے جائیگا میں نے کہا کہ پھر کانپور سے آگے کیا ہوگا کہا کہ آگے تو جانا ہی نہیں میں نے بتلایا کہ آگے بھی جانا ہے ہمارے مذہب نے ایک اور زندگی کی بھی خبر دی ہے یعنی آخرت وہاں باز پرس ہوگی۔ یہ سنکر بابو بیحد متاثر ہوا بڑا اثر ہوا اور اسباب کو وزن کیا اور ایک روپیہ محصول لیکر بلٹی دیدی۔

**ملفوظ**[۶۶]- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اچھے کپڑے پہننا اور خوش لباس رہنا کیا شریعت میں ناپسندیدہ ہے فرمایا کون منع کرتا ہے شریعت نے تنگی نہیں کی اگر ریا و فخر کیلئے نہ ہو تو آسائش کی اجازت دی ہے بلکہ آسائش سے آگے بڑھکر آرائش کی بھی ممانعت نہیں کی اگر ریا اور فخر کا مرض نکلجائے تو اسکی اجازت ہے کہ راحت کا بلکہ تجمل کا بھی سامان کریں ہاں یہ شرط ہے کہ جاہ کیلئے نہ کیا جائے خوش لباسی پر یاد آیا یہاں پر ایک حافظ صاحب تھے نابینا اور نکا رنگ نہایت سیاہ تھا جیسے الٹا تو ایک بار بہت سفید کپڑے پہنے جا رہے تھے ماموں صاحب بڑے ظریف تھے دیکھکر فرمانے لگے کہ دیکھو رات کو بھی دن لگے ہر شخص پر کپڑا زیب بھی تو نہیں دیتا بلکہ بیچارے کپڑے کی بھی درگت بن جاتی ہے۔

**ملفوظ**[۶۷]- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے عام لوگوں کے قلوب میں بھی دین کی عظمت تھی اب تو خواص میں بھی اُسکی کمی ہو گئی ہے اور یہ سب خرابیاں اسکی ہی بدولت ہو رہی ہیں۔

## ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

### مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

**ملفوظ**[۶۸]- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو بڑے بڑے شستہ الفاظ بولنے کا شوق

ہوتا ہے مگر بوجہ علم نہ ہونیکے موقع اور محل کی تمیز نہیں ہوتی اسپر فرمایا کہ ایک صاحب ہیں یہاں کے رہنے والے اُنکو پرشوکت الفاظ بولنے کا بہت شوق ہے ایک جگہ بسبیل گفتگو کہنے لگے کہ فلاں معاملہ میں میں بھی ثالث بالخیر تھا ایک صاحب علم نے فرمایا کہ صاحبزادے سوچ سمجھکر بولا کرتے ہیں ثالث بالخیر اصطلاح میں ولدالزنا کو کہتے ہیں۔ ایک دوسرے صاحب کا واقعہ ہے ایک جگہ تعزیت میں گئے کسی کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا اور لوگ بھی تعزیت کے لئے آئے ہوئے تھے اُنمیں سے کسی صاحب نے تعزیت فرماتے ہوئے کہا کہ حق تعالےٰ آپکو اسکا نعم البدل عطا فرمائیں یہ صاحب بھی سن رہے تھے بس انکے ایک بات ہاتھ آگئی کہ جہاں تعزیت میں جایا کرتے ہیں یہ بھی کہا کرتے ہیں ایک جگہ اتفاق سے ایک صاحب کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا یہ تعزیت کے لئے پہونچے کہتے ہیں حق تعالیٰ آپکو اس کا نعم البدل عطا فرمائیں اسکے یہ معنی ہوئے کہ آپکی اماں دوسرا خصم کرے کسقدر اُس شخص کو ناگوار ہوا ہوگا ایک ہندو رئیس کے باپ کا انتقال ہوا ایک دوسرے ہندو صاحب تعزیت کو گئے جاکر تعزیت کی اور اسمیں یہ الفاظ کہے کہ خدا کرے آپ اپنے والد صاحب کے قدم بقدم ہوں اور ضرور ہونگے کیونکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔

(۱۹۱) **ملفوظ**۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج ایسے کام کرنیکی ہمت نہیں ہوتی جسمیں دوسرے کی شرکت کی ضرورت ہو آجکل تجربہ سے معلوم ہوا کہ وہ کام ہوتا ہی نہیں جسمیں مختلف طبائع کے لوگ جمع کئے جائیں۔

(۱۹۲) **ملفوظ**۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایک شخص سیاست کا ماہر ہے مگر ہے کافر اگر اسمیں اُسکی اقتدا کرلی جائے کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ اگر کافر نماز خوب جانتا ہو اور مسلمان نہ جانتا ہو تو کیا اُس کافر کی اقتداء جائز ہے شبہ کا منشا یہ ہے کہ سیاست کو لوگ دین نہیں سمجھتے خود یہی سخت غلطی اور جہل اعظم ہے سیاست بھی تو دین ہی ہے اسکے معنی تو یہ ہوئے کہ اسلام نے سیاست کی تعلیم نہیں کی سو یہ کتنی بڑی تحریف ہے پھر دین میں کافر کی اقتدا کرنا کیا معنی نیز کیا اسمیں اسلام اور مسلمانوں کی اہانت نہیں ہے اور کیا کوئی شخص کہیں یہ بات دکھلا سکتا ہے کہ اسطرح سے اسلام اور

مسلمانوں کی اہانت کرانا اور اُنکو ذلیل کرانا جائز ہے اور کیا مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں
کہ وہ سیاست جانتا ہو البتہ طریقہ سے اُنکی ساتھ ملکر کام کر سکتے ہیں کہ کافر تابع ہوں
اور مسلمان متبوع اور یہاں بالکل عکس ہے کہ مسلمان تابع اور کافر متبوع اور مجکو عوام کی
اور لیڈروں کی شکایت نہیں وہ تو جہل میں مبتلا ہیں ہی شکایت تو علماء کی ہے کہ وہ
اس غلطی میں پھنس گئے حق تعالیٰ ہدایت فرمائیں اور جہل سے محفوظ رکھے مجھکو ایسی باتیں
سنکر بیحد قلق اور صدمہ ہوتا ہے جب لکھے پڑھوں کی نسبت سنتا ہوں کہ وہ ایسی خرافات
کے حامی اور دلدادہ ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون عجیب بات ہے کہ خسران کا کھلی آنکھوں
مشاہدہ کر رہے ہیں مگر جس بات کی پچ ہو گئی اُس سے نہیں ہٹتے اور ایسے ایسے لچر
استدلالات اور تاویلات کرتے ہیں جو اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

ملفوظ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصنیف کا کام بھی بہت ہی مشکل کام ہے آجکل
ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے کوئی معیار ہی نہیں رہا قلم ہاتھ میں لیا اور جی میں آیا لکھ مارا
نہ اصول کی خبر ہے نہ فروع کی ہیں آجکل ایک ایسی ہی بے اصول کتاب دیکھ رہا ہوں ایک
مشہور مصنف کی تصنیف ہے مگر محض ملمع آجکل بڑا کمال یہ ہے کہ الفاظ زوردار ہوں چاہے
مدلول صحیح ہو یا غلط اس سے کوئی بحث نہیں جن باتوں کو اس کتاب میں ثابت کیا ہے
معلوم ہوتا ہے کہ سوچ سوچکر پرتلبیس باتیں بنائیں ہیں استدلال کی دو صورتیں ہیں
ایک صورت تو یہ ہے کہ آزادی سے دلائل پہلے ذہن میں آئیں اور نتیجہ اُن کے تابع ہو
اور ایک صورت یہ ہے کہ دلائل پہلے سے ذہن میں نہیں پہلے ہی سے ایک بات کو
ثابت کرنا ہے اور اُسکے لئے سوچ سوچکر دلائل کو ذہن میں لایا جاتا ہے ان دونوں
صورتوں میں بڑا فرق ہے پہلی صورت میں ایک خاص قوت ہوتی ہے گو اُسمیں اجتہادی
غلطی ہی ہو گئی ہو اور دوسری صورت میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص محض باتیں بنا رہا ہے
اور یہ فرق معلوم ہو جانا موقوف ہے ذوق صحیح پر بعضی بات وجدان سے معلوم ہوتی ہے
بیان کرنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

ملفوظ ملقب بہ آداب المصلح) ایک نو وارد صاحب نے جو اصلاح کی غرض سے آئے تھے

اور جبکا تھانہ بھون کی حاضری کا پہلا ہی موقع تھا حضرت والا سے ایک فقہی مسئلہ
پوچھا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ آجکل مصلح باطن سے مسائل فقہی پوچھنے والوں کو
باطنی نفع نہیں ہوتا تجربہ سے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بس ان ہی تحقیقات میں رہ
جاتے ہیں اصلاح کے متعلق اہتمام کی نوبت ہی نہیں آتی میں خیرخواہی سے عرض کرتا
ہوں کہ ان مسائل کی تحقیق کے لئے تو اور بہت جگہ ہیں اور وہاں یہاں سے اچھا
کام ہو رہا ہے دیوبند ہے سہارنپور ہے اور کیا آپنے یہ سفر مسائل فقہی پوچھنے کے لئے
کیا تھا عرض کیا نہیں پھر کیوں بیٹھے بیٹھے جوش اٹھا خاموش نہیں رہا جاتا کیا
خاموشی سے پیٹ میں درد ہوتا ہے کیا خاموش رہنا جرم ہے یا اس سے شان میں بٹا
لگتا ہے یوں کہئے کہ بک بک کرنیکی باتیں بنانیکی عادتیں پڑی ہوئی ہیں اور یہ بتلائیے
کہ اگر آپنے یہاں پر آنیکی اجازت لی تھی تو کیا اُسمیں مکاتبت و مخاطبت کی بھی اجازت
لی ہے عرض کیا کہ اسکی اجازت نہیں لی فرمایا پھر کیوں مخالفت کی جب شروع ہی
میں مخالفت کرنا شروع کر دی تو آئندہ کا تو اللہ ہی حافظ ہے اس بدفہمی کا کوئی علاج
ہے ایک صحیح بات اور اسپر عمل نہیں اس ہی ضرورت سے میں اسی قسم کی شرطیں
لگاتا ہوں سمجھتا ہوں کہ فہم کا قحط ہے مگر پھر بھی اپنا ہنر ظاہر کئے بغیر نہیں رہتے اگر
ایسا ہی فقہی مسائل کی تحقیق کرنا ہے اور فن کو مدون کرنا ہے (کیونکہ اکثر سوالات
غیر ضروری ہوتے ہیں) تو میں کہہ چکا ہوں کہ یہ کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے مثلاً
دیوبند ہے سہارنپور ہے وہاں جائیے بلکہ میں خود بھی مسائل فقیہ وہیں سے پوچھ
پوچھکر کام کرتا ہوں۔ سنار کے یہاں کوئی لوہا نہیں لیجاتا اور لوہار کے یہاں سونا
چاندی نہیں لیجاتا اگرچہ وہ دونوں ہی کام جانتا ہو مگر پھر بھی کام وہی لیا جاتا ہے
جسکو وہ عادۃً کر رہا ہے افسوس طریق مٹ ہی گیا یہ طریق کے آداب میں سے ہے
کہ مصلح سے دوسرا کام نہ لیا جاوے اب یہ کہا جائیگا کہ صاحب ایک مسئلہ پوچھا تھا
دین کی بات تھی اسپر اسقدر گرفت اگر مسئلہ پوچھنا دین ہے تو جو میں بتلا رہا ہوں یہ
بھی دین ہی ہے دوسرے آپنے اسلئے سفر نہیں کیا اور جس غرض سے سفر کیا ہے اُسکا

نام ونشان بھی نہیں اُسکا کوئی ذکر ہی نہیں رہا دوسروں پر قیاس کرنا کہ فلاں صاحب نے
پوچھا تھا اُسکا جواب دیا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں سے پہلے سے بے تکلفی ہے
اور وہ مقصود غیر مقصود میں تمیز کرتے ہیں وہ مستثنٰے ہیں حتی کہ وہ اگر دنیا کی بات بھی پوچھ
لیں کوئی حرج نہیں پھر بڑی بات یہ ہے کہ یہ کام تو ادرجگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے
اور جو کام یہاں پر ہو رہا ہے یہ ایسا ہے کہ کہیں بھی نہیں ہو رہا نہ اچھا نہ بُرا مگر کس
سے کہے وہی مثل ہو رہی ہے کہ اندھے کے آگے روئے اور اپنی آنکھیں کھوئے اور
الحمدللہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ مسائل فقہی اس طریق سے اعظم ہیں مگر اعظم ہونا اور چیز
ہے اور کسی عارض سے اہم ہونا اور چیز ہے۔ مسائل فقہی اعظم ضرور ہیں مگر وہ دوسری
جگہ سے حاصل ہو سکتے ہیں اور جو کام یہاں ہو رہا ہے وہ اور کہیں ہو ہی نہیں رہا اس
عارض کے سبب یہ اہم ہے میں نے اسلئے اہم کو اختیار کر رکھا ہے بچے کو کہتے ہیں کہ قاعدہ
بغدادی پڑھ حالانکہ قرآن شریف اعظم ہے مگر اسکو ضرورت اہم کی ہے اور اسکو قاعدہ
میں لگا کر قرآن ہی کی تلاوت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اسی طرح طریق میں لگا کر احکام
فقہیہ کی تکمیل کے لئے تیار کیا رہا ہے اور اسکی اہمیت یہاں تک ہے کہ اکابر کی وصیت
ہے کہ شیخ کو کسی کا نہ کلام پہونچائے نہ سلام پہونچائے نہ کسی کا ہدیہ پہونچائے جیسا
آجکل دستور ہے کہ کسی آتے جاتے کے ہاتھ کوئی چیز بھیجدی روپیہ بھیجدیا تو ایسا نہیں
کرنا چاہئے علاوہ مصالح کے خود غیرت عشقی کا بھی اقتضا ہے عشاق کی یہ ہی شان ہوتی
ہے کہ اپنے محبوب کو دوسری طرف متوجہ نہ کرے یہانتک لکھا ہے کہ مرید شیخ سے درسی
کتاب کا سبق نہ پڑھے اور نہ شیخ اپنے مرید کے خانگی معاملات میں دخل دے غریبوں کو
کچھ خبر تو ہے نہیں مرید ہونے آجاتے ہیں اگر متنبہ کرتا ہوں اور طریق بتلاتا ہوں اس
غرض سے کہ راہ پر پڑیں مقصود معلوم ہو کیونکہ طریق مفقود ہو رہا ہے اسلئے اسکے آداب
بھی معلوم نہیں تو سخت اور بدخلق اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں اجی اگر طبیب شفیق
ہے اور ہمدرد خیر خواہ ہے تو چاہے منہ بناؤ یا روؤ چلاؤ وہ تو مرض کی تشخیص کر کے
اگر کڑوی دوا مفید ہوگی تو شاہترہ چرائتہ حنظل ہی تجویز کریگا اگر سو دفعہ غرض

بڑے ہیو درنہ جاؤ چلتے بنو اور..... جو سیب کا مربا ورق نقرہ لپیٹ کر دے اسکو مربی
بناؤ یہاں تو خود طالب کو بجائے سیب کے چھیل چھالکر کاٹ چھانٹ کر اسکا مربہ بنایا جاتا
ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ مرید شیخ سے سبق نہ پڑھے وجہ اسکی یہ ہے کہ سبق میں قیل وقال
ہوتا ہے جس سے مبادا شیخ کو انقباض ہو جائے اور فیض باطنی سے محروم ہو جائے
اور یہ جو لکھا گیا ہے کہ شیخ مرید کے خانگی معاملات میں دخل نہ دے اسمیں یہ راز ہے کہ شیخ کو
اصل واقعات سے تو بے خبری ہوتی ہے محض ظاہری روئداد پر فیصلہ کریگا جو ممکن
ہے کہ واقعات کے یا مرید کی مصلحت کے خلاف ہو اور اس سے اسکو شیخ سے کبیدگی
پیدا ہو جائے اس صورت میں بھی باطنی نفع نہ ہوگا البتہ جس صورت میں یہ علت نہ ہو وہ
اس سے مستثنیٰ ہے مثلاً ایک شخص بیوی کا نان نفقہ نہیں دیتا شیخ کہے کہ نفقہ دو یہ
خانگی معاملات میں دخل دینا نہ سمجھا جائیگا کیونکہ اسمیں دوسرا احتمال ہی نہیں طاعت
خالصہ کا حکم ہے مطلب یہ کہ فصل قضایا میں یا ان مباحات میں جسمیں شرعاً دونوں جانب
کی گنجائش ہو دخل نہ دے جیسے رشتہ وغیرہ آجکل پر اکثر ایسا کرتے ہیں کہ ایک مرید کی لڑکی ہے دوسرے کا
لڑکا ہے کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے لڑکے سے تمہاری لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں یا نکاح
کرتے ہیں مشائخ نے اسکو منع فرمایا ہے یا اسی طرح کوئی نزاعی معاملہ ہے شیخ سے
اسکا فیصلہ کوئی کرانے لگے اسمیں بھی ممکن ہے کہ ایک کے خلاف ہو تو اسکو رنج ہوگا
اور وہ نفع باطن سے محروم ہو جائیگا - اور ان باتوں میں دخل دینا تو بڑی چیز ہے
کہ اسمیں دنیا کا رنگ ہے تعلیم جو کہ دین محض ہے اوس میں بھی اسقدر احتیاط ہے کہ
ہر شخص کی باطنی مصلحت اور اسکی حالت کے مطابق دیجاتی ہے اسکا بھی معین ضابطہ
نہیں - - - -

ملفوظ ۳۰۲ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر جگہ کئی کئی مرتبہ گذرنیکا اتفاق ہوتا ہے
مگر پھر بھی راستہ یاد نہیں ہوتا بھول جاتا ہوں فرمایا کہ یہ بات تو میرے اندر بھی
ہے میاں راستی یاد رہے راستہ یاد رہے یا نہ رہے اسمیں کیا رکھا ہے ایک صاحب
نے عرض کیا کہ حضرت کے لطائف بھی بڑے معنی خیز اور نصیحت آمیز ہوتے ہیں

ایک مولوی صاحب مجھسے فرماتے تھے کہ اگر حضرت والا کے لطائف ہی کا مجموعہ جمع کر لیا جائے تو اسی میں سب کچھ ہے مثلاً ایک صاحب سے تحریکات کے متعلق سلسلہ گفتگو میں آپ نے فرمایا تھا کہ اگر محض کاغذی امیر المومنین بن جاؤں تو نتیجہ یہ ہو کہ آج امیر المومنین ہوں اور کل کو اسیر الکافرین بن جاؤں اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ خورجہ میں ایک مولوی صاحب کو یہی الفاظ پہونچائے گئے تو سنکر اون پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور ایک گھنٹہ تک اسکی شرح بیان کرتے رہے کہ بدوں کامل قدرت کے اگر آج امیر المومنین ہو گئے تو کل کو اسیر الکافرین ہو جائینگے میں نے یہ واقعہ سنکر کہا کہ اس سے تو مجھکو بھی اشتیاق ہو گیا سننے کا وہ شرح کیا ہو گی جو ایک گھنٹہ تک بیان کی گئی میں نے تو محض ایک لطیفہ کے طریق پر یا شاعری کے انداز پر بیان کر دیا تھا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے ایک ایسے ہی موقع پر یہ بھی تو فرمایا تھا کہ آج سَرْدَار ہیں اور کل سَرِ دَار ہیں فرمایا کہ یہ بھی اسی کا ترجمہ ہے۔

## ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۴۴۱۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت نبویہ لکھی ہے اسمیں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ انمیں استقلال تھا اور اسکی زندہ نظیر گاندھی موجود ہے استغفر اللہ نعوذ باللہ سیرت نبوی پر کتاب اور ایک مکذب توحید و رسالت سے تشبیہ کیا آفت ہے نہ معلوم کتنے مسلمانوں نے دیکھا ہو گا اور گمراہی میں پھنسے ہونگے میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی تھی میں نے واپس کر کے لکھدیا کہ میں ایسی کتاب کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا ہوں کہ جسمیں روح سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح ہو۔ اسکا جواب آیا کہ یہ زمانہ جاہلیت ہے مجھسے ایسی حرکت صادر ہو گئی اب یہاں آتے جاتے ہیں اپنے پہلے زمانہ کو جاہلیت سے تعبیر کیا یہ سب جدید تعلیم یا

صحبت کا اثر ہے اسپر کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسکو نئی روشنی کہتے ہیں جسمیں ہزاروں ظلمتیں بھری ہیں۔

ملفوظ (۷۵) - ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ہر طبقہ میں ایک عجیب ہر بونگ مچا ہوا ہے ردولی میں عین مسجد کے اندر سماع ہوتا ہے اُسکی اصل یہ سنی ہے کہ حضرت شیخ عبد الحق رح کو ایکمرتبہ اتفاقاً عین حالت سماع میں وجد کا غلبہ ہو گیا اور وہ اُس حالت میں اُٹھکر مسجد کے اندر چلے گئے تھے اور ساتھ ساتھ قوال بھی چلے گئے مگر وہ تو مغلوب تھے اور یہ لوگ محض نقل کرتے ہیں اب اُسی ترتیب سے مجلس ہوتی ہے یعنی سماع شروع ہوتا ہے مسجد کے باہر اور درمیان میں اُٹھکر مسجد میں جاتے ہیں اور ڈھولک سارنگی مسجد میں بجتی ہے ان نقالوں سے کوئی یہ بھی پوچھے کہ کیا حضرت شیخ بھی ڈھولک سارنگی سے سماع سنتے تھے یہ خوب تحقیق ہو گیا ہے کہ حضرات اہل سماع نے معازف مزامیر کبھی نہیں سنے اسی طرح ایک مسجد میں سماع ہو رہا تھا ڈھولک سارنگی بج رہی تھی نماز کا وقت آگیا باجہ والے نماز کو مسجد میں گئے تو آلات کو بھی مسجد میں لے گئے ایک صاحب نے اعتراض کیا میاں مسجد میں آلات معصیت ان اہل سماع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے وہ جواب میں کیا کہتے ہیں کہ آپ بھی تو آلات زنا لئے ہوئے مسجد میں آئے ہیں کیا یہ ہو وہ جواب ہے جس چیز کو اُنہوں نے آلہ معصیت کہا ہے وہ آلہ معصیت کہاں ہے آلہ معصیت تو وہ ہے جو وضع کیا جاوے معصیت کے واسطے اور یہ معصیت کیلئے وضع نہیں کیا گیا یہ تو ایک حلال ضرورت کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ یوں کوئی سوء استعمال سے معصیت کا ذریعہ بنا لے تو اس سے وہ آلہ معصیت تھوڑا ہی ہو گیا آلات بخلاف غنا کے کہ وہ تو موضوع ہی ہوئے ہیں معصیت کے لئے دوسرا فرق یہ ہے کہ اسمیں تو ضرورت ہے اسکو جدا کیسے کر سکتا ہے تیسرے اپنے معدن میں ہے معدن میں ہونا ایسا موثر ہے کہ جو چیز اپنے معدن میں ہے اُسپر نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا مثلاً پیشاب ہے پاخانہ ہے کس کے اندر نہیں مگر اُسپر نجاست کا حکم نہیں اسلئے کہ وہ اپنے معدن میں ہے

ملفوظ (۷۶) - ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں سب علوم سے زیادہ آسان

۴۰

تصوف کو سمجھتا ہوں اور سب سے زیادہ مشکل فقہ تو۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ دین کا بعض کام جو یہاں ہوا ہے وہ بڑی جگہوں میں بھی نہیں ہوا امام صاحب کے مذہب کی تائید میں حدیثیں جمع کی گئیں اس سلسلہ کا نام اعلاء السنن ہے ان احادیث پر نظر نہ ہونے سے غیر مقلدوں کو تو شبہ تھا ہی مگر بعض حنفیوں کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ امام صاحب کا مذہب قرآن وحدیث کے مطابق نہیں الحمد للہ کہ کتاب مذکور کے تدوین سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ کوئی مسئلہ بھی امام صاحب کا قرآن وحدیث کے خلاف نہیں گو ہمیں بہت وقت اور بہت کچھ روپیہ صرف ہوا مگر حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انھوں نے اپنے فضل وکرم سے اس کام کو انجام کو پہونچا دیا۔ الحمد للہ۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں اصل چیز تو یہ ہے کہ قلب کا حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو جاوے باقی اور سب چیزیں اسکے تابع ہیں اور یہ پیدا ہوتا ہے اسوقت جب شیخ کامل کی تعلیم پر بے چون وچرا عمل کرے شیخ اسی چیز کے پیدا کرنے کی لئے جسکے لئے جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے اقویا کیلئے اور تجویز ہوتی ہے ضعفاء کیلئے اور جیسا جسکے لئے تجویز کرے اسکو چاہئے کہ وہ اسی میں اپنی مصلحت سمجھے اصل چیز تو وہی ہے کہ جسکو میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ قلب کا صحیح تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہو جاوے بس یہی اصل طریق ہے باقی سب کچھ اسی کے پیدا کرنے کی تدابیر ہیں۔

## ۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اگر ہندو مسلمان باہم حاکم محکوم نہ ہوں بلکہ باہم مساوات ہو تو اسوقت ملکر ہندوؤں کے ساتھ کام کر سکتے ہیں فرمایا کہ قواعد سے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے مگر اسوقت تجربہ کی بناء پر یہ دیکھا جاویگا اس اشتراک میں نفع کسکا ہوگا اور ضرر کسکا سو تجربہ بھی کہہ رہا ہے کہ اگر صرف ہندو مسلمانوں کے ہاتھ میں حکومت آجائے اور تیسری قوم کے بے دخل کرنے میں کامیابی بھی ہو جائے تب بھی وہ حکومت ہندوؤں کی ہوگی مسلمانوں کی نہ ہوگی ایک تو کثرت کی خاصیت سے دوسرے

(در مطبع جمال پرنٹنگ ورکس دہلی طبع شد)

انکی اکثریت کی وجہ سے تیسرے انکی طبائع کی حالت پر نظر کر کے اور عقلی طور پر بھی مقصود حکومت عادلہ آمنہ ہے اور ہندو مسلمانوں کے اشتراک میں یہ احتمال ہی نہیں کہ عدل ہو امن ہو جیسا کہ ہندوؤنکی کارگذاریوں سے اسوقت تک ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے مٹانا چاہتے ہیں یہ اپنی اس دلی مذاق سے باز نہ آئیں گے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ فساد اور خونریزی ہوگی اور جو مقصود ہے حکومت سے وہ حاصل نہ ہوگا اسی بنا پر میں نے تحریکات کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے کہا تھا کہ اول تو کامیابی موہوم اور اگر ہوئی بھی تو وہ ہندوؤں کی ہوگی اور اگر مسلمانوں کو بھی ہوئی تو تم جیسے مسلمانوں کی نہ ہوگی غور کرو کہ وہ کامیاب کس قسم کے مسلمان ہوں گے بددین ملحد فرعون ہامان پھر دیکھنا تمھاری کیا گت بنتی ہے۔

## ۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کا ظاہری تقویٰ طہارت دیکھکر دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے جب تک اس سے معاملہ نہ پڑا ہو دون اسکے کیا خبر ہے کہ کیا حالت ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا اس مقدمہ میں ایک شاہد کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے سوال کیا کہ کوئی اسکو جانتا ہے ایک شخص نے عرض کیا میں جانتا ہوں نیک ہے دریافت فرمایا کہ کبھی سفر میں تمھارا اسکا ساتھ ہوا ہے کہا نہیں فرمایا کبھی اس سے دادوستد کا معاملہ ہوا عرض کیا نہیں فرمایا کہ کبھی اسکے پڑوس میں رہے ہو کہا نہیں فرمایا کہ بس معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اسکو مسجد سے نکلتے دیکھ لیا ہوگا عرض کیا جی ہاں فرمایا تو تم نہیں جانتے۔

(ملفوظ ۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجبین مال اکثر ظاہری متقی ہوتے ہیں اسلئے کہ معصیت میں روپیہ صرف ہوتا ہے اور یہ ان سے ہو نہیں سکتا۔

(ملفوظ ۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لڑکی کا معاملہ بڑا نازک ہے بڑے بڑے عالی دماغ اور آزاد لوگ اس معاملہ میں مغلوب ہو جاتے ہیں محض اپنی لڑکی کے خیال کی وجہ سے بعض اوقات ذلت گوارا کرنی پڑتی ہے یہ ایسا نازک تعلق ہے کہ کچھ بنائے نہیں بنتا پہلے بزرگ جو غیر خاندان میں تعلق نہیں کرتے تھے

اسکا منشا کبر نہ تھا بلکہ واقعات کی بنا پر ایسا کرتے تھے اسمیں بڑی مصلحت تھی کہ غیروں کا حال زیادہ نہیں معلوم ہوتا اب تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل صحیح رائے تھی۔

(ملفوظ ۸۳) فرمایا کہ ایک مہتمم مدرسہ کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ خرچ مدرسہ کا بڑھا ہوا ہے اور آمدنی ہے نہیں سخت پریشانی ہے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اسکی وحی تو ہوئی نہیں کہ فلاں خاص پیمانہ پر ہو تو مدرسہ کہلائیگا ورنہ نہیں ارے بھائی کام کم کردو خرچ خود کم ہو جائیگا اور اگر بالکل ہی آمدنی نہ ہو مدرسہ بند کردو کوئی فرض نہیں واجب نہیں اور ظاہر ہے کہ آمدنی کا ہونا تو اختیاری بات نہیں مگر خرچ کا کم کردینا اختیاری بات ہے ایک رئیس تھے میرٹھ میں انھوں نے بڑے کام کی بات کہی تھی کہ لوگ عموماً آمدنی کے بڑھانے کی فکر کرتے ہیں جو غیر اختیاری ہے خرچ کے گھٹانے کی فکر نہیں کرتے جو اختیاری ہے واقعی بڑے کام کی بات کہی اکثر دنیاداروں کو تو ایسی حکمت کی باتیں سوجھتی بھی کم ہیں انکو تو اپنے تنعم اور عیش ہی سے فرصت نہیں ملتی۔

(ملفوظ ۸۴) فرمایا کہ ایک بڑے تماشہ کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک گائے قربانی کیلئے خریدی تھی اسمیں آٹھ حصہ دار ہوگئے تھے جب ذبح کر چکے تب معلوم ہوا کہ آٹھ حصہ دار ہیں تو کیا اگر اب ایک کو الگ کردیں تو قربانی صحیح ہو جاوے گی یا نہیں اسپر فرمایا کہ اس الگ کردینے پر یاد آیا کہ ایک شخص نماز میں ایک ٹانگ الگ اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا جب نماز ختم کرچکا کسی نے پوچھا کہ میاں یہ ٹانگ الگ کئے ہوئے نماز کیوں پڑھ رہے تھے کہتا ہے کہ اس ٹانگ میں نجاست لگی تھی اور نماز کا وقت تھا تنگ دھونے کا نہیں اسوجہ سے اسکو نماز سے الگ کردیا قربانی کے بعد انکا آٹھویں حصہ دار کو الگ کردینا بھی ایسا ہی ہوگا۔ لوگوں میں فہم اور عقل کا تو بالکل نام ونشان نہیں رہا۔

## ۱۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۸۵) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی مگر حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی نہ اپنا پورا تعارف کرایا نہ ضروری سوالات کا جواب دیا اسپر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس چیز کو انسان سمجھے گا نہیں اسکی طلب ہی کیا خاک کریگا سب سے پہلے

....طریق کی حقیقت کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے تب آگے بڑھے میرے یہاں مرید ہونے میں اسواسطے دیر لگتی ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے مطلوب کی حقیقت سے باخبر ہو جائے حقیقت سمجھ لینے کے بعد پھر مریدی کا مضائقہ نہیں مگر لوگ اسکو ٹالنا سمجھتے ہیں اور بدون کسی چیز کے سمجھے ہوئے اور حقیقت معلوم کئے ہوئے اسمیں قدم رکھنا نہایت غلطی ہے محض مرید ہونا کافی نہیں بلکہ اسکی تو ضرورت ہی نہیں اصل ضرورت تو کام کرنے کی ہے اور وہ بلا مرید ہوئے بھی ہو سکتا ہے اور اسمیں وہی نفع ہوتا ہے جو مرید ہو جانے کے بعد کام کرنے سے ہوتا ہے معلوم نہیں لوگ بیعت پر اسقدر اصرار کیوں کرتے ہیں یہ تو محض رسم ہی رسم ہے اصل چیز کام کرنا ہے اور اگر محض برکت سمجھتے ہیں تو قرآن پاک کی تلاوت میں نفلیں پڑھنے میں اس سے زیادہ برکت ہے اسکو اختیار کریں یہاں پر تو کام کرنے والوں کی کھپت ہے ویسے ہی جمع کرکے فوج تھوڑا ہی بھرتی کرنا ہے یا محض نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے کہ ہمارے اسقدر مرید ہیں اور اگر کسی کو محض یہی مقصود ہے تو ایسے پیر بھی بکثرت ہیں ان کے یہاں رجسٹر بنے ہوئے ہیں مریدوں کے نام مع نشان درج کئے جاتے ہیں وہاں جاؤ وہاں پر کسی قسم کی روک ٹوک بھی نہیں خواہ مرید کے کیسے ہی افعال ہوں صرف اسکی ضرورت ہے کہ ششماہی یا سالانہ فیس ادا کردو اور جب تک پیر کے پاس رہو دونوں وقت لنگر میں کھانا کھاؤ اور یہ لنگر بازی بھی ایسی ہی جگہ ہوتی ہے جہاں اس قسم کی رسمی آمدنی ہو ہم بیچارے غریب آدمی ہمارے یہاں ایسی رسمی آمدنی کہاں ہمکو تو اگر کوئی دیتا بھی ہے تو اسمیں سو فی نکالی جاتی ہیں کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہوگا کہ ایک دو منی آرڈر واپس نہ ہوتا ہو میں اپنے آپ کو مستغنی نہیں کہتا مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ بے طریقہ اور بے اصول اگر کوئی دیتا ہے لیتے ہوئے غیرت آتی ہے اگر کسی کو دینا ہو طریقہ سے دے لینے سے انکار نہیں یہ ہیں وہ باتیں جنکی وجہ سے میں سخت مشہور ہوں اور بدنام ہوں خیر بدنام کیا کہیں میری جوتی سے کیا میں نہیں سمجھتا کہ اس طرز معمول میں میری آمدنی کا نقصان ہے میں کوئی دیوانہ تھوڑا ہی ہوں کہ میں اپنا نقصان چاہوں مگر لعنت ہے اس نفع پر کہ طالب تو جہل میں مبتلا رہے اور میں رقمیں اینٹھا کروں سوکر اس طرز سے میرے دو نقصان ہیں ایک مال کا اور ایک جاہ کا مال کا تو یہ نقصان کہ وہ لوگ پھر نہ دیں گے اور جاہ کا یہ نقصان کہ لوگ غیر معتقد ہو جائیں گے مگر بلا سے غیر معتقد ہو جائیں میں اپنے طرز کو نہیں بدل سکتا

اور متعارف اخلاق مجھسے نہیں اختیار کیے جاتے اگر یہ طرز کسی کو ناپسند ہے یہاں نہ آئے اور اگر آتا ہے تو جس طرح ہم کہیں گے چلنا پڑیگا اتباع کرنا پڑیگا لوگ چاہتے ہیں کہ مرید کر کے یونہی آزاد چھوڑ دو جیسے ہندو ساند چھوڑ دیتے ہیں میں بداخلاق ہوں مگر دوسروں کے اخلاق کو درست کر دیتا ہوں پھر اسکی رفتار سے گفتار سے نشست برخاست سے ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہونچ سکتی ایک پکے اور سچے مسلمان کی جو شان ہوتی ہے الحمد للہ وہ اسکے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر آجکل لوگوں نے بزرگی کا انحصار صرف تسبیح میں نفلوں میں ٹخنوں سے اونچے پاجامہ میں گھٹنوں سے نیچے کرتہ میں کر رکھا ہے خواہ باطن کتنا ہی گندہ ہو جسکو ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پُر از ذوق گناہ　　معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

اور دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل　　واندروں قہر خدائے عز و جل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید　　وز درونت ننگ می دارد یزید

حضرت صلاح تو اصلاح ہی کے طریقہ سے ہوتی ہے اب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو حساب ہم گھر سے لگا کر چلے ہیں اسمیں فرق نہ آئے اسکا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ دوسرا ہمارے تابع رہے ہمکو کسی کا اتباع نہ کرنا پڑے تو پھر گھر سے تشریف لانیکی تکلیف ہی کیوں گوارا فرمائی گھر پر رہتے آزاد رہتے کوئی بلانے تو نہ گیا تھا کیا مرید ہونا کوئی پالا چھونا ہے نام ہو جائیگا کہ ہم بھی مرید ہو گئے اس سلسلہ میں بکثرت لوگ آتے بھی ہیں خطوط بھی آتے ہیں مگر سب کے سب اس جہل عظیم میں مبتلا ہیں کہ مرید کر لو عجیب بات یہ ہے کہ اگر میں مقصود کا طریقہ بتلاتا ہوں تو اسمیں بھی باتیں بنا کر اینچ پینچ لگا کر پھر نتیجہ میں وہی بیعت ارے بیعت کوئی فرض ہے واجب ہے جو اسقدر اصرار ہے اسی وجہ سے میں نے اب یہ قید لگائی ہے کہ اگر یہاں آؤ تو مکاتبت مخاطبت کبھی نہ کرو بلکہ خاموش بیٹھے باتیں سنا کرو تاکہ طریق کی حقیقت تو تمکو معلوم ہو جائے مگر بعضے ایسے ذہین ہیں کہ خاموش بیٹھے رہنے کی شرط پر آتے ہیں مگر پھر گڑبڑ کرتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ یا تو لوگوں میں فہم کا قحط ہے یا مجھکو عقل کا ہیضہ اکثر عالی ہیں قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہو سکتی لہذا ایسوں سے کہدیتا ہوں کہ کہیں

اور جا کر تعلق پیدا کرو مجھسے تمکو مناسبت نہیں اور یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بلا مناسبت نفع نہیں ہو سکتا ایسی کھلی حقیقت پر بھی اگر کوئی برا بھلا کہے تو کہا کرے مجھے کسی کی غلامی نہیں ہوتی اگر کسی کو مجھسے تعلق رکھنا ہے تو اسکو اسکا مصداق بننا چاہیئے ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی — یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی — یا فرو شو جامۂ تقوی بہ نیل

(ملفوظ) ایک صاحب نے پرچہ کے ذریعہ سے حضرت والا سے درخواست کی ہیراجی چاہتا ہے پانچ روپیہ پیش کرنے کو ان صاحب نے بھی بذریعہ خط حاضری کی اجازت چاہی تھی اور اس ہی شرط پر اجازت ملی تھی کہ یہاں آکر مجلس میں خاموش بیٹھے رہو مکاتبت مخاطبت نہ کرو اور انکی تعلیم حضرت والا کے ایک اجازت یافتہ صاحب کے سپرد تھی اسپر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہ تھی تو کیا یہ پرچہ لکھنا مکاتبت مخاطبت میں داخل نہیں ہے اور کیا یہ صریح امر کی مخالفت نہیں ہے عرض کیا کہ میں یہ سمجھا تھا کہ اصلاح کے متعلق مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں - فرمایا کہ یہ تمنے کیسے سمجھ لیا اور یہ اجتہاد کیسے کر لیا نیز اصلاح تو دین ہے اور روپیہ دینا دنیا ہے تو جب دین ہی کیلئے اجازت نہ تھی مکاتبت مخاطبت کی تو دنیا کیلئے تو کیسے ہو سکتی ہے کیا مجھکو آپنے بے حس بے غیرت بے شرم بے حیا سمجھا ہے دوسری تکلیف مجکو یہ ہوئی کہ میں نے تو آپ کو مکاتبت مخاطبت کی بھی اجازت نہ دی اور آپ مجھکو روپیہ دیں تو کیا مجھکو غیرت نہ آئیگی کہ ایک شخص میرے ساتھ تو ایسا برتاؤ کر رہا ہے اور میں اُسکے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہا ہوں تیسرے محسن کا خواہ مخواہ قلب پر اثر ہوتا ہے تو میں آزادی سے تمہاری اصلاح نہیں کر سکتا اسوقت تمنے مجھکو سخت تکلیف پہونچائی بیحد دل دکھایا یہ تمہارے نفس کا کید ہے تم یہ سمجھے کہ روپیہ لیکر نرم ہو جائیگا مراعات کریگا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دل چاہتا ہے کہ ہماری طرف سے بھی کوئی ایسی بات ہو کہ جس سے اُس کا دل خوش ہو غرض تم نے کئی طرح کی تکلیف دی ایسی حالت میں تمہارا روپیہ لینا کیا بے غیرتی اور بے حیائی نہیں ہے -

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کا اصلی کام نہ زراعت ہے نہ تجارت ہے انکا کام تو شمشیر رانی اور شمشیر زنی ہے اور تجارت وغیرہ کے ... کام تو ہندوؤں کے ہیں - ایک صاحب نے

بیان کیا کہ مسلمان ڈنڈی نہیں اٹھا سکتے انکا کام حکومت تھا اگر کہیں مقاتلہ کا مقابلہ ہو یا پولیس اور فوج میں بھرتی کی ضرورت ہو یہ کام انکا ہے اور ڈنڈی اٹھانیکا کام ہندوؤں کا فرمایا کہ اسکا ایک راز ہے وہ یہ کہ فطری مناسبت اسی چیز سے ہوتی ہے جو آبا و اجداد کا پیشہ ہو چنانچہ مسلمانوں میں بھی بعض ایسی نو مسلم قومیں ہیں جنکا آبائی پیشہ تجارت ہے اُن کو اصول تجارت خود یاد ہیں اور قریب قریب تمام قوم متمول ہے۔

(**ملفوظ**) ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو مہتمم مدرسہ دیوبند نے ایک غلطی پر مدرسے خارج کر دیا حضرت والا ایک سفارشی خط تحریر فرما دیں کہ وہ مجھکو مدرسہ میں داخل فرمالیں فرمایا کہ مجھکو واقعہ کا علم نہیں کہ وہ غلطی کیا ہے جسکی وجہ سے تمکو مدرسہ سے نکالا گیا دوسرے یہ بتاؤ کہ مدرسہ کے قواعد کے ماتحت تمکو نکالا گیا یا نہیں عرض کیا کہ نکالا تو قواعد ہی کے ماتحت فرمایا کہ تو اب سفارش کا مطلب یہ ہو گا کہ قواعد کوئی چیز نہیں جسکو جی چاہا خارج کر دیا جسکو جی چاہا داخل کر لیا اور بڑی بات تو یہ ہے کہ واقعہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں کہ وہ غلطی ثقیل ہے یا ثقیل نہیں آیا وہ کسی کیلئے مضر ہے یا مضر نہیں نیز آئندہ احتمال اُس غلطی ہونیکا ہے یا نہیں اسکو تو مہتمم مدرسہ ہی سمجھ سکتے ہیں تم ایک عرصہ مدرسہ میں رہ چکے ہو وہ تمھاری حالت سے بخوبی واقف ہیں سفارش کس بنا اور کس اطمینان پر کروں دوسرے یہ کہ میں سفارش کے باب میں بہت محتاط ہوں اگر کوئی کام واجب ہو تب تو سفارش مطلقاً جائز ہے باقی مباح میں بھی آج کل میں سفارش کو جائز نہیں سمجھتا آج کل کا رنگ دیکھکر میں مباح میں سفارش کرنے کو جبر سمجھتا ہوں مخاطب پر ایک قسم کا بار ڈالنا ہے جو شرعاً بھی جائز نہیں البتہ اگر ایسی سفارش ہو کہ یہ یقین ہو کہ مخاطب بالکل آزاد رہیگا چاہے عمل کرے یا نہ کرے یہ سفارش بیشک جائز ہے اور یہ سفارش حقیقت میں مشورہ کی ایک فرع ہے باقی جس سفارش میں یہ احتمال بھی ہو کہ مخاطب خلاف نہ کرسکیگا ایسی سفارش کرنا گویا کہ تنگ کرنا ہے اسکو میں شرعاً جائز نہیں سمجھتا پھر اُن طالب علم کی طرف حضرت والا نے متوجہ ہو کر نہایت شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ میں ایک بات بتلاتا ہوں محض تمھاری ہمدردی اور خیر خواہی کی بنا پر وہ یہ کہ سفارش کا تو اکثر اثر بھی اچھا نہیں ہوتا سب سے بہتر یہ ہے کہ تم خود جاکر ہاتھ پانوں جوڑ کر معافی چاہو اس سے...... اکثر اوقات اچھا اثر ہوتا ہے دل پگھل جاتا ہے اور سفارش

یہ اگر داخل ہو بھی گئے اور پھر کوئی نہ کوئی بات ہوگئی تو سفارش کرنیوالے پر بھی الزام کہ صاحب ایسے
شخص کی سفارش کی پھر کہاں سے سفارش لاؤگے اور یہ ایسی چیز ہے کہ ہر وقت اپنے پاس ہے
فوراً معافی چاہ لی جاوے یہی کرو انشاء اللہ تعالیٰ اثر اچھا ہوگا اور میں دعا بھی کرتا ہوں۔

## ۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۸۹) ایک صاحب نے اپنے لڑکے سے کہا جسکی عمر تقریباً سات یا آٹھ سال کی تھی کہ حضرت
کو سلام کرو فرمایا کہ انکا یہ ہی سلام ہے جسمیں یہ خوش رہیں فرمایا کہ سلام پر یاد آیا حضرت مرزا صاحب
مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ ہم تمھارے لڑکوں کو دیکھنا چاہتے ہیں انھوں
نے یہ خیال کیا کہ حضرت ہیں نازک مزاج اور لڑکے ہوتے ہیں شوخ اور شریر ایسا نہ ہو کہ بے ڈھنگا پن کریں
اور حضرت کے مزاج کے خلاف ہو اس سے حضرت کو تکلیف پہونچے کوئی بہانہ کر کے ٹالدیا حضرت نے
پھر دریافت فرمایا کہ میاں تم اپنے لڑکوں کو نہیں لائے انھوں نے پھر ٹالدیا۔ حضرت نے پھر دریافت
فرمایا اب یہ سمجھے کہ بدون لڑکوں کے لائے پیچھا نہ چھوٹے گا آخر لائے اور لانے سے پہلے ان کو تعلیم دی
کہ دیکھو نیچی نظر کئے بیٹھے رہنا جو بات حضرت پوچھیں مختصر جواب دینا کوئی حرکت خلاف متانت
نہ کرنا اب آئے تو حضرت نے ان سے خوش مزاجی کی باتیں شروع کیں اب وہ لڑکے ہیں کہ سر نیچا
کئے بیٹھے ہیں کچھ حرکت نہیں کرتے حضرت نے بیحد کوشش کی کہ یہ کھلیں مگر ان میں کوئی تغیر نہیں
ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں تم اپنے لڑکوں کو نہیں لائے عرض کیا کہ حضرت یہ حاضر تو ہیں فرمایا
کہ یہ لڑکے ہیں یہ تو تمھارے بھی باوا ہیں لڑکے تو ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی ہمارا عمامہ اوتار لیجاتا کوئی
گود میں چڑھ بیٹھتا کوئی کندھے پر سوار ہو جاتا واقعی یہ حضرات بڑے حکیم اور عادل ہوتے ہیں اسقدر
نازک مزاج مگر بچوں سے وہی چاہتے تھے جو اُنکا زیور ہے شوخی شرارت کیونکہ انکی تو یہ ہی باتیں
محبوب معلوم ہوتی ہیں۔

(ملفوظ ۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر مرید کو شیخ سے سچی محبت ہو تو کبھی اسکے سامنے اپنی غلطی کی
تاویلیں نہیں کر سکتا محبت کا یہی اقتضا ہے کہ وہ محبوب سے کبھی اینچ پینچ نہیں کرتا اینچ پینچ کرنا

خود علامت ہے عدم محبت کی۔ غزوہ تبوک میں بعض صحابہ شریک نہ ہوئے تھے جسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو منافقین نے تو تاویلیں کیں کسی نے کہا کہ بیوی بیمار تھی کسی نے کہا کہ کھیتی پک رہی تھی مگر کعب ابن مالک جسوقت حضور کے سامنے آئے کچھ بھی تاویل نہیں کی اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی اور بادشاہ کے سامنے ہوتا تو ایسی بات بناتا کہ مجھپر جرم ثابت نہ ہوتا مگر سچی بات یہ ہے کہ کوئی عذر نہ تھا محض سستی تھی حضور نے فرمایا کہ انھوں نے سچ بولا ہے حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان ان سے نہ بولے اور دو صحابی اور بھی تھے انکا بھی یہی معاملہ ہوا ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ جب حضرت کعب ابن مالک نے سچ بولدیا تھا پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان سے بولنے کو کیوں منع فرما دیا۔ فرمایا کہ حضور اپنی طرف سے تھوڑا ہی کچھ کر رہے تھے جو وحی سے حکم ہوتا تھا فرما دیتے تھے نیز پورے طور پر پاک کس طرح ہوتے بعض زخم تو آپریشن ہی سے صاف ہوتا ہے غرض پچاس دن تک اسی حالت میں رہے ایک مسلمان بھی ان سے نہیں بولا بڑا طویل قصہ ہے اسمیں یہ بھی ہے کہ کعب ابن مالک فرماتے ہیں کہ مجھکو اس زمانہ میں بڑی فکر یہ رہی کہ اگر میں حضور کے سامنے مرگیا اسی حالت میں تو حضور میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے اور اگر حضور کی میرے سامنے وفات ہوگئی تو پھر مجھسے عمر بھر کوئی مسلمان نہ بولیگا میں ساری عمر یوں ہی رہا یہ یقین کے ساتھ اتنا جانتے تھے کہ صحابہ اسقدر جان نثار ہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی حضور کے حکم کے خلاف نہ کریں گے اور آجکل یہ رنگ ہے کہ لوگ اپنے مشائخ کے سامنے تاویلیں کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں میرے سامنے اپنی غلطی کی کوئی تاویل کرتا ہے میں تو کہدیتا ہوں کہ جب تم میں یہ امراض نہیں تو پھر آئے کیوں اور اصل سبب ان تاویلات کا یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس کے سامنے بات کھل گئی یا امراض ظاہر ہوگئے تو اسکی نظر میں ہماری حقارت اور ذلت ہوگی استغفر اللہ کیا ایسا شخص کسی کو ذلیل سمجھیگا جو خود ہی اپنے کو سب سے بدتر اور ذلیل سمجھتا ہے اور سبکو معزز سمجھتا ہو فضول اسکے سامنے معزز بننا چاہتے ہو۔

۹

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں نے اسکا بڑا خیال رکھا ہے کہ ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ان کو کوئی پہچانے نہیں حیدر آباد کے ایک بزرگ تھے اجمیر میں ناشناسائی کی حالت میں ریاضات مجاہدات میں لگے رہے اور بارہ برس تک پاخانہ کمایا کسی کو بھی پتہ نہ چلا عشق بھی عجیب چیز ہے کیا

کیا کچھ نہیں کرادیتا ہے

این چنیں شیخے گدائے کو بہ کو — عشق آمد لا ابالی فاتقوا

اس عشق اور محبت کا ایک اور واقعہ یاد آیا کہ ایک قاری صاحب تھے ریاست رامپور میں انھوں نے حج کا ارادہ کیا خرچ پاس نہ تھا سفر شروع کیا دن کو روزہ رکھتے پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھیر جاتے کچھ چنے ساتھ لے لئے تھے دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی چنوں سے افطار فرمالیتے غرض اسی طرح بمبئی پہونچ گئے کوئی جہاز تیار ہوا کپتان جہاز سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں اور خرچ ہمارے پاس ہے نہیں ہمکو کوئی نوکری جہاز میں دیدو اس نے نورانی صورت دیکھکر سمجھا کہ انکو ایسی نوکری بتاؤں جسکو یہ قبول ہی نہ کرسکیں کہا کہ بھنگی کی جگہ خالی ہے انھوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اس نے دیکھا کہ یہ تو اسپر آمادہ ہیں تو اور بات گھڑی کہ محض بھنگی ہی کا کام نہیں اسکے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے انھوں نے کہا کہ وہ بھی منظور ہے اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جسمیں اڑہائی تین من وزن تھا کہا کہ اسکو اٹھاؤ انھوں نے اس بورے کے پاس پہونچکر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہاں تک تو میرا کام تھا اب آگے آپکا کام ہے مجھمیں قوت دیدیجئے بس بسم اللہ کہکر بورے کو سر سے اونچا اٹھا لیا تب تو کپتان جہاز مجبور ہوا انھوں نے بھنگی کا کام شروع کردیا شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑہتے ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اسمیں جہر کے ساتھ تلاوت قرآن کررہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان جہاز اس طرف آنکلا قرآن شریف بہت ہی عمدہ پڑہتے تھے انگریز کو سنکر بہت اچھا معلوم ہوا قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑہتے تھے کہا کہ قرآن پوچھا کہ قرآن کسکو کہتے ہیں کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے اس نے کہا کہ ہمکو بھی سکھا دو انھوں نے کہا کہ ہر شخص نہیں سیکھ سکتا اسکے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے اسپر کہا کہ ہم غسل کرلیں گے انھوں نے کہا کہ ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا باطنی غسل کی ضرورت ہے کہنے لگا کہ باطنی غسل کیسے ہوتا ہے فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑہنے سے ہوتا ہے یہ سنکر کہنے لگا ہمکو سکھلا دو انھوں نے سکھلا دیا وہ اسکو یاد کرتا پھرتا تھا دوسرے انگریزوں نے اسکی میم سے کہدیا میم نے پوچھا کیا تم مسلمان ہوگئے کہا نہیں پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑہنے سے مسلمان ہوگئے انھوں نے

فرمایا آج کیا مدت ہوئی اول تو وہ کچھ گھبرایا اسکے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہی ہوتے ہیں اور ہم سے کہدیا کہ اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تم بھی مسلمان ہو جاؤ اس نے انکار کیا آخر جدہ پہونچکر اپنے نائب کو چارج دیکر خود قاری صاحب کے ساتھ ہولیا اور خادموں میں داخل ہو کر حج کو چلا گیا۔ تو حضرت یہ عشق وہ چیز ہے کہ اسمیں آدمی آبرو مال جان سب کچھ دے بیٹھتا ہے کچھ بھی پروا نہیں کرتا ہم میں اسی کی کمی ہے ورنہ جسکے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے اسپر خدا کا بڑا فضل ہے۔

(ملفوظ ۹۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل جہاں جہاں اس جدید تعلیم کا اثر ہو گیا ہے وہاں عورتوں کی حالت بھی بدلنے لگی ہے مگر بحمد اللہ ان قصبات میں ابھی تک اکثر حیا شرم والی ہیں بلکہ باہر پھرنے والی بھی اکثر عفیف ہوتی ہیں واقعی اس نواح کی عورتیں حوریں ہیں جنکی شان میں آیا ہے فیھن قٰصرات الطرف کہ وہ ایسی ہونگی کہ شوہروں کے سوا کسی مرد کی طرف نگاہ نہ اٹھاتی ہونگی یہاں کی عورتیں بھی ایسی عفیفہ ہیں ان میں کافی حیا اور شرم ہے۔

(ملفوظ ۹۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عقیقہ میں جو لڑکے اور لڑکی کیلئے جانور کی عدد کی قید ہے تو کیا یہ بھی قید ہے کہ لڑکی کیلئے مؤنث ہو اور لڑکے کیلئے مذکر ہو فرمایا کہ یہ قید نہیں اور عدد کی قید بھی مستحب ہے واجب نہیں۔

(ملفوظ ۹۴) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ میں تو مولویوں پر اعتراض کرنے والوں میں بھی ایک خوبی ثابت کیا کرتا ہوں اور کہا کرتا ہوں کہ مولویوں کو یہ لوگ مقدس سمجھتے ہیں جب ہی تو تقدس کے خلاف پر واویلا مچاتے ہیں اور مولویوں کا بھی اسمیں نفع ہے اسلئے اعتراض ہونا ہی اچھا ہے اسی اعتراض کی وجہ سے مولوی لوگ بچیں گے گو معترضین کی نیت یہ نہیں بلکہ ان کے نزدیک تو خود آجکل مولوی ہونا جرم ہے انکو مولویوں سے عناد ہے ان سے عداوت کرتے ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیوب چپکاتے ہیں۔

(ملفوظ ۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کے خادم واقعی خادم ہوتے ہیں اور امراء کے خادم خادم نہیں ہوتے محض اجیر اور خود غرض ہوتے ہیں بزرگوں کے خادم خواہ بیوقوفی سے کچھ گڑبڑ کردیں مگر نیت فاسد نہیں ہوتی جو خدمت کرتے ہیں محبت سے کرتے ہیں۔

(ملفوظ ۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے اور ایک وہ جو کتب بینی سے مکتسب ہوتی ہو اس دوسری قسم میں اسکی کوئی بات ٹھکانیکی نہیں ہوتی۔

کوئی خاص رنگ پیدا نہیں ہوتا یہ لوگ ہر بات میں غلو کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز جج تھا وہ انگریزی قانون اور اسلامی قانون کا موازنہ کیا کرتا تھا اُسکے یہاں ایک مقدمہ آیا ایک شخص نے بیوی کو قتل کیا تھا اور اُسکے ایک سات سال کی بچی تھی ورثاء مقتول کا قصاص لینا نہیں چاہتے تھے اور قانون سے یہ معافی جائز نہ تھی سزائے موت ضروری تھی اسپر اُس جج نے کہا کہ یہاں اسلامی قانون کی ضرورت ہے یعنی معافی جائز ہونا چاہیئے ورنہ ماں تو یوں گئی اور باپ یوں گیا تو اب اسکی پرورش کون کرے گا مگر چونکہ قانون حکومت اسکی خلاف تھا اُس نے روئداد بدلدی اور اُسکو رہا کر دیا اسی موازنہ کے مناسب ایک اور انگریز کا قول یاد آیا اُس کے پاس ایک صاحب سررشتہ دار تھے اُن سے اُس انگریز نے کہا تھا کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے اور متعدد بیدار مغز کام کر رہے ہیں اور تقریباً ڈیڑھ سو برس حکومت کرتے ہو گئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیرہ برس میں انتظام کی جس تک پہونچے ہماری جماعت نہیں پہونچی انھوں نے کہہ کہ اب تو آپ قائل ہوں گے کہ اُن کے ساتھ یہ تائید غیبی تھی اُس نے کہا کہ یہ تو آپکا عقیدہ ہے مگر ہمارے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ عاقل اعلیٰ درجہ کے تھے انھوں نے کہا ہمارے یہاں عقل کے ایسے ہی درجہ کا نام تائید حق ہے اسی عقل کے متعلق سفیر اسلامی نے ہرقل کے دربار میں جب اُس نے حضرت عمرؓ کی حالت کے متعلق پوچھا دو چھوٹے جملے حضرت عمرؓ کی تعریف میں کہے تھے لَا يَخْدَعُ وَلَا يُخْدَعُ اس سے ہرقل جو کچھ سمجھا وہ بھی قابل تعریف ہے چنانچہ اُس نے اہل دربار سے کہا تم کچھ سمجھے لَا يَخْدَعُ خلیفہ کے دین کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور لَا يُخْدَعُ اُن کے فراست اور عقل کے کامل ہونیکی دلیل ہے اور جس شخص میں دین اور عقل جمع ہونگے وہ سارے عالم پر غالب آکر رہیگا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جو بیان میں نہیں آسکتیں محض وجدانی اور ذوقی ہوتی ہیں اور اس طریق میں زیادہ چیزیں ایسی ہی ہیں جنکے بیان پر قدرت نہیں یہی شان ان حضرات کے کمالات کی ہے کہ نہ انکی تعبیر ہو سکتی ہے نہ نقل اسی کو فرماتے ہیں ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند | نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست | نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اور فرماتے ہیں ؎

شاہد آں نیست کہ موئے ومیانے دارد        بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

اور فرماتے ہیں ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید        لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

اور وہ ایک کیفیت ہے وہ مقال میں کس طرح آوے گی وہ تو حال ہے۔

(ملفوظ ۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کا تو کمال ہے ہی مگر اصل کمال تو حضور کا ہے کہ آپکی تھوڑی سی صحبت سے صحابہ کیا سے کیا ہو گئے اور ان کمالات کے ہوتے ہوئے آپکی شان ایسی ہے جیسے کسی ایسے حسین کی شان کہ اسکے بدن پر نہ تکلف کے کپڑے نہ بناؤ سنگار مگر دلربائی کی یہ کیفیت ہو ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند        دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

(ملفوظ ۱۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فطری چیزوں میں دخل دینا حماقت اور کم عقلی ہے امریکہ میں عورتوں نے سر منڈانا شروع کیا تو اُن کے داڑھی نکلنا شروع ہو گئی تب ڈاکٹروں نے کہا کہ ہمسے غلطی ہوئی واقعی عورتوں کے سر پر بال رہنے میں یہ حکمت ہے کہ اس طرف کے بخارات اس طرف کو نکلتے رہیں وقوع ضرر کے بعد یہ حکمت سمجھ میں آئی ویسے کون ماننے والا تھا۔

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کی متانت اکثر کبر سے ناشی ہوتی ہے اسی معنی کے اعتبار سے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوخ آدمی کی روح زندہ ہوتی ہے اور نفس مردہ اور متین آدمی کا نفس زندہ ہوتا ہے اور روح مردہ ہنسنا بولنا بے تکلف رہنا یہ روح کے زندہ ہونے کی دلیل ہے مگر اسمیں بھی اعتدال کی ضرورت ہے چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ زیادہ باتیں یا زیادہ مزاح مت کرو اس سے وقار جاتا رہتا ہے یعنی اُسکا ضروری درجہ جو کہ مصالح کے لئے مطلوب ہے اور وہ خداداد ہوتا ہے اسلئے اُسکی حفاظت ضروری ہے لیکن اسکی حفاظت کسی خاص اہتمام و تکلف پر موقوف نہیں اور زیادہ باتیں کرنے سے مراد فضول گوئی ہے اُس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے قلب سے نورانیت جاتی رہتی ہے

(ملفوظ ۱۰۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجھکو بچپن سے نقشبندیوں کی طرف زیادہ کشش نہیں......... زیادہ کشش چشتیوں کی طرف رہی گو اُن سے افعال میں کچھ کوتاہی ہی کیوں نہ

ہوجاوے اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں انکسار اور خاکساری کی ایک خاص شان ہوتی ہے اور نقشبندیوں میں ایک مخدومیت کا رنگ ہوتا ہے گو وہ بھی اپنی جگہ محمود ہے۔

## ۱۴ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۰۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طواف میں عورتیں مردوں کے ساتھ ہوتی ہیں شاید اسمیں ضرورت کی وجہ سے گنجائش ہو پھر بڑی جگہ ہے غالباً ہر شخص کو خداوند جل جلالہ کے خوف کا استحضار بھی ہوتا ہے پھر کوئی نامناسب بات بھی کبھی سننے میں نہیں آئی۔

(ملفوظ ۱۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پچھلے وعظ دیکھکر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اسقدر آمد کیسے ہوتی تھی اور گو ہوتی اب بھی ہے بحمد اللہ میں کیوں ناشکری کروں مگر پہلے سے تفاوت ہے لیکن بڑا فرق یہ ہوا کہ اب تطویل کلام سے طبیعت میں انقباض ہوتا ہے تطویل سے نفرت ہوگئی ہے جی چاہتا ہے کہ ضروری ضروری بات ہو زائد کلام سے دلچسپی نہیں ہیں تو اسکو حالت کی ترقی سمجھتا ہوں واللہ اعلم۔

(ملفوظ ۱۰۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا معصیت کیساتھ دعوی محبت صحیح ہوسکتا ہے فرمایا کہ قلب کا میلان تو ہر مسلمان میں حق تعالیٰ کی طرف ضرور ہے اور طبعی ہے اسلئے مطلق محبت کا دعوی صحیح بھی ہے کسی خواہش کی رغبت سے کسی مصلحت سے کسی حالت کے غلبہ سے نافرمانی بھی ہوجاتی ہے البتہ حب کامل کے ساتھ معصیت جمع نہیں ہوتی اور اگر غلبہ ہو طاعت کو اور نادراً کبھی معصیت بھی ہوجائے تو وہ کمال محبت کے بھی منافی نہیں۔

(ملفوظ ۱۰۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا تعلق مع اللہ اور تعلق خلق جمع ہوسکتے ہیں فرمایا کہ جمع ہوسکتے ہیں حق تعالیٰ کے ساتھ اور قسم کا تعلق ہوتا ہے اور مخلوق کے ساتھ اور قسم کا جیسے کسی کے دو مختلف رشتہ کے دو قرابت دار ہیں ایک سے اور قسم کا تعلق ہے دوسرے سے اور قسم کا تعلق البتہ تعارض کے وقت دیکھا جاوے کسکو ترجیح دیتا ہے اصل اور قوی تعلق اُس سے سمجھے گا ایسا تعلق دو سے نہیں ہوسکتا۔

(ملفوظ ۱۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں حضرت حاجی صاحب کے پاس سے تازہ آیا ہوا تھا طبیعت میں

شورش بہت تھی جی چاہتا تھا کہ جو کچھ ہونا ہو ایکدم ہو جائے ایک بار اسی غلبہ میں چند مقدمات ذہن میں جمع ہو کر ایک سوال پیدا ہوا ایک مقدمہ تو یہ تھا کہ کامل درجہ کی نہ سہی مگر پھر بھی اپنی استعداد کے موافق طالب میں طلب بھی ہے دوسرا یہ کہ اس طلب کا ان کو علم بھی ہے تیسرے یہ کہ وہ قادر بھی ہیں چوتھا یہ کہ وہ رحیم بھی ہیں مگر باوجود ان دواعی کے اجتماع کے پھر وصول الی المقصود میں دیر کیوں ہوتی ہے جب اشکال زیادہ بڑھا میں نے مثنوی کھولی تو اسمیں یہ اشعار نکلے ؎ چارہ می جوید پے من درد تو (اسمیں طلب کا ذکر ہے) میشنودم دوش آہ سرد تو (اسمیں علم کا اثبات ہے) می توانم ہم کہ بے ایں انتظار + رہ نمایم وادہم راہ گذار (اسمیں قدرت کا ذکر ہے) تا ازیں طوفان دوران وارہی + بر سر گنج وصالم پانہی (اسمیں لطف و رحمت کا بیان ہے ان سب مقدمات کے بعد یہ شعر ہے ؎ لیک شیرینی ولذات مقر + ہست بر اندازہ رنج سفر۔ آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری + کز غریبی رنج و محنت ہا بری اس شعر میں ایک پانچویں چیز نکلی جو میرے ذہن میں نہ تھی اور وہ حکمت ہے جسمیں جواب ہو گیا اشکال کا یعنی ان دواعی کے ہوتے ہوئے دیر کی وجہ حکمت ہے۔

۶۰۸
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت زیادہ سبب ہوتی ہے رعب کا کہ کہیں یہ ناراض نہ ہو جائے اگر محبت نہ ہو اور خوف محض ہو تو وہ رعب نہیں ہوتا بلکہ وحشت ہوتی ہے رعب محبوب ہی کا زیادہ ہوتا ہے۔

۶۰۹
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے سلسلہ کی مقبولیت اور نافعیت الحمد للہ کھلی ہوئی ہے حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہماری روشنی ہمارے بعد دیکھنا اب وہ روشنی کھلی آنکھوں نظر آرہی ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تو بعض کرامتیں بھی عجیب و غریب سنی ہیں فرمایا کہ جی ہاں ایکمرتبہ کسی کے کھیت میں آگ لگ گئی کھیت والے نے آکر شکایت کی آپنے سر سے ٹوپی اتار کر دیدی کہ جلدی سے جاکر آگ میں ڈالدو وہ لیجاکر ڈالدی گئی آگ فوراً بجھ گئی۔ ایکمرتبہ بیوی صاحبہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں ولی ہیں بزرگ ہیں ہاں ہونگے مگر ہماری تکلیف میں تو کام نہ آئے انکی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی نابینا ہو گئی تھیں حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سنکر چلدیے کوئی جواب نہیں دیا یہ قضاء حاجت کیلئے چلیں کسی دیوار میں بڑے زور سے ٹکر لگی بیہوش

ہوکر گر گئیں اور اسقدر پسینا آیا کہ کپڑے تک تر ہوگئے اور آنکھوں سے بھی پسینہ نکلا ہوش آیا تو ایک لڑکی سے کہا کہ مجھکو تو دیوار پر کی ہمیشہ چڑیا نظر آرہی ہے نظر عود کر آئی آنکھوں سے جو پسینہ نکلا وہ رطوبت کا مادہ تھا اس کے نکلنے سے آنکھ صاف ہوگئی۔

## ۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۱ بنا ملقب بہ حقوق الانفاق) ایک نووارد صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں ایک پرچہ پیش کیا جو کسی دوسرے صاحب نے ان کے ہاتھ بھیجا تھا ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ اسمیں تو کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس کیلئے آدمی کے بھیجنے کی اور اتنا خرچ کرنے کی زحمت گوارا کی خیر اگر آپ کو معلوم ہو تو آپ ہی کوئی بات بتلائیں اسمیں تو بالکل گول مول بات لکھی ہے وہ صاحب خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ کاتب صاحب سامنے نہیں خط کا مضمون کافی نہیں آپ بولتے نہیں اب کام کیسے چلے فرمایا کہ بعضے لوگ ذراسی بات پر پیسہ کو نہایت بے دردی سے صرف کرتے ہیں خدا کی نعمت کی قدر نہیں کرتے بھلا آدمی کے بھیجنے کی کون ضرورت تھی ایک کارڈ سے جو کام ہو سکتا تھا اسکے لئے اتنا صرف اگر موقع محل اور ضرورت میں ہزار بھی صرف ہو جائیں تو دلکو قلق نہیں ہوتا فرمایا کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مثلاً دو نو گھروں میں ضرورت کے موقع پر ایک ایک ہزار روپیہ دینے کا ارادہ کر لیا تو قلب میں تقاضہ پیدا ہوتا ہے کہ جلد سے جلد یہ کام کر دینا چاہیے مال کی محبت صرف کرنے سے مانع نہیں ہوتی اور بے موقع اور بلا ضرورت ایک پیسہ صرف کرنیکو بھی جی نہیں چاہتا ایک روز ایسا ہوا کہ ایک پیسہ گم ہو گیا دیر تک اسکو تلاش کیا نہیں ملا پھر نیاز سے کہا کہ تم بھی ڈھونڈنا اب اسکو چاہے کوئی بخل ہی سے تعبیر کرے جب تک مل نہ گیا چین نہیں آئی کیونکہ وہ گم ہو جانا کسی مد میں شمار نہ تھا فضول جانیکا قلق تھا اور اگر باوجود تلاش کے بھی نہ ملتا تو اُسکا بھی ایک مد سمجھ رکھا ہے وہ یہ کہ نہ ملنے پر صبر کا ثواب ملیگا بہر حال کچھ تو ملا قلب کو سمجھانے کیلئے یہ بھی ایک خاص مد ہے کہ اگر وہ نہیں ملا تو ثواب تو ملا ایک ریاست سے ایک شخص کو محض اجوائن سیاہ پر جرح پڑھوانے کے واسطے بھیجا گیا سو جو کام ایک روپیہ میں ہو سکتا تھا ڈاک کے ذریعہ سے اسمیں

اتنا صرف کیا فائدہ ایک شخص مجھ سے بیان کرتے تھے کہ فلاں نواب صاحب کا ایک چھوٹا سا لڑکا
بیمار ہو گیا تھا تو اسکی تیمارداری میں روزانہ چار سو یا پانچسو روپیہ صرف ہوتا تھا یعنی ڈاکٹروں میں
طبیبوں میں جھاڑ پھونک والوں میں شاید اتنا وزن لڑکے میں بھی نہ ہوگا جتنے وزن کی چاندی
صرف ہو گئی ہوگی اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ صرف نہ کیا جائے یا پیسہ اولاد سے زیادہ عزیز ہے
مطلب یہ ہے کہ جیسے اولاد خدا کی نعمت ہے پیسہ بھی آپکی ہی نعمت ہے اُسکو بھی طریقہ ہی سے
صرف کرنا چاہئے اور اس موقع پر بہت سا فضول بھی صرف ہو رہا تھا اُن نواب صاحب نے
یہاں آدمی بھیجا دعا کیلئے اور دس روپیہ بھیجے کہ ختم میں دعا کرا دی جائے میں نے مزاحاً کہا کہ
وہاں تو اسقدر صرف کر رہے ہیں اور یہاں پر دس روپیہ بھیجے کم از کم پچاس تو بھیجے ہوتے اور یہ کہکر
میں نے دو روپیہ رکھ لئے اور آٹھ واپس کر دئے اور لکھ دیا کہ دو روپیہ میں ایک مہینہ تک دعا
ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس مدت میں اُسکو آرام ہو جائیگا۔ ایکمرتبہ میں بمبئی گیا چھوٹے
گھر میں سے حج کو جا رہی تھیں ان کو جہاز میں سوار کرنے گیا تھا وہاں پر حکیم محمد سعید صاحب نے ہم لوگوں
کیلئے ایک مکان کرایہ پر لیا تھا بڑا مکان تھا کرایہ وہاں عموماً بہت زیادہ ہوتا ہے غالباً تین سو
روپیہ میں لیا گیا تھا حکیم صاحب کے یہاں سے کھانا وہاں ہی آجاتا تھا اسمیں غسلخانہ کے نام سے ایک
حصہ تھا مگر چونکہ وہ مکان نیا بنا تھا اسمیں غسل وغیرہ کرنا شروع نہ ہوا تھا کھانا جو آتا تھا اُس غسلخانہ
میں رکھ لیا جاتا تھا اور کھانا خرچ سے بہت زائد آتا تھا اور کھا کر بچ جاتا تھا تو کھانا لانے والے یہ
نوکر یہ حرکت کرتے کہ بچا ہوا کھانا اُس غسلخانہ کی کھڑکی سے باہر نالی میں پھینکدیتے اُس نالی میں گندہ
پانی بہتا تھا پھر علاوہ رزق کے احترام کے وہ کھانا صورۃً بھی نہایت عمدہ ہوتا تھا پلاؤ زردہ قورمہ زعفر
مگر وہ نامعقول اُسکے نہ معنی کا ادب کرتے نہ صورت کا احترام مجھکو ایک روز معلوم ہوا کہ کھانا اسطرح
پھینکدیا جاتا ہے مجھکو اسقدر رنج اور صدمہ ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا میں نے اُن لوگوں کو ڈانٹا
کہ خدا کی نعمت کی یہ بے قدری کرتے ہو اور پھر میں نے حکیم صاحب سے شکایت کی کہنے لگے کہ یہ ایسے
ہی نالائق ہیں ممکن ہے کہ بعد میں زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کی ہو پھر بعد میں سمجھ میں آیا وہاں کی فضا اور
ماحول میں یہ اثر ہے کہ نعمت کی قدر نہیں کیجاتی اور یہ ملازم گو بمبئی کے رہنے والے نہ تھے ہندوستانی
ہی تھے مگر وہاں کے برتاؤ کو دیکھتے دیکھتے انمیں بھی بے حسی پیدا ہو گئی اتفاق سے وہاں پر لوگوں کی

درخواست پر ایک بیان ہوا میں نے سوچا کہ اگر اختلافی مسائل کا بیان کرتا ہوں تو فتنہ کا اندیشہ ہے یہ وہاں بڑی آفت ہے قتل تک کی سازشیں شروع ہو جاتی ہیں اور اگر نماز روزہ کا بیان کرتا ہوں تو اسکو سب جانتے ہیں اسلئے چنداں نفع نہیں ایسا بیان ہو کہ یہ جانتے بھی نہ ہوں اور اس میں نزاع بھی نہ ہو اسلئے میں نے نعمت الٰہیہ کی قدر کے متعلق اس آیت کا بیان کیا ضرب اللہ مثلاً قریۃً کانت اٰمنۃً مطمئنۃً یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون - کہ تم خدا کی نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ اب اس بے قدری کا نتیجہ چند ہی روز میں برآمد ہوا واقف لوگوں سے معلوم ہوا کہ جنکی کئی کئی کروڑ کی حیثیت تھی اب وہ سڑکوں پر رات بسر کرتے ہیں خدا کی نعمت کی بے قدری کرنا بڑی خطرناک بات ہے۔ میں ایکمرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا ہمراہیوں میں خواجہ صاحب بھی تھے اور ایک اور صاحب رئیس تھے قنوج کے جو بہت دیندار آدمی تھے کھانا ساتھ تھا جب کھانا شروع کیا اتفاق سے ایک بوٹی اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے کے تختے پر گر گئی اُن صاحب نے یہ کیا کہ اُسکو جوتہ سے تختے کے نیچے کو سرکا دیا مجھکو اُنکی یہ حرکت بیحد ناگوار ہوئی اب سوچا کہ اگر کچھ کہتا ہوں تو نیک آدمی اور رئیس پھر بوڑھے بھی انکو کیا کہوں مگر تنبیہ ضروری تھی یہ سمجھ میں آیا کہ انکو عملی تبلیغ کرنا چاہئے میں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ یہ خدا کی نعمت ہے اسکو اٹھا کر اور دھو کر مجھکو دیدی جائے میں اسکو کھاؤنگا خواجہ صاحب بیحد بے نفس آدمی ہیں اُنھوں نے کہا کہ اگر کوئی اور کھالے تو کیا اسکو اجازت ہو سکتی ہے میں نے کہا کہ اجازت ہے بشرطیکہ طبیعت گوارا کرے مقصود تو خدا کی نعمت کا احترام ہے خواجہ صاحب نے اٹھا کر دھو کر صاف کر کے اُس بوٹی کو کھالیا وہ صاحب اُسوقت تو کچھ نہیں بولے مگر میری غیبت میں کہا کہ اگر پچاس جوتے مارلئے جاتے تو مجھکو اسقدر شرمندگی نہ ہوتی جتنی اس صورت میں ہوئی آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں ہو سکتی میں گھر جاتا ہوں اور کہیں پر روٹی کا ٹکڑا یا اناج کا دانہ کہیں پڑا دیکھتا ہوں کانپ جاتا ہوں فوراً اس کو اُٹھاتا ہوں اور احترام سے اُسکو حفاظت کی جگہ رکھ دیتا ہوں بعض مرتبہ چنے وغیرہ گھونگنی کھانے کا اتفاق ہوتا ہے اور اچٹ کر کوئی دانہ گر جاتا ہے اگر شب کا وقت ہوتا ہے تو اسکو لالٹین سے ڈھونڈتا ہوں جب تک پا نہیں جاتا اور اسکو صاف کر کے کھا نہیں لیتا قلب کو چین نہیں آتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یا عائشہ اکرمی الخبز الخ یعنی اے عائشہ رزق کا احترام کرنا چاہئے یہ جس گھر سے نکلجاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ یہ بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہے یعنی رزق کا گھر سے نکلجانا اسکو ہر شخص سمجھ سکتاہے کہ پھر کیا نوبت ہوتی ہے اگر آئیگا بھی تو شاید کسی آئندہ نسل میں آئیگا اسکو میسر ہونا مشکل ہے غالب یہی ہے حق تعالیٰ کی نعمتوں کی بے قدری کرنا اور اُنکا قلب میں احترام نہ ہونا صاف کفران نعمت ہے وہ عطا فرمائیں اور یہ قدر نکرے اسکا جو کچھ انجام ہوگا ظاہر ہے۔ ایک صحابی ہیں حضرت حذیفہ رض وہ فارس کے کسی مقام پر بطور دورہ حکام کے تشریف لیگئے بڑے بڑے رئیس کفار ملاقات کیلئے آئے آپ اسوقت کھانا کھارہے تھے اور وہ تمام کفار بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ گیا آپ نے اٹھاکر صاف کرکے کھالیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں آپ بیٹھے ہوئے کھانا کھارہے تھے وہ کوئی خاص اور ممتاز جگہ نہ تھی یعنی وہاں پر قالین گدے نہ تھے ورنہ لقمے کو لگتا ہی کیا زمین میں بیٹھے ہوئے کھارہے تھے جبھی تو صاف کرنے کی نوبت آئی مٹی میں ملوث ہوگیا ہوگا ایک خادم نے چپکے سے عرض کیا کہ حضرت اسوقت یہاں پر بڑے بڑے دنیادار کفار کا مجمع ہے اور یہ ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں انھوں نے تو پست آواز سے کہا تھا مگر انھوں نے بلند آواز سے فرمایا کہ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے خلیل اور اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دونگا۔ کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے ایمان کا ایمان قلب میں رچا ہوا تھا جو بات آجکل ریاضتوں مجاہدوں مراقبوں مکاشفوں سے پیدا کیجاتی ہے وہ ان حضرات کو ویسے ہی حاصل تھی حاصل یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کی قدر کرنا چاہئے اسراف سے بچنا بھی اسی قدر میں داخل ہے اور اسراف کا سہل علاج یہ ہے کہ جب خرچ کرو سوچ کر خرچ کرو کہ ضرورت ہے یا نہیں موقع اور محل ہے یا نہیں یونہی مت اڑادو اسکے متعلق تو نص ہے فضول مال اڑانے والوں کی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین فضول مال اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا اس سے بڑھکر کیا وعید ہوسکتی ہے ایک مقام پر فرماتے ہیں

ان اللہ لا یحب المسرفین۔ غرض جہاں

صرف ہو حدود کے اندر ہو

# ۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۱۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ کے دور میں عجیب عجیب الزامات اور بہتان میرے سر تھوپے گئے بعض لوگ کہتے تھے کہ ان کو حس نہیں اسلئے خاموش بیٹھے ہیں میں کہتا ہوں کہ بیٹھنے کا سبب بے حسی نہیں بلکہ حس ہی سبب ہے وہ یہ کہ جو تمکو معلوم ہے ہمکو بھی معلوم ہے اور تم سے زائد ہمکو ایک اور بات معلوم ہے جسکی وجہ سے ہم خاموش ہیں وہ یہ کہ بدون قوت کے مقابلہ کر نہیں ہم فنا ہو جائیں گے مٹ جائیں گے کیونکہ ان تحریکات کی کامیابی کا نتیجہ ظاہراً ہندوؤں کا غلبہ ہے اور ہندو انگریزوں سے زیادہ دشمن ہیں ہر شخص شب وروز اسکا مشاہدہ کرتا ہے دیکھ لیا جائے تمام دفاتر اور محکموں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جا رہا ہے اگر اور واقعات اور مشاہدات کو بھی نظر انداز کیا جائے تو اسکا کسی کے پاس کیا جواب ہے۔

(ملفوظ ۱۱۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میرا مقصود مواخذہ یا کھود کرید کرنے سے تنگ کرنا نہیں ہوتا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو منشا ہے اس غلطی کا اس شخص کو اسکا علم ہو جائے تاکہ جہل سے نجات ہو مگر اس نجات کو لوگ چاہتے ہی نہیں اب بتلایئے کہ اصلاح کسطرح ہو اگر غلطی پر آگاہ نہ کیا جائے تو جہل میں مبتلا رہیگا تو آنے سے فائدہ ہی کیا ہوا بس لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ بات گول مول رہے اور معاف ہو جائے اچھا اگر میں نے معاف بھی کر دیا اور گول مول بھی رکھا مگر تمکو کیا نفع ہوا جو مرض ہے وہ تو زائل نہ ہوا اسی لئے اس پیری مریدی کے جھگڑے سے میرا دل کھٹا ہو گیا اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ مریض نے بد پرہیزی کی اور طبیب سے کہا کہ معاف کر دیجئے اس نے کہدیا کہ اچھا معاف ہے نتیجہ کیا ہوا علاج تو مرض کا نہ ہوا مادہ فاسد تو بدستور رہا پھر اس حالت میں طبیب سے تعلق رکھنا ہی بیکار ہے آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے کیوں خود پریشان ہو اور کیوں دوسرے کو پریشان کرے مادہ فاسد تو اپریشن ہی سے نکل سکتا ہے کبھی ڈاکٹر سے بھی کہا ہے کہ معاف کر دیجئے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت عوام بیچاروں کی آپ کیا شکایت کرتے ہیں اہل علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ غلطی کا تدارک نہیں کرتے ایک صاحب کو جو صاحب علم بھی ہیں اور غلطی کے اقراری بھی تھے تحریکات کے زمانہ میں میں نے ایک غلطی پر کہا کہ تم اس کا

اس طرح تدارک کرو کہ اپنی غلطی کا بذریعہ اشتہار اعلان کرو کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا میں نے کہا کہ میں ایسے شخص سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتا کہ اعتراف کے بعد بھی اظہار حق سے عار کرتا ہو اب اس برس کے بعد وہی صاحب اپنے نفس کو پامال کرنیکے لئے آمادہ ہو گئے اور اعلان کیا میں صاف ہو گیا مجھکو تو یہی دیکھنا مقصود تھا صاحب اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو فنا کر دینا ہے اگر یہ بھی حاصل نہ ہوا تو وہ شخص بالکل محروم ہے۔ یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بعض اوقات اس میں کسی تشخیص کے بعد سمجھنا مشکل ہوتا ہے میں نے ایک شخص سے کہا تھا کہ تم میں کبر کا مرض ہے صاف انکار کیا کہ مجھمیں کبر ہرگز نہیں بلکہ برا مانا کہ یہ مرض میرے اندر کیسے تشخیص کیا پانچ برس کے بعد خود اقرار کیا کہ آپکی وہ تشخیص میرے متعلق صحیح تھی اب معلوم ہوا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے میں نے کہا کہ بندہ خدا اگر جبھی مان لیتا تو ابتک علاج بھی ہو جاتا پانچ برس کی مدت بہت ہوتی ہے یہ سب ضائع گئی اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اس طریق میں طالب کا فرض تقلید محض ہے یعنی جو مربی کہے اسکو بچوں و چرا مان لے قیل و قال سے اسمیں کام نہیں چلتا اسکا انجام محرومی ہے ایک مثال سے سمجھ لیجئے اگر طبیب کسی شخص سے یہ کہے کہ تیرے اندر دق کے آثار ہیں تو اگر وہ تشخیص غلط بھی ہو تب بھی احتمال ہی کے درجہ میں سہی علاج کر لینے میں کیا حرج ہے اس تقلید کا ایک محل مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر میں کسی سے یہ کہوں کہ تمام شب جاگو اور بھوکے رہو مجھکو پتہ لکھا جھلو اس ریاضت کیلئے تیار ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ اب قطب بنا دیں گے اتنا بڑا کام ہمسے لیا ہے اور اگر یوں کہوں کہ خوب آرام کرو تمام شب سوؤ خوب کھاؤ پیو مگر فلاں گناہ چھوڑ دو اسپر برا مانیں گے اور اتباع نہ کریں گے اور اس کو محض معمولی بات سمجھیں گے یہ حالت ہے عقل اور فہم کی۔

(ملفوظ ۱۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو جو کچھ ہے بزرگوں ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے انہیں حضرات کی توجہ اور دعاؤں کی برکت ہے عمل وغیرہ جیسے ہیں وہ مجھکو خود معلوم ہے توجہ کا ایک قصہ عرض کرتا ہوں میں ایکمرتبہ گنگوہ گیا بعض لوگوں کے اصرار سے وعظ ہوا میں حضرت مولانا سے وعظ کو چھپاتا تھا کہ حضرت کی اطلاع میں وعظ کہنا گستاخی ہے یہ وعظ ایک مسجد میں تھا حضرت کو کسی ذریعہ سے اطلاع ہو گئی اسوقت جو شخص آتا فرماتے کہ دیکھو وہاں جاؤ آج حقانی وعظ ہو رہا ہے اسقدر حضرت کو شفقت تھی۔

(ملفوظ ۱۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف کا قول ہے کہ کسی اُمتی کو اپنے نبی سے اتنی محبت نہیں جسقدر مسلمانوں کو اپنے رسول سے محبت ہے واقعی بدون محبت کے کچھ نہیں ہوتا بڑی چیز محبت ہے گو ظاہراً ادب اور تعظیم بھی زیادہ نہ ہو مگر محبت ہو اس سے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ محبت میں محب اپنے محبوب کے خلاف نہیں کر سکتا اور ظاہر ہے کہ اتباع کتنی بڑی چیز ہے آجکل لوگ ادب وتعظیم کو بڑی چیز خیال کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی کے تو کرشمے ہیں کہ حضور کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو جو قتل کیا ہے وہ محبین ہی نے کیا کسی خشک مولوی صاحب نے نہیں کیا زیادہ جاہلوں ہی نے کیا ہے جنکے دل میں کامل محبت تھی اور دیکھا تو یہی گیا ہے کہ مسلمان اگر فاسق فاجر بھی ہے اسکے دل میں بھی حضور کی محبت رچی ہوئی ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کوئی شخص تنخواہ دیکر بھی اس درجہ کا جان نثار نہیں بنا سکتا فرمایا کہ تنخواہ کیا چیز ہے حضور نے تو وہ چیز دی ہے جو دوسرا دے ہی نہیں سکتا آپ ہی کی بدولت ایمان ملا جنت ملی اور حضور کی محبت کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ خود حضور ہی کو امت سے بہت زیادہ محبت تھی یہی ترتیب محبت کی شیخ اور طالب میں ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو شیخ سے محبت ہو وہ ناز نہ کرے کہ یہ ہمارا کمال ہے نہیں بلکہ اول شیخ ہی کو تم سے محبت ہوتی ہے البتہ لون محبت جدا جدا ہے جسکو مولانا رومی نے ایک خاص عنوان سے ظاہر فرمایا ہے ؎

عشق معشوقان نہان ست وستیر، عشق عاشق بادو صد طبل ونفیر،

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اپنے ایک مرید سے دریافت فرمایا کہ ہمیں تم سے محبت ہے یا تمکو ہم سے محبت ہے عرض کیا کہ حضرت مجھکو زیادہ محبت ہے۔ بزرگ خاموش ہو گئے مگر اسکی طرف سے توجہ ہٹا لی ایک خاص گرویدگی تھی اور ہر وقت پاس رہتا تھا اب یہ ہوا کہ آنے کی بھی توفیق نہ رہی پھر اُن بزرگ نے توجہ کی تو وہ آگئے دریافت فرمایا کہ بولو تمکو زیادہ محبت تھی یا ہمکو بہت شرمندہ ہوا سو اگر کسی کی طرف اللہ کا مقبول بندہ متوجہ ہو جائے بڑی نعمت ہے بڑی دولت ہے کیونکہ اُن کو کسی کی خوشامد کرنا نہیں اسکو کسی کی ضرورت نہیں پھر بھی اگر توجہ کریں تو حق تعالیٰ کا فضل ہی سمجھنا چاہیے اپنا کمال ہرگز نہ سمجھے۔

## ۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۱۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا فلاں مولوی صاحب کو لکھدیا جائے اگر آنا چاہیں تو اجازت ہے اور یہ بات میں لکھدونگا کہ آپکو آنیکی اجازت ہے فرمایا کہ اس سے انکو میری نسبت یہ شبہ ہوگا کہ وہ انکا آنا چاہتا ہوگا حالانکہ میں بالکل خالی الذہن ہوں مجکو نہ اسمیں موافقت ہے نہ مخالفت بلکہ میرا مذاق تو یہ ہے کہ جسقدر کم تعلقات ہوں میں ہلکا پھلکا رہتا ہوں معتقدین کی کثرت کوئی امر مطلوب نہیں خود طالبین کا نفع ہے اگر وہ اپنا نفع سمجھیں تعلقات رکھیں مجھے کوئی ضرورت نہیں نہ اسمیں میرا کوئی نفع اس حالت میں تمہارا مشورہ دینا اسکو موہم ہوگا کہ اس نے یعنی میں نے کہا ہوگا پھر ایسی صورت میں مجھکو یہ شبہ رہیگا کہ نہ معلوم انکا تعلق خلوص سے ہوا یا نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اُنھوں نے جو اپنی غلطیوں کا اعلان کیا ہے اس اعلان سے مظنون یہی ہے کہ خلوص ہے مگر یقین کا درجہ اب بھی نہیں اسلئے کہ جب پہلے عدم اعلان لوگوں کے کہنے سے ہوا تھا ممکن ہے اب اعلان کسی کے کہنے سے کردیا ہو دوسرے مجھے یہ بھی اندازہ نہیں کہ وہ آئندہ بھی خلوص سے تعلق رکھیں گے یا نہیں اسکو تو ان سے گفتگو کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں میرا تو کسی حالت میں بھی ضرر نہیں آخر دس برس تک انھوں نے اپنی غلطی سے رجوع نہیں کیا میرا کیا ضرر ہوا اب رجوع کرنیکا اعلان شایع کردیا تو مجھکو کونسا نفع ہوگیا میں نے ابتداء ہی میں جب انھوں نے اعلان سے عذر کیا تھا پوچھا تھا کہ کیا عار اور استنکبار اس اعلان سے مانع ہے انھوں نے کہا کہ جی ہاں تو ظاہراً ایسے شخص سے آئندہ کیا توقع ہو سکتی ہے مگر میں باوجود اسکے بھی بدظنی نہیں کرتا ہر زمانہ انسان پر یکساں نہیں ہوتا ممکن ہے کہ اب جو وہ کر رہے ہیں خلوص پر مبنی ہو مگر مجھکو کسی حال میں نہ اس سے بحث کہ وہ تعلق رکھیں نہ اسکا خیال کہ وہ تعلق نہ رکھیں جسمیں وہ اپنا نفع دیکھیں کریں میں بالکل اس معاملہ میں خالی الذہن ہوں نہ مجھکو انتظار نہ مجھکو ضرورت اور آپ کیوں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ پھنسانا چاہتے ہیں کوئی کچھ کرے یا نہ کرے آپ اپنے کام میں مشغول رہیے دوسروں کی تو انسان جب فکر کرے جب اپنے سے فراغت کر چکا ہو۔

(ملفوظ ۱۱۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ طریق مجکو ملہم ہوگیا ہے

یہ تو بڑا دعویٰ ہے مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ اجمالاً تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے اور تفصیل اسکی حق تعالیٰ نے محض موہبت سے قلب میں وارد فرمادی ہے اسکو چاہے الہام سے تعبیر کر لیا جائے اختیار ہے خدا کا فضل ہے انعام ہے احسان ہے جو چیز عطاء فرمائی گئی ہے میں اسکی نفی کر کے کیوں کفران نعمت کروں یہ طریق مردہ ہو چکا تھا مفقود ہو چکا تھا حق تعالیٰ نے اس کے احیاء کی توفیق عطا فرمادی یہی وجہ ہے کہ ناواقفی سے لوگوں کو وحشت ہے قدیم طریق سلف کا گم ہو چکا تھا یہاں وہی طریق ہے جو سلف کا تھا مگر اسکے مفقود ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو نیا معلوم ہوتا ہے حالانکہ ہے پرانا۔

(ملفوظ[۱۱۶]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو مشائخ طریق میں سے کسی سے بھی بدگمانی نہیں کسی کا کسی درجہ میں بھی وحشت ناک قول ہو یا وحشت ناک فعل ہو مگر الحمد للہ میرے ذہن میں اسکی توجیہ ایسی آجاتی ہے کہ ذرہ برابر بدگمانی میرے قلب میں پیدا نہیں ہوتی۔

## ۱۷ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

۲۴

(ملفوظ[۱۱۷]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں صوفی صاحب ایک بی بی کے متعلق فرماتے تھے کہ صاحب نسبت ہیں میں نے کہا کہ خدا معلوم ہیں بھی یا نہیں مگر اس شہادت سے اتنا ضرور ثابت ہوا نیک ہیں مولانا شیخ محمد صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ جسکی نبوت میں اختلاف ہو اسکی ولایت تو یقینی ہے اور جسکے کفر میں اختلاف ہو اسکا فسق یقینی ہے اسی طرح جسکے صاحب نسبت ہونیکا شبہ ہو صالح ہونا یقینی ہے

(ملفوظ[۱۱۸]) ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ حضرت ایک تعویذ دیدو میرا بھائی مجھسے ناراض ہو کر جدا ہو گیا ہے وہ مجھسے محبت کرنے لگے فرمایا کہ الگ ہو گیا ہے ہو جانے دو تمہارا کیا ضرر ہے آجکل تو ایک جگہ رہنا فساد کی بات ہے الگ ہی الگ رہنا مصلحت ہے اس سے محبت بنی رہتی ہے اور ساتھ رہنے میں محبت جاتی رہتی ہے یہ الگ ہو جانا تو شکایت کرنے کی بات نہیں بلکہ خود الگ کر دینا چاہئے تھا پھر اسمیں تعویذ سے کیا کام چلیگا ایسی باتوں کیلئے تعویذ نہیں ہوتا تم اپنا کھاؤ کماؤ وہ اپنا کیوں دوسروں کے غم میں پڑے مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را باکسے کارے نباشد

(ملفوظ ۱۱۹) ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی کہ حضرت جی ایک عورت کو تکلیف ہے تعویذ دیدو یہ کہکر خاموش ہوگیا (اور تکلیف کا نام نہیں لیا) حضرت والا نے فرمایا کہ تو اب ہنکر آیا ہے ادہوری بات کہکر خاموش ہوگیا پوری بات کہو جب تک پوری بات نہ کہیگا جواب کیا دیا جاوے عرض کیا کہ اوپرا اثر ہے فرمایا اسپر تو ہے یا نہیں مگر تو بھی اس ہی مرض میں مبتلا ہے پہلے ہی پوری بات کیوں نہیں کہی تھی جا اب تو دل برا کر دیا پھر تھوڑی دیر میں آکر پوری بات کہنا تعویذ ملجاویگا وہ شخص اُٹھکر چلا گیا۔ فرمایا کہ تعویذ وغیرہ میں زیادہ تر عامل کے خیال کا اثر ہوتا ہے اگر اُسکو مکدر کر دیا جائے تو پھر اسمیں اثر نہیں ہوتا ہر فن کے کچھ خاص احکام ہیں فن عملیات کا یہی حکم ہے اسلئے ضرورت ہے کہ عامل کو مکدر نہ کرے اور یہ جو میں کہہ دیتا ہوں کہ پھر آکر پوری بات کہو اسمیں علاوہ اس حکم مذکور کے یہ بھی مصلحت ہے کہ اُسکو اپنی غلطی معلوم ہو جائے اور یاد رہے اور آئندہ پھر ایسی حرکت نہ کرے بس یہی وہ باتیں ہیں جنپر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے۔

۲۵

(ملفوظ ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو مجھسے دین کا تعلق رکھنا چاہتا ہے میں اُسکو اپنے طرز پر لانا چاہتا ہوں اور وہ طرز بالکل سیدھا سادا ہے لوگ اُسپر نہیں آنا چاہتے سو میں اسکا کیا علاج کروں

(ملفوظ ۱۲۱) ایک سائل نے آکر کچھ خرچ کا سوال کیا فرمایا کہ اگر آنہ دو آنہ لینا منظور ہو تو میں خدمت کر سکتا ہوں اس سے زائد کا خیال ہو تو میں اُس سے معذور ہوں عرض کیا کہ اور حاضرین سے امداد کرا دیجئے فرمایا کہ یہ میرے معمول کے خلاف ہے اول تو میرے پاس بیٹھنے والے اکثر مسافر ہیں کسی کو کیا خبر کہ انہیں مالی حالت کے اعتبار سے کون کس حالت میں ہے اور اگر خبر بھی ہو تب بھی یہ طریق نہایت ناپسندیدہ ہے نہ معلوم کوئی دل سے دینا چاہتا ہے یا نہیں اب اگر کہا گیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو دیگا یا نہیں دیگا اگر دیا تو جبر کی صورت ہے نہ دیا تو رسوائی سی معلوم ہوتی ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان مسافر سائلوں کی بھی کچھ خطا نہیں مشائخ ایسا کرتے ہیں کہ خود تو کچھ دیتے نہیں اور دین بھی کہاں سے اپنے ہی لینے سے فرصت نہیں ہر وقت اینٹھنے کی فکر میں رہتے ہیں ہاں اپنے متعلقین سے فرمایش کر دیتے ہیں کہ انکی خدمت کردو یہاں معاملہ اُسکے عکس ہے میں خود تو خدمت کر دیتا ہوں مگر اہل تعلق سے کبھی فرمایش نہیں کرتا پھر یہ کہ سائل تو روزانہ ہی آتے رہتے ہیں اگر روزانہ ایسی فرمائشیں

کیجاویں تو اسکا انجام یہ ہوگا کہ وہ لوگ تنگ ہونگے بعض مشائخ کی شکایت خود ان کے مریدین نے
مجھکو لکھی کہ روزانہ فرمائشیں کرتے ہیں ہم تنگ آگئے کیا کرنا چاہئے پھر اُس سائل کی طرف متوجہ ہوکر
فرمایا کہ جو میں کہہ چکا ہوں اگر وہ قبول اور منظور ہو تو میں پیش کروں اسپر وہ سائل خاموش رہا فرمایا کہ
مجھکو صرف یہ ہی ایک کام نہیں اور بھی کام ہیں ہاں نہ کا جواب دو تاکہ میں اپنے کام میں لگوں عرض
کیا کہ آپ کو اختیار ہے فرمایا کہ صاف بات اب بھی نہیں کہی مجھپر ہی بوجھ رکھدیا خدا معلوم یہ مرض
کمبخت کہاں سے لوگوں کو چمٹ گیا ہے بدون اینچ پینچ کے بات ہی نہیں کرتے فرمایا کہ اختیار ہے
بیٹھے رہو جب تک صاف بات نہ کہوگے ادہر سے بھی اب کوئی بات نہ ہوگی عرض کیا کہ مجھے منظور
ہے فرمایا کہ اتنا دق کرکے کہا پہلے کیا کسی نے جھینک دیا تھا حضرت والا نے چار آنہ پیسے دئے وہ
سائل لیکر چلدیا اسپر فرمایا کہ اب خوش ہوگا کیونکہ دو آنہ سے زیادہ کی توقع نہ تھی اب ملے چار آنے
اسمیں یہ ہی مصلحت ہوتی ہے کہ زائد از امید پر زیادہ مسرت ہوتی ہے اگر پہلے ہی چار آنہ کہتا تو
چار آنہ پر بھی خوش نہ ہوتا اب خوش گیا۔ ایک شخص ہیں جو میرے دوست ہیں اُنپر قرض ہوگیا تھا
تقریبًا ڈہائی ہزار روپیہ انھوں نے مجھسے کسی کو سفارش لکھنے کو کہا میں نے کہا کہ خطاب خاص تو
میرے معمول اور مسلک کے خلاف ہے اگر تم کہو تو خطاب عام کی صورت میں کچھ لکھدوں اُنھوں
نے اسکو منظور کرلیا میں نے ایک عام خطاب کی صورت میں لکھدیا وہ یہاں سے اول میرٹھ پہونچے اور
ایک رئیس سے ملے اُنھوں نے رقم کی مقدار کو دیکھکر کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم کہیں اس طرح پر ادا
ہوسکتی ہے اور کون اتنی بڑی رقم دیسکتا ہے انکو اُسوقت ایک طیش آیا اور قسم کھاکر یہ کہا کہ
اب میں بھی جب تک ایک ہی آدمی ساری رقم نہ دے گا کسی سے کچھ نہ لونگا یہ کہکر اُٹھکر چلدئے
پھر اُن رئیس نے انکو کچھ دینا بھی چاہا مگر انھوں نے نہیں لیا اور وہاں سے دہلی پہونچے ایک صاحب
خیر سے ملے اسکے متعلق کچھ گفتگو ہورہی تھی اُن کے یہاں ایک بمبئی کے سیٹھ مہمان تھے اُن کے
کانوں میں کچھ الفاظ پہونچگئے ان سیٹھ نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے میزبان نے کہا کہ یہ صورت ہے
اور فلاں شخص کی تصدیق ہے اُس سیٹھ نے ڈہائی ہزار کے نوٹ نکالکر ان کے حوالے کئے یہ بھی معلوم
ہوا کہ وہ سیٹھ اپنے بزرگوں کے مسلک اور مشرب کے بھی نہ تھے وہ دوست تیسرے چوتھے ہی روز
یہاں پھر آگئے میں سمجھا کہ ناکامیاب آئے مگر انھوں نے کہا کہ میں کامیاب آیا میں اُن کے اس کہنے کو

بھی غلط ہی سمجھتا رہا پھر انھوں نے بالتفصیل واقعہ سنایا تب یقین ہوا دیکھئے خدا تعالیٰ نے کسی طرح بے گمان سامان کر دیا جب اُنکی یہ رحمت ہے تو پھر خدا ہی سے مانگنا چاہئے جو مانگنے پر خوش ہوتے ہیں اور دیتے ہیں اور نہ مانگنے پر ناراض ہوتے ہیں جو شخص ایسے کریم کو چھوڑ کر لئیم کی خوشامد کرے اُس سے زیادہ بیوقوف کون ہوگا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکی میں توکل اور زہد کی شان بہت بڑھی ہوئی تھی سلطان عبدالحمید خانصاحب نے خود بلایا تنخواہ مقرر کرنا چاہی انکار کر دیا مدرسہ کیلئے کچھ مقرر کرنا چاہا صاف انکار کر دیا مولوی صاحب مجھ سے خود فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسقدر قوت دی ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر مجھ سے خشونت کی ساتھ گفتگو کریں تب بھی میرے دل پر رائی کے دانہ کی برابر بھی اثر نہ ہوگا حالانکہ محض ظاہری عالم تھے مگر قلب میں اسقدر قوت تھی کہ کسی کا اثر نہ پڑتا تھا یہ سب خداداد عطائیں ہوتی ہیں۔

## ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ
## مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

**ملفوظ ۱۲۲** ملقب بہ ادب[ع] المعذور) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشائخ کے کلام میں جو کہیں دلیل صحیح کے ساتھ تعارض ہوتا ہے اُسکی توجیہ میں بڑی مشکل پڑتی ہے آجکل ایک رسالہ شروع کر رکھا ہے وہ رسالہ مشائخ چشتیہ کے نصرت میں لکھ رہا ہوں یہ حضرات بہت بدنام ہیں کہ انکے افعال سنت کے خلاف ہیں نام بھی اُس رسالہ کا میں نے تجویز کر دیا ہے السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ یہ محض شاعری ہی نہیں بلکہ حقیقت بھی ہے اسلئے کہ چشتیہ کے یہاں سنت کا بہت زیادہ اہتمام ہے اور اصل مذہب ان حضرات کا سنت ہی ہے مگر بعض جگہ غلبہ کی حالت کی وجہ سے معذور ہیں آخر جب کوئی مضطر ہو تو کیا کرے باقی اصل مذہب ان حضرات کا کتاب و سنت ہی ہے مگر عذر میں کیا الزام ہے معترضین انکے خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات ظاہراً کھٹکتی ہے کہ ان کے جو اشغال ہیں اُن کو بعض مصنفین صوفیہ نے کتاب و سنت کی طرف مستند کر دیا ہے حالانکہ یہ ایک طب ہے جو تدبیر کا درجہ ہے جیسے مسہل ہے اسمیں اطباء مریض سے کہتے ہیں کہ دوسری طرف مشغول نہ ہونا چلنا پھرنا نہیں بولنا نہیں

---

ع بدیں معنی کہ خود معذور چہ ادب ست • و بر دیگران برائے معذور چہ ادب ست ۱۲

دیکھئے یہ بھی خلوت ہے یہ بھی یکسوئی ہے اسی طرح ریاضات تصوف کا بھی ایک فن ہے جسکا درجہ محض تدابیر کا ہے اُسکو کتاب و سنت کی طرف مستند کر دینا بیشک کھٹکتا ہے ان مصنفین سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ اسکو مقاصد میں سے سمجھ لیا اگر مقاصد میں داخل نہ کرتے تو لوگوں کو دلائل کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ یہ ہی سمجھتے کہ یہ تدابیر ہیں دلائل کی تلاش مقاصد سمجھنے کی بناء پر ہوئی ورنہ بعد تحقیق کوئی اشکال نہیں تو بعض مصنفین کے اس فعل کو دیکھکر تمام سلسلہ پر اعتراض کرنا نہایت بے انصافی ہے اسی واسطے مجھکو بعضے نقشبندیوں کی شکایت ہے جو بیحد غلو کرتے ہیں چشتیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اعتراض بھی حد سے گذرے ہوئے جن کے نہ اصول ہیں نہ حدود بڑا ہی افسوس ہے آخر کیوں دوسروں کو اسقدر حقیر سمجھتے ہیں اُن کے تمام طریق پر الزام رکھتے ہیں کیا یہ کوئی تحقیق کی شان ہے یہ تو اچھا خاصہ عناد ہے ورنہ جیسے چشتیہ بیچارے کسی کو کچھ نہیں کہتے اور نہ کسی سے تعرض کرتے ہیں دوسروں کو بھی چاہئے کہ ان کے پیچھے نہ پڑیں یہ ہی چیز مجھکو داعی ہوئی رسالہ لکھنے کیلئے میں تو انشاء اللہ تعالیٰ اہل حق کی نصرت ہی کروں گا گو اسمیں مجھکو تعب زیادہ ہو رہا ہے میں نے خود رسالہ میں چشتیہ کے مشرب کی حقیقت لکھی ہے کہ انکی مشرب کی حقیقت حنفیہ کے مذہب جیسی ہے کہ سب مذاہب سے زیادہ کتاب و سنت کے مطابق اُن کے افعال اور اقوال ہیں مگر سب میں زیادہ ہی بدنام ہیں کہ یہ سنت کے خلاف ہیں اسی طرح چشتیہ بدنام ہیں کہ ان کے یہاں خلاف سنت کی تعلیم ہے یہ اعتراض کرنا حقیقت سے بے خبری ہے باقی اضطراری حالت میں اگر کبھی لغزش ہوئی ہے اسپر متنبہ ہونے کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی اور اسمیں انکا وہی طریقہ رہا جیسا ایک شیخ سے منقول ہے کہ انکے مریدوں نے کہا کہ حضرت آپ خاص حالت میں یہ کلمہ غیر مشروعہ کہتے تھے فرمایا کہ اگر ایسے کہوں تو مجھکو قتل کر دینا مریدین صاحب شریعت تھے شیخ کے امتثال امر کیلئے تیار ہو گئے شیخ پر پھر غلبہ ہوا اور وہی کلمہ کہنا شروع کیا مریدوں نے چھریوں سے اُن پر حملہ کیا مگر جو شخص جس جگہ شیخ کے مارنا چاہتا تھا خود اس کے اسی جگہ چھری لگتی تھی اس طرح سے تمام مجلس زخمی ہو گئی جب شیخ کو ہوش آیا تو مریدین نے عرض کیا کہ واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی اور تمام قصہ سنایا۔ فرمایا بس تو معلوم ہوا میں نہیں کہتا تھا ورنہ میں سزا کا مستحق ہوتا اس سے استدلال کیا اپنی معذور ہونے پر بہر حال شریعت کا مقابلہ نہیں کیا سزا کے لئے تیار ہو گئے یہ تو قدما کی حکایت ہے باقی اسی زمانہ کا واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ماموں صاحب میں ایک

خاص شورش تھی بعض طریقے اُن کے ہمارے بزرگوں کے مسلک کے خلاف تھے میں نے اُنکو خیرخواہی وہمدردی سے ایک خط لکھا اور آخر میں لکھا کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپ کو طریقہ سنت پر قایم فرمائیں جواب لکھا کہ بیٹا تم جوان صالح ہو مقبول الدعا ہو میرے لئے ایسی دعا مت کرنا میری تو ساری عمر کا ذخیرہ ہی ہاتھ سے نکلجائیگا میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ میں جس چیز میں ہوں اسی میں ختم ہو جاؤں تمہارا طریق تمکو مبارک ہو اور میرا طریق مجھکو مبارک ہو غرض میری ساتھ رد و قدح نہیں کیا دیکھئے یہ تو حالت اختلاف کی اور اسپر یہ جواب۔

(ملفوظ[۱۲۳]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب کچھ سہی مگر یہ شورش اور غلبہ کی حالت کمال نہیں کمال وہی ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی حالت تھی کہ قلب میں بلکہ رگ رگ میں تو آگ بھری ہوئی ہے اور ظاہراً سکون ہے اسی طرح خشیۃ میں ایک آگ ہے جو سامنے پڑتا ہے وہ بھی جلنے لگتا ہے اُن کی یہ شان ہے ؎

عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تو ایسے جلے بھنوں کے پیچھے پڑنے سے کیا فائدہ بات یہ ہے کہ یہ چشتی بیچارے بولتے نہیں کسی سے اسلئے ان ہی پر سبکی مشق ہوتی ہے۔

# ۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ[۱۲۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے کامل ایسے ہیں کہ باوجود ناقص ہونے کے اپنے نقص پر پردہ ڈالتے ہیں گو اخیر میں اُن ہی کے اقوال و افعال سے نقص ظاہر ہوتا ہے جیسے ایک شخص سے کسی نے کہا کہ خط لکھدو کہا کہ میری ٹانگ میں درد ہے اُس نے کہا کہ لکھنے کا ٹانگ سے کیا تعلق کہا کہ میرا لکھا ہوا میں ہی پڑھ سکتا ہوں دوسرا نہیں پڑھ سکتا مگر یہ نہیں کہا کہ مجھکو لکھنا نہیں آتا گو اخیر میں ظاہر ہو گیا اس بدخطی پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک عالم متقدمین سے ہیں بہت بڑے شخص ہیں اُنکا قلم نہایت بدخط تھا ایک روز بازار گئے تو اپنے سے بھی بُرے خط کی ایک کتاب نظر پڑی اُسکو گراں قیمت پر خرید اطاعنین کے جواب کے واسطے کہ لوگوں کو دکھاؤں گا کہ مجھسے بھی زیادہ بدخط لوگ

ہوسے ہیں مگر گھر پہونچکر معلوم ہوا کہ وہ بھی میرا ہی ابتدار کا خط ہے مگر سادگی دیکھئے کہ خود ہی اپنے اس قسم کے کچے چھٹے کھول رہے ہیں۔ آج کل کے مدعیوں کی طرح اپنے نقص کو چھپایا نہیں۔

(ملفوظ ۱۲۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یورپ میں بوجہ دہریت کے خودکشی کا بازار گرم ہے اسلئے کہ جب اسباب کے اعتبار سے کسی کام سے مایوس ہوتے ہیں تو بوجہ مسبب کے قائل نہ ہونے کے آگے تو کوئی چیز دل کی تھامنے والی ہے ہی نہیں فرمایا کہ حقیقت میں بدون دین کے راحت نہیں حتی کہ راحت کے سامان میں بھی راحت نہیں یہی خودکشی کرنے والے چونکہ آخرت کے قائل نہیں اس لئے کچھ خبر نہیں کہ خودکشی کا نتیجہ کیا ہوگا اگر دین ہوتا تو مصیبت میں بھی دیکھتے کہ شریعت میں ہر چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر اجر کا وعدہ ہے تو پریشان نہ ہوتے ایسی مثال ہوئی کہ اگر کسی کا ایک روپیہ کھویا جائے اور ایک شخص کہے کہ گھبراؤ مت ایک گنی دونگا تو اُس وقت کچھ عجب نہیں کہ اس کھوئے جانیکو غنیمت سمجھے بلکہ یہ تمنا کرے کہ ہر روز کھویا جایا کرے کہ گنی ملا کرے ایک رئیس تھے میرٹھ میں اپنے نوکر کے ایک چپت مار دیا مگر تھے رحم دل اسلئے اسکے بعد اسکو ایکروپیہ دیا پھر پوچھا کہ کیا حال ہے کہا کہ حضور کی جان و مال کو دعا کر رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک چپت ہر روز مار دیا کریں تو تیس روپیہ مہینہ میں ملجایا کریں۔ غرض جب تکلیف کا عوض ملتا ہے تو اُسکی تمنا ہوتی ہے اسی طرح دیندار آدمی آخرت کے عوض کے اعتقاد سے مصیبت کو بھی خیر سمجھتا ہے۔

(ملفوظ ۱۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زہد یہ نہیں کہ حلال کو عملاً حرام کر لو مثلاً خربوزہ حلال ہے مگر زہد کے سبب نہ کھاتا ہو تو یہ زہد نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ جو چیز اپنے ہاتھ میں ہو اُس پر اتنا بھروسہ نہ ہو جتنا بھروسہ اُس پر ہو جو خدا کے ہاتھ میں ہے یہ حقیقت ہے زہد کی اور یہ مضمون حدیث مرفوع کا ہے جسکو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

## ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ
## مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۲۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد بھی ختنہ کرانا چاہئے یا نہیں فرمایا کہ اگر وہ برداشت کر سکے یعنی گھبرائے نہیں ڈرے نہیں تو ختنہ کرانا چاہئے۔

عرض کیا کہ اس لڑکے پر تو نہ کرانے میں گناہ نہیں فرمایا اگر برداشت کر سکتا ہے اور نہیں کراتا تو گناہ ہوگا ورنہ گناہ نہیں۔

(ملفوظ ۱۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ دیکھا ہے جو عطر ہے تمام طریق کا میں اسکو اسلئے بیان کرتا ہوں کہ اس شعر سے دوست کام لیں وہ فرماتے ہیں کہ آدمی تین چیزیں اختیار کرلے بس کافی ہیں ایک خوف دوسری رجا تیسری محبت یہ سب سنت کا رنگ ہے خوف سے تو یہ ہوگا کہ گناہ نہ ہونگے اور رجا سے یہ ہوگا کہ طاعت کی رغبت ہوگی اور محبت سے یہ ہوگا کہ تکلیف برداشت کریگا جو امور غیر اختیاریہ ہیں جیسے حوادث و مصائب وہ تو محبت کی وجہ سے برداشت کرلیگا اور جو امور اختیاریہ ہیں جیسے طاعات یا معصیت ان میں خوف اور رجا سے کام ہو جائیگا اگر آدمی کچھ بھی نہ کرے یہ تین باتیں اختیار کرلے بس کافی ہیں خواجہ صاحب نے کیا اچھی بات فرمائی آخر بڑے ہیں کسی وجہ سے تو بڑے ہیں۔ بس یہی باتیں ہیں بڑے ہونے کی میرا اس ملفوظ سے آج بڑا ہی جی خوش ہوا کیونکہ ایک ضرورت ہے گناہ سے بچنے کی اسکے لئے خوف ہے ایک ضرورت ہے طاعات کی اسکے لئے رجا ہے اور ایک ضرورت ہے معصیت اور تکلیف کے وقت ثابت قدم رہنے کی اسکے لئے محبت ہے مجھے تو یہ ملفوظ دیکھکر یہ معلوم ہوا کہ جیسے بڑی دولت نصیب ہو گئی۔

(ملفوظ ۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں میں ایک خاص رنگ ہے تعلق مع اللہ اور قطع تعلق عن غیر اللہ میں اس رنگ کے غلبہ میں انکو دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں

(ملفوظ ۱۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر صحیح طریقہ سے کام کرنا چاہیں افراط تفریط نہ کریں تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ دین میں بہت آسانی ہے اب تو جواڑ الکر بالکل الگ ہو گئے یہ چاہتے ہیں کہ کچھ بھی نہ کرنا پڑے خود بخود سب کام ہو جائیں دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی چیز تو بدوں مشقت کے حاصل ہوتی نہیں دین کیسے حاصل ہو جائے آدمی کچھ تو کرے کچھ نہ کچھ ہو ہی رہتا ہے۔

(ملفوظ ۱۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عدل کا نام و نشان نہیں رہا اسکو تو دین کی فہرست سے خارج ہی سمجھ رکھا ہے الحمد للہ میں ہمیشہ اسکا خیال رکھتا ہوں بھائی مرحوم کے یہاں حاجی عبد الرحیم ملازم تھے بڑے گھر میں سے مجھ سے انکی کچھ شکایت کی میں نے ان کو بلا کر پوچھا انھوں نے نفی کی

گھر میں سے کہا کہ شرعی ثبوت لاؤ وہ تو انکار کرتے ہیں وہ ثبوت پیش نہیں کر سکیں تب میں نے کہا کہ بدون ثبوت شرعی کے کسی پر الزام نہیں لگانا چاہئے انھوں نے توبہ کی ایسے موقع پر بڑی مشکل ہوتی ہے جہاں دونوں طرف تعلق ہو مگر شریعت کے اصول پر عمل کرنے کی صورت میں کچھ بھی مشکل یا دشواری نہیں ہوتی اور گو دو شخصوں سے جو تعلق ہوتا ہے اسمیں فرق ضرور ہوتا ہے مگر عدل کے وقت دونوں میں مساوات ہونا چاہئے میں نے خاص یہ صفت یعنی شکایت سے متاثر نہ ہونا دو بزرگوں میں ایک خاص شان کی دیکھی ہے یوں تو سب ہی بزرگوں میں اچھی صفات ہوتی ہیں مگر پھر بھی تفاوت ضرور ہوتا ہے ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اور ایک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سو حضرت مولانا تو شکایت سنتے ہی نہ تھے فرما دیتے کہ میں سننا نہیں چاہتا اور حضرت حاجی صاحب سنکر فرما دیتے کہ سب جھوٹ ہے وہ شخص ایسا نہیں حضرت حاجی صاحب کی اس عادت کی دلیل قرآن میں ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی حق تعالیٰ اس باب میں فرماتے ہیں لولا جاؤا علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون اور عند اللہ سے مراد ہے فی دین اللہ فی قانون اللہ آگے ارشاد ہے ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حسن ظن کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا یہی کافی دلیل ہے حسن ظن کی بس حضرت حاجی صاحب پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ بلا دلیل شاکی کو کیسے کاذب فرما دیا البتہ باوجود غلط سمجھنے کے اگر کسی دوسری بنا پر عمل کیا جاوے تو دوسری بات ہے جیسا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کے متعلق شکایت کو جھوٹ سمجھا مگر انتظامی مصلحت کی بنا پر انکو معزول کر دیا۔

٣٢

(ملفوظ ١٣٢) ایک نووارد ناشناسا صاحب آئے انھوں نے حضرت والا کی خدمت میں کھجوریں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ مدینہ طیبہ کی ہیں حضرت والا نے فرمایا کہ ایک کھجور لے سکتا ہوں بالکل نہ لینے کو مدینہ کی بے ادبی سمجھتا ہوں آپ نے ہدیہ دینے میں غلطی کی جس سے بے تکلفی نہ ہو میں اس سے ہدیہ لیا نہیں کرتا آپکو دینا نہ چاہئے تھا اب مجھکو دونوں پہلوؤں کے جمع کرنے میں تنگی ہوئی پھر فرمایا کہ

بعض مرتبہ آدمی دو پاٹ کے بیچ میں آجاتا ہے اسی پر بعض نے گھبرا کر کہدیا ہے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ      باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

مگر ایسے موقع پر وہ شخص نہیں گھبرائیگا جو جامع بین الاضداد ہوگا بحمد اللہ کوئی ایسا موقع پیش نہیں آتا جسپر مجکو گھبراہٹ ہوا سکے قبل بھی ایسا ہی، واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب جو میرے مخالف تھے وہ مدینہ طیبہ کی کھجوریں لائے اور بطور ہدیہ مجھکو دینے لگے میں نے ایک کھجور لیلی اور مزاحاً کہدیا کہ ایک مدینہ کی ہے اور سب تمھاری ہیں غرض جامع بین الاضداد ہونیکی ضرورت ہے پھر کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔

(ملفوظ ۱۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ میرے ذہن میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ لوگوں کو اپنے ساتھ مربوط رکھا جائے جو اپنا طرز ہے کھلم کھلا ہے اب کیا اپنا طرز بدلیں گے اور طبعی بات کیسے بدل سکتی ہے اپنا تو یہ مشرب اور مسلک ہے ہے

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو      دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

اور حضرت یہ مربوط رکھنا تو ایک مستقل شغل ہے کہ وہ چلا نہ جائے وہ ناراض نہ ہو جاوے استغفر اللہ پھر فطریات کے نہ بدل سکنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کوئی فطری بات ہے تو اسکے بدلنے کی کوشش کرنا بے ادبی ہے گویا دوسری عبارت میں قدرت کا مقابلہ ہے اور قدرتی طور پر اسمیں حکمتیں بھی ہیں جیسے بخل ہے طمع ہے تو ان میں جہانتک فطری درجہ ہے وہ مصالح کے سبب خود مطلوب ہے چنانچہ بدون اس فطری درجہ کے بعض ضروری انتظام نہیں ہو سکتا اسلئے ایسے درجہ کی ضرورت ہے تاکہ انتظام کرسکے البتہ جو درجہ فطرت سے زائد کسی عارض کے سبب پیدا ہوگیا ہے اسکے تبدیل بدرجۂ تعدیل کی ضرورت ہے اور اسی تفصیل کے نہ جاننے سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا ہے کہ تہذیب اخلاق کی کوشش کرنا بیکار ہے کیونکہ اخلاق فطری ہیں مگر محققین نے وہی جواب دیا ہے جو میں نے ابھی عرض کیا ہے جو درجہ فطری ہے وہ اعتدال کے خلاف نہیں ہے اسمیں حکمتیں ہیں کہ وہ بعض مقاصد کا معین ہے میرا بڑا جی خوش ہوا جس روز یہ بات سمجھ میں آئی۔

(ملفوظ ۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے مجھکو احباب سے بیحد محبت ہے مگر جب کوئی اصول کے خلاف کرتا ہے تو ایکدم قلب اس سے خالی ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے

خدائی ہمیں بھی میرا کوئی کمال نہیں حق تعالیٰ ہی سب انتظام فرما دیتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عشاق کے حالات پڑھ لیا کرے ان کے پاس بیٹھ لیا کرے اس سے ہی بہت کچھ ہو رہتا ہے بالخصوص حضرات چشتیہ سے تعلق رکھنے سے ایک خاص دولت ملتی ہے یعنی فنا کیونکہ ان کے یہاں یہی خاص چیز ہے کہ اپنے کو مٹا دو فنا کر دو بعض حضرات کے یہاں بقا مقصود ہے فنا تابع اور حضرات چشتیہ کے یہاں فنا اصل ہے بقا تابع حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فنا کی ایک خاص شان غالب تھی چنانچہ حضرت سے کوئی عرض کرتا کہ حضرت کی وجہ سے یہ نفع ہوا وہ نفع ہوا فرماتے میاں میں نے کچھ نہیں کیا تمہارے اندر دولت تھی میرے پاس آکر میری تعلیم پر عمل کرنے سے اس کا ظہور ہو گیا یہ شان فنا کی تھی اور یہ بھی فرماتے کہ تم بہ برکت سمجھنا یہ بمصلحت طالب کی تھی۔ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی کہتے تھے یہ مولانا شیخ محمد صاحب کے مرید تھے کہ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی حضرت حاجی صاحبؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ حاجی صاحب بزرگان سلف میں سے ہیں اس وقت کے بزرگوں میں سے نہیں واقعی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی۔

## ۲۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۱۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری ہمارے اساتذہ میں سے ہیں ان سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ مولانا شہید صاحبؒ نے لکھا ہے کہ خدا اگر چاہے تو محمد جیسے سیکڑوں بنا ڈالے اور محاورہ میں بنا ڈالنا تحقیر کیلئے اور تحقیر حضور کی کفر ہے مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ تحقیر فعل کی ہے یعنی بنانا مشکل نہیں مفعول کی نہیں تو حضور کی تحقیر نہیں وہ کور مغز کیا سمجھتا اس جواب کو اور کیا قدر کرتا کہنے لگا کہ آپ لوگ باتیں بناتے ہیں تحقیر صاف ہوئی یہ حضرات بڑے متین ہوتے ہیں مولانا خاموش ہو گئے ایک مرتبہ اتفاق سے وہی صاحب مولانا سے کہنے لگے کہ حضرت فلاں فلاں کتاب آپ نے چھاپی اگر بیضاوی چھپوا ڈالتے تو اچھا ہوتا مولانا نے فرمایا کہ جناب یہ ڈالنا وہی ہے جس سے مولانا شہید صاحب پر فتویٰ دیا گیا تھا اس سے تحقیر ہوئی بیضاوی کی

اور بیضاوی مشتمل ہے قرآن پر اور کل کی تحقیر مستلزم ہے جزو کی تحقیر کو اور قرآن کی تحقیر کفر ہے اب بتلایئے کیا جواب ہے اب وہ صاحب کہتے ہیں کہ حقیقت میں میرا مقصود فعل ہی کی تحقیر تھی مفعول کی نہ تھی نہایت عجیب جواب ہے محققانہ جواب ہے حکیمانہ جواب ہے اسمیں مناظرانہ طرز نہیں اور یہ طرز بہت مفید ہوتا ہے۔

(**ملفوظ**[۱۳۷]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل ہر وقت اہل حق کی فکر میں لگے رہتے ہیں چھیڑ چھاڑ کرنا تو اسکا ایک ادنی مشغلہ ہے ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست تھے وہ قادیانی ہو گئے تھے مجھے چھیڑا کرتے تھے میں نے کہا کہ بھائی قیل وقال سے کیا نتیجہ بس مختصر فیصلہ یہ ہے میں تمہارے ساتھ مرزا کے پاس چلتا ہوں اگر مجھپر اثر ہو گیا میں قادیانی ہو جاؤنگا اور اگر نہ ہوا تو تم قادیانیت سے توبہ کر لینا یہ طے ہو گیا دونوں وہاں گئے اول جاتے ہی وہاں منشی نے ان مرید صاحب سے پوچھا کہ تمہارا کیا نمبر ہے نمبر بتلایا تو رجسٹر دیکھکر چندہ کا تقاضا کیا اس کے بعد مرزا سے ملے مرید صاحب نے مرزا سے تمام واقعہ باہمی معاہدہ کا ذکر کیا مرزا نے ان پر اثر ڈالنے کیلئے بہت زور لگایا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اللہ نے ایمان کو سلامت رکھا اور واپس آکر ان صاحب نے بھی توبہ کر لی یہ ایک معمولی خوش عقیدہ کے تعلق کا اثر تھا اور بزرگوں کے تعلق میں تو اور زیادہ برکت ہوتی ہے چنانچہ ایک اور صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک عیسائی مجھکو اپنی طرف مائل کرتا تھا ایک روز مجھسے کہنے لگا کہ تمہارا کسی عالم یا بزرگ سے تعلق ہے کہتے تھے کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ کا نام لیا کہ اُن سے تعلق ہے فوراً اٹھکر چلدیا پھر کبھی نہیں آیا واقعی یہ حضرات سپر اور ڈھال ہوتے ہیں ان حضرات سے صرف تعلق رکھنا بھی ایک قوی سبب ہے فلاح اور بہبود کا دیکھیئے مولانا کا نام سنکر اسکی طمع قطع ہو گئی بعض اسباب اس برکت قطع طمع کے ......... محض معمولی امور بھی بنجاتے ہیں چنانچہ میں نے اچھولی کے وعظ میں کہا تھا اس وعظ کا نام محاسن الاسلام ہے کہ گائے کا گوشت کھانا مت چھوڑنا جب تک اسکو کھاتے رہوگے کوئی تمکو شدھی کرنے کی ہوس نہ کریگا چنانچہ اسی کے قریب ایک گاؤں والوں کو شدھی ہونے پر رضامند کر لیا گیا تھا وہ لوگ وعظ میں بھی آئے تھے اور وعظ کے بعد آنے والوں کو گائے کے گوشت کا پلاؤ کھلایا گیا بس اسی روز دونوں جانب سے شدھی سے مایوسی ہو گئی اور اسی لیئے میں

تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان میں گاؤکشی شعائر اسلام سے ہے اس قصد سے اسکا گوشت کھانا موجب اجر ہے۔

(ملفوظ ۱۳۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر خاموش بیٹھا رہنا طالبین کو بیحد مفید ہوا ہے جو لوگ چندے خاموش بیٹھکر واپس جاتے ہیں وطن پہونچکر اُسکا نفع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اُسوقت تو یہ معمول تلخ معلوم ہوتا تھا مگر اسقدر نفع طویل مجاہدات سے بھی شاید نہ ہوتا جو دس دن کے اندر خاموش بیٹھنے سے ہوا بد فہم لوگ اسکو ٹالنا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے اور قسم بھی وہ جو سلف سے خلف تک معمول بہ ہے کیونکہ مجاہدہ کی چار قسمیں ہیں قلت الطعام قلت الکلام قلت المنام قلت الاختلاط مع الانام ان میں سے محققین نے اسوقت کی لوگونکی قوت اور صحت کو دیکھتے ہوئے دو کو حذف کر دیا ہے قلت الطعام اور قلت المنام اور دو کو باقی رکھا ہے قلت الکلام اور قلت الاختلاط مع الانام سو کم بولنا نہایت مفید چیز ہے خصوص مبتدی کیلئے اور عام طور پر بھی کم بولنا نہایت مفید ہے زیادہ بولنا یعنی بلا ضرورت بولنا نہایت مضر چیز ہے اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے اور نورانیت فنا ہوتی ہے چنانچہ بلا ضرورت اگر کوئی کسی سے اتنا بھی پوچھ لے کہ کہاں جاؤ گے اس سے بھی قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب مردہ ہو جاتا ہے اور اگر کسی کو حس ہی نہ ہو تو اسکا کیا علاج ہے اور ضرورت میں اگر شب و روز کلام کرے مثلاً ایک شخص ہے کنجڑا وہ بیوی بچوں کی وجہ سے تجارت کرتا ہے اور سر پر خربوزوں کا ٹوکرا لئے دن بھر آواز لگاتا ہے کہ لیلو خربوزے لیلو خربوزے اس سے ایک ذرہ برابر بھی قلب پر ظلمت نہ ہوگی غرض فضول گوئی اس طریق میں سم قاتل ہے اس سے قلب برباد ہو جاتا ہے باقی فضول کو ضروری پر قیاس کرنا مع الفارق ہے مثلاً شیخ اپنے کو قیاس کرنے لگے کیونکہ اُسکا بولنا ضرورت ہے پس یہ قیاس ایسا ہوگا جسکو فرماتے ہیں ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر ۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

باقی فضول و ضروری کے امتیاز کیلئے خود الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے وہ جو تعلیم کرے اُس پر عمل کرتا رہے کیونکہ اسکو وہی سمجھتا ہے ہر چیز کا موقع محل کیا ہے چنانچہ سکوت ہی مطلقاً فضیلت کی چیز نہیں بعض نطق سکوت سے افضل ہے بلکہ سکوت کی فضیلت

تو بولنے ہی کی بدولت معلوم آئی ہے جیسے خلوت کی فضیلت کہ یہ بھی بدولت جلوت ہی کے
معلوم ہوئی غرض تو موقع ہے ہر چیز کا کہیں سکوت مناسب ہے کہیں بولنا مناسب ہے کبھی خلوت
کی ضرورت ہے کبھی جلوت کی ضرورت ہے اس اختلاف موقع کی ایک مثال ذکر کرتا ہوں مثالیں
مقصود کی توضیح کیلئے ہوتی ہیں ایک بہو کی حکایت ہے نئی نئی شادی ہوکر سسرال میں آئی
مگر بولتی نہ تھی ساس نے کہا کہ بہو تو بولتی کیوں نہیں کہنے لگی میری ماں نے مجھے منع کر دیا تھا کہ ساس
کے گھر بولنا مت ساس نے کہا کہ ماں تیری بیوقوف ہے ضرور بولا کر بہو نے کہا کہ تو پھر کچھ بولوں
ساس نے کہا کہ ضرور بول اب بہو بولتی ہیں دیکھو کیا نور برساتی ہیں کہتی ہے کہ اماں ایک بات
تم سے پوچھتی ہوں وہ یہ کہ اگر تمھارے لڑکے کا انتقال ہوجاوے اور میں بیوہ ہوجاؤں تو
میری کہیں اور شادی کردوگی یا یوں ہی بٹھلائے رکھوگی ساس نے کہا کہ بہو بس تو خاموش ہی
رہا کر تیری ماں کا منع کرنا ہی صحیح رائے ہے۔ امام ابو یوسف رح املا لکھوایا کرتے تھے طلبہ میں سے
ایک شخص بالکل نہ بولتا تھا آپ نے فرمایا کہ میاں تم کبھی نہیں بولتے کچھ پوچھتے پاچھتے نہیں عرض
کیا کہ اب پوچھا کرونگا۔ ایک مجلس میں امام صاحب نے مسئلہ فرمایا کہ آفتاب غروب ہونے پر روزہ فوراً افطار
کرلیا جائے تو وہ شخص کہتا ہے کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا پوچھو کہتا ہے کہ اگر کسی روز آفتاب
غروب نہ ہو تو کیا کرے امام صاحب نے فرمایا کہ بس بھائی تمھارا نہ بولنا ہی مناسب ہے حاصل یہ کہ موقع
اور محل ہوتا ہے ہر چیز کا جس چیز کو مربی مناسب سمجھیگا اسی کی تعلیم کریگا۔

(**ملفوظ** ۱۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ ضرورت کی باتیں ذہن
میں ڈالدیتے ہیں ورنہ ہر شخص کو کشف نہیں ہوتا اور مجھکو تو ہوتا بھی تو سلب کی دعا کرتا کشف میں
بڑی مصیبتیں ہیں ایک تو یہ کہ ایک بات ہونے والی ہے دس روز بعد اور معلوم ہوگئی آج اب گھل رہے ہیں
ایک یہ کہ ابتو سب مسلمانوں سے حسن ظن ہے اور اسوقت دوسروں کا عیب بھی منکشف ہوتا اجتنبوا
کثیرا من الظن کو صاحب کشف نہیں بجا لاسکتا اور جسکو کشف نہ ہو وہ اسکو بجا لاسکتا ہے تو کشف
نہ ہونے میں یہ کیا تھوڑی نعمت حاصل ہوتی ہے کہ حکم شرعی پر عامل ہونیکی توفیق ہوگئی اسی طرح
الہام بھی کوئی کمال کی چیز نہیں فالھمھا فجورھا وتقوٰھا کی رو سے ہر شخص ملہم ہے ہاں
بڑی چیز یہ ہے کہ اپنے کو فنا کررہا ہو یہ ہے بڑی دولت اسکے سامنے کیا الہام اور کیا کشف اور کیا

کرامت اسی کو کہتے ہیں ؎

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے ، تری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

اور اسی کو کہتے ہیں ؎

تو در و گم شو وصال ایں است و بس ، گم شدن گم کن کمال ایں است و بس

(ملفوظ ۱۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے مدعیان تہذیب میں تہذیب تو خاک نہیں ہاں تعذیب ہے ان تہذیبیوں سے میں کہا کرتا ہوں کہ تم چالیس روز پاس رہو تب سوال کرنے کی قابلیت پیدا ہو اور صاحب میری تو بڑے بڑے مدعیوں سے گفتگو ہوئی سیج جانیے چار منٹ بھی نہ چلے اور بک بک کرنا یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔

(ملفوظ ۱۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں بیان کیا تھا کہ یہ بدعتی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو الہ مانتے ہیں مگر ناقص اور ہم عبد کہتے ہیں مگر کامل تو تم حضور کی تنقیص کرتے ہو اور ہم کمال کے قائل ہیں۔

(ملفوظ ۱۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں کے اندر نہایت مسکنت غربت انکساری شکستگی ہے مگر ان ہی میں جو اللہ کا نام لینے والے ہیں باقی جو صرف گانے بجانے کو دلنے ناچنے ہی کو اصل شغل سمجھتے ہیں وہ تو چشتی ہی نہیں پھر شکستگی پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طالب علم نے دعوت کی آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے منظور ہے کہ خود کچھ مت پکانا بلکہ گھر پر جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں وہی ہمکو بھی کھلا دینا منظور کیا یہ ہے شان مسکنت اور غربت اور انکسار اور عاجزی کی کہ اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو مٹائے ہوئے تھا۔

(ملفوظ ۱۴۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ان کا لڑکا بھاگ گیا تھا لکھا ہے کہ ایک مہینہ کے بعد خود واپس آگیا اور آکر تعلیم میں مصروف ہو گیا لیکن بقدر نصاب رقم سفر میں برباد کر آیا میں نے جواب لکھا ہے کہ اس مالی خسارہ سے آپ کا تو مجاہدہ ہو گیا سو اسکے ثمرہ کے مقابلہ میں نصاب کیا چیز ہے

(ملفوظ ۱۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس اگر قید میں ہے تو اسکا کبد مضر نہیں آزاد نفس کا کبد مضر ہے۔

(ملفوظ ۱۴۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جنازہ دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کیلئے دعا ر

کرنا جائز ہے فرمایا کہ منقول نہیں اسلئے ترک اولیٰ ہے اور کہیں منہی عنہ بھی نہیں اگر لازم نہ سمجھے تو دعا بھی جائز ہے اور رفع یدین اُسکے آداب میں سے ہے۔

(ملفوظ ۱۴۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذلت اور تواضع کے درمیان کیسے فرق معلوم ہو کہ یہ ذلت ہے اور یہ تواضع فرمایا کہ تواضع کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے اسکے بعد ذلت کا درجہ خود سمجھ میں آجائیگا تواضع کی حقیقت ہے اپنے کو حالاً یا مآلاً سب سے کمتر سمجھنا مثلاً کسی کافر کی نسبت اگر یہ سمجھے کہ یہ بُرا ہے اس اعتبار سے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن مآل کی کیا خبر ہے تو یہ تواضع ہو گئی اور یہ سمجھنا اعتقادی تواضع ہے اور عملی تواضع یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی کی تحقیر نہ کرے یہ حقیقت ہے تواضع کی۔

(ملفوظ ۱۴۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت محنت مزدوری تمام پیغمبروں نے کی ہے اسکی کوئی اصل ہے فرمایا کہ یہ کلیہ تو منقول نہیں مگر اتنا ثابت ہے کہ بکریاں سب نے چرائی ہیں۔

(ملفوظ ۱۴۸) ایک شخص آکر خاموش بیٹھ گئے حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی پوری بات اور اپنا تعارف نہ کرایا اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص حاجت لیکر آوے اُسکو خود کہنا چاہیے کیا یہ میرے ذمہ ہے کہ میں پوچھا کروں کس کس سے پوچھوں میں ان چیزوں کی ہی تعلیم کرتا ہوں اسلئے بدنام ہوں لوگ تو یہ چاہتے ہیں ساری دنیا کے غلام ہو جاؤ سو مجھسے غلام نہیں بنا جاتا اس غلامی کا نام رکھا ہے اخلاق اس رسمی اخلاق کی بدولت جہل دوسرے کا راسخ ہو جاتا ہے میں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کرنیکے لئے تیار نہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کی بداخلاقی ہے جس سے لوگوں کا دین خراب ہو اور وہ جہل میں مبتلا رہیں۔

(ملفوظ ۱۴۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے، من تشبہ بقوم فھو منھم اسکی حکمت یہ ہے کہ اہل باطل سے امتیاز ہو مگر تشابہ جائز ہے تشبہ جائز نہیں تشابہ وہ ہے جو فطری ہو اور تشبہ وہ ہے جو قصد سے ہو۔

## ۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ
## مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں باہم تفرق نہ ہو اسکا اثر یہ ہوتا ہے

کہ دوسری قوموں کو ان کو ضرر پہونچانیکی جرأت ہوتی ہے اسلئے باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے
مگر یہ اتحاد نہیں جو آجکل کے لیڈر اور اُن کے ہم خیال مولوی کراتے پھرتے ہیں جسمیں شریعت بھی
محفوظ نہیں رہی بلکہ وہ اتحاد مقصود ہے جسکو حق تعالیٰ فرماتے ہیں واعتصموا بحبل اللہ
جمیعا ولا تفرقوا یعنی اعتصام بحبل اللہ کی ساتھ اتحاد یہی اتحاد کارآمد اور مفید ہے۔

(ملفوظ ۱۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کا کام نہیں چندہ جمع کرنیکا یہ کام تو دنیا داروں
ہی کے سپرد رہنا چاہئے مولویوں کو مالیات میں پڑنا ہی نہیں چاہئے اس باب میں ازکا مذہب
تو یہی ہونا چاہئے ؎

لنگکے زیرو لنگکے بالا، نے غم دزد و نے غم کالا،

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ
ہزار روپیہ پیش کیا کہ کسی نیک کام میں لگا دیجئے فرمایا کہ لگانے کے بھی تم ہی اہل ہو تم ہی خرچ کردو
اُس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا فرمایا میرے پاس اسکی دلیل ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھکو اہل
سمجھتے تو مجھکو ہی دیتے تبسم فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اسکا جواب تو تھا کہ حضرت اللہ
میاں دے تو رہے ہیں

(ملفوظ ۱۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا کے ساتھ صحیح تعلق ہونا چاہئے پھر چاہے کچھ جائے
بارہے پروا بھی نہیں کرنا چاہئے بعض لوگ کیفیات کے پیچھے پڑجاتے ہیں اسمیں کیا رکھا ہے بعض
منافع کے اعتبار سے وہ بھی خدا کی نعمت ہیں مگر مقصود نہیں اُن کی رضا کے سوا سب غیر مقصود ہے

(ملفوظ ۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعلق مع اللہ میں استغنا کی خاصیت ہوتی ہے جسکو بھی
اللہ تعالیٰ یہ دولت عطا فرمادیں یعنی ایمان کی معرفت کی تعلق مع اللہ ہے حافظ محمد یوسف صاحب
تھانوی تحصیلدار یا قلعہ دار تھے بھوپال میں اُسوقت مولوی عبد الجبار صاحب بھی وزیر تھے
اُنھوں نے حافظ صاحب سے ملنے کی کوشش کی بلایا حافظ صاحب نے تین شرطیں لگائیں کہ اگر
منظور ہوں تو آسکتا ہوں اول تو یہ کہ میری تعظیم نہ کریں دوسرے یہ کہ میں جہاں بیٹھ جاوں اُٹھایا
نہ جائے تیسرے یہ کہ میں جسوقت واپس آنا چاہوں مجھکو روکا نہ جائے وزیر صاحب نے تینوں شرطیں
منظور کرلیں پہونچے وزیر صاحب کے پاس وہ دیکھکر کھڑے ہوگئے کہا کہ دیکھئے شرط اول کی مخالفت

ہو رہی ہے کچھ بہت ہی ادنیٰ جگہ میں بیٹھ گئے وزیر صاحب نے کہا کہ حضرت یہاں آجائیے کہا کہ شر شانی کی مخالفت ہو رہی ہے وزیر صاحب نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ حضرت جو عہدہ منظور فرمائیں اُسکا انتظام کر دوں کہا کہ اسوقت میری تنخواہ پچاس روپیہ ہے بیوی منتظم ہوتی تو پچاس روپیہ سے کم میں بھی گذر ہو سکتی تھی مگر اب پچاس روپیہ میں بحمد اللہ بخوبی گذر ہو جاتا ہے سو میں چاہتا ہوں کہ اس پچاس میں تو کمی نہ ہو رہا عہدہ سو اُس کے متعلق یہ ہے کہ چاہے بھنگیوں کا جمعدار بنا دیجئے ہاں پچاس روپیہ دئے جائیے بس کافی ہے یہ کہکر اُٹھکر چلد یئے یہ اپنے باپ کے رنگ پر تھے حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی شان تھی بھوپال میں ایک فقیر آیا تھا امراء کو معتقد بناتا پھرتا تھا چونکہ حافظ صاحب بڑے آدمی تھے انکو بھی مسخر کرنے آیا مسند پر بیٹھے تھے کونے میں کھڑے ہو کر توجہ کی حافظ صاحب کو محسوس ہو گیا اُسپر اُس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں … کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ کہنا تھا کہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور اُٹھکر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ میں بھی حضور ہی کا شغال زنگین ہوں کہا کہ جاؤ ان باتوں میں کیا رکھا ہے اتباع سنت اختیار کرو۔ یہ حافظ صاحب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت ہی سے مجاز تھے۔

(ملفوظ ۱۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا باکمال ہونا اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کا تعلق عقیدت حضرت سے تھا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہونا تو اس درجہ کی حجت نہیں اسلئے کہ وہ تو خود ہی اخلاق میں اور عشق میں مغلوب تھے البتہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں ایک خاص انتظامی شان تھی جیسے انبیاء علیہم السلام کے ورثہ میں ہونا چاہیے وہی شان تھی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی جسکا اثر تھا لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم حق میں ذرہ برابر کسی کی پروا نہیں کرتے تھے اگر حضرت حاجی صاحب میں ذرا بھی کمی ہوتی مولانا علی الاعلان تعلق قطع فرما دیتے۔

(ملفوظ ۱۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کو مالیات سے بچنا چاہیے اس معاملہ میں انکو پڑنا ہی نہیں چاہیے ہیں ایکمرتبہ نواب صاحب ڈھاکہ کا دعوت کیا ہوا ڈھاکہ گیا نواب صاحب نے بدون میری تحریک کے مدرسہ دیوبند کیلئے روپیہ دینا چاہا مجھے لیتے ہوئے بھی غیرت آئی لیکن اگر انکار کرتا ہوں تو خواہ مخواہ کا

تقویٰ بگھارنا تھا اور انکی دلشکنی کا بھی خیال تھا اور مدرسہ کا بھی نقصان میں نے کہا کہ میرا سفر ہوگا اور سفر میں اتنی بڑی رقم کا پاس رکھنا خطرہ سے خالی نہیں ہر وقت یہی کھٹک رہے گی کہ کہیں گم نہ ہو جائے کوئی نکال نہ لے اسلئے مناسب یہ ہے کہ آپ بیمہ کر کے روانہ کر دیجئے وہ سمجھ گئے کہا کہ بہت اچھا آپ مہتمم صاحب کو رقعہ تو لکھدیں میں بیمہ کر دونگا میں نے کہا کہ بہت اچھا میں لکھدونگا تو مالیات میں تو مولویوں کو پڑنا ہی بُرا ہے میں اسکو پسند نہیں کرتا۔

(ملفوظ ۱۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گنگوہ حاضر ہوا حضرت کی شفقت کی یہ حالت تھی یہ فرمایا کہ تم جب آجاتے ہو دل تازہ ہو جاتا ہے میں نے واپسی کی اجازت چاہی کہ حضرت جاؤنگا فرمایا کہ اتنی جلدی میں نے کہا کہ کپڑے میلے ہو گئے ہیں زیادہ ٹھہرنے کے ارادہ سے نہیں آیا تھا فرمایا کہ کپڑے تو ہم دیدیں گے میں نے عرض کیا کہ حضرت اور بھی کام ہے پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا حضرت کے کپڑے پہننے کو بھی جی نہیں چاہا بے ادبی معلوم ہوئی۔

(ملفوظ ۱۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو توسل کی حقیقت معلوم نہ تھی سوال کرنے سے بھی مقصود حاصل نہ ہوا ایک روز دفعۃً قلب پر اسکی حقیقت وارد ہوگئی وہ یہ کہ حدیث میں ہے المرء مع من احب اس سے معلوم ہوا کہ مقبولین کی ساتھ محبت اور تعلق رکھنے سے رحمت خاص کا وعدہ ہے پس کسی صالح سے توسل کا حاصل یہ ہوا کہ اے اللہ مجھکو فلاں شخص سے تلبس ہے اور اس تلبس پر آپکا رحمت خاص کا وعدہ ہے پس میں اُس رحمت خاص کا سوال کرتا ہوں اور جس جگہ یہ بات سمجھ میں آئی تھی وہ جگہ بھی یاد ہے اُسوقت اسقدر خوشی ہوئی تھی کہ اگر دس ہزار روپیہ بھی ملتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی اور توسل بالاعمال کی بھی ذرا تغیر الفاظ کے ساتھ یہی حقیقت ہے کہ فلاں عمل سے آپکو محبت ہے اور اُس عمل پر رحمت خاص کا وعدہ ہے اور ہمکو اس عمل سے صدور کا تلبس ہے اب ہم اس رحمت خاص کا سوال کرتے ہیں

(ملفوظ ۱۵۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فطری رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے وہ چیزیں اپنی ذات میں مذموم نہیں اسلئے کہ فطری ہیں انکا فطری ہونا دیکھکر حکماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ریاضت اور مجاہدہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا جو چیزیں جبلی ہیں وہ بدل نہیں سکتیں اسلئے سعی اور

کوشش بیکار ہے یہ حکماء سمجھے نہیں مجاہدہ سے جبلی اور فطری کا ازالہ نہیں کیا جاتا اسمیں تو حکمتیں ہیں اسلئے اسکو باقی رکھا جاتا ہے البتہ وہ کبھی اپنی اختیار سے اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں ریاضت اور مجاہدہ سے وہ اعتدال پر آجاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۵۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین کے مشرب کی حقیقت ایک خواب میں مجھپر ظاہر ہوگئی تھی جو میں نے طالب علمی میں دیکھا تھا گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن اگر نصوص شرعیہ سے مؤید ہو جاوے تو سکون ضرور ہوتا ہے اسلئے کہ بروے حدیث بشرات میں سے ہے میں نے خواب یہ دیکھا کہ میں دہلی ہوں اور ایک غیر مقلد مولوی صاحب کے مکان کے دروازہ میں طلبہ جمع ہیں میں بھی ہوں اور چھاچ تقسیم ہو رہی ہے مجھکو بھی دینا چاہا مگر میں نے انکار کر دیا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کے صورت مثالیہ دودھ کی سی ہے اور چھاچ مشابہ ہوتی ہے دودھ کے تو خواب کے معنی یہ ہوئے کہ انکا مشرب دین کی صورت تو ہے مگر اسمیں دین کے معنی نہیں

(ملفوظ ۱۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اختلافی مسائل میں متاخرین نے بڑا جھگڑا پھیلا دیا دین کو اچھا خاصہ میدان جنگ بنا دیا اختلاف مذاہب کو اختلاف ملل بنا لیا یہ ابن مسعود کا قول سنا گیا ہے گو بڑا عالم نہیں مگر سمجھدار آدمی ہے یہ اختلاف تو علوم ظاہری میں ہو رہا ہے باقی علم باطن میں اختلاف سے بڑھکر خلاف کیا جاتا ہے چونکہ اکثر اس سے بے خبر ہیں اسلئے اہل خبر پر بکثرت اعتراض ہوتے ہیں خصوص جو شخص اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیتا ہے اُسکو تو نشانہ ملامت بننے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے کیونکہ ہر شخص اُسکو برا بھلا کہتا ہے بدنام کرتا ہے چنانچہ ایک شخص نے اسکا اقرار بھی کیا تھا مجھکو لکھا تھا کہ میں تمکو قانون باز بلکہ قانون ساز کہا کرتا تھا میں معافی چاہتا ہوں توبہ کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۱۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض حضرات کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مرید ہونے آتا اسکو کھانا بھیجتے جب برتن واپس آتے دیکھتے اگر روٹی سالن تناسب سے بچا ہوتا تو اس سے معاملہ کی گفتگو فرماتے ورنہ شروع ہی سے جواب دیدیتے کہ ہمارا تمہارا نباہ نہ ہوگا تم میں انتظام کا مادہ نہیں۔

(ملفوظ ۱۶۲) ایک شخص نے آکر تعویذ مانگا فرمایا کہ اس باب میں لوگوں کو بہت غلو ہے ہر کام تعویذ

ہی سے لینا چاہتے ہیں اگر یہی حالت رہی تو آئندہ اولاد بھی تعویذ ہی سے مانگنے لگیں گے نکاح کی بھی ضرورت نہ رہیگی فرمایا کہ ہر چیز کے لئے تعویذ مانگنے پر یاد آیا کہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب کے پاس ایک بھنگڑ آیا کہ حضرت بھنگ نہیں بکتی ایک تعویذ دیدیجئے آپنے تعویذ لکھکر دیدیا خوب بھنگ بکنا شروع ہوگئی طلبہ نے شبہ کیا کہ حضرت نے بھنگڑ کو بھی تعویذ دیدیا یہ تو اعانت علی المعصیت ہے آپنے اُس بھنگ فروش سے فرمایا کہ بھائی ذرا وہ تعویذ لے آنا تعویذ لے آیا کھولکر طلبہ کو دکھلایا اسمیں لکھا تھا کہ اے اللہ جن لوگوں کی قسمت میں بھنگ پینا لکھا ہے وہ تو بھنگ ضرور ہی پئیں گے تو وہ اسکی ہی دکان سے پی لیا کریں سب نے دیکھ لیا کیسا تعویذ ہے بھلا ان حضرات پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے خوب کہا ہے ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

تعویذ کے سلسلہ میں بعضی حکایات بھی بیان فرمائیں کہ حضرت سید صاحب بریلوی تعویذ میں یہ لکھدیتے تھے ۔ خداوندا گر منظور داری ۔ حاجتش رابر آری ۔ حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ سے ایک بیمار لڑکی پر دم کرنے کی درخواست کیگئی آپ نے اُس کے منہ میں تھوک دیا اللہ تعالیٰ نے شفا بھی عطا فرمادی اور اُس بی بی نے خود بیان کیا کہ اُس روز سے میرا ذہن اور حافظہ اور فہم سب بڑھ گیا ۔ پھر حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکات کے متعلق فرمایا کہ حضرت میانجی صاحب کہتے تھے کہ ہماری موت کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کیسی پھیلتی ہے پھر حضرت میانجی صاحب کے اخلاق کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب تھے کاندھلہ کے رہنے والے جنکی تصنیف تفسیر سورہ یوسف منظوم ہے یہ کوئی باقاعدہ مولوی تو نہ تھے مگر مشہور تھے اور ایک زمانہ میں حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتے تھے پھر تنبہ ہوا تو توبہ کی اور مرید ہوگئے حضرت نے مرید کر لیا اور برابر آتے جاتے رہے مگر ایک مدت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ اور کہیں رجوع کریں مجھسے آپکو نفع نہ ہوگا میں ہر چند آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور نفع پہونچانا چاہتا ہوں مگر آپ کی وہ گستاخیاں یاد آکر مانع ہو جاتی ہیں وصول برکات سے ۔

# ۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ،

۱۶۳ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف نے اتباع سنت کا بڑا اہتمام کیا ہے حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ کی حکایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ اس خلال سے نماز نہیں پڑھی جو سنت کے موافق ہے اسلئے بیس برس کی نماز لوٹائی سنت کے موافق خلال کرکے۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب ردولوی رح باوجود اسکے کہ ان پر استغراق کا ایسا غلبہ تھا کہ تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ یاد نہیں ہوا پھر بھی اتباع سنت کسقدر غالب تھا کہ فرماتے ہیں کہ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد ایں جا مردانند که دریاہا فرو برند و آروغ نہ زنند۔ دیکھئے اس غلبہ حال میں بھی خلاف سنت پر نکیر فرمایا پھر ایک غلبۂ حال کی حکایت بیان فرمائی کہ انکو انکے بھائی نے علم درسی پڑھانا چاہا تو شروع کرائی اسمیں ایک مثال آئی ضرب زید عمرا پوچھا زید نے کیوں مارا انھوں نے کہا مارا وارا نہیں یوں ہی ایک مثال ہے کہا کہ مارا نہیں تو کذب ہے اور اگر مارا تو ظلم ہے میں ایسی کتاب نہیں پڑھونگا جسمیں پہلے ہی سے تعلیم کذب اور ظلم کی ہو۔

۱۶۴ (ملفوظ) ایک صاحب کی تحریری غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ اس طریق کا نفع چاہتے ہیں تو محو و فنا کا ثبوت دیجئے آپ تو زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں سو اگر انقیاد نہیں ہے تو آنا بیکار اور اگر آنا چاہتے ہو تو انقیاد سے کام لو۔

۱۶۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والے اپنی کوتاہیوں کو نہیں دیکھتے میرے مواخذہ پر نظر کرتے ہیں اور واقعہ کا یہ خلاصہ نکالتے ہیں کہ ذرا سی بات پر خفا ہو گئے یا ہم نے خدمت کی تھی مگر بگڑ گئے کچھ معلوم بھی ہے کہ بدون گرفت اور سختی کے کج فہموں کی اصلاح غیر ممکن ہے دیکھئے جب مربا بنانا ہوتا ہے پہلے اسکو ٹکلے سے کونچتے ہیں تب اسمیں شیرینی پہونچتی ہے نیز اسکو آگ پر بھی ابالتے ہیں اسی طرح مربی کے فعل کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ مربی بنانے سو یہاں تو جب مربا بنتے آتے ہیں تو یہ امور ضرور ہوتے ہیں غرض شیخ تربیت کیلئے جسکے لئے مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے برتاؤ کرتا ہے نرمی ہو یا سختی ہو مگر یہ معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے جو اپنے کو سپرد کرتا ہے اور محبت کا مدعی بنکر آتا ہے اس لئے کہ حقوق

کی بھی قسمیں ہیں ایک حقوق تو عامہ مسلمانوں کے ہیں اور ایک حق اس سے آگے ہے جسکا منشا تعلق ہے خصوصیت کا اُسکے اور قواعد ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لیگئے خضر علیہ السلام نے قوانین بتائے ساتھ رہنے کے دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کی کسدرجہ کی ہستی مگر چونکہ خضر علیہ السلام سے ایک خاص کام لینا چاہتے تھے اسلئے اُنھوں نے اس انتفاع کے شرائط بیان کئے اور خصوصیت کیلئے شرائط تو ہوتے ہی ہیں اگر موسیٰ علیہ السلام اُن شرائط کو قبول نہ فرماتے تو خضر علیہ السلام ساتھ رکھنے سے یقیناً عذر فرمادیتے اسکے بعد جب شرائط میں اختلال ہوا صاف کہدیا ھٰذا فراق بینی وبینک حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی فعل معصیت نہ تھا پس خضر علیہ السلام کے عذر کا یہ حاصل تھا کہ ہماری تمھاری موافقت نہ ہوگی اور یہ تفریق ایسی تھی کہ بدون کسی وجہ کے بھی جائز تھی اسلئے افتراق کیلئے معصیت شرط نہیں۔

(ملفوظ ۱۶۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض کشف ہی ایسا ہوتا ہے کہ اسمیں بالکل احتمال غلطی کا نہیں ہوتا مگر پھر بھی شرعاً حجت نہ ہوگا اور اسکو مستبعد نہ سمجھا جاوے کہ جب اسمیں غلطی کا احتمال نہیں پھر حجت نہ ہونے کی کیا وجہ اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص رمضان کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھتا ہے اور یہ دیکھنا ظاہر ہے کہ حسی طور پر ہے جسمیں کوئی اشتباہ نہیں پھر اسپر یہ بھی واجب ہوگا کہ قاضی سے جاکر ظاہر کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اور بھی کوئی شہادت ہو گو اپنے علم میں یہ واحد ہے مگر یہ نہ سمجھے کہ واحد کی شہادت مقبول نہ ہوگی تو شہادت سے کیا فائدہ کیونکہ اگر سب دیکھنے والے اپنے کو واحد واحد سمجھکر شہادت سے تقاعد کریں تو رویت کیسے ثابت ہو غرضکہ اس نے جاکر قاضی سے کہا مگر اتفاق سے اور کوئی شہادت نہ تھی اسلئے قاضی نے کہدیا کہ حجت نہیں تو اس صورت میں باوجود اسکے کہ اس نے خود دیکھا اور بلا اشتباہ دیکھا مگر پھر بھی خود اسکے لئے بھی حجت نہیں چنانچہ یہ بھی روزہ وجوباً رکھیگا ایسے ہی اگر کسی کو کشف ہو اور بالکل بلا تلبیس مگر پھر بھی عدم تلبیس مستلزم نہیں حجیت کو شیخ اکبر بعض کشوف میں تلبیس کی نفی فرماتے ہیں مگر غلطی سے یہ مشہور ہوگیا کہ وہ کشف بلا تلبیس کو حجت سمجھتے ہیں اُن کے قول میں کہیں تصریح نہیں کہ بعض کشف حجت ہے پس مذہب منصور سب کے نزدیک یہ ہی ہے کہ کشف حجت نہیں۔

(ملفوظ ۱۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل محبت اور تعلق کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں مگر امتحان کے

وقت کورے نکلتے ہیں محبت کے حقوق میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر دوست دوست سے اپنی ضرورت میں روپیہ طلب کرے اور دوست یہ پوچھے کہ کتنا تو وہ دوستی کے قابل نہیں بلکہ جو کچھ پاس ہو سب پیش کردے پھر وہ خواہ کل لیلے یا جزو لیلے۔ ایک شخص کی حکایت ایک کتاب میں مذکور ہے کہ ان کے ایک دوست نے مکان کے دروازہ پر آکر آواز دی یہ شخص مکان سے کچھ توقف کے بعد باہر اسطرح آیا کہ ایک غلام کے سر پر روپیہ کی تھیلیاں ہیں اور خود اس شخص کی کمر سے تلوار بندھی ہے اور ساتھ ایک عورت نہایت حسین زیور سے آراستہ ہے دوست نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے کہا کہ مجھکو یہ خیال ہوا کہ دوست آیا ہے نہ معلوم کیا ضرورت ہے اگر کسی دشمن کا مقابلہ ہے تو میں حاضر ہوں اسی لئے تلوار ساتھ لایا ہوں اگر روپیہ کی ضرورت ہے تو یہ تھیلی موجود ہے اگر خادم کی ضرورت ہے تو یہ غلام حاضر ہے اگر انس کیلئے عورت کی ضرورت ہے تو یہ کنیزک موجود ہے یہ ہے دوستی۔ محبت پر ایک اور قصہ یاد آگیا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے یہاں مہمان ہوئے وہ رئیس نہایت منتظم تھے وہ کھانوں کی ایک فہرست مرتب کرکے غلام کو دیدیتے تھے کہ یہ کھانے تیار ہونگے ایک دن امام صاحب نے غلام سے فہرست لیکر اسمیں ایک کھانیکا اضافہ کردیا جب دسترخوان پر کھانا آیا تو رئیس نے دیکھا کہ فہرست میں جو کھانے لکھے تھے اس سے زائد دسترخوان پر ایک کھانا موجود ہے اسکا سبب غلام سے دریافت کیا غلام نے عرض کیا کہ امام صاحب نے ایک کھانیکا اضافہ فرمادیا تھا اس رئیس پر مسرت کا ایسا حال طاری ہوا کہ اس غلام کو آزاد کردیا محض اس بنا پر کہ مہمان کی فرمائش پر اس نے عمل کیا۔

(ملفوظ[۱۲۸]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں میں نے فلاں صاحب سے جو یہاں خانقاہ میں مقیم تھے کہا تھا کہ تم یہاں رہے پلے بڑھے سب کچھ ہوا مگر میں پھر بھی تمہاری رائے میں مزاحمت نہ کرونگا مگر تمکو بھی یہاں رہکر اختلاف کرنا مناسب نہیں تو اس حالت میں یہاں پر تمھارا رہنا بھی مناسب نہیں ایک جگہ سے دو مختلف جواب ملنا اسمیں بڑا مفسدہ ہے باقی اگر تم اپنی رائے پر عمل کرو مگر طریقہ کے ساتھ تو مجھکو بحمداللہ ایسے اختلاف سے کبھی گرانی نہیں ہوئی گرانی ہوتی ہے خلاف سے اور یہ بھی صرف ان کے خلاف سے جو محبت کا دعوی کرتے ہیں تعلق کو ظاہر کرتے ہیں ورنہ اوروں کی طرف سے یہ خلاف کرنا بھی گراں نہیں فلاں خاں صاحب نے مجھکو ہمیشہ گالیاں دیں کا فرکہا ذرہ برابر بھی مجھپر کبھی اثر نہیں ہوا اسلئے کہ وہ مخالف تھے شکایت دوستوں سے ہوا کرتی ہے دشمنوں سے کیا شکایت

ایک دوسرے صاحب کا واقعہ ہے کہ اُنھوں نے یہاں کارڈ لکھا اور لوح پر بلا ضرورت خانقاہ امدادیہ کا نام
بھی لکھدیا پھر معافی چاہی میں نے اُن سے یہی کہا کہ عمل تو اُسی پر کرو جو تمھاری رائے ہے اور جب
تم معافی چاہتے ہو تو اسکا اعلان کردو کہ رائے تو میری وہی ہے جو لکھ چکا ہوں مگر میں نے جو لوح پر یہ لکھا
ہے کہ یہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا جواب ہے اس لکھنے کی ضرورت نہ تھی جواب تو بدون اسکے بھی
ہو جاتا لوگ خود سمجھ لیتے کہ فلاں فتوے کا رد ہے بس اس طرح کا اعلان کردو مگر وہ اس اعلان پر آمادہ
نہ ہوئے میرا ابھی دل منقبض رہا میرا خاصہ ہے کہ اگر کوئی اصول صحیحہ پر رہے تو مجھکو محبت بدرجہ عشق ہوتی
ہے اور اگر اصول کے خلاف ہو تو اُس سے قلب پھر جاتا ہے مگر اب دس برس کے بعد اعلان کیا میں صاف
ہو گیا کیونکہ مجھکو تو دیکھنا تھا ورنہ اعلان نہ کرنے سے میرا کوئی ضرر نہ تھا اور اب اعلان کر دیا میرا کوئی
نفع نہیں ہو گیا نفع اور ضرر سب اُنہیں کا تھا اور یہ ہی ہیں فلاں مولوی صاحب ہے چاہتا ہوں جو دارالعلوم
کو بدنام کرچکے ہیں اور اب معافی چاہتے ہیں اُن سے بھی اسلئے انقباض ہوا کہ وہ مجھسے ایک زمانہ میں
تعلق رکھ چکے ہیں مجھسے تربیت کی خدمت لے چکے ہیں گو ممکن ہے کہ اُنکو ضرورت نہ ہو مگر خدمت لی تو
سہی اُن چیزوں کا طبعی اثر ہوتا ہے پھر اسمیں تو میرا معاملہ بھی نہیں مدرسہ کا معاملہ ہے وہ ایک چیز ہے
جس سے مخلوق کو نفع ہو رہا ہے ممکن ہے اسمیں کچھ کوتاہیاں ہوں اور اصلاح کی ضرورت ہو اصلاح کرو
نہ کہ انہدام کرنے لگو مدرسہ کو بدنام کرنیکا جو طرز اختیار کیا گیا تھا اُسکے تدارک کے لئے اس اعلان کی
ضرورت ہے کہ ہمنے جو طرز اختیار کیا تھا وہ غلط تھا گو مطالبات ہمارے اب بھی وہی ہیں اور مشورہ
یہ ہے لیکن اگر ہماری رائے قبول نہ کیجاوے ہم پھر بھی مدرسہ کے خادم ہیں بتلایئے اسمیں کیا ضرر ہے
میں تو سبکی مصالح کی رعایت رکھتا ہوں مگر بے اصول کام مجھسے نہیں ہو سکتے معافی بھی بے اصول نہیں
ہو سکتی چاہے کسی کو گوارا ہو یا ناگوار کوئی راضی رہے یا ناراض اور کسی کی ناراضی سے ہوتا کیا ہے۔
حق تعالیٰ راضی رہیں اور کسی کی کچھ پروا نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک اور صاحب کا واقعہ ہے جنکو محبت
اور تعلق کا دعویٰ تھا مگر اُنھوں نے ایک تحریر لکھی اُسمیں میرے متعلق طعن آمیز کلمات لکھے تھے وہ
یہاں نیز مہمان ہوئے میں نے بحمد اللہ اُن کے حقوق مہمانی کے ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کی مگر جو وحشت
اُن سے تھی وہ اب بھی ہے اور جب تک اُسکا تدارک نہ ہوگا رہیگی باقی مجھے تدارک کا نہ انتظار ہے نہ استدعا
اس لئے کہ یہاں تکثیر سواد کی ضرورت ہی نہیں یہی تو میرا گنوار پن ہے جسکی وجہ سے بکثرت لوگ مجھسے

ناراض ہیں اسی اخیر کے واقعہ میں انھوں نے تو اپنی بھڑاس نکال لی مگر مجھکو وہ ناراضی ادائے حقوق سے مانع نہیں ہوئی ہاں انبساط نہیں ہوا اور اُنپر ظاہر بھی کر دیا کہ میں ناراض تھا اور ہوں اور ہوں گا مجھکو رنج تھا اور ہے اور رہیگا مجھکو آپ سے شکایت تھی اور ہے اور رہیگی اسکو بھی صاف کہدیا یہ اس معاملہ کا حق تھا اسکو بھی نہیں چھپایا۔

(ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تحریکات میں یہانکے لوگ تو اپنا دشمن سمجھتے ہی ہیں مگر بعضے عیسائی بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں چنانچہ کوہ منصوری پر عیسائیوں کا ایک وفد تبلیغ کیلئے امریکہ سے آیا تھا اُسمیں ایک پادری تھا میرے ایک عزیز سے اُسکی ملاقات ہوگئی اس نے میرے متعلق پوچھا کہ ان تحریکات میں اُسکا کیا خیال ہے انھوں نے کہا کہ وہ ان تحریکات کے خلاف ہے یہ سُنکر اس پادری نے کہا کہ یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن معلوم ہوتا ہے اُن عزیز نے کہا کہ یہ تحریکات خود عیسائیت کے خلاف ہیں تو اگر وہ اسمیں شریک ہوتے تب تو عیسائیت کی دشمنی ہوتی اب دشمنی کے کیا معنی کہا کہ تم اس بات کو نہیں سمجھے اسوقت ہندوستان میں دو مذہب ہیں ایک ہندو اور ایک مسلمان اور دونوں میں بوجہ اختلاف مذہب کے تصادم ہے اسوجہ سے اپنے اپنے مذہب پر سختی سے جمے ہوئے ہیں مگر ان تحریکات میں دونوں بہت سے کام اپنے مذہب کے خلاف کر رہے ہیں جس سے ان پر لامذہبی کا غلبہ ہوجائیگا اور لامذہبی کے بعد عیسائیت کی قابلیت قریب ہوجاتی ہے تو تحریکات کے خلاف کرنا عیسائیت سے روکنا ہے یہ راز ہے جسکو یہ شخص سمجھا ہے اور تحریکات کا مخالف ہوا اسلئے ہم کہتا ہے کہ یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن ہے پھر فرمایا کہ آج کل کی عیسائیت کا پہلا زینہ لامذہبیت ہے عیسائی ہوتے ہی وہ ہیں جو بدمذہب ہیں اور ان تحریکات میں مسلمانوں نے تو بلاوجہ ہی سر کٹائے نہ ہندو ہی راضی ہوئے نہ انگریز انکو تو صرف ایک ذات کے راضی کرنے کی ضرورت ہے اگر وہ راضی ہوجائیں تو پھر کسی کی ناراضی سے کچھ ضرر نہیں اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے اور اب تو مسلمان اسکے مصداق ہوگئے جیسا کہ ایک صاحب سرگرم تحریکات نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے ؎

اُس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا ذلیل | ہم کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گئے

(ملفوظ ۱۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روم میں ایک ہو لو یہ سلسلہ ہے یہ لوگ اہل سماع ہیں یہ لوگ

مولانا رومی رحمۃ کے خاندان سے ہیں اور سماع آلات کے ساتھ سنتے ہیں انہیں نے بجاتے ہیں ایکمرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نے۔ ناتیکی درخواست کی حضرت کو نہ سننا منظور تھا نہ اسکی دل شکنی فرمایا کہ میں اس فن کو جانتا نہیں تو نااہل کے سامنے پیش کرنا فن کی ناقدری کرنا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ہمارے فلاں مولوی صاحب ہوتے تو وہ قدر کرتے حضرت کے اس ارشاد کو بعض نے تو ان مولوی صاحب پر اعتراض سمجھا اور بعض نے یہ سمجھا کہ ان مولوی صاحب کو سماع کی اجازت ہے۔

(ملفوظ ۱۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جہاں کسی نے کسی تقریر کے اعادہ کی درخواست کی تو یہ فرماتے کہ بھائی یہاں کوئی مدرسہ نہیں ہے قیل وقال کیلئے اور کبھی یہ فرمادیتے کہ حاضرین مجلس میں سے فلاں شخص سمجھ گیا اس سے سمجھ لینا۔

## ۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت سنی ہے کہ ایک شخص نے بہت بڑی رقم آپ کے سامنے پیش کی آپنے فرمایا کہ مجھکو اسوقت حاجت نہیں عرض کیا کہ حضرت کسی مصرف خیر میں صرف فرما دیجئے فرمایا کہ میں کوئی تمھارا نوکر ہوں جو تقسیم کرتا پھروں خود صرف کردو یہاں سے تقسیم کرنا شروع کرو گھر تک نہ پہونچو گے کہ کچھ بھی باقی نہیں رہیگی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کو بریلی میں ایک صاحب نے پانچ چھ ہزار روپیہ یا اس سے زائد دینا چاہا حضرت نے انکار فرمایا اس نے بھی وہی بات کہی کہ کسی مناسب مصرف میں صرف کر دیجئے آپ نے فرمایا مجھ میں اسکی بھی لیاقت نہیں اس نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں دلیل سے کہتا ہوں وہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بخل نہیں اگر مجھ میں لیاقت ہوتی تو مجھکو دیتے جب تمکو دیا تو تم ہی اسکے اہل ہو خود ہی صرف کرو عرض کیا کہ پھر کوئی مصرف ہی بتلا دیجئے حضرت کو مدارس دینیہ کے ساتھ خاص شغف تھا فرمایا اس رقم سے کوئی مدرسہ دینیہ جاری کردو وہاں ضرورت بھی تھی کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا پھر اس واقعہ پر بطور تفریع کے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولویوں کو مالیات میں نہ پڑنا چاہئے اور یہ مال ایسی

چیز ہے کہ اسمیں بہت جلد بدنامی ہوجاتی ہے اور بدنام کرنے والے حقیقت پر بھی مطلع ہونے کی کوشش نہیں کرتے بداعتقاد ہوجاتے ہیں دہلی میں ایک متمول صاحب تھے وہ میرے صرف اسوجہ سے معتقد ہوئے تھے کہ ایک شخص نے مجھکو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے نہیں لئے انکار کر دیا اس تجربہ بنا پر تو معتقد ہوگئے پھر بداعتقاد بھی ایسی ہی تجربات پر ہوگئے انھوں نے ایک دنیاوی معاملہ میں مجھسے سفارش چاہی میں نے نامناسب ہونے کے سبب انکار کر دیا بس اسپر غیر معتقد ہوگئے ان لوگوں کے نہ اعتقاد کا بھروسہ اور نہ بداعتقادی کا۔

**ملفوظ** (۱۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کے ساتھ توریت انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے زمانہ میں اسکے ثمرہ کا ظہور ہوا واقعہ یہ ہے کہ ایک پادری آیا بعض اہل بدعت کے بہکانے سے اُس نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کا نام لیکر مناظرہ کا اعلان کیا بہکانے کی وجہ یہ تھی کہ شاہ صاحب سے عداوت تھی جانتے تھے کہ شاہ صاحب کو اس سے کیا مناسبت۔ ہار جائیں گے ذلت ہوگی نفسانیت بھی کیا بری چیز ہے یہ نہ سمجھا کہ اگر ایسا ہوا تو نعوذ باللہ اسلام کی ذلت ہے شاگردوں نے یہ دیکھکر کہ مولانا کو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا یہ عرض کیا کہ حضرت ہمکو مناظرہ کی اجازت دیجاوے فرمایا کہ وہ میرا نام لیکر اعلان کرے اور میں خاموش بیٹھا رہوں مجھکو غیرت آتی ہے اب شاگردوں میں بڑی کھلبلی پڑی مگر یہ کون کہہ سکتا تھا کہ آپ کو عیسائیوں کے مناظرہ سے مناسبت نہیں کیونکہ ایسے مناظروں میں عادۃً الزامی جوابوں کی ضرورت ہوتی ہے قلعہ میں مناظرہ ٹھہرا یہ غدر کے زمانہ سے قبل کا واقعہ ہے حضرت شاہ صاحب مناظرہ کیلئے تشریف لیگئے مناظرہ ہوا حضرت شاہ صاحب نے توریت و انجیل کے حوالہ سے جواب دینا شروع کئے پادری کو شکست ہوئی لوگوں کو بڑا تعجب ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپکو ان جوابوں کی کیا خبر فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کے ساتھ توریت اور انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ ضرورت کی بنا پر میری رائے ہے کہ مدارس میں تین چیزوں کی تعلیم کا اور اضافہ کر دیا جائے ایک ریلوے قانون کا دوسرے ڈاکخانہ کے قواعد کا تیسرے فوجداری کی دفعات کا تاکہ جرم کی حقیقت سے واقف ہوجائیں بعض مرتبہ جرم کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جرم کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔

(ملفوظ ۴۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کو دنیا ہی حاصل کرنا ہو وہ اللہ والوں کی صحبت حاصل کرے کیونکہ انکی عقل نورانی ہوتی ہے قلب صاف ہوتا ہے حقائق منکشف ہوتے ہیں گو تجربہ نہیں ہوتا مگر جن چیزوں میں عقل کی ضرورت ہے ان میں ان حضرات کو کامل دسترس ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۴۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اس دنیا میں رہتے ہی نہیں تھے کسی اور ہی عالم میں رہتے تھے اُنکی بات چیت بھی اور رنگ کی کھانا پینا بھی اور ہی رنگ کا ہر بات ہر کام میں رنگ ہی اور تھا اور ساری عمر اسی میں ختم کر گئے کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے تعلق مع اللہ کا اور کسی کام کے رہے ہی نہ تھے۔

# ۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۴۱۶) ایک شخص نے آکر تعویذ مانگا کہ فلاں چیز کیلئے تعویذ کی ضرورت ہے حضرت والا نے اور کام چھوڑ کر تعویذ لکھنا شروع کیا اور فرمایا کہ چونکہ اس نے آکر پوری بات کہی میں نے سب کام چھوڑ کر اسکا تعویذ لکھدیا میرے یہاں تو اگر کوئی اُصول سے کام لے ایک منٹ کی بھی دیر نہیں ہوتی فوراً کام ہو جاتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر ہر قسم کے تعویذ پہلے سے لکھکر رکھ لئے جائیں تو بڑی سہولت ہو فرمایا کہ یہ تو کبھی خیال نہیں آیا کہ لکھکر تعویذ رکھ لئے جائیں مگر سہولت کی ایک صورت اس سے بھی زیادہ تجویز کی تھی کہ جو شخص تعویذ لینے آئے اُسکو بسم اللہ لکھکر دیدیا کرونگا نہ لوگ سوال وجواب کی گڑبڑ میں پڑیں گے نہ میں الجھونگا اسکے بعد ایک روز دو شخص آئے میں نے بدون اُن سے دریافت کئے بسم اللہ لکھکر تعویذ دیدیا وہ لیکر چلے گئے میں اس تجویز پر بہت خوش تھا کہ یہ اچھا طریقہ ہاتھ آیا میں مجمع میں اسکو بیان کرنے لگا ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ کچھ خبر بھی ہے کہ کیا نتیجہ ہوا وہ آپس میں یہ کہتے جا رہے تھے کہ ہم نے کچھ کہا بھی نہیں اور انکو دل کی خبر ہوگئی میں نے کہا کہ یہ تو اُس سے بھی بڑا مفسدہ ہے آخر اُس تجویز کو چھوڑ دیا لوگ بھی بڑے ہی حضرت ہیں ان کا کہاں تک کوئی انتظام کرے۔

(ملفوظ ۴۱۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک شخص مجھسے کہتے تھے کہ حضرات علماء دیوبند درویش

ہیں مگر اپنے کو چھپاتے ہیں فرمایا کہ یہ تو درویشی کے لوازم سے ہے ایسا سمجھنا لغو نہیں خصوص چشتیہ کے یہاں تو شہرت کی سخت ممانعت ہے وہ اسکو حجاب سمجھتے ہیں چشتیہ میں فنا کا بہت زیادہ غلبہ ہے اپنے کو مٹائے ہوئے ہیں وہ نہ کشف کو کمال سمجھتے ہیں نہ کرامت کو نہ الہام کو اُن کے یہاں فنا ہو جانا مٹ جانا اول قدم ہے بس اُنکی تو یہ حالت ہے ؎

عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت | ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لادر قتل غیر حق براند | در نگر آخر کہ بعد لاچہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت | مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

(ملفوظ ۱۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل درویشوں کی دو قسمیں ہیں ایک محق ایک مبطل پھر محق کی دو قسمیں ہیں ایک محقق ایک غیر محقق باستثنار محققین کے کہتا ہوں کہ آج محق بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ امرار سے تعلق ہو باوجودیکہ وہ اہل حق ہیں دکاندار نہیں مگر پھر بھی اسکی کوشش کرتے ہیں کہ امرار سے تعلق ہو گو انکی نیت بری نہیں مگر پھر بھی اس مذاق کا ضرر ہی زیادہ ہے اسی لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت سختی کے ساتھ نفرت رکھتے تھے لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں گو حب دنیا بھی نہ ہو تب بھی بڑا مفسدہ ہے جسکا بکثرت مشاہدہ ہو رہا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ بجز اہل بصیرت کے اسکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا ایک صاحب کے اس سوال پر کہ اگر کسی جائز مصلحت کیلئے تعلق کیا جاوے تو کیا حرج ہے فرمایا کہ ہر جائز چیز سے بھی تو طبائع سلیمہ کو رغبت نہیں ہوتی مثلاً اوجھڑی کا کھانا جائز ہے مگر لطیف المزاج کو اس سے طبعی نفرت ہے اکثر مدرسہ والے بھی ان ہی خیالات میں مبتلا ہیں گو ان کے مقاصد اور نیت بری نہیں مگر اسکا انجام دیکھکر مجھکو تو طبعی نفرت ہے اس طریقہ کار سے۔

(ملفوظ ۱۷۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تکلف تو کسی کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے باقی بڑوں کے ساتھ ...... گو تعظیم نہ ہو مگر ادب ضرور ہونا چاہئے ایسا بے تکلف ہو جانا جو مساوات کا رنگ پیدا کرے یہ بے تکلفی نہیں بلکہ یہ گستاخی ہے اور اتنا بے تکلف ہو جانا جو بے ادبی کے درجہ میں پہونچ جاوے کبر سے ناشی ہے اور حالاً دوسروں پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ مجھکو اسقدر قرب حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں اسلئے اسکا منشار کبر ہے۔

(**ملفوظ** ۱۸۰) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ہدیہ میں یہ میرا معمول ہے کہ دو چیزوں کو دیکھتا ہوں ایک تو یہ کہ ہدیہ میں کامل شوق ہو میں ایسے شخص کی خدمت کو منظور کر لیتا ہوں اور ایک یہ کہ ایک دن کی آمدنی سے زائد نہ ہو اسمیں حکمت یہ ہے کہ بعض اوقات شوق کے غلبہ میں اپنے مصالح پر نظر نہیں رہتی مگر اپنا جی چاہتا ہے کہ جو اپنے سے محبت کرے اسکو بھی تکلیف نہ ہو اسلئے مصلحت سے زیادہ مقدار میں لینا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ دینے کے وقت ہیئت اور صورت ایسی ہونا چاہئے کہ لینے والیکو اسمیں ذلت کا شبہ نہ ہو اور یہ تو ہدیہ ہے جس میں آداب کی ضرورت ظاہر ہے میرا تو یہ مذاق ہے کہ جو میرے تنخواہ دار ملازم ہیں اُن کے سامنے کبھی تنخواہ کا روپیہ کبھی پھینکتا نہیں اکرام کے ساتھ سامنے رکھدیتا ہوں اسلئے کہ نوکری کی حقیقت ہے منافع بدنیہ کا معاوضہ اعیان مالیہ سے اور جہاں دونوں جانب اعیان مالیہ ہوں جیسے تجارت وہاں کوئی شخص متاع کی قیمت بصورت اہانت ادا نہیں کرتا اور منافع بدنیہ زیادہ بڑھے ہوئے ہیں منافع مالیہ سے سو جب تجارت میں تاجر کی اہانت نہیں کیجاتی تو ہمکو کیا حق ہے نوکر کی اہانت کا۔

(**ملفوظ** ۱۸۱ ملقب بہ ادب السیاستہ) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا مواخذہ فرما رہے تھے اُن سے جواب طلب ہو رہا تھا وہ صاحب خاموش تھے ایک صاحب نے جو کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اُن صاحب سے خطاب کیا کہ آپ جواب دیدیجئے اسپر حضرت والا نے اُن سے فرمایا کہ بس آپ دخل نہ دیجئے آپ کو میں نے وکیل نہیں بنایا آپ کیوں دخل در معقولات دیتے ہیں اس طرز میں بڑے مفسدے ہیں ایک مفسدہ تو یہ ہے کہ ایک غریب پر چہار طرف سے ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے جس سے اسکی دلشکنی ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مخاطب کو مجھسے تو محبت ہے اسلئے اسکو میری ہر بات گوارا ہوگی اور تمسے محبت نہیں اسلئے اسکو ناگواری ہوگی اور ایک تیسری بات ان دونوں سے باریک ہے جسپر بدون غور کے نظر پہونچنا مشکل ہے وہ یہ کہ میری اسمیں اہانت ہے کہ تو کافی نہیں ہمارے جوڑ لگانیکی ضرورت ہے اور اُن ناصح صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ آپکو بیٹھے بٹھلائے کیوں جوش اٹھا آدمی کو پہلے اپنی فکر چاہئے یہ سب فضول باتیں بے فکری سے ہوتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس طریق کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو مٹانا فنا کرنا ہے یہاں پر آنے والوں کو تو ایسا رہنا چاہئے کہ دوسرا سمجھ ہی نہ سکے کہ کوئی یہاں پر رہتا بھی ہے عرض کیا کہ معاف کیجئے غلطی ہوئی آئندہ

انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ایسی غلطی نہ ہوگی فرمایا کہ معافی تو میں کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں معاف ہے مگر کیا غلطی پر متنبہ بھی نہ کروں ہمیشہ اسکا خیال رکھئے کہ جہاں آدمی جائے اول وہاں کے اصول اور قواعد اور آداب معلوم کرلے - ہر جگہ کے جدا اصول اور قواعد ہوتے ہیں دوسرے آدمی کو نئی جگہ میں بولتے ہوئے ویسے بھی تو حجاب ہوتا ہے خصوصاً میرے یہاں آنیوالوں کو اور رہنے والوں کو تو اسکا مصداق بنکر آنا اور رہنا چاہیے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد،

ان ہی بدتمیزیوں کی وجہ سے میں ایسے لوگوں سے جن سے بے تکلفی نہ ہو یا بے تکلفی ہو مگر اُس شخص میں سلیقہ نہ ہو کوئی خدمت نہیں لیتا اسلئے کہ اس حالت میں بجائے راحت کے تکلیف ہوتی ہے اب پنکھا ہی ہے اسکو کھینچنے میں بعض بدتمیزی کرتے ہیں مشین بنجاتے ہیں اسکا بھی خیال نہیں کرتے کہ مجلس سے کوئی اُٹھ رہا ہے اسکے سر میں لگ جاویگا کچھ پروا نہیں اور میں تو عین مواخذہ کی حالت میں بھی مخاطب کی رعایت رکھتا ہوں کہ اسکی اہانت نہ ہو ذلت نہ ہو اور اہانت تو وہ کریگا جو اپنے کو اُس سے افضل خیال کرتا ہو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ کے وقت بھی میں اسی کو اپنے سے افضل اور بہتر سمجھتا ہوں اور اسوقت اسکا استحضار ہوتا ہے کہ معلوم نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک بوجہ نیت کے اسکی بات پسند ہو اور میری ناپسند ہو اسوقت مجھپر خوف کا غلبہ ہوتا ہے ڈرتا رہتا ہوں تو بھلا ایسا شخص کیا کسی کی دل سے اہانت کر سکتا ہے یا اسکو ذلیل سمجھ سکتا ہے - اب رہا یہ شبہ کہ عتاب کی حالت میں معتوب کو ذلیل نہ سمجھے یہ دونوں چیزیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں تو بعض اکابر نے اسکی ایک عجیب مثال فرمائی ہے کہ کسی شہزادے کے کسی جرم پر بادشاہ بھنگی کو حکم دے کہ اسکے بید لگاؤ تو عین بید لگانے کے وقت کیا بھنگی اپنے کو شہزادے سے افضل سمجھیگا ہرگز نہیں یہ ہی سمجھیگا کہ شہزادہ شہزادہ ہی ہے میں بیچارہ بھنگی میرا کیا وجود اور کیا ہستی مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہے اُس فرض کو پورا کر رہا ہے اور یہ خیال بھی لازم حال ہے کہ اگر حکم کے خلاف ہاتھ ہلکا بھی پڑا تو کہیں اسکی جگہ میں نہ رکھا جاؤں ان دونوں کو جمع کرنے کی مثال اس سے زیادہ واضح دوسری نہیں ہو سکتی اسی طرح واللہ کبھی وسوسہ بھی میرے قلب میں اسکی اہانت کا نہیں ہوتا اُسی کو افضل سمجھتا ہوں مگر چونکہ حکم ہے اسلئے کہنے کی بات کہتا ہوں اصلاح کا کام سپرد ہو گیا ہے اسلئے ضروری بات نہ کہنے کو خیانت

سمجھتا ہوں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اظہر من الشمس ہیں مگر اخیر میں سنا ہے کہ حضرت بعض لوگوں کے متعلق یہ رائے ظاہر فرما دیتے تھے کہ ایسے متکبرین کا علاج تھانہ بھون ہو سکتا ہے۔ ہمارے مجمع میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری بے انتہا خلیق تھے اُنکی اخلاق کی یہ حالت تھی کہ جو کسی نے دوا بتائی کھالی بعض دفعہ اُس سے تکلیف بھی ہو جاتی لیکن اگر وہ شخص پوچھتا ہے کہ حضرت کو دوا نے نفع دیا فرماتے بڑا فائدہ ہوا اور میری حالت یہ ہے کہ اکثر طبیب بھی آتے رہتے ہیں اگر وہ کسی موقع پر مجھے کسی دوا کے استعمال کو کہتے ہیں تو میرا معمول ہے کہ میں صاف کہدیتا ہوں کہ میرے معالج فلاں حکیم صاحب ہیں آپ اُنکو مشورہ دیجئے میں اُن کے کہنے سے کھالونگا آپ کے کہنے سے نہیں کھاؤنگا۔ غرض مجھسے اُن کے اخلاق بدرجہا بڑھے ہوئے تھے لیکن باوجود اسکے اخیر میں جب حضرت مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اُسمیں بھی لوگوں نے چین نہیں دیا تب فرمایا کہ واقعی اشرف علی کے ضوابط اور قواعد کی سخت ضرورت ہے یہ مقولہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری کا ہے۔ خود پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ ایک خانصاحب آپکی خدمت میں اکثر دوپہر کے وقت آیا کرتے وہی وقت حضرت کے آرام کا ہوتا تھا مگر اُنکی وجہ سے دوپہر میں بیٹھے رہتے اور کبھی منع نہیں فرمایا ایک روز حافظ محمد ضامن صاحبؒ نے دیکھ لیا فرمایا کہ خانصاحب رات بھر تو جورو کی بغل میں پڑے سوتے رہتے ہو اور اللہ والے رات کو جاگتے ہیں یہ دوپہر کو قیلولہ کر لیتے ہیں اسمیں بھی آکر تم مخل ہوتے ہو خبردار جو کبھی دوپہر میں آئے جب خانصاحب کا آنا بند ہوا مگر حضرت نے اپنی زبان سے کبھی منع نہیں فرمایا مگر باوجود ان اخلاق کے اب حضرت کی رائے کا واقعہ سنئے واقعہ یہ ہے کہ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت ہیں اُنھوں نے ایک روز حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے لیکن اگر اصلاح کراؤ تو اپنے ماموں سے کرانا اُس سے میں مراد ہوں تو دنیا میں رہنے والوں کی اور آخرت میں دیکھنے والوں کی سب بزرگوں کی رائے یہاں کے قواعد اور ضوابط اور اصول کے نافع ہونے پر متفق ہے۔

(ملفوظ ۱۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسوقت اپنے فن کے

مجتہد تھے امام تھے مجدد تھے حضرت کی بصیرت دیکھئے، اللہ اکبر ناجائز ملازمت کے چھوڑنے کی اجازت نہ دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ اگر معصیت قابل کفر کی تو ایسی معصیت کو کفر پر ترجیح ہوگی وجہ یہ ہے کہ اب تو گناہ ہی میں مبتلا ہے اور ملازمت چھوڑ دینے کے بعد افلاس کا شکار ہوگا جس سے ضعف طبیعت کی وجہ سے بعض کیلئے اندیشہ ہے کفر کا اسلئے فرماتے تھے کہ پہلے جائز ملازمت تلاش کرلو پھر ناجائز کو چھوڑ دو معمولی علماء بھی ایسی تحقیقات بیان نہیں کرسکتے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایکمرتبہ حضرت کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ دوں اسوقت مولانا مطبع مجتبائی میں دس روپیہ تنخواہ پر ملازم تھے حضرت نے کیا عجیب جواب لکھا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور حالت خامی میں ملازمت کا چھوڑنا موجب پریشانی اور تشویش کا ہوگا جب مولانا کو یہ جواب فرمایا گیا تو اور تو کس کا منہ ہے قوت کے دعوے کا البتہ اقویا کا دوسرا حکم ہے چنانچہ خود حضرت پر بڑے سخت وقت گذرے ہیں مگر حضرت نے کبھی اسباب وتدابیر کا اہتمام نہیں فرمایا اور حضرت کی تو بڑی شان تھی حضرت کی صحبت کی برکت سے حضرت پیرانی صاحبہ کا وہی رنگ ہو گیا تھا چنانچہ ان کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں کہ حضرت کی وفات کے بعد میں نے پیرانی صاحبہ کو لکھا کہ پہلے تو ہم خدام بے فکر تھے حضرت کی وجہ سے اب حضرت کی وفات ہوگئی تو ہم خدام آپکی ضروریات کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں اسلئے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں رہنا چاہتی ہیں یا مکہ ہی میں تاکہ اسی جگہ راحت کا انتظام کردیا جاوے جواب آیا کہ ہم اسوقت عدت میں ہیں جسمیں خروج جائز نہیں تو خروج کا تذکرہ بھی مناسب نہیں عجیب بات تحریر فرمائی جس سے اکابر مشائخ کی سی شان تحقیق معلوم ہوتی ہے یہ باتیں ہیں قابل وجد غرض میں عدت کے ختم ہونیکا منتظر رہا جب عدت ختم ہوگئی میں نے پھر لکھا کہ اب تو عدت ختم ہوگئی اب کیا حکم ہے اور میں نے یہ بھی عرض کیا کہ ہمیں سہولت تو آپ کے یہاں آجانے میں ہے جواب آیا کہ میں عورت ہوں اور عورت ناقص العقل ہوتی ہے میری کیا رائے تم اور مولانا رشید احمد صاحب مشورہ کرکے جو تجویز کردیں میں اسی کی تعمیل کرونگی۔ پھر میں نے حضرت مولانا سے مشورہ کیا حضرت نے وہاں ہی کے قیام کو ترجیح دی میں نے پیرانی صاحبہ کو اطلاع کردی اور ارادہ کیا کہ وہاں رہنے کی حالت میں کچھ انتظام مالی خدمت کا کردیا جاوے مگر خدا سانہ سامان یہ ہوگیا کہ ایک رئیس نے بقدر کفایت ماہوار مقرر کردیا اور تاحیات جاری رکھا اسلئے بےفکری ہوگئی۔

# ۲۴ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ،

(ملفوظ ۱۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ واقعی حضرت اپنے وقت میں اس فن کے مجتہد تھے اسکی ساتھ ہی حضرت میں انتظامی شان بھی تھی خصوص شریعت کی حفاظت میں ایک مرتبہ امیر شاہ خانصاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ کے متعلق جسمیں کچھ توسع فرمایا گیا تھا حضرت کو ایک خط لکھ مارا کہ جب آپ حضرات ایسی باتوں کو جائز کہیں گے تو بدعتی نہ معلوم کہاں پہونچ جائیں گے لکھنے کو تو لکھ گئے مگر اسکے بعد تنبہ ہوا کہ ایسا لکھنا سوء ادب ہے دوسرا خط لکھا کہ ایک خط ایسی بے ادبی کا لکھ چکا ہوں اور نادم ہوں امید ہے کہ احقر کو معاف فرمائیں گے حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ امیر شاہ خانصاحب مجھے حیرت ہے کہ اظہار حق کے بعد ندامت مجکو تو جیسے پہلے خط سے خوشی ہوئی تھی دوسرے سے اتنا ہی رنج ہوا یہ تھی ان حضرات کی شان حفاظت شریعت کی۔

(ملفوظ ۱۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک غیر مقلد نے بیعت کی درخواست کی اور یہ بھی شرط لگائی کہ میں غیر مقلد ہی رہونگا حضرت نے منظور فرمالیا اور کچھ اللہ کا نام بتلادیا حضرت ذکر کے عاشق تھے یہ چاہتے تھے کہ ساری دنیا ذکر اللہ میں لگ جائے چاہے کوئی غیر مقلد ہو مقلد ہو بدعتی ہو وہابی ہو مطلب یہ تھا کہ ذاکر ہیں سب سے غفلت دور ہو اسی وجہ سے حضرت نے اُس غیر مقلد کو بھی بیعت کر کے کچھ تعلیم فرمادیا ایک دو روز کے بعد کسی نے حضرت کو خبر دی کہ آپ کی برکت سے اُس نے غیر مقلدی سے توبہ کر لی جہر آمین اور رفع یدین سب چھوڑ دیا حضرت نے بلا کر دریافت فرمایا کہ تم نے آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ چھوڑ دیا عرض کیا ہاں حضرت سب چھوڑ دیا فرمایا کہ اگر خود تمھاری تحقیق اور رائے بدلی ہے تو میں مزاحمت نہیں کرتا کیونکہ عدم جہر و عدم رفع بھی سنت ہے اور اگر میرے تعلق کی وجہ سے چھوڑا ہے اور سنت اُسی عمل سابق کو سمجھتے ہو تو میں ترک سنت کا وبال اپنے ذمہ نہیں لیتا سبحان اللہ کیا شان ہے تحقیق کی عادل یہ حضرات ہیں عدل اُنکی گھٹی میں ڈالا جاتا ہے یہ محقق ہی کی شان ہو سکتی ہے اور غیر محقق تو قیامت تک بھی اتنی وسعت نہیں کر سکتا

حضرت نہ غیر مقلد تھے نہ بدعتی تھے محقق تھے محقق کی یہی شان ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۱۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصرف سے جو عمل میں اثر ہوتا ہے وہ مقصود نہیں اس سے طبیعت میں اسوقت ایک قسم کا نشاط پیدا ہو جاتا ہے ایسے آثار کیفیات نفسانیہ ہیں جو تصرف پر مرتب ہو جاتی ہیں نفیاً بھی اثباتاً بھی سلباً بھی اور اس سے جو نشاط کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ذرا اعمال میں سہولت ہوتی ہے ورنہ بعض اوقات تکلف کے ساتھ ادا ہوتے ہیں مگر جو تکلف سے ادا ہوں اس سے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ بسبب زیادت اجر کا ہوجاتا ہے اسلئے کہ اسمیں نفس پر تعب زائد ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۱۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل وطن خصوص گھر والے مشکل سے معتقد ہوتے ہیں مگر اللہ کا فضل ہے کہ گھر والے خصوص اہل وعیال مجھسے اعتقاد اور محبت رکھتے ہیں باوجود اسکے کہ میرا کچا چٹھا واقعات کا عیوب کا حالات کا انکو معلوم ہے مگر پھر بھی انکو محبت ہے یہ حق تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہے مجکو آرام پہونچانا منظور ہے ظاہر ہے گھر والوں کو جتنی محبت ہوتی ہے آرام پہونچاتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کمال کا دعوی تو کبر سے ناشی ہوتا ہی ہے مگر بعض اوقات نفی کمال اور تواضع بھی کبر سے ناشی ہوتی ہے کہ اسکو ذریعہ بڑائی کا بناتا ہے۔

(ملفوظ ۱۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع مناسبت پر موقوف ہے بدون مناسبت کے نفع نہیں ہوسکتا دو صاحب ایک مولوی صاحب کو سفارش کیلئے لیکر آئے کہ ہمکو بیعت کرلیا جائے میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ ہی بیعت کرلیں انکو آپ سے مناسبت ہے اسلئے کہ آپ بھی خادم قوم ہیں یہ بھی خادم قوم ہیں اور میں نادم قوم ہوں کہ کبھی قوم کو نفع نہیں پہونچایا اور نفع کا مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے اور میرے طریق میں جب تک تمام تعلقات غیر ضروریہ کو قطع نہ کردے کام نہیں چلسکتا ان دو صاحبوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم کچھ روز کیلئے تمام تعلقات سے یکسوئی کرلیں اسکے بعد پھر اپنے پہلے کام میں لگجائیں میں نے کہا کہ کام کی بات پوچھی اب جواب سنئے کہ عزم تعلقات دلو بعد حین یہ بھی مانع نفع ہے کیونکہ اس صورت میں یکسوئی کب ہوئی جب یہ خیال رہا کہ پھر یہ کرنا ہے یکسوئی تو جب ہوسکتی ہے کہ عمر بھر کیلئے قطع کا ارادہ کرلے پھر خواہ شیخ اپنی رائے سے کسی تعلق کو تجویز کردے۔

المراد صاحب الفضیلۃ العلامۃ المفسر بالقرآن الشیخ عبدالباری الندوی خریجی الموفق مولانا حسین احمد المدنی ۱۲ [illegible]

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مجدد ہیں کیا یہ صحیح ہے اب اگر کوئی اور ہوتا تو لکھتا کہ ہوں یا نہیں مگر میں نے لکھا کہ جزم کی تو کوئی دلیل نہیں اور احتمال مجھے بھی ہے جو بات تھی صاف لکھدی دوسرے کو پریشان کرنا اس سے کیا فائدہ نہ اثبات پر جزم نہ نفی پر جزم مثبت کو منفی کرنا اور منفی کو مثبت کرنا یہ بھی تو پریشان ہی کرنا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اس راہ سلوک میں راہ زن بہت پیدا ہو گئے ہیں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو خود گمراہ ہو وہ دوسرے کو کیا راستہ بتلائیگا ایک بدعتی دوکاندار پیر کا واقعہ ہے کہ ایک شخص پولیس میں اُن کا مرید تھا وہ کسی جرم میں ماخوذ ہو کر لین حاضر ہوا اور اتفاق سے میرا ایک عزیز بھی حاضر ہو گئے اس شخص نے اپنے پیر کو خط لکھا تھا کہ یہ صورت حال ہے دعا کیجے اور ان عزیز نے بھی اُن سے اپنی لئے دعا کرنے کو لکھوا دیا پیر نے جواب میں لکھا کہ آجکل پولیس پر خدا کا غضب ہے اور اُسکا انتظام میرے سپرد ہے اور ہر جمعرات کو پیران کلیر میں اولیائ اللہ کی کمیٹی ہوتی ہے اور یہ معاملات پیش ہوتے ہیں اور ظالم نے میرا نام بھی لکھا کہ وہ بھی کمیٹی میں شریک ہوتا ہے اُس کمیٹی میں پیش کر دیا جاویگا اب جو حکم ہو۔ اور قرائن سے اس خرافات کے لکھنے کی یہ مصلحت تھی کہ جب مجکو یعنی اشرف علی کو بذریعہ اُن عزیز کے یہ جواب معلوم ہوگا جس میں میری ولایت بھی ثابت ہوتی ہے تو میں خوش ہو کر انکو ولی کہونگا تو وہ عزیز بھی معتقد ہو جائیں گے اُن عزیز نے مجھکو لکھا کہ اگلی جمعرات کو وہ معاملہ پیش ہوا تھا یا نہیں اور کیا حکم ہوا میں نے اُن عزیز کو ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے اور تعجب ہے تمکو ایسی بات کا یقین آگیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر عبدیت میسر ہو جاے تو قطبیت ابدالیت سب اسپر قربان ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کی صفت کو رسالت پر مقدم کہا گیا ہے چنانچہ تشہد میں عبدہ ورسولہ کہا گیا ہے باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبوت سے ولایت افضل ہو جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے اور منشا اشتباہ کا یہ ہوا کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ الی الخلق اور ظاہر ہے کہ اول افضل ہے ثانی سے مگر محققین نے نبوت ہی کو ولایت سے افضل کہا ہے اور اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبوت میں صرف توجہ الی الخلق نہیں ہوتی بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے جسمیں اصل مقصود توجہ الی الحق ہے اور توجہ الی الخلق تابع اور چونکہ وہ بھی مامور بہ ہے اسلئے وہ توجہ الی الخلق بھی مضر نہیں بلکہ توجہ الی الحق ہی ہے گو لون اسکا دوسرا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب وہ توجہ الی الخلق مضر نہیں تو پھر لیغان علی قلبی وانی استغفر اللہ کیوں فرمایا - فرمایا کہ صورۃً تو اسطرف توجہ رہی اُسکو غین فرمایا گیا اور استغفار سے اُسکو صاف کیا گیا جیسے آئینہ کے اندر بھی محبوب کی صورت نظر آسکتی ہے اور کسی حکمت کی وجہ سے محبوب کا حکم ہوا کہ دو گھنٹے ہمکو بلا واسطہ دیکھو اور ایک گھنٹہ آئینہ میں ہمارے عکس کو دیکھو تو واقع میں وہ بھی محبوب ہی کی رویت ہے مگر صورۃً بواسطہ حجاب کے ہے اور امتثال امر کے وقت رویت بلا واسطہ سے بھی قرب میں بڑھی ہوئی ہے اسکو ایک مثال سے سمجھئے محبوب نے کہا کہ مجلس سے اٹھکر بازار سے آم لاؤ وہاں دو عاشق ہیں ایک تو نہیں گیا کہ میں قرب سے محروم ہو گیا ایک نے کہا کہ میں لاتا ہوں وہ آم لینے چلا گیا بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نہیں گیا وہ مقرب ہے مگر واقع میں مقرب وہ ہے جو چلا گیا اُسکو رضا بھی میسر ہے لقا بھی میسر ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ولایت نبوت کا جزء ہے اور جزء کل سے کیسے افضل ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ جزو یعنی توجہ الی الخلق دوسرے جزء کو مضر نہیں مگر باوجود اسکے عاشق طبعاً چاہتا ہے کہ یہ حجاب بھی نہ ہو بلکہ بعض اوقات وہ غایت غیرت سے اپنے کو بھی حجاب سمجھکر اُسکو مٹانا چاہتا ہے اسی کو کہتے ہیں ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم ۔۔۔ گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اسی کو حضور فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بھی غین یعنی حجاب ہوتا ہے اور میں اسکے لئے استغفار کرتا ہوں پس صورۃً جو کمی ہو جاتی ہے اُسکا تدارک اس سے کیا جاتا ہے میں ہی آجکل حضرات چشتیہ کے حالات دیکھ رہا ہوں اُنکے یہاں ایسے قصے ہی نہیں کہ نبوت افضل ہے ولایت سے یا ولایت افضل ہے نبوت سے اُن کے یہاں تو صرف یہ ہے کہ آخرت کا خوف پیدا کرو کام میں لگو عمل کرو خدا کے سامنے آؤ خشیت پیدا کرو محبت پیدا کرو - زیادہ وقت ان حضرات کا ذکر اور فکر میں گذرتا تھا یہ لوگ فانی تھے بالکل اسکے مصداق تھے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ۔۔۔ ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(ملفوظ ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل شرفا بہت پریشان ہیں روزگار نہیں ملتا زیادہ تر شریفوں ہی کے ایسے خطوط آتے ہیں غریب لکھتے ہیں کہ نوکری ڈھونڈتے ہیں مگر نہیں ملتی بڑا ہی رنج ہوتا ہے

بی۔اے۔پاس ہیں ایم اے ہیں مگر نوکری نہیں ملتی اب تو یہ سوال ہونے لگا ہے کہ انگریزی پڑھکر کہاں سے کھاؤ گے پہلے یہ لوگ عربی والوں سے پوچھتے تھے کہ عربی پڑھکر کہاں سے کھاؤ گے یہاں ایک بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ علم دین کا تو ادنیٰ نصاب بھی معاش کے لئے کافی ہے دیکھئے کوئی شخص اذان یاد کرلے جو پانچ منٹ کا کام ہے اور کسی مسجد میں جا بیٹھے پھر سارے کنبہ کو روٹیوں کی کمی نہ ہوگی اور انگریزی میں اعلیٰ نصاب سے کم تو بالکل ہی بیکار ہے اور اب اعلیٰ اعلیٰ پاس کرنے پر بھی روٹیاں ملنی دشوار ہوگئیں۔

## ۲۵۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

### مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۱۹۲) ایک نووارد شخص نے عرض کیا کہ مولوی جی میں بہت دور سے آیا ہوں فرمایا کہ اس کہنے سے کیا غرض کیا بعید اور قریب سے آنے کے جدا جدا اثر ہوتے ہیں مجھپر تو نہیں ہوتے جو بات کہتا ہو وہ کہو عرض کیا کہ میں ایک بیوہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں کوئی تعویذ دیدو یا کوئی عمل پڑھنے کو بتلادو فرمایا کہ میں اس قسم کے تعویذ گنڈے نہیں کیا کرتا بخار یا درد سر وغیرہ کا تعویذ دیدیتا ہوں۔ عرض کیا کہ میں تو بہت دور سے آیا ہوں فرمایا کہ میں پہلے ہی اس کہنے سے منع کرچکا ہوں اور تم پھر اسی کو دہراتے ہو کہے جاؤ اس کہنے کا مجھپر کوئی اثر نہیں ہوتا جب میں ایک کام کو جانتا ہی نہیں تو اسمیں بعید یا قریب کیا تیر چلائیگا۔ عرض کیا کہ ہم زمیندار لوگ ہیں ایسے ہی گنوار ہوتے ہیں فرمایا اور ہم ایسے گنواروں کو اسی طرح درست کیا کرتے ہیں تم بدتمیزی کیا کرو اور ہم درست کیا کریں اپنے اپنے کام میں لگے رہو اپنے اپنے کام کرنے پر ایک مثال یاد آئی ایک سنی نے ایک شیعی کو تبرا کہنے پر قتل کردیا تھا مقدمہ چلا شیعی کے بیرسٹر نے حاکم سے کہا کہ ہمارے یہاں تبرا کہنا عبادت ہے اور ہر شخص کو مذہبی آزادی ہونا چاہئے پھر قتل محض بیجا ہوا سنی کے وکیل نے کہا کہ جو تبرا کہے ہمارے یہاں اسکو قتل کردینا عبادت ہے بس یہ بھی آزاد ہے وہ بھی آزاد رہے مقدمہ خارج کردیجئے اس آزاد رہنے پر ایک مسئلہ یاد آگیا فقہا نے عورت کو خاوند کے مسخر کرنے کیلئے تعویذ کرانے کو حرام کہا ہے اسکی وجہ بحمداللہ میری سمجھ میں آگئی جسکا حاصل یہ ہے کہ ایسا تعویذ مراد ہے جسکا یہ اثر ہو کہ وہ اپنے

نفع نقصان کو نہ سمجھ سکے اضطراری حالت پیدا ہو جائے اُسکی آزادی مسلوب ہو جائے اور حقوق واجبہ ہیں تو سلب آزادی اور جبر کا مضائقہ نہیں مگر تبرع میں اسکی ممانعت ہے۔

(ملفوظ ۱۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بعض کا یہ خیال کہ ہم اپنے احکام دینیہ میں صنائع یا تحقیقات جدیدہ کے محتاج ہیں شیطانی دہوکہ ہے بحمد اللہ ہمکو قیامت تک کیلئے کسی کا محتاج نہیں چھوڑا بلکہ بعض اوقات ان پر مدار رکھنے میں سخت گڑبڑ ہو جاتی ہے دیکھئے ان احکام میں طلوع وغروب کے بھی مسائل ہیں یہ تحقیق جدید ہے کہ آفتاب طلوع حسی سے ذرا پہلے نظر آنے لگتا ہے اور غروب حسی کے ذرا بعد تک نظر آتا رہتا ہے سو اگر اس تحقیق پر عمل کیا جاوے تو پہلی صورت میں عین طلوع کے وقت فجر کی ادا نماز جائز ہو کیونکہ واقع میں ابھی طلوع نہیں ہوا دوسری صورت میں عین غروب کے وقت مغرب کی ادا نماز جائز ہو کیونکہ واقع میں غروب ہو چکا ہے تو شریعت نے حسی طلوع وغروب پر احکام کا مدار رکھا ہے نہ کہ حقیقی طلوع وغروب پر اسی طرح اگر صنائع جدیدہ کا احکام میں اعتبار ہو تو احکام شرعیہ میں خلل پڑ جائے مثلاً آلہ مکبرۃ الصوت سے تکبیرات انتقال سنکر رکوع وسجدہ کیا جاوے تو نماز ہی فاسد ہو جاوے

(ملفوظ ۱۹۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دجال کے ظہور کے وقت جو ایک سال کا ایک دن ہو گا کیا حقیقت میں وہ ایک دن ہو گا فرمایا کہ وہ ایکدن نہ ہو گا تین سو ساٹھ ہی دن ہوں گے مگر وہ ابصار میں تصرف کریگا اس تصرف کی وجہ سے ایکدن معلوم ہو گا اور جہاں اُسکا تصرف نہ پہونچے گا وہاں یہ اثر نہ ہو گا یہ تحقیق مشہور نہیں مگر ایک حدیث سے مفہوم ہوتی ہے وہ حدیث یہ ہے فیفتحون قسطنطنیۃ فبینا ھم یقتسمون الغنائم اذ صاح فیھم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اھلیکم فیخرجون ودونک باطل فاذا جاء وا الشام خرج رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ الفصل الاول من باب الملاحم دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خبر غلط ہو گی مگر اُسکے غلط ہونے پر شام پہونچنے تک بھی اس سے استدلال نکر سکیں گے کہ دن تو طویل ہوا ہی نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مستمعین بھی سمجھتے تھے کہ اُسکا تصرف عامہ ہو گا تو ممکن ہے کہ خروج کی خبر صحیح ہو مگر ہم پر اس تصرف کا اثر نہ ہوا ہو میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی نے یہ تقریر فرمائی تھی۔

(ملفوظ ۱۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ گو کفار کسی اپنی مصلحت سے مسلمانوں کی کچھ رعایت کریں مگر یہ یقینی بات ہے کہ وہ اسلام کو اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اسواسطے اسکے مٹانیکی فکر میں ہیں خوب سمجھتے ہیں کہ جب تک مسلمان باقی ہیں ہم چین سے سلطنت نہیں کر سکتے اور ایک یہ بات بھی سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کا اُن کے ساتھ اختلاف محض مطالبات سیاسی کے لئے ہے اگر وہ پورے کر دیے جاویں اختلاف ختم ہو جاویگا اور مسلمانوں کا اختلاف مذہبی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے مسلمانوں کو اصلی مخالف سمجھتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۹۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دجال خلط احکام ہی کیلئے تصرف کریگا جیسا ایک ملفوظ پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد اسکے ایک خاص تصرف کے متعلق ایک حدیث سے مستنبط کیا ہوا گذرا یہ تصرف نمازوں میں خلط کی غرض سے کریگا مگر وہ تصرف محدود ہوگا جہانتک اُسکا تصرف ہوگا وہانتک اوقات میں یہ تلبیس ہوگی اور اس سے آگے نہیں ہوگی ایک صاحب نے سوال کیا کہ جہاں عشا کا وقت واقع ہی میں نہیں آتا وہاں نماز کا کیا حکم ہے جواب میں فرمایا کہ اسمیں دو قول ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ جہاں وقت نہیں آتا نماز فرض نہیں ہوتی۔

(ملفوظ ۱۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں سیاسی کافر کمبخت بھی دجال سے کچھ کم نہیں نہ معلوم کتنے لوگوں کے ایمان برباد کئے اور دجال ہی کیا کریگا وہ بھی یہی کریگا۔

(ملفوظ ۱۹۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جب دل کو ٹٹولتا ہوں کہ اگر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات زندہ ہوتے تو اس تحریک میں کون شریک ہوتے اور کون نہ ہوتے تو دل میں سے یہ جواب ملتا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح تو شاید شریک ہو جاتے مگر حفاظت حدود کی ساتھ اور حضرت مولٰنا گنگوہی رح مآل پر نظر فرما کر ہرگز ہرگز شرکت نہ فرماتے جیسا میرا مذاق عدم شرکت ہے جسوقت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مالٹے سے تشریف لائے میں زیارت کیلئے دیوبند حاضر ہوا ایک صاحب معترضانہ مجھسے کہنے لگے کہ آپکو تو معلوم ہوگا کہ آپکے بزرگ غدر میں اُٹھے تھے میں نے کہا کہ مجھکو یہ معلوم ہے اور اسکے ساتھ ایک بات اور بھی معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں یا غور نہیں کیا وہ یہ کہ وہ اسکے بعد بیٹھ بھی گئے تھے اور آخری فعل ناسخ ہوتا ہے اور سابق منسوخ تو تم



۲۴

منسوخ پر عمل کرو اور میں ناسخ پر عمل کرتا ہوں تو بتلاؤ اپنے بزرگوں کا تابع کون ہوا جواب نہیں دے سکے

(ملفوظ ۱۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے راجوپور کے ایک صاحب سے جن کے خاندان کے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلقات تھے یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح اور حضرت مولانا گنگوہی رح حج کو تشریف لئے جا رہے تھے جہاز میں ایک مسئلہ میں گفتگو ہو گئی جب کچھ فیصلہ نہ ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح نے فرمایا کہ اب گفتگو ختم کیجاوے اسکا فیصلہ حضرت فرمائیں گے حضرت مولانا گنگوہی رح نے فرمایا کہ حضرت فن تصوف کے امام ہیں ان علوم کا فیصلہ حضرت کس طرح فرما سکتے ہیں علمی بحث ہے یہ رائے حکیمانہ تھی حضرت مولانا گنگوہی کی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح نے فرمایا کہ اگر حضرت ان علوم کو نہیں جانتے تو ہم نے فضول ہی حضرت سے تعلق پیدا کیا ہمنے تو حضرت سے تعلق ان ہی چیزوں کے جاننے کیواسطے کیا ہے یہ رائے عاشقانہ تھی کیا ٹھکانا ہے اس عاشقانہ حالت کا غرض مکہ معظمہ پہنچکر حضرت کے سامنے مسئلہ پیش بھی نہیں ہوا مگر حضرت نے خود کسی تقریر میں پورا فیصلہ فرما دیا اور اکثر غامض مسائل کا وہاں حل ہو جاتا تھا حتی کہ بعض اوقات درسی اصطلاحی الفاظ بھی تقریر میں ہوتے تھے ایک دفعہ کسی کو شبہ ہوا کہ علوم تو الہامی ہوتے ہیں مگر اصطلاحات تو مکتسب ہوتی ہیں حضرت کو یہ اصطلاحات کیسے معلوم ہوئیں حضرت نے از خود فرمایا کہ الہام کبھی بواسطہ الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی بلا واسطہ الفاظ کے مگر باوجود اتنے بڑے انکشاف کے اسپر اعتماد نہ تھا فرمایا کرتے تھے کہ الہام بھی وہی معتبر ہے جو کتاب وسنت کی موافق ہو بہر حال اس مسئلہ کا پانچ منٹ میں حضرت نے فیصلہ کر دیا اسپر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی تو مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

۲۵

(ملفوظ ۲۰۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں بعض چیزیں محمود ہیں مگر مقصود نہیں اور یہ غیر مقصودہ بعض کیلئے خطرناک بھی ہیں خصوص علوم مکاشفہ۔

(ملفوظ ۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متکلمین نے مسائل کلامیہ میں جتنے دعوے کئے ہیں ان میں بعض پر جزم نہیں کرنا چاہئے مثلاً وہ کہتے ہیں کہ رویت بے کیف ہوگی بے جہت ہوگی صحابہ کا تو مذہب اسمیں یہ تھا کہ کیا خبر کیسی ہوگی واللہ اعلم ان تفصیلات کی وجہ سے بعض متقدمین ان متکلمین کے

پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں جیسے بدعتی کے پیچھے مگر میری سمجھ میں الحمد للہ اسکا فیصلہ آگیا وہ یہ کہ اگر ان تفصیلات کو فرق باطلہ کے دعووں کے مقابلہ میں منع کے درجہ میں رکھا جاوے دعویٰ نہ کہا جاوے گو بصورت دعوے کے ہوں مگر مقصود دعویٰ نہ ہو تو بدعت نہیں اور واقعی دعویٰ خطرناک ہی ہیں تو اسی توجیہ کی بنا پر متکلمین کا بیحد معتقد ہوں انھوں نے حق کی بڑی نصرت کی ہے اور یہ نصرت بڑی عبادت ہے۔

(ملفوظ ۲۰۲) ایک شخص نے تعویذ مانگا اسکی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ پوری بات کہا کرتے ہیں یہ اذیت پہونچانا کہاں سے سیکھی ہے جاؤ تم نے دل برا کر دیا اسوقت تعویذ نہ ملیگا آدھ گھنٹے کے بعد آؤ اور آکر پوری بات کہو اسوقت کی گفتگو کے بھروسہ نہ رہنا اسوقت کی بات تو مجھے یاد نہ رہیگی۔

(ملفوظ ۲۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل فساد اعتقاد کا بہت غلبہ ہے تسبیح چلانے والوں کو سمجھتے ہیں کہ سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے جہاں تعویذ دیا یا دم کر دیا بس آرام ہو گیا طبیب کے یہاں سے نسخہ لاکر کبھی نہیں سمجھتے کہ ایک ہی نسخہ پیکر آرام ہو جاوے وہاں تو کہتے ہیں کہ کوئی کھیل ہے کم از کم تین دن تو پی لیں پھر اطلاع دیں گے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بزرگوں کی حسن اعتقاد کیوجہ سے غالباً ایسا سمجھتے ہوں گے فرمایا کہ یہ حسن اعتقاد نہیں شریعت کے خلاف ہونے سے فساد اعتقاد ہے عہ

(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر فرمایا تھا (جس سے حضرت کا عشق معلوم ہوتا ہے) کہ اگر میرے پاس ایک چیز نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا دریافت کیا گیا کہ حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا وہی چیز جسکی وجہ سے تم مجھکو بڑا سمجھتے ہو میں اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مراد تعلق مع اللہ ہے۔

(ملفوظ ۲۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آجکل ایک رسالہ لکھ رہا ہوں حضرات چشتیہ کی نصرت میں اُسکی ضرورت سے بزرگان سلف کے ملفوظ کو دیکھنے کی حاجت پیش آئی بہت سے بزرگوں کی مجموعی حالت دیکھکر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ حضرت قطب صاحب میں بہت زیادہ شورش ہے ان کی ہر حالت میں عشق کا رنگ ہے اور سب میں زیادہ سنبھلے ہوئے حضرت سلطان جی ہیں ان کے ملفوظات میں بھی علم کا رنگ ہے۔

(ملفوظ ۲۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حب عقلی کو افضل فرماتے

عہ ہذا الہی من تعمیم الاستحسان د العوام مرشدہ ۱۲

ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حب عشقی کو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تطبیق دی ہے مجھکو تو وجد ہو گیا کہ حیات میں تو حب عقلی افضل ہے اور مرنے کے وقت حب عشقی۔

**(ملفوظ ۲۰۷)** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اتباع سنت بڑی چیز ہے مگر اسمیں شہرت نہیں ہوتی مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی کا سماع میں انتقال ہوا اور مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی کا جو میرے ایک دوست تھے انتقال سجدۂ تلاوت میں ہوا مگر اُسکی شہرت ہو گئی اسکی شہرت نہ ہوئی پھر سماع کے متعلق کچھ بیان ہونے لگا فرمایا حضرت جامی نے اسکا خوب اور مختصر فیصلہ کیا ہے ؎

زندہ دلاں مردہ تناں را روا ست　　　مردہ دلاں زندہ تناں را خطا ست

**(ملفوظ ۲۰۸)** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے آدمی اپنے مقصود کو سمجھ لے تب آگے قدم بڑہائے میری اس تمامتر کھود کرید کا منشا یہی ہوتا ہے جسکو لوگ سخت گیری سے تعبیر کرتے ہیں مقصود نہ معلوم ہونیکی وجہ سے آدمی منزل مقصود تک نہیں پہونچتا اور ہمیشہ پریشانی یا محرومی کا شکار بنا رہتا ہے الہ آباد میں ایک درویش ملے بقدر ضرورت فن داں تھے مجھسے کہنے لگے کہ آپ چشتی ہو کر سماع کیوں نہیں سنتے میں نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے آپ اسکا جواب دیدیں تب میں اس کا جواب دوں میں نے پوچھا کہ اس طریق کا حاصل کیا ہے کہا کہ مجاہدہ میں نے پوچھا کہ مجاہدہ کی حقیقت کیا ہے کہا کہ نفس کی مخالفت میں نے کہا کہ اب بتلاؤ ایمان سے کہ سماع کو تمھارا جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا ابھی چاہتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ تم تو نفس کے چاہنے پر عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اب بتلاؤ مجاہدہ تمنے کیا یا ہمنے کیا صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم درویش تم ہو یا ہم کہنے لگے کہ اتنے زمانہ کے بعد آج غلطی سمجھ میں آئی اور ہمیشہ کیلئے سماع سے توبہ کر لی اور حضرت حاجی صاحب سے بذریعہ خط بیعت ہوئے یہ تسلیم فن سے واقفیت کی بدولت نصیب ہوئی دیکھئے اُن کو مقصود طریق کا معلوم تھا کسقدر جلد سمجھ گئے اور حق تعالیٰ کا فضل ہوا پھر واقفیت فن کے متعلق فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ساحرین بھی آئے اور فرعون بھی چونکہ ساحرین فن سحر سے واقف تھے اُنکو اُسکی حقیقت معلوم تھی اسلئے ایمان لے آئے اور فرعون واقف نہ تھا وہ یہ سمجھا کہ یہ اس سے بھی بڑا سحر ہے ؎

سحر را با معجزہ کردہ قیاس،　　　ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس

## ۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۲۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو اپنے تعظیم کے لئے اٹھنے کو منع کیا کرتا ہوں اُسکی وجہ تواضع نہیں بلکہ میرے قلب پر دوسرے کو مقید دیکھکر گرانی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میرے جو معمولات ہیں وہ نہ تواضع سے ناشئی ہیں نہ کبر سے بلکہ طرفین کی راحت رسانی کیلئے ہیں اب دوسرا خواہ کچھ ہی سمجھا کرے۔

(ملفوظ ۲۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت میں جو لوگ شریک تھے سب بدنیت نہ تھے بلکہ میں تو یہی کہتا ہوں کہ جو صلحا شریک تھے اُنکی نیت اچھی ہی تھی مگر طریق کار غلط تھا اور ایک کمی یہ تھی کہ جوش سے کام لیا گیا حالانکہ کام وہی مفید ہوتا ہے جو ہوش سے کیا جائے شریعت میں تو دشمنی تک کے بھی حدود ہیں اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی ہے جو دوسرا دیان والے نہیں دکھلا سکتے کہ وہ دشمنوں کی بھی رعایت کرتا ہے نیز ہم جیسے مخالفین کے دشمن ہیں ایسے دوست بھی ہیں اس غلو میں اپنی بھی تو مضرت ہے سو اس حالت میں اور کچھ نہیں مگر اپنی تو خیر خواہی کرنا چاہئے اور صاحب بے ڈھنگے پن سے تو جان نہیں دیجاتی یہ تو اطمینان ہو کہ جسکے لئے جان دے رہے ہیں وہ بھی راضی ہیں اور یہ جان دینا اُن کے احکام اور مرضی کے خلاف نہیں ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل آئینی جنگ بعض نتائج کے اعتبار سے ہے تو مفید مگر اس آئینی جنگ کے معنی یہ ہیں کہ خدع فریب جھوٹ اور آجکل کے کفار اس فن کے امام ہیں اسکو کوئی ان سے سیکھ لے بعض لوگ مجھسے پوچھا کرتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ انگریزوں سے معاہدہ ہے سو وہ معاہدہ کب ہوا ہے میں اسکا خاص جواب دیا کرتا تھا مگر پھر ایک صاحب نے مجھسے بیان کیا اور وہ تحریر بھی چھپی ہوئی دکھلائی وہ معاہدہ شاہ عالم سے ہوا ہے انھوں نے خوشی سے بطور ٹھیکہ کے ملک انگریزوں کے سپرد کیا ہے اور میں پہلے یہ جواب دیا کرتا تھا کہ معاہدہ کبھی قالاً ہوتا ہے اور کبھی حالاً اور حالاً معاہدہ ہے کہ وہ ہم سے مامون اور ہم اُن سے مامون۔

(ملفوظ ۲۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کی مصالح مسلّم سہی مگر حدود شرعیہ کا اتباع تو ہمیں

ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے اور احکام شرعیہ ہر وقت اور ہر حالت میں واجب العمل ہیں مگر اس
اس تحریک میں تو بڑی ہی گڑبڑ سے کام لیا گیا میں ایکمرتبہ سفر کر رہا تھا چند ساتھی ہمراہ تھے ایک صاحب
ناشناسا ہمارے قریب آکر بیٹھ گئے ٹکٹ چیکر آیا اس نے ٹکٹ مانگے ٹکٹ ہمارے ایک ہی جگہ تھے
میں نے ساتھیوں سے کہا کہ دکھا دو اس نے سب ٹکٹ اکٹھے دیکھ لئے اور وہ صاحب جو بیٹھے
تھے انکو بھی ہمارا ساتھی سمجھکر علیحدہ ان سے ٹکٹ نہیں مانگا شمار میں غلطی ہوگئی اسکی وجہ یہی ہے کہ
اکثر لوگ اعتماد کرتے ہیں کہ یہ ثقہ لوگ ہیں حالانکہ حساب سے ایک ٹکٹ کم تھا مگر وہ چلا گیا تو وہ صاحب
بولے کہ صاحب آپکی بدولت میں بھی مواخذہ سے بچگیا میں نے پوچھا یہ کیا بات کہنے لگے کہ میرے
پاس ٹکٹ نہ تھا میں نے پوچھا کیوں کہا کہ علماء کا فتویٰ ہے کہ بلا ٹکٹ سفر کرنا جائز ہے میں نے
پوچھا کہ کون علماء کہا کہ علماء تحریک نے یہ فتویٰ دیا ہے اسکو نقل کرکے حاضرین سے فرمایا کہ مسائل
سے قطع نظر کرکے ایک بات تو یہی دیکھنے کی ہے کہ ایسے کام کرنے والے کو قلب کی جمعیت میسر نہیں
ہو سکتی یہ کیا تھوڑا عذاب ہے کہ پریشان حال چور بنے بیٹھے ہیں اور جمعیت ظاہر ہے کہ بڑی دولت
ہے حضرات صوفیہ نے تو جمعیت قلب کا بڑا اہتمام کیا ہے اسی لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ کسی
سے عداوت پیدا نہ کرے کیونکہ عداوت میں جمعیت قلب برباد ہو جاتی ہے ہر وقت دشمن کی
طرف سے قلب پریشان اور مشوش رہیگا ایک بزرگ کے ایک مرید لوگوں سے الجھتے بہت تھے
ان بزرگ نے منع فرمایا کہ تمکو ایسی باتوں سے بہت دلچسپی ہے اسکا نتیجہ برا ہے عرض کیا کہ لوگوں کو
راستی پر لانے کیلئے ایسا کرتا ہوں فرمایا کہ تمکو راستی پر لانیکا طریقہ ہی معلوم نہیں تم تو دشمن بنا لیتے
ہو پھر فرمایا کہ ایسی راستی ہی چھوڑ دینا چاہیئے جس سے عداوت عامہ پیدا ہو البتہ یہ اس امر میں ہے
جو واجب نہ ہو ......... اور اگر واجب ہو اسمیں کسی کی دشمنی دوستی کی ذرا پروا نہ کرنا
چاہیئے پھر فرمایا کہ بعض طبائع فطرۃً تیز ہوتی ہیں انکو کسی کی مخالفت سے تشویش ہی نہیں ہوتی منگلور
میں مولوی رحم الٰہی صاحب ایک مشہور بزرگ تھے ان کا واقعہ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ پڑوس میں
کچھ لوگ مولوی صاحب کے مخالف رہتے تھے اور اکثر بزرگوں کے تھوڑے بہت مخالف ہوتے ہی ہیں
اسمیں بھی حکمت ہے کہ ان بزرگ میں عجب کا مرض نہ پیدا ہو جائے اسلئے جہاں معتقدین وہیں مخالفین
جہاں گل وہیں خار ان مخالفین کو شرارت سوجھی کہ مولوی صاحب کے مکان اور مسجد کے درمیان ایک

تھوڑی سی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی محض مولوی صاحب کی مخالفت اور ایذا کی غرض سے اس جگہ میں ایک طوائف کا ناچ کرایا مولوی صاحب نماز کے لئے گھر سے مسجد آئے راستہ میں یہ خرافات ہورہی تھی مگر صبر کیا کچھ نہیں بولے مگر جب مسجد سے گھر کو واپس ہوئے اور اس جگہ پہونچے اور پھر وہی منظر دیکھا جوش آگیا بھری مجلس میں بلا کسی خوف کے جوتہ نکال کر اس عورت پر بجانا شروع کر دیا مجمع سب قریب قریب مخالفین ہی کا تھا مگر کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ اسکو کوئی چھوڑا ہی لیتا دین کی بزرگی اور ہیبت خدا داد ہوتی ہے کتنا ہی کوئی مخالف ہو مگر دین کا ادب ہر شخص کے خصوص مسلمان کے قلب میں ضرور ہوتا ہے غرضکہ مجلس رقص درہم برہم ہوگئی ان شریر لوگوں نے اس عورت کو مشورہ دیا کہ مولوی صاحب پر دعویٰ کر ہم گواہی دیں گے اور روپیہ بھی ہم ہی صرف کریں گے اس عورت نے جواب میں کہا کہ روپیہ تو میرے پاس بھی ہے (حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ مالزادی تو ہوتی ہیں) اور میں دعویٰ بھی کر سکتی ہوں اور تم گواہی بھی دیدو گے مگر ایک چیز اس سے مانع ہے وہ یہ کہ میں خیال کرتی ہوں اس شخص کے دل میں اگر دنیا کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو مجھ پر اسکا ہاتھ ہرگز اٹھ نہ سکتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بالکل اللہ والا ہے تو ایسے شخص کا مقابلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنا ہے سو میری اتنی ہمت نہیں اور اس عورت نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مولوی صاحب کے مکان پر پہونچی معافی چاہی اور عرض کیا کہ میں اپنے پیشہ سے توبہ کرتی ہوں کسی بھلے آدمی سے میرا نکاح کرا دیجئے مولوی صاحب نے توبہ کرائی اور کسی سے نکاح کرا دیا بھلا کیا کوئی اپنے علم و عمل پر ناز کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ جسکو جو چاہے دیدیں دیکھئے اسکو کیا دولت فہم عطا ہوئی اگر یہ نہ معلوم ہو کہ جواب دینے والا کون ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ولیہ کاملہ عارفہ ہوگی جسکا یہ جواب ہے تو اس حالت میں آدمی کیا ناز کرے اپنے علم اور تقویٰ پر نہ معلوم دوسرے میں کیا چیز ہے اور خدا کے ساتھ اسکو کیا تعلق ہے کسی کو کیا خبر تھی کہ اس عورت کے اندر ایسا نور فہم ہے یہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون کیسا ہے کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے اسی ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ مجھکو عاصی سے نفرت نہیں معاصی سے نفرت ہے اسلئے پلک جھپکتے میں عاصی کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے نیز مولوی صاحب کے اخلاص کی بھی برکت تھی کہ حقیقت پر سے حجاب اٹھ گیا۔ ایک اور آوارہ عورت کی حکایت ہے گنگوہ میں ایک درویش باہر سے آئے وہ بدعتی تھے شہرت ہوئی ایک بازاری عورت کے آشنا نے کہا کہ ایک بزرگ آئے ہیں چلو زیارت کر آئیں اس عورت نے کہا کہ

ضرور چلو غرضکہ اُن بزرگ کی جائے قیام پر دونوں پہونچے یہ مرد تو مجلس میں جا بیٹھا اور یہ عورت ایکطرف کسی آڑ کی جگہ میں بیٹھ گئی اس شخص سے اُن بزرگ نے دیکھکر پوچھا یہ کون ہے اُس آشنا نے کہا کہ ایک ایسی ہی عورت ہے زیارت کو آئی ہے مگر اپنے اس فعل کی شرمندگی کے سبب آگے آنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بزرگ کیا کہتے ہیں کہ بھائی شرمندگی کی کیا بات ہے سب وہی کرتا ہے وہی کراتا ہے یہ کہنا تھا کہ اُس عورت کے آگ لگ گئی اور فوراً کھڑی ہوکر اپنے آشنا سے کہا کہ بھڑوے تو کہتا تھا کہ بزرگ ہیں یہ شخص تو مسلمان بھی نہیں اور فوراً واپس ہوگئی اب دیکھ لیجئے یہ درویش بنے ہوئے تھے جن کا باطن ایمان سے بھی قریب قریب خالی تھا اور وہ فاحشہ تھی جسکا باطن عرفان سے پُر تھا تو کسی کے دلکی کسی کو کیا خبر حاصل یہ ہے کہ اپنے تقوے اور زہد پر ناز نہ کرنا چاہئے اور اُسکی بناء پر دوسروں کو نظر تحقیر سے نہ دیکھنا چاہئے اور عقائد حقہ اجمال کے درجہ میں تو فطری ہی ہیں اور ہر شخص میں ہوتے ہیں اگر کسی عارض سے مختل نہ ہو گئے ہوں۔

نمبر ۲۱۲

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے نفع بدون مناسبت کے نہیں ہو سکتا اسی واسطے جس سے مناسبت نہیں ہوتی میں صاف کہدیتا ہوں کہ تمکو یہاں نفع نہ ہوگا کسی دوسری جگہ جاکر تعلق پیدا کرلو اور اگر تم ایسی جگہ کا پتہ پوچھو گے نہیں دو بتلادونگا یہ تو تعلق خاص کے شرائط ہیں باقی خدمت سے کسی کی بھی انکار نہیں گو کسی سلسلہ کا ہو چنانچہ حاجی شاہ وارث علی کے ایک مرید یہاں آئے مجھسے کہا کہ حضرت نے یعنی حاجی صاحب نے فرمایا ہے کہ وہاں جاکر مثنوی پڑھو سنو میں نے کہا کہ آجکل مثنوی ہو رہی ہے سن لیا کرو مگر ایک ضروری بات سن لو کہ ہم لوگ حاجی صاحب کے معتقد نہیں ہم اُن کے مسلک اور طریق کو پسند نہیں کرتے کبھی کبھی ہماری مجلس میں اُنکی شکایت بھی ہوتی ہے ممکن ہے کہ تمکو برا معلوم ہو ابھی اطلاع کئے دیتا ہوں کہا کہ آپ جانیں وہ جانیں مجھے اس سے کیا غرض میں تو دونوں کو اپنا بڑا اور بزرگ سمجھتا ہوں چنانچہ وہ شخص یہاں بہت روز رہے آدمی سمجھدار تھے خدا معلوم کس طرح پھنس گئے ایک روز بدون اطلاع کئے ہوئے چلدئے یہ بے ڈھنگا پن پیر کے فیض کا اثر تھا۔

نمبر ۲۱۳

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریزی تعلیم یافتہ صاحب یہاں آئے تھے چند روز مقیم رہکر واپس ہوگئے حالت یہ تھی کہ صبح سے شام تک کئی کئی لباس بدلتے تھے وطن پہونچکر یاد نہیں

کس مضمون کا خط لکھا میں نے اسکا جواب دیا اور انہیں یہ بھی لکھا کہ آپ بیانبر زمانہ قیام میں اس شعر کے مصداق تھے ؎

گہے در کسوت لیلےٰ فرو شد　　گہے در صورت مجنوں بر آمد

پھر خط آیا لکھا کہ واقعی یہ میری حرکت قابل نفرین تھی اب میں نے اس طرز سے توبہ کرلی ہے۔

(ملفوظ) نمبر ۲۱۴ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رعایت مصالح کی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فیض عام تھا مگر تام نہ تھا اور مصلحت سوزی کی وجہ سے حضرت مولانا شہید صاحبؒ کا فیض عام نہ تھا مگر تام تھا تقویۃ الایمان کا طرز اسکا شاہد ہے گو حضرت شہیدؒ کا تقویۃ الایمان کو ایکدم شائع کرنیکا ارادہ نہ تھا سمجھتے تھے کہ بد فہم لوگ اس سے متوحش ہونگے مگر جہاد کا سفر پیش آگیا جسکا انجام معلوم نہ تھا احتمال تھا کہ اگر شہادت ہوگئی تو اسکی اشاعت رہ جائیگی، مصلحت عامہ پر اس خیال کا غلبہ ہوا اور تعجیل اشاعۃ کا داعی ہوا اور اصل بات تو یہ ہے کہ اگر مصالح کی رعایت بھی ہوتی تب بھی مخالفت ضرور ہوتی کیونکہ کج فہم ہر زمانہ میں ہوتے ہیں گو کمی بیشی کا فرق ہو اسی مصلحت کے سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ مصالح کا سوال بھی باخبری کی حالت میں ہوتا ہے مگر آجکل بعض دفعہ اس فقیری اور درویشی کے ڈھونگ سے بعض علماء خود ہی جاہلوں کے معتقد ہو جاتے ہیں انکو اس طریق کی حقیقت کی خبر ہی نہیں یہ بڑی سخت بات ہے۔

(ملفوظ) نمبر ۲۱۵ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نہ عرفی تواضع کو پسند کرتا ہوں نہ کبر کو اسلئے واما بنعمۃ ربک فحدث کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی تھی کہ تجھکو دو چیزوں سے اللہ تعالیٰ مناسبت عطاء فرمادیگا تفسیر اور تصوف اب خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور فقہ کیلئے بھی اگر دعا کرا لیتا تو انہیں بھی معتد بہ مناسبت ہو جاتی اب یہ جو کچھ ہے یہ سب حضرت ہی کی دعاؤں کی برکت ہے۔

(ملفوظ) نمبر ۲۱۶ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بعضے لوگ جو یہاں اجازت لیکر آتے ہیں اس اجازت کو اپنے مقاصد مزعومہ کے حصول کا وعدہ سمجھتے ہیں میں نے اسکا یہ علاج کیا ہے کہ آنے کے قبل ہی صاف لکھدیتا ہوں کہ یہاں آکر نہ مخاطبت کرو نہ مکاتبت نہ کسی فائدہ کا قصد

صرف خالی الذہن ہو کر آزادی کے ساتھ بیٹھے رہو باتیں سنو اور اپنی حالت پر منطبق کرو خواہ فائدہ ہو یا نہ ہو تو آجاؤ لوگ ان شرطوں سے برا مانتے ہیں کہ پھر فائدہ ہی کیا ہوا میں کہتا ہوں کہ یہ طریق کا معلوم ہو جانا کیا تھوڑا نفع ہے عمل کر کے تو دیکھیں مولانا فرماتے ہیں ؎

چند گوئی خواجہ نظم و نثر فاش، چند روزے امتحاں کن گنگ باش

اسی طرح بعضے لوگ میرے مواخذوں سے برا مانتے ہیں حالانکہ مواخذہ اسلئے ہوتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو یہاں آوے کچھ لیکے جاوے چاہے ایک ہی علم ہو مگر لوگ اسکو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مشائخ اور علما کے ان عرفی اخلاق ہی نے عوام کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا ہے ایک شخص نے میرے مواخذوں کے متعلق کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب تو آسان مگر اسکے سوالوں کا جواب مشکل ہے میں نے سنکر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے مگر اس کا منشا میرا کوئی فعل نہیں بلکہ تمھارا فعل ہے وہ یہ کہ وہاں تو تم سچ بولو گے یا اگر معلوم نہ ہوگا تو لا ادری کہدو گے کہ یہ بھی سچ ہوگا غرض جو بات دل میں رچی ہوگی اور جمی ہوگی وہ کہدو گے اور سچ بولو گے اور یہاں ایچ پیچ سے کام نکالنا چاہتے ہو اور وہ چلتی نہیں اسلئے آپ ہی جواب مشکل ہو جاتا ہے تو تم نے ایک آسان چیز کو خود ہی مشکل بنایا اب لیجئے آسانی کی صورت بھی بتلاتا ہوں وہ یہ کہ سچ بولنے کا قصد کرلیں تو بہت سوالوں کی نوبت ہی نہ آئیگی۔

۳۲

(ملفوظ ۲۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ بھی درویشی کے لوازم سے سمجھا جاتا ہے کہ ہر بات کی برداشت کرے اور ہر شخص کی کرے مگر اصلاح تو اس صورت سے ہو نہیں سکتی البتہ برداشت کی ایک صورت ہے کہ دل میں سے اس بات کو نکالدوں کہ اصلاح نہ کرونگا پھر مجھپر کوئی اثر نہ ہوگا تغیر تو اصلاح کی وجہ سے ہوتا ہے میں نے ایک بار اسکا بھی قصد کر لیا تھا مگر احباب سے جو مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم تو اصلاح ہی چاہتے ہیں تو صاحب اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے یہاں پر تو اسکا مصداق بنکر آنا چاہئے فرماتے ہیں ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی، یا بنا کن خانہ بر انداز پیل،
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی، یا فرو شو جامۂ تقوی بہ نیل،

اس برداشت اور خوش اخلاقی متعارفہ کی بدولت یہانتک نوبت پہونچ گئی جو مشاہد ہے

ایک پیر صاحب یہاں آئے مجھ سے ایک بڑے شخص کے متعلق کہا کہ تم سفارش کر دو کہ وہ مجھکو ریاست سے چھ ہزار روپیہ قرض دلوادیں میں شرما گیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ اتنا قرض کس طرح ہوا بہت سادگی سے کہنے لگے کہ مرید کھا گئے لنگر جاری رہا آکر مہینوں پڑے رہے اور کچھ دیکر بھی نہیں گئے میں نے پوچھا کہ پھر یہ قرض جو اسوقت لے رہے ہو کہاں سے ادا کروگے کہا کہ مریدوں سے آمدنی ہوگی اُس سے ادا کردونگا۔ یہاں تک تو نوبت آگئی مگر مریدوں کے پھر بھی معتقد تھے یہ سب کچھ اخلاق متعارفہ کی بدولت پریشانی ہوئی ہیں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کرنیکو تیار نہیں اور امیروں سے مانگنا یہ تو اچھی خاصی دوکانداری ہے اسکو درویشی سے کیا تعلق درویشونکی تو شان ہی جدا ہوتی ہے کہ خلاف اصول خود دینے سے بھی نہیں لیتے حضرت غوث پاک رح سے شاہ سنجر نے کہلا کر بھیجا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے لئے حضرت کو پیش کردوں آپ نے جواب میں لکھ بھیجا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد — در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب — من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

اسی طرح حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے عجیب بات فرمائی تھی شمس الدین التمش نے چند دیہات کا فرمان لکھکر ان کی خدمت میں بھیجدیا کہ یہ آپکی خانقاہ والوں کے اخراجات کیلئے تجویز کردیا گیا ہے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ افسوس ہم کو تو تم سے محبت ہے اور ہم سمجھتے تھے کہ تمکو ہم سے محبت ہوگی مگر ہمارا خیال غلط نکلا اگر تمکو ہم سے محبت ہوتی تو تم ہمارے لئے ایسی چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کی مبغوض ہے یعنی دنیا۔ خیر یہ تو درویش تھے مگر اُسوقت کے سلاطین کی حالت سنئے قطب صاحب رح کا انتقال ہوا یہ وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے جسمیں یہ تین شرطیں پائی جائیں ایک تو یہ کہ کبھی کسی غیر محرم پر نظر نہ کی ہو اور ایک عصر کی نماز کے قبل کی مستحب چار رکعتیں اسکی ناغہ نہ ہوئی ہوں تیسری شرط یاد نہیں رہی اُسوقت جنازہ پر بڑے بڑے علماء اور مشائخ عظام کا مجمع تھا خادم نے اس وصیت کا اعلان کیا کسی نے بھی آگے بڑھکر نماز جنازہ پڑھانیکا ارادہ نہ کیا بالآخر سلطان شمس الدین نے کہا کہ آج حضرت قطب الدین صاحب نے مجھکو رسوا کیا الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو یہ دولت نصیب کی ہے اور نماز پڑھائی یہ اُسوقت کے سلاطین کی حالت تھی۔ پھر فرمایا

کہ ان بزرگوں کے ذکر کے وقت میری حالت قابو میں نہیں رہتی مجھکو تو ان حضرات کے ساتھ عشق کا درجہ ہے اور زیادہ عشق کی بنا یہ ہے کہ باوجود غلبہ محبت کے حدود شرعیہ کا حق ادا کرتے تھے ۔

(ملفوظ ۲۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا قصد اور نیت کے بھی ثواب ملتا ہے انما الاعمال بالنیات جو آیا ہے یہ اعمال نیت ہے یعنی اعمال کا ثواب تو نیت ہی پر موقوف ہے مگر غیر اعمال کا ثواب بدون نیت کے بھی مل جاتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کوئی باغ لگائے یا کھیتی کرے اور اس سے بدون اس شخص کے قصد کے کوئی آدمی یا بہیمہ انتفاع حاصل کرے اور اسکو خبر بھی نہ ہو اسپر بھی ثواب ملتا ہے

(ملفوظ ۲۱۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے مجھسے کہا جہاں قرآن میں اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہے واتوا الزکوٰۃ بھی تو ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مالدار ہو اور زکوٰۃ دو فرمایا کہ بیہودگی ہے اسکے معنی تو یہ ہیں کہ اگر مال ہو تو زکوٰۃ دو اور اسکی تو ایسی مثال ہوگی کہ کوئی کہنے لگے کہ اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہے اور وجوب صلوٰۃ کے لئے بلوغ شرط ہے تو اسی سے ثابت کرنے لگے کہ جلد سے جلد بالغ ہو جانا چاہیئے اگر نہ ہوا تو عدم ادائے فریضہ کی وجہ سے گنہگار ہوگا ۔

(ملفوظ ۲۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے تو ایکمرتبہ لکھنؤ میں بیان کے اندر کہا تھا اس میں بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلا کا مجمع تھا کہ ہر ترقی کو تو آپ بھی محمود نہیں کہہ سکتے جیسے ورم کی ترقی ہے اسکا طبیب اور ڈاکٹر سے کیوں علاج کراتے ہو حالانکہ کچھ ترقی ہی ہوئی تنزل تو نہیں ہوا تو جو درجہ آپکے یہاں ورم (بالواو) کا ہے وہی درجہ ہمارے یہاں بعض حالات میں درم (بالدال) کا ہے اسوقت لوگوں کو ترقی کی حقیقت معلوم ہوئی بات یہ ہے کہ ان لوگونکو نہ تو علم دین ہے اور نہ اہل علم کی صحبت اکبر الہ آبادی نے صحبت کے باب میں خوب کہا ہے ؎

انھوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں ۔ پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

پھر فرمایا کہ لوگ کسی ترقی یافتہ کے اسباب ظاہرہ کو دیکھکر کہتے ہیں کہ فلاں نے اس صورت سے ترقی کی حالانکہ یہاں علاوہ اسباب کے ایک دوسری چیز اور ہے اور وہ ہے اصل علت ترقی کی اسکو نہیں دیکھتے

اور وہ مشیت حق ہے ورنہ اسکی کیا وجہ کہ ایک شخص نے مال تجارت لاکر الماریوں میں لگا دیا اور اعلان کر دیا یہ تو اسکا اختیاری فعل تھا مگر آگے خریداروں کی رغبت یہ تو اسکے اختیار میں نہیں محض مشیت پر ہے چنانچہ دو دو دکانیں پاس پاس ہوتی ہیں ایک پر خریدار آتے ہیں ایک پر نہیں آتے تو یہ کس کے قبضہ میں ہے جن اسباب سے ایک نے ترقی کی ہے امتحاناً دوسرے کو دیکر دیکھ لو کہ وہ بھی ایسی ہی ترقی کر سکتا ہے یا نہیں۔

## ۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۲۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں سماع کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اصل میں یہ مثل دوا کے معالجہ ہے بعض حالات کا اب لوگوں نے دال روٹی بنا لیا بلکہ بعض جگہ تو اور آلہ ہو گیا فسق وفجور کا میں تو کہا کرتا ہوں کہ پہلے جو اہل سماع تھے وہ اہل سما تھے اب تو اہل ارض ہیں جن پر یہ صادق آتا ہے ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ۔

(ملفوظ ۲۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں اسلام تاجروں اور صوفیوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے بزور شمشیر نہیں پھیلا حضرات صوفیہ کی طرز زندگی کو دیکھکر اور تاجروں کی تبلیغ کو سنکر لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

## ۲۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

## مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۲۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بی بی نے عجیب خواب دیکھا وہ یہ کہ ایک مولوی خان صاحب مبتدع کو خواب میں دیکھا ان بی بی سے دریافت کیا کہ اسکی (یعنی میری) مجلس میں کبھی میرا بھی ذکر آیا ہے بی بی نے کہا ہمارے سامنے تو آیا نہیں خانصاحب بولے کبھی ذکر تو کرنا دیکھنا کیا کہیگا پھر خود ہی کہا میں بتلاؤں کیا کہیگا یہ کہیگا کہ بڑا ہی لچا تھا میں نے کہا کہ واقعی سچا خواب ہے میں نے اس سے زیادہ کچھ کہا ہی نہیں (یعنی شدید کلمات نہیں کہے گو اس نے ساری عمر مجھکو

گالیاں دیں۔ ایک اور مولوی صاحب بدعتی کا ذکر فرمایا کہ وہ اٹاوہ میں ملے مجھ سے کہتے تھے کہ اگر تم ایک کام کرنے لگو تو تمام ہندوستان کو میں تمہارا غلام بنا دوں یہ میری ذمہ داری ہے وہ کام یہ ہے کہ مولد میں قیام کرنے لگو میں نے کہا اگر کسی کو غلام بنانا ہی مقصود ہو کہنے لگے کہا کہ بس یہی تو افسوس کی بات ہے آپ لوگ مصالح کو سمجھتے ہی نہیں میں کہتا ہوں کہ مصالح تو ہمارے یہاں خوب پیسے جاتے ہیں تاکہ سالن مزہ دار ہو اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ تمکو اپنی قوت کی خبر نہیں کہ لوگوں پر کتنا اثر ہے بس ذرا سا حجاب ہے اگر وہ اٹھ جائے تو پھر تمکو معلوم ہو کہ لوگوں کے قلب پر تمہارا کتنا اثر ہے پھر مزاحاً فرمایا کہ یہ قوت تو ایسی ہوئی جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیئے کو اپنی قوت کی خبر نہیں اسی سلسلہ میں ایک پہلے خاں صاحب کا ذکر فرمایا کہ ایکمرتبہ اسٹیشن بریلی پر ان خان صاحب سے مواجہ ہو گیا معلوم نہیں انکو کیا دھوکا ہوا انھوں نے مجھکو دور سے سلام کیا کہ اتفاق سے میں نے دیکھا بھی نہیں اس لئے جواب بھی نہیں دیا پھر انکو کسی سے معلوم ہوا کہ یہ تو اشرف علی ہے اسقدر غصہ آیا کہ پلیٹ فارم چھوڑ کر باہر گاڑی میں جا بیٹھے پھر شہر میں اس سلام کی شہرت ہو گئی اب عوام کا کون انتظام کرے اس طرف کے لوگوں نے کہا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے کہ جھکر سلام بھی کر لیا ان کے معتقدین نے جواب دیا کہ پہچانا نہ تھا لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسے دودھ پیتے بچے تھے پہچانا نہ تھا غرض اچھا خاصا تماشا ہو گیا اسی سلسلہ میں ایک اور قصہ بیان فرمایا بریلی میں بدعتیوں کا ایک جلسہ ہوا اسمیں ایک صاحب نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر بیان کی قیامت کے روز پیشی کے وقت خدا اور رسول دونوں مجتمع ہونگے تو ہم اسوقت خدا کی طرف منہ کر کے کہیں گے ایاک نعبد اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کہیں گے و ایاک نستعین اسپر بڑی تحسین ہوئی کہ واہ واہ کیا نکتہ ہے کیوں صاحب یہ بھی کوئی نکتہ ہوا۔ رنگون میں ایک ہندوستانی بدعتی مولوی نے شجرہ میں بزرگوں کے نام کیساتھ صلے اللہ علی نبینا و علیہ وسلم چھپوایا ہے اور کہتا ہے کہ تبعاً کہنا جائز ہے جواب میں فرمایا کہ کیا مفسدہ کے وقت بھی جائز ہے دوسرے لفظی تبعیت زیادہ مؤثر ہوگی یا معنوی تبعیت ظاہر ہے کہ اس شخص کو اصل مقصود تو بزرگان شجرہ پر صلوٰۃ بھیجنا ہے خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا نام حیلۂ جواز کیلئے تبعاً بڑھایا گیا ہے۔

(ملفوظ ۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کلکتہ میں ایک شخص ان ہی خانصاحب مذکور کا معتقد ہے

میری کتابیں بہت دیکھتا ہے ایک صاحب مجھسے کہتے تھے کہ وہ شخص کہتا تھا کہ یہ کون کہتا ہے کہ اشرف علی دیوبندی ہے وہ تو ہمارے جماعت کا آدمی ہے اور اسکے ثبوت میں کچھ میری کتابوں کے مضمون بیان کئے اور معتقدانہ یہ کہتا تھا کہ ایک مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کا اور اس کے احکام اور آثار کا تو صدیوں سے گم تھا اسکو ایسا ظاہر کیا کہ کسی نے نہیں کیا اور یہ بھی کہا کہ بھلا دیوبند والے کہیں ایسی باتیں اور ایسے مضامین لکھ سکتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۲۲۵ (ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نفاست و صفائی میں اور تزئین میں کیا فرق ہے فرمایا کہ صفائی تو یہ ہے کہ میل کچیل نہ ہو چاہے کپڑا گھٹیا اور پھٹا ہی ہو مگر ہو صاف اور تزئین میں یہ ہوتا ہے کہ کپڑا قیمتی ہو خوبصورت ہو وضع قطع بھی درست ہو غرضکہ نفاست اور تزئین میں زمین آسمان کا فرق ہے سو صفائی تو ہر حال میں محمود ہے اور تزئین بعض حالات میں مذموم بھی ہے اسی درجہ مذمومہ کی نسبت کہا گیا ہے ؎

عاقبت سازد ترا از دین بری، | این تن آرائی و این تن پروری،

۲۲۶ (ملفوظ) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ہر شخص کے لئے جدا علاج ہے کسی کو کم کھانا مفید ہے اور کسی کو بالکل نہ کھانا اور کسی کو خوب کھانا جسکو ضعف بڑھ جانیکا اندیشہ ہو ایک شخص تھے جربھاول میں انکی تہجد کی نماز کیلئے آنکھ نہ کھلتی تھی انھوں نے مجھسے بیان کیا کہ جس روز ایسا ہوتا ہے صبح کو روزہ رکھ لیتا ہوں مگر اس سے بھی کچھ نہ ہوا میں نے کہا کہ یہ تو تمھارے لئے اور زیادہ کسل کا سبب ہوگا اسلئے کہ جب روزہ سے رہوگے خوب تن کے کھاؤگے تن کے پیوگے تو نشہ ہوکر اور کسل بڑھیگا۔ کہا کہ ہوا تو ایسا ہی میں نے کہا کہ یہ تدبیر کرو کہ عصر سے قبل کھانا کھاؤ اور ذرا کم کھاؤ اور مغرب سے پہلے پہلے پانی جسقدر پیاس ہو پی لو پھر نہ پیو یہ تدبیر کامیاب ہوگی۔

۲۲۷ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان بھی عجیب چیز ہے اسکو ایک حالت پر چین نہیں چاہتا یہ ہے کہ جو میرا جی چاہے وہ ہوتا رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں باوجودیکہ ہر بات اسکے خیال کے موافق نہیں ہوتی پھر جو کچھ کرتا ہے خیال ہی کے تابع ہوکر کرتا ہے اور تمام عالم اسی خیال پر چل رہا ہے اتنی بڑی مؤثر چیز اور نظر تک نہیں آتی جیسے گھڑی کی بال کمانی کہ بالکل باریک مگر تمام پرزوں کو نچا رکھا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

نیست وش باشد خیال اندر جہاں | تو جہانے بر خیالے بیں رواں،
گہ خیال آسیا و بارغ و راغ | گہ خیال میغ و باغ و لیغ و لاغ

۲۲۸ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق خود علمائے ظاہر میں اختلاف ہے چنانچہ محدثین اور فقہا میں اختلاف ہے محدثین اس مسئلہ میں کسی قدر اقرب الی الصوفیہ ہیں۔

۲۲۹ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگوں پر کسی شیخ کا خط پڑھکر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی آجکل جو صوفی ہیں ان میں اکثر کو ڈھونگ کی وجہ سے وجد ہوتا ہے تن تن پن پن سے وجد ہوتا ہے ایسے لوگ نقال ہیں نفسانیت سے پر ہیں بکثرت ہوا پرست امرد پرست زن پرست ہیں اہل باطل ہیں خدا سے غافل ہیں دنیا والوں سے بھی زیادہ اپنے اغراض میں بیدار ہیں رات دن ان ہی تدابیر میں لگے رہتے ہیں جس سے شوکت ہیبت عظمت ظاہر ہو۔ جو حاصل ہے حب جاہ کا۔

۲۳۰ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آواز بھی غضب کی چیز ہے آفت کی چیز ہے اسی وجہ سے شریعت نے بعض اصوات سے منع کیا ہے اور اس راز کو فقہا نے سمجھا ہے یہ ایک قسم کی آگ ہے تو کیا آگ میں کودنے کی شریعت اجازت دے سکتی ہے سماع آگ ہے جسکو اطمینان ہو کہ میں نہ جلونگا اسکو بشرائط جائز ہے اور جسکو یہ اطمینان نہ ہو اسکو کسی طرح جائز نہیں یہ آواز بڑی آفت کی چیز ہے اسمیں غضب کی خاصیت ہے سنا ہے کہ دیپک ایک راگنی ہے اسکے گانے سے آگ لگجاتی ہے چراغ میں تیل بتی درست کر کے رکھو اور گاؤ چراغ روشن ہو جاتا ہے۔

۲۳۱ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق چونکہ بڑا عالم ہوتا ہے اسکی نظر وسیع ہوتی ہے اسلئے اسمیں بجز ضروری مواقع کے تشدد نہیں رہتا اکثر مواقع میں ڈھیلا ہو جاتا (بیائے معروف) ہے ڈھیلا نہیں ہوتا (بیائے مجہول) جس سے چوٹ لگجائے قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ مصنف احتساب الاحتساب کا ہے اسمیں ایک واقعہ سنا ہے وہ واقعہ حضرت سلطان نظام الدین صاحب رح کی ساتھ ہوا ہے وہ یہ کہ قاضی ضیاء الدین صاحب رح سلطان جی کو سماع سے منع فرماتے تھے ایک بار سلطان جی نے غلبۂ حال میں قاضی صاحب کی حاضری کے وقت قوال کو اشارہ کیا سماع شروع ہو گیا سلطان جی کھڑے ہو گئے قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلا دیا سلطان جی دوبارہ کھڑے ہوئے پھر قاضی صاحب نے بٹھلا دیا سلطان جی سہ بارہ کھڑے ہوئے قاضی صاحب پھر بٹھلانا چاہتے تھے

م
راغ بفتح معجمہ
ہزل و ظرافت
و نوشن ہم بمعنی
باغ بفتح معجمہ
کلاغ زنیست سیاہ
سر کوہ کہ برآنجا سبزہ بود
میغ ابر سیاہ
لیغ بالکسر و زمین
معجمہ بود ل ب ۱۲

مگر خود بھی ہاتھ باندھکر ادب سے کھڑے ہوئے جب وہ حالت فرو ہوئی قاضی صاحب نے فرمایا پھر آکر
احتساب کرونگا بعضوں نے قاضی صاحب سے اسکا راز پوچھا فرمایا یہ جب اول بار کھڑے ہوئے
انکی روح نے آسمان دنیا تک عروج کیا میں نے وہاں سے واپس لاکر بٹھلا دیا دوسری بار میں تحت
العرش تک پہونچے میں وہاں سے بھی لوٹا لایا تیسری بار میں فوق العرش پر پہونچے میں نے جانا چاہا
تو ملائکہ جلال نے روکدیا کہ یہاں صرف نظام الدین کے قدم جاسکتے ہیں تم نہیں جاسکتے وہاں انوار
جلال دیکھکر میں ہاتھ باندھکر کھڑا ہو گیا ان بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی کھڑا ہوا دیکھئے شریعت ایسی اہتمام
کی چیز ہے اور بعض نے اسمیں اتنا غلو کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت کر کے
سنت کے درجہ تک پہونچا دیا ہے سو خوب سمجھ لو اس سے سنیت پر استدلال محض باطل ہے کیونکہ
زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور کے کان میں کوئی شعر پڑ گیا ہو یا اچانک بسبیل ندرت سن لیا ہو
سو محض اس سے سنیت کا ثبوت نہیں ہو سکتا میرا اس استدلال کی حقیقت میں ایک وعظ ہے الغالب
للطالب اسمیں یہ مضمون نہایت مبسوط ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آپکا ہر فعل سنت نہیں بلکہ سنت
وہی ہے جو حضور کی عادت غالبہ ہو نیز غالی صوفیہ بھی اس بات کو نہیں کہہ سکتے کہ حضور اس مروج ۴۰
صورت کی اجازت فرماتے پس ہیئت مروجہ کو منقول پر قیاس کرنا ایسا ہی جیسے تہمد حضور باندھتے تھے
اسپر کوئی دھوتی کو قیاس کرلے اور یہ سمجھے کہ دونوں میں ذرا ہی سا تو فرق ہے ایسے تغیر سے کیا ہوتا ہے
[illegible] میں ایک پلا پیچھے اڑس لیا جاتا ہے اسکو تو فقہا ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کون فرق مؤثر ہے اور کون نہیں۔

(ملفوظ ۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کی شان تو سیاست اصلاحی میں سلاطین کی سی ہونا چاہئے یعنی
کوتاہی پر محاسبہ معاقبہ ہو انکے ڈھیلے ہونے سے عوام کی جرأت بڑھ گئی بلکہ مشائخ کی بھی یہی شان ہونا ضروری ہے اسلئے کہ خدمت
اصلاح انکے بھی تو سپرد ہے مگر آجکل یہ کام کون کرے آجکل تو اکثر مصلحین کی نیت اچھی نہیں کہ حب دنیا غالب ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے

(ملفوظ ۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ بیعت کو اسقدر ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ آیا بیعت ہونا
چاہتے ہو بدون تعلیم یا تعلیم چاہتے ہو بدون بیعت کے تو یہی کہیں گے کہ بیعت ہونا چاہتے ہیں اور یہ خیال ایک غلطی پر مبنی ہے جسکی اصلاح نہایت
ضروری ہے وہ یہ کہ یہ سمجھتے ہیں کہ بدون بیعت ہوئے تعلیم کا اثر نہ ہوگا اور نہ کوئی نفع ہوگا میں اسی جہل کو نکالنے کیلئے بیعت سے
تعلیم کی شرط لگاتا ہوں تاکہ عقیدہ صحیح ہو جاوے اور جہل سے نجات ہو اور رسمی مشائخ کے یہاں تو بدون بیعت کی تعلیم ہی نہیں دیتے
وہ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ اگر جا ملیں اب نہیں تو پھنس گیا ورنہ معلوم کل کو اسکا کیا خیال بدلجائے بحمد اللہ میرے یہاں یہ بات نہیں
کل کو تو کیا خیال بدلتا وہ ابھی بدل لے ہمارا کیا ضرر اگر سو مرتبہ جی چاہے اور اپنا نفع سمجھے تو تعلیم پر عمل کرے ورنہ جہاں چاہے جائے
ایسے بدفہموں کی ساتھ یہی برتاؤ ضروری ہے

حصہ سوم افاضات یومیہ کا ختم ہوا +